اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۷۴

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

جلد دہم

مصنفہ
مجدد دین وملت
اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض
تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیحضرت
حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفی رضا خان قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر
رضا اکیڈمی بمبئی
۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

جلد ہفتم

سلسلۂ اشاعت نمبر ―――― (۷۴)

نام کتاب ―――― العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد دہم

تصنیف لطیف ―――― سیّدنا اعلیٰ حضرت مجدّد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ

سنِ طباعت ―――― ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر ―――― رضا اکیڈمی بمبئی ۳

مطبوعہ ―――― رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴، محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 205/-

۷۸۶/۹۲

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجرا خلیفۂ اعلیٰحضرت حضور برھان ملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنزالایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰحضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنزالایمان شریف کا اردو، انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو الحمد للہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب قدیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لیتا رہے اور پیغام رضا کو دنیا بھر میں پہونچانے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری

۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد عبد المبین نعمانی قادری
رکن المجمع الاسلامی مبارکپور۔

تقریب الکتاب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ناچیز راقم سطور ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو اپنے مرشد برحق امام المتقین نائب سید المرسلین سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی زیارت با کرامت اور امام الفقہاء عاشق رسول اللہ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی المولی تعالی عنہ کے مزار مقدس کی نیاز مندی کی غرض سے بریلی شریف حاضر ہوا[1] تو نبیرۂ اعلیٰ حضرت شاہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی اور محب محترم حضرت منان رضا صاحب کا حکم ہوا کہ فتاوی رضویہ جلد دہم[1] کی کتابت مکمل ہے اس کی فہرست سازی کا کام کردو، مخدوم زادوں کے حکم کی تعمیل کے لئے رک گیا اور ایک ہفتہ کی شب و روز کی محنت کے بعد الحمد للہ فہرست مضامین کی ترتیب کا کام مکمل کیا۔ عدیم الفرصتی کی وجہ سے زیادہ وقت نہ دے سکا ورنہ فہرست اور زیادہ عمدہ ہوتی پھر بھی جو کچھ ہے وہ اہل علم کے سامنے ہے۔ امید کہ ارباب علم و دانش قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ناچیز کے لئے حسن خاتمہ اور علم و عمل میں برکت کی دعائیں دیں گے، اور اگر کہیں قصور و کوتاہی نظر آئے گی تو اس کو در گزر کریں گے، —— وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ○

ذیل میں مصنف کتاب علیہ الرحمۃ والرضوان کی مختصر سوانح زندگی اور اس کے بعد اس کتاب سے متعلق چند اہم باتیں سپرد قلم کر رہا ہوں امید کہ تقریب کتاب کے طور پر یہ چند سطریں بھی قارئین کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔

---

[1] اس مبارک سفر میں محب گرامی مولانا محمد احمد اعظمی صدر مدرس مدرسہ فیض العلوم محمد آباد اعظم گڈھ اور مبلغ اسلام مولانا بدر القادری مصباحی مشیر دینیات اسلامک سوسائٹی ہالینڈ بھی ہمراہ تھے،

حیاتِ امامِ اہلِ سنّت

سنہ ۱۲۷۲ھ ——— سنہ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

آپ کی ولادتِ باسعادت ظہر کے وقت بروز شنبہ ۱۰ شوال سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون سنہ ۱۸۵۶ء محلہ جسولی، شہر بریلی، یوپی (انڈیا) میں ہوئی۔ پیدائشی نام "محمد" تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ) اور عرف "احمد رضا" قرار پایا، اور خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے نام کے ساتھ عبد المصطفیٰ لگاکر غلامی بارگاہِ مصطفیٰ کا نشان قائم کیا ——— اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی، شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلِ سنّت اور مجدد اسلام وغیرہ مشہور القاب وخطابات ہیں،

آپ کے والد ماجد امام المتکلمین مولانا مفتی نقی علی خاں قدس سرہ سنہ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے والد ماجد مولانا مفتی رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی، دینی وفقہی بصیرت میں یگانۂ روزگار تھے علمائے عصر میں ممتاز شخصیت کے مالک اور مرجع الفتاویٰ تھے، عشقِ رسول اور دشمنانِ اسلام سے عداوت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ومعروف ہیں۔

(۱) الکلام الاوضح (مطبوعہ) (۲) مسرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ مطبوعہ (۳) جواہر البیان فی اسرار الارکان، مطبوعہ (۴) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ، مطبوعہ (۵) فضل العلم والعلماء، مطبوعہ (۶) احسن الوعاء لآداب الدعاء، مطبوعہ (۷) اُصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (۸) اذاقۃ الآثام لمانعی المولد والقیام، مطبوعہ، (۹) ازالۃ الاوہام (۱۰) وسیلۃ النجات (۱۱) تزکیۃ الایقان وغیرہ ——— تاجدار مارہرہ مطہرہ حضرت شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جمیع سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی، وقت ظہر بروز پنجشنبہ ذی القعدہ سنہ ۱۲۹۷ھ کو بعمر ۵۱ سال پانچ ماہ اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا، ——— رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً،

آپ کے جدِ امجد مجاہدِ اعظم حضرت مولانا مفتی رضا علی قدس سرہ بریلی کے بزرگ ترین علماء ومشائخ سے تھے قومِ افغان بڑہیچ سے تعلق نسبی تھا، آپ کے آباؤ اجداد سلاطین کے دربار میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، جدِ اعلیٰ حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ قندھار (افغانستان) کے رہنے والے تھے، شاہانِ مغلیہ کے عہد میں نادر شاہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور ممتاز عہدوں سے نوازے گئے، لاہور کا شیش محل انہیں کی

جاگیر تھا، پھر لاہور سے دہلی چلے گئے، اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومتِ وقت نے "شش ہزاری" منصب سے سرفراز کیا آپ کے صاحبزادے حضرت سعادت یار خاں اپنے زمانے میں حکومت کے "وزیرِ مالیات" تھے ان کی امانت داری اور دیانت کی وجہ سے سلطان محمد شاہ نے کئی مواضعات انہیں عطا کئے، ان کے فرزند حضرت محمد اعظم خاں صاحب بھی وزارتِ اعلیٰ کے عہدے پر فائز تھے مگر کچھ دنوں کے بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوکر روحانیت وگوشہ نشینی کی طرف مائل ہوگئے اور آپ ہی کی وجہ سے خاندان میں زہد وتقویٰ اور علم وفضل کی بہار آئی، آپ کی بہت سی کرامتیں سوانح کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ کاظم علی خاں اور ان کے صاحبزادے امام العلماء حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں موصوف ہیں جنہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بھرپور حصہ لیا یہاں تک کہ انگریزوں کے خلاف تلوار سے بھی جہاد فرمایا، آپ جنگ آزادی کے عظیم رہنما تھے عمر بھر فرنگی تسلط کے خلاف برسرِپیکار رہے، لارڈ ہیٹینگ آپ کے نام سے کانپتا تھا، جنرل ہڈسن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپے مقرر کیا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، جب آپ نے برطانوی حکام کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ سے نقب زنی کراکے ۲۵ عدد گھوڑے چوری کرالئے کیونکہ آپ اپنے تمام گھوڑے تحریکِ آزادی کے کارکنوں کو انگریزوں پر شب خون مارنے کے لئے مفت دیتے تھے، اور آپ کی حویلی اکثر مجاہدین کی پناہ گاہ تھی یہاں تک کہ مجاہدین کے کھانے کا بھی آپ ہی از خود انتظام فرماتے، تفصیل کے لئے دیکھئے ترجمان اہلِ سنت کراچی کا جنگ آزادی نمبر بابت ماہ جولائی ۱۹۷۵ء۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے عہدِ طفولیت ہی سے علم وفضل کے آثار نمایاں تھے، بچپن ہی میں آپ کے زہد وورع اور فضل وکمال کی جو داستانیں بیان کی جاتی ہیں آج کے اکابر میں بھی ان کا دُور دُور تک پتہ نہیں ملتا، آپ نے ابتدائی تعلیم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی سے حاصل کی بقیہ تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، ان کے علاوہ اساتذہ میں یہ حضرات بھی ہیں، حضرت مولانا عبدالعلی رامپوری، حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی حضرت شاہ سید آل رسول احمدی مارہروی، شیخ احمد بن زین دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن مکی، شیخ حسین بن صالح،

وسط شعبان ۱۲۸۶ھ میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی، جس وقت آپ کی عمر شریف صرف تیرہ سال دس ماہ، پانچ دن کی تھی، اسی وقت سے فتویٰ نویسی اور اصلاح وتبلیغ کا کام بھی شروع فرمایا جو آخر عمر تک جاری رہا، جس کی برکات آج تک محسوس کی جارہی ہیں اور ان شاء المولیٰ تعالیٰ قیامت تک ان کا سلسلہ جاری رہے گا، اور خاص بات یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتویٰ نویسی، اصلاح وتبلیغ اور تدریس وتصنیف کا سارا کام ہمیشہ عمر بھر مفت بغیر کسی معاوضہ کے انجام دیا، اور ہمہ وقت اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو پیشِ نظر رکھا، اور

اگر کبھی کسی نے کچھ پیش کش کی تو اسے کمال استغناء کے ساتھ ٹھکرا دیا، میرا گمان نہیں یقین ہے کہ اس شان کا فی سبیل اللہ کام کرنے والا اور ایسا زبردست مرجع الفتاوی نہیں گزرا ہے کہ ہم عصر علماء و مشائخ، نواب و رؤسا، وکلاء و جج اپنے اور غیر اور ملک و بیرون ملک کے بے شمار افراد اس کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہوں — فتاوی رضویہ کی ضخیم مجلدات اور علم و فضل، رموز و نکات اور حلِ مشکلات پر مشتمل مضامین شاہد عادل ہیں، اور نہ آج تک ہندوستان میں ایسا کوئی مفتی گزرا جس کے فتاوی کی جلدیں فتاوی رضویہ سے زیادہ تو کیا اس کے مساوی بھی ہوں،

آپ نے تقریباً ایک ہزار کتب و رسائل، فتاوی و تراجم، تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے جن میں فتاوی رضویہ اور ترجمۂ قرآن پاک زیادہ نمایاں ہیں، آپ نے ترجمہ کیا فرمایا ہے عشق و عرفان کی زبان میں کلام الٰہی کی روح پیش کردی ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

فنِّ حدیث پر آپ اعلیٰ حضرت کو کس قدر مہارت تھی، اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے اور تفقّہ تو گویا آپ کو ورثہ میں ملا تھا اور باریک بینی و نکتہ رسی آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، آپ کی فقہی بصیرت اور فنِّ حدیث پر مہارت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں قابلِ مطالعہ ہیں،

(١) امام احمد رضا اور علم حدیث (مولانا فیض احمد اویسی) شائع کردہ مجلس رضا لاہور۔
(٢) اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام (از مولانا غلام رسول سعیدی) 〃
(٣) فاضلِ بریلوی کا فقہی مقام (از مولانا اختر شاہجہاں پوری) 〃
(٤) سوانح سراج الفقہاء (از مولانا عبد الحکیم شرف قادری) 〃
(٥) مقدمہ الفضل الموہبی (عربی) از مولانا افتخار احمد قادری 〃
(٦) مقدمہ جد الممتار جلد اوّل از مولانا محمد احمد اعظمی المجمع الاسلامی، مبارکپور
(٧) انوار رضا، لاہور یا المیزان امام احمد رضا نمبر

وہ بے شمار مضامین جن میں اعلیٰ حضرت کی فقہی عبقریت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مختلف رسائل میں یا بعض کتب کے مقدّمات میں طبع ہوتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں،

مشاہیر علمائے اسلام کا خیال ہے کہ تقریباً دو صدی سے آپ جیسا متبحّر عالم و فقیہ نہیں پیدا ہوا، محافظ کتب حرم مکۂ معظّمہ، حضرت شیخ سید محمد اسمٰعیل اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَاللّٰهُ اَقُوْلُ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ اَنَّهٗ لَوْ رَاٰهَا اَبُوْحَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ لَاَ قَرَّتْ عَيْنُهٗ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَهَا مِنْ جُمْلَةِ الْاَصْحَابِ—

"میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں اور بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر اسے[1] امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو بلاشبہ یہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اور یقیناً وہ اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے" (الاجازات المتینۃ ص۲۵۹ از حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمۃ)

محب محترم مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی کی کتاب، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے معاصرین اور حال کے بہت سے اہلِ علم اکابر و مشائخ کے ایسے تاثرات پیش کردیے گئے ہیں جن میں انہوں نے امام احمد رضا کی فقہی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے جن کو تفصیل مطلوب ہو وہ کتاب مذکور کا مطالعہ کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی مبارک سوانح، حدیث دانی، فقہی بصیرت، اور شاعرانہ مقام سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت از ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ خلیفہ اعلیٰ حضرت

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدر الدین احمد رضوی براؤں شریف۔

(۳) مجدد اسلام از مولانا نسیم بستوی "

(۴) امام احمد رضا نمبر (المیزان بمبئی) یا انوار رضا، مطبوعہ لاہور۔

(۵) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از پروفیسر مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی۔

(۶) امام احمد رضا، ارباب علم و دانش کی نظر میں از مولانا یٰسین اختر مصباحی۔

(۷) اکرام احمد رضا از حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب مدظلہ العالی جبلپوری (خلیفہ اعلیٰ حضرت)

حیاتِ امام کے دیگر گوشوں کے لئے انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں، —— ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ دوپہر کے وقت دو بجکر اڑتیس ۳۸ منٹ پر بریلی میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا یہ آفتاب چشمِ عالم سے چھپ گیا، اور ساری علمی و اسلامی دنیا کو سوگوار کرگیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، ——

اس وقت برہان الملت حضرتِ علامہ شاہ عبد الباقی محمد برہان الحق جبل پوری مدظلہ العالی، (خلیفہ و تلمیذ اعلیٰ حضرت) اور سیدی و سندی مرشد برحق سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری دامت برکاتہم القدسیہ (فرزند و تلمیذ و خلیفہ) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روحانی یادگار کی حیثیت سے بقید حیات و فیض بخش عالم ہیں، دونوں بزرگوں کی عمر شریف نوّے ۹۰ سال

---

[1] یعنی فتاویٰ رضویہ کو، ۱۲

سے متجاوز ہے، مولیٰ عزّوجل اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین بجاہ حبیب سید المرسلین۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کو اولاد نرینہ نہیں، اعلیٰ حضرت کے بڑے فرزند حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ (متوفیٰ سنہ ھ) کی دو نرینہ اولاد سے سلسلہ باقی ہے، حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں (ایم ایل سی) مہتمم دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف اور حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری، قمر رضا خاں صاحب، اور مولانا محمد منّان رضا عُرف منّانی میاں مہتمم ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا، بریلی شریف، آپ ہی کے فرزندِ گرامی مفسرِ اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ (متوفی سنہ ھ) کی اولاد سے ہیں، مولیٰ تعالیٰ انہیں اور دیگر فرزندوں کو تادیر سلامت رکھے اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کا موقع عطا فرمائے ــــ آمین۔

فتاویٰ رضویہ

اس جلد میں مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق فتاوے ہیں۔

(۱) کتاب المداینات (قرض اور سود سے متعلق احکام)

(۲) کتاب الاشربہ (پینے والی چیزوں سے متعلق احکام)

(۳) کتاب الوصایا (وصیت، وصی، اور وراثت کے احکام)

(۴) کتاب الرھن (گروی رکھنے سے متعلق بیان احکام)

غالبًا اس جلد میں کچھ اور ابواب تھے مگر وہ حاصل نہ ہوسکے جس قدر اجزاء مل سکے ان کو شائع کیا جارہا ہے۔

اس جلد میں کُل ایک سو ستاون (۱۵۷) مسائل اور چار مستقل رسائل ہیں، رسائل کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) اَلْمُنٰی وَالدُّرَرُ لِمَنْ عَمِدَ مَنِیْ آرڈر (۱۳۱۱ھ)

(۲) حقۃ المرجان لمھم حکم الدخان (۱۳۰۷ھ)

(۳) اَلفقہ التسجیلی فی عجین الناجیلی (۱۳۱۸ھ)

(۴) اَلشِرعَۃُ البھیۃ فی تحدید الوصیۃ (۱۳۱۷ھ)

ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ نہایت نادر اور اہم مباحث پر مشتمل ہے پہلے رسالے میں منی آرڈر سے متعلق احکام ہیں کہ منی آرڈر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو رقم منی آرڈر کے لئے ڈاک خانہ کو دی جاتی ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے یہ محض قرض ہے یا اجارہ، اس رسالے میں رشید احمد گنگوہی کے اس فتوے کا رد بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ منی آرڈر کرنا سود ہے، اس جاہلانہ فتوےٰ کی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اچھی طرح

خبرلی ہے۔

دوسرے رسالے حقۃ المرجان، میں حقّہ نوشی سے متعلق ضروری احکام بیان کئے گئے ہیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فقہی دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ حقّہ نوشی شرعًا جائز ہے اور ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جنہوں نے عدم جواز کا قول کیا ہے، اس میں مولوی عبد الحئی فرنگی علی ؔ کے بھی ایک عاجلانہ فتوے کا رد ہے، جس میں موصوف نے عدم جواز کا فتویٰ صادر فرمایا تھا، اس سلسلے میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف بھی عدم جواز کا قول منسوب کیا جاتا ہے، مگر اعلیٰ حضرت نے اس انتساب کو ہی غلط ثابت فرمایا ہے، ہاں حقّہ نوشی کی اس شکل کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی ناجائز قرار دیا ہے جس سے حواس اور دماغ میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے، پوری بحث اصل رسالے میں ملاحظہ کیجئے۔

تیسرا رسالہ الفقہ التسجیلی ہے اس میں تاڑی اور ہر نشہ آور چیز کی حرمت کا بیان ہے اور تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کا حکم بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ کب جائز ہے اور کب ناجائز ساتھ نبیذ تمر سے متعلق بھی ایک طویل بحث فرمائی ہے جس کا اکثر حصہ عربی میں ہے، فتاوے کے پینتس ۳۵ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ طویل ہوتے ہوئے بھی نامکمل ہے، اس رسالے میں حدیث اور اسماء الرجال سے متعلق جو بحث ہے اس سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مقام حدیث دانی کا پتہ چلتا ہے۔

چوتھا رسالہ الشرعۃ البہیتہ ہے جس میں وصیّت سے متعلق نادر و نایاب بحثیں ہیں، اور وصیّت کی تعریف بیان کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ کب وصیت کا نفاذ ہوتا ہے اور کب نہیں، اور یہ بتایا ہے کہ ثلث مال میں وصیّت نافذ ہے اس کو ورثہ بھی نہیں روک سکتے ہاں اس سے زائد میں ان کو اختیار ہے۔ اس سے پہلے ایک سوال ہے کہ اگر کسی شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرا مال مرنے کے بعد فلاں مثلاً زید کے وارثوں کو ملے تو کیا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہٗ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، کہ ایسی صورت میں اسی وقت وصیّت صحیح ہوگی جب کہ زید موصی سے پہلے مرجائے تاکہ ورثہ کا لفظ صادق آئے ورنہ وصیت باطل ہوجائے گی، اور پھر اس کو درمختار کے ایک جزیئے سے مبرہن کیا ہے۔

یوں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی فقہی بصیرت اور دقّتِ نظر پر تمام ہی فتاوے شاہد و عادل ہیں مگر اس جلد سے بعض نمونے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

(۱) صفحہ ۳۶ پر ایک سوال ہے —— زید نے دو شخص بکر و خالد سے روپیہ قرض لیا عدم ادائیگی پر بکر قصاب نے زید پر نالش کی زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کر دیا، خالد کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلوایا جائے، کچہری کا حکم ہے کہ ڈگری ہوا اور روپیہ خالد کو بکر سے دلایا جائے " —— اعلیٰ حضرت نے اس کا جو

مرحمت فرمایا اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو ـــــ "سوال بہت مجمل ہے دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح کا ہوتا ہے، سو روپے بکر نے الگ دیئے خالد نے الگ، سو بکر لایا سو خالد وہ ملا کر دونوں نے زید کو دیئے۔ دو سو روپے خالد و بکر کے شرکت عقد کے تھے، اگر یہ نالش بیجا ہی ہے تو پہلی صورت (یعنی الگ الگ دینا) نہ ہونا بتائے گی وہ بھی محتمل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتا دینا خلافِ مصلحت لہٰذا سائل کو تعیینِ صورت کے ساتھ سوال کرنا چاہیئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے" ـــــ اس ایک فتوے میں کس قدر عبرت و بصیرت کے پہلو ہیں اہلِ نظر پر خوب واضح ہیں، اولاً یہ کہ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب خواہی نخواہی دے ہی دیا جائے، ثانیاً یہ کہ اگرچہ ممکن تھا کہ اعلیٰ حضرت ممکنہ صورتوں کو تجویز کر کے ہر ایک پر فتویٰ صادر فرما دیتے مگر اس میں اس کا خطرہ تھا کہ فریقین محض اپنے مفاد کی شقوں کے پیشِ نظر اپنا اپنا بیان بدل کر کسی غلط روش کو اختیار کر لیتے تو گنہگار اگرچہ وہ ہوتے مگر مفتی کی رہنمائی "ہوتی" اور مفتی اس لئے نہیں اس میں فتویٰ کے ساتھ ساتھ کمالِ تقویٰ اور اصلاحِ عوام کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ مفتی کا کام صرف بیان احکام نہیں بلکہ حتی الامکان اصلاح النّاس ہے، اسی لئے بعض اوقات اعلیٰ حضرت قدس سرّہ صرف بیان احکام پر اکتفا نہیں فرماتے، بلکہ تہدید و ترغیب اور دُعا سے بھی کام لیتے۔ جبکہ عام طور سے مفتی سے متعلق اس کا تصور نہیں ہوتا، کیونکہ زیادہ تر مفتی حضرات بھی فتویٰ تو دیتے ہیں مگر اس پر عمل کرتے کم نظر آتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت کا حال ایسا نہیں آپ فتویٰ بھی دیتے ہیں نصیحت بھی فرماتے ہیں اور اس پر عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں،

(۲) ایک بار سوال ہوا، جو شخص شراب پیتا ہے کیسا ہے، تو اس کا جواب لکھنے سے پیشتر یہ دُعائیہ جملہ تام فرماتے ہیں، ـــــ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَ الْمُسْلِمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ـــــ "شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گُناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر، ناپاک بے باک، مردود ملعون، مستحق عذابِ شدید و عقاب الیم ہے والعیاذ باللّٰہِ ربّ العالمین" (ص ۷ ۴) ـــــ پھر شراب کی حرمت اس کے پینے کی مذمت، اور پینے والے کے لئے آخرت کی ذلّت کے بیان میں سات احادیث کریمہ ذکر فرمائی ہیں، ـــــ اس فتوے میں بھی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے جس مصلحانہ انداز کو اختیار فرمایا ہے وہ ظاہر ہے۔

(۳) حقۃ المرجان میں بعض نادانوں کے حقہ نوشی پر فتوائے حرمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ناحق اُمّتِ مرحومہ کو (حقہ نوشی پر) فاسق و فاجر بتاتے ہیں، اور جب دلیل نہیں پاتے تو حدیثیں گڑھتے ہیں ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی، جس نے حقّہ پیا پیغمبر کا خون پیا (معاذاللّٰہ) دوسری یوں تراشی، جس نے حقہ پیا اس نے زنا کیا (معاذاللّٰہ) انا للّٰہِ و انّا الیہ راجعون، جہل بھی کیا بد بلا ہے خصوصًا

مرکب کہ لادوا ہے، اس کا اصلاً دھیان نہ لایا کہ حضور فرماتے ہیں، جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنّم بنالے، (ص ۴۰ ملخصًا) اسی کے فوراً بعد فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْنَا وَعَلَیْہِ اِنْ کَانَ حَیًّا وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ اِنْ کَانَ مَیِّتًا، یعنی اے اللہ ہمیں اور اس کو توبہ دے اگر زندہ ہو اور ہمیں اور اس کو معاف فرما اگر وہ مرگیا ہو، —— اس دُعائیہ جملے میں کس قدر تلطف ہے اور اپنے ساتھ دوسرے گنہ گار کی توبہ و معافی کی کیسی فکر ہے —— اس کو بیان کی ضرورت نہیں —— کیوں نہ اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ اس شعر کے عین مصداق تھے،

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حدیث وضع کرنا اگرچہ گناہ اور بہت بڑا گناہ ہے مگر مطلق کفر نہیں تو اس کا مرتکب توبہ کا مستحق ہے ہاں اگر تحقیرِ نبوّت کے طور پر ہو تو یقیناً کفر ہے۔

(۴) تنقیح مسائل اور تطبیق احادیث کے سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی شخصیت نادرۂ روزگار تھی، اس جلد کے ص ۹۱ پر ایک سوال ہے اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگنے کا کیا حکم ہے، اعلیٰ حضرت نے اس سلسلے میں چار احادیث کریمہ ذکر کیں، پہلی میں اللہ کا واسطہ دے کر مانگنے والے کو ملعون قرار دیا گیا، دوسری میں یہ فرمایا کہ جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگا جائے اور دے تو اس کو ستّر نیکیاں ملتی ہیں، تیسری میں یہ فرمایا کہ جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے اس کو دو یا نہ دو اختیار ہے، اور چوتھی میں ارشاد ہوا اللہ کا واسطہ دے کر صرف جنّت مانگی جاسکتی ہے، —— ناظرِ ذی فہم پر مخفی نہیں کہ ان احادیث میں تطبیق و توفیق کس قدر مشکل ہے مگر اعلیٰ حضرت نے ان میں جو تطبیق بیان فرمائی ہے وہ قابلِ دید ہے، اصل بحث کتاب ہی میں ملاحظہ ہو یہاں طوالت کے خوف سے قلم انداز کی جاتی ہے —— اسی سوال کے آخر میں سائل نے لکھا تھا کہ —— "یہ سوالات خالصًا لوجہ اللہ ہیں اس میں رُو رعایت کسی کی نہ پائی جاوے جو شرع شریف کا حکم ہو بیان فرمائیے" اس ہدایت نامے پر تنبیہ کرتے ہوئے المرقام فرماتے ہیں —— "یہ سوالات کا جواب تھا اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہیے، سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اور آخر میں ہدایت یہ کی جائے کہ رو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، یہ کھلی دریدہ دہنی ہے، علمائے دین و مفتیان شرع متین کو کسی کی رُو رعایت سے کیا تعلق، جو کسی کی رُو رعایت سے معاذ اللہ غلط حکم بتائیں وہ علمائے دین کب ہوئے نائبانِ شیاطین ہوئے، عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے الخ (ص ۹۲)

(۵) اس جلد میں نفاذ وصیّت اور موصیٰ لہٗ بالزائد کے رد علی احد الزوجین پر ترجیح کے بارے میں ایک

نہایت ہی معرکۃ الآراء اور طویل فتویٰ ہے جو سوال سے جواب تک کُل ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے، اور خاص بات یہ کہ اس استفتاء کے جواب میں پہلے آٹھ مفتیوں نے فتویٰ صادر کیا اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ اختلاف یا تضاد تھا، تو چیف کورٹ ریاست بھاولپور کے جج جناب محمد دین صاحب نے اس استفتاء اور تمام مفتیوں کے فتووں کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پاس بھجوایا، اور ان الفاظ میں ہدایت کی، ——— " یہ سوالات جو ابھی تک تصفیہ طلب ہیں نقولِ فتاویٰ کے ساتھ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرسل ہوں اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرما کر اپنی رائے مع اسناد مرحمت فرماویں مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیئے جائیں، الخ (ص ۱۹۶)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ کرکے فرمایا، ——— " الحمد للہ یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ——— منی آرڈر واپس کردیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتوے میں دوسرے کا ذکر تھا لکھ کر محو کر دیا گیا یہاں اس سے کوئی بحث نہیں، بحمد اللہ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے نہ کسی مخالف سے ضد اور نفسانیت مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ نے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ سے بہرہ وافر عطا فرمایا ہے وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اسی بنا پر بہت افسوس سے گزارش کہ آٹھوں فتووں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں اکثر سراپا غلط اور بعض مشتمل بر اغلاط (ص ۲۱۴ ملخصًا)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے مسئلہ سے متعلق بارہ افادات تحریر فرمائے اور ہر ایک افادے کے تحت مجموعی ستائیس (۲۷) فائدے اور ایک سو چوبیس (۱۲۴) تفریعات ہیں، تفریعات میں خاص خاص فتاوے کی اغلاط کی نشاندہی ہے، پھر آخر میں اصل استفتاء کا جواب پھر حکم اخیر کے عنوان سے تمام جوابات کے اجمالی احکام ہیں ——— اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے تمام طویل جوابات کے مستقل نام تجویز فرماتے ہیں مگر اس تفصیلی فتوے کا کوئی نام تجویز نہیں فرمایا، ———

یہ چند نمونے نہایت اختصار کے ساتھ سپرد قلم کردیئے گئے ہیں جن سے اس جلد کی خصوصیت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی بصیرت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی شریف

نے اس جلد کو نہایت اہتمام سے طبع کرا کے نہایت ہی مستحسن اقدام کیا ہے ورنہ دیگر مخطوطات کی طرح شاید یہ علمی خزینہ بھی دفینہ بن جاتا، اس جلد کے کل صفحات علاوہ فہرست و مقدمہ ۳۲۵ ہیں، جب کہ یہ جلد اس کے دوگنے صفحات پر مشتمل ہونی چاہیئے تھی، جس قدر اجزاء مل سکے ادارہ نے ان کو شائع کردیا ان موضوعات

پر کسی صاحب کے پاس مزید اعلیٰ حضرت کے فتاوے ہوں تو ادارے کو ارسال فرمادیں تاکہ آئندہ ان کا اضافہ کردیا جائے۔ بعض فتاوے غیر مکمّل بھی ہیں، جن کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ اور بعض نامکمّل فتاوے جو غیر مفید تھے، ان کو حذف کردیا گیا ہے —— اس کی تصحیح کتابت اور اصل سے مطابقت کا کام نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیا ہے۔ مولیٰ عزّ وجل اس خدمت کے صلے میں ان کے فیوض و برکات عام سے عام تر فرمائے، آمین —— اس کتاب کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرانے اور اشاعت کی دشوار گزار راہ طے کرنے میں محب مکرّم مولانا محمد منان رضا خاں صاحب (برادر مولانا اختر رضا صاحب) نے جن مساعی کا سامنا کیا ہے وہ اس پر قابلِ مبارک باد ہیں،

ادارہ اپنے تمام معاونین قلمی و مالی کا شکرگزار ہے اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ بھی ان کے لئے دُعا فرما ہیں۔ مولیٰ عزّ وجل سرکار کا سایہ قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

سگِ بارگاہ رضوی

محمد عبد المبین نعمانی قادری (رکن المجمع الاسلامی مبارکپور)

صدر المدرسین، دار العلوم غوثیہ نظامیہ، ذاکر نگر، جمشید پور

۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۸۱ء۔ پنجشنبہ

فہرست مضامین

کتاب المداینات

المُنیٰ والدرر لمن عمد منی آرڈر

۱۳۱۱ھ

صفحہ

کتاب الاشربہ

حِقّۃُ المرجان لمھمّ حکم الدخان

۱۳۰۷ھ

فتاوی رضویہ

کتاب الوصایا

الشرعیۃ البھیۃ فی تحدید الوصیۃ

۱۳۱۷ھ

صفحہ

صفحہ

تفریعات

افادۂ سادسہ

افادۂ سابعہ

تفریعات — ″

(باب القسم)

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عالی جناب محمد سعید صاحب نوری رضا اکیڈمی، بمبئی سے بریلی شریف میں جب ایک موقع پر ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنا عزم ظاہر کیا کہ چوں کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا پچھترواں ۷۵ عرس ہے لہٰذا اس موقع پر ہم کوئی اہم کام یادگار کے طور پر کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کی ایک ساتھ اشاعت۔

میں نے عرض کیا بلاشبہ یہ کام نہایت اہم اور امام احمد رضا کی عمدہ یادگار ہے۔ لیکن جلدوں کی ترتیب کے اعتبار سے اس میں کچھ خامیاں ہیں جیسا کہ استاذ گرامی وقار بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی کا فرمان ہے اور ان کو اس سلسلہ میں پوری تحقیق ہے۔ لہٰذا اگرچہ وقت کم ہے لیکن پھر بھی جہاں تک خامیوں کو دور کیا جا سکتا ہے کر لیا جائے اور اس امر میں ان سے ہی رجوع کیا جائے۔ نوری صاحب اس بات پر رضامند ہو گئے بلکہ جو راستہ بتاتے وہی آگے چلے، کے مصداق یہ بار گراں میرے ہی ناتواں کاندھوں پر ڈال دیا۔ میں ہیچمداں اس کام کو اس حسن و خوبی کے ساتھ تو نہیں کر سکتا تھا جس طرح کہ ہمارے اکابر علماء میں سے کوئی اپنی بالغ نظری سے انجام دیتا۔

لیکن اس امید پر میں نے وعدہ کر لیا کہ حضرت بحر العلوم قبلہ سے اس امر میں رجوع کرتا جاؤں گا اور آپ کی رہنمائی میں سارے کام انجام دیتا رہوں گا۔ چنانچہ مبارک پور اور گھوسی کا سفر کر کے حضرت سے کچھ معلومات فراہم کیں۔ اور اب جلد نہم تا دوازدہم کی جو ترتیب جدید ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے وہ آپ ہی کی رہنمائی کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ چوں کہ وقت دو ماہ سے بھی کم تھا لہٰذا وہ تمام رسائل شامل اشاعت نہ ہو سکے جن کی نشاندہی آپ نے فرمائی تھی پھر بھی مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تحت جو کچھ وقت پر فراہم ہو سکا اور کاتب حضرات کی مہربانیوں سے جس قدر کتابت ہو سکی شریک اشاعت ہے۔

مزید خوبیوں اور کامل واکمل ترتیب و تہذیب کے ساتھ تو حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ ہی شائع فرمائیں گے جس کا کام حضرت نے شروع فرما دیا ہے۔ قلت وقت ہی کی وجہ ہے کہ حضرت کا ایک نہایت وقیع مقدمہ جو عظیم معلومات پر مشتمل ہے اور جس کو حضرت نے جلد ششم سے متعلق ایک سو سے زیادہ صفحات پر تحریر فرمایا ہے شریک

اشاعت نہ ہو سکا۔

البتہ جلدوں کی ترتیب اب مکمل ہوگئی ہے اگرچہ کثیر رسائل ہر جلد میں شائع ہونا باقی ہیں اور بعض مسائل کے عنوان بھی حسب سابق غیر مرتب ہی ہیں۔ اور جلد دوازدہم کے بارے میں تو پہلے ہی سے مشہور ہے کہ لاپتہ ہے پھر بھی بعض حصہ شامل اشاعت ہے جو حضرت بحر العلوم قبلہ نے مرتب کرایا تھا۔ اس حصہ کے ساتھ مسائل شتی کا وہ مجموعہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو سابقہ ترتیب کے اعتبار سے جلد نہم میں داخل تھا جس کو بارہویں جلد ہی میں شائع ہونا چاہیئے تھا جلدوں کی اس ترتیب سے متعلق حضرت کا مقدمہ بھی شریک اشاعت ہے تاکہ ناظرین بخوبی اندازہ کرلیں کہ حضرت نے جو کچھ اس سلسلہ میں کہا ہے اس کے پیچھے کچھ حقائق ہیں۔

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بروز جمعہ مبارکہ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

امابعد! مجدد مائتہ رابع عشر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی برد اللہ مضجعہ وحید عصر فقیہ اور بے حد طباع اور ذہین ائمہ دین میں سے تھے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ ہجری مکمل چون سال تک آپ نے فتاوی تحریر فرماتے [1]

پورے عالم اسلام سے خواص وعوام، خواندہ وناخواندہ، راعی ورعایا، سبھی طبقوں کے کثیر التعداد سوالات آپ کی خدمت میں آتے [2] آپ خود فرماتے ہیں "ایک وقت میں چار چار سو فتاوے جمع ہوجاتے ہیں [3]

ابتدائی بارہ سال کے فتاویٰ کی نقل آپ نے محفوظ نہیں رکھی بعد کے فتاویٰ کا بھی دسواں حصہ محفوظ رہ سکا جو ۱۳۲۷ھ تک سات خریطوں میں جمع ہوا تھا۔ سائز ۲۶ × ۲۰ کے چار صفحہ اور ہر خریطہ کے کل صفحات کی تعداد چودہ سو سے سولہ سو تک تھی۔ جلدوں کی ضخامت کا خیال کرکے احباب اور علماء کے مشورہ سے اس کو بارہ جلدوں میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد بھی آپ نے تیرہ سال تک فتاویٰ تحریر فرمائے [4]

اس فقید المثال فتاویٰ کی اشاعت ۱۳۲۷ھ میں ہی شروع ہوئی۔ چنانچہ پہلی جلد آپ کی زندگی ہی میں ۱۳۳۵ھ کے لگ بھگ مکمل ہوگئی [5] تقریبًا نو سال کے بعد ۱۳۴۴ھ میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسری جلد بھی مطبع اہلسنت بریلی شریف سے شائع کی [6]

علماء اور احباب کی ترتیب کے اعتبار سے جلد چہارم کا آخری حصہ اور شائع شدہ جلدوں کے لحاظ سے جلد پنجم کا ابتدائی حصہ یعنی کتاب النکاح ۱۳۴۵ھ سے شروع ہوکر ۱۳۴۶ھ یا ۱۳۴۷ھ تک مکمل ہوا [7]

اس کے بعد مکمل انتیس ۲۹ سال تک سناٹا رہا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نائب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کو اس کا خیال آیا آپ نے مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفٰے رضا صاحب قدس سرہ سے اشاعت کی اجازت لی اور حصہ سوم سے حصہ ہشتم تک کا مسودہ حاصل کیا۔ اور مبارکپور ہی میں

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص۲۸ [2] سلامۃ اللہ لاہل السنۃ ص۵۴ [3] فتاویٰ رضویہ چہارم ص۲۳ کتاب النکاح [4] مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد اول [5] اشتہار آئینہ قیامت [6] روایت حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب بلیاوی یا حضرت مولانا عبد المصطفٰے صاحب ازہری رحمہما اللہ [7] فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۲۱۴ رضا دار الاشاعت بریلی شریف۔

سنی دارالاشاعت کی بنیاد رکھی اور ان کے علاوہ مزید تین افراد بھی ان کے اس کام میں ہمدم اور ہم قدم رہے۔ مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم نائب ناظم دارالعلوم اشرفیہ مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم دارالعلوم اشرفیہ راقم عبدالمنان اعظمی ۱؎

محرم ۱۳۷۹ھ سے تیسری جلد کا اہتمام شروع ہوا اور ۱۳۸۱ھ کو کتاب منظر عام پر آگئی ۲؎ مبیضہ حضرت مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی نے فرمایا۔ کتابت بالکلیہ لکھنؤ کے قیصر مرزا نے کی اور کتاب سرفراز پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ اصل کاپی اور پروف کا مقابلہ اور تصحیح حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور راقم عبدالمنان اعظمی نے کی۔ اس جلد کی فہرست حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے دی ہے ۳؎

چوتھی جلد ۱۳۸۳ھ میں کاتب کے حوالے کی گئی اور ۱۳۸۶ھ میں شائع ہو سکی۔ مبیضہ مفتی نسیم صاحب اعظمی، کتابت صحبائی کان پوری اور جرار حسین لکھنوی کی ہے اور مطبع نامی پریس لکھنؤ ہے۔ تصحیح میں اس دفعہ مولانا عبدالرؤف صاحب کے ساتھ راقم عبدالمنان اعظمی اور اشرفیہ کے کچھ منتہی طلبہ بھی شریک رہے فہرست اکیلے حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے ترتیب دی ۴؎

پانچویں جلد ۱۳۸۹ھ میں حوالہ پریس ہوئی۔ مبیضہ حسب دستور نسیم صاحب کا ہے، کتابت جرار حسین اور عبدالمجید لکھنوی کی، طباعت جزحصّہ نامی پریس، اور بقیہ سرفراز پریس میں ہوئی۔ بقیہ جدوجہد حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب کی ہے، البتہ ان کے انتقال کی وجہ سے تصحیح میں راقم عبدالمنان اعظمی اور مولوی شکیب ارسلاں کا حصہ ہے اور کتاب الطلاق اور مابعد کی فہرست بھی راقم عبدالمنان اعظمی نے ہی تیار کی ہے اور کتاب جیسے تیسے ۱۳۹۷ھ میں شائع ہو سکی ۵؎

چھٹی جلد کا مبیضہ مولوی سبحان اللہ صاحب امجدی مرحوم کا ہے کتابت مولوی محبوب عالم اعظمی، مولوی شمس الحق بلیاوی، مولوی عبدالمنان برکاتی اور قاری محمد اسمٰعیل صاحب، تبسم عزیزی مبارکپوری کی ہے۔ مطبع نشاط پریس ٹانڈہ، بقیہ امور راقم عبدالمنان اعظمی نے انجام دیئے ہیں، تصحیح میں مولوی شکیب ارسلاں اور مولوی عبد السلام صاحب گونڈوی راقم اعظمی کے شریک حال رہے، سن اشاعت ۱۴۰۱ھ ہے ۶؎

ساتویں جلد کا مبیضہ مفتی نسیم صاحب اور مولانا سبحان اللہ صاحب امجدی کی کاوش ہے۔ کتابت مولوی عبدالرحیم اعظمی و مولوی نعیم الدین اعظمی کی ہے۔ طباعت دہلی کی آفسیٹ پریس کی ہے۔ تاریخ اشاعت ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ ہے۔ ۷؎

آٹھویں جلد کے مبیضہ میں حسب سابق دونوں بزرگ شامل ہیں۔ کتابت مولوی نظام الدین کوپاگنج، حسام الدین

۱؎ مقدمہ جلد ہفتم ہشتم ۲؎ مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ۳؎ مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ۴؎ مقدمہ جلد سابع شائع کردہ سنی دارالاشاعت مبارک پور ۵؎ ایضاً
۶؎ مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ۷؎ مقدمہ جلد ہفتم۔

گھوسی اور شمس الحق ادری کی ہے۔ تصحیح راقم عبدالمنان اعظمی، مولوی محمد اسلم گھوسوی اور محمد رفیع احمد کٹیہاری کی ہے۔
تاریخ اشاعت ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ ہے اور مطبع جے۔ اے آفسیٹ پریس دہلی ہے [1]
نویں[1] جلد مکتبہ ایوان رضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت نے دو جلدوں میں شائع کی مگر لاعلمی کی وجہ سے وہ اس کو بجائے نویں جلد کے دسویں جلد قرار دے رہے ہیں۔ ہمارے پاس اس امر کے کہ ایوان رضا سے شائع شدہ دسویں جلد حقیقت میں نویں جلد ہے۔ مندرجہ ذیل ثبوت ہیں:

(۱) مکتبہ ایوان رضا سے شائع ہونے والی نصف اول کے مقدمہ میں اس امر کا اعتراف ہے کہ ہم نے فی الحال اندازاً اس جلد کو دسویں جلد قرار دیا ہے تحقیق کے بعد ہم اعلان کریں گے کہ یہ کون سی جلد ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"یہ کتاب ہمیں خستہ حالت میں ملی، کہنگی کے سبب جلد کا نام بھی غائب ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ کون سی جلد ہے۔ کوشش کی گئی کہ پتہ لگ جائے مگر اب تک ہمیں پوری تحقیق نہ ہو سکی۔ آئندہ نصف آخر کی اشاعت تک اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی"[2] (مقدمہ نصف اول)

(۲) مولانا عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بریلی شریف سے فتاویٰ رضویہ کے مختلف جلدوں کے مسودے لائے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسی یادداشت بھی لائے تھے جس میں ہر جلد کے ابواب مندرجہ کی فہرست تھی، اس فہرست میں نویں جلد کو باب الحظر والاباحہ پر مشتمل لکھا ہے۔

(۳) متداول کتب فقہ میں ابواب فقہ کی ترتیب یہی تحریر ہے کہ کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحہ کا ذکر آتا ہے۔ اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ آٹھویں جلد جب کتاب الاضحیہ پر منتہی ہوئی تو اس کے بعد متصلاً کتاب الحظر والاباحہ آئے اور یہ بھی ہوگا کہ اسے نواں حصہ قرار دیا جائے۔

(۴) سب سے قطع نظر خود حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرتبہ ایک فہرست حضرت مولینا توصیف رضا صاحب کے پاس[3] ہے اس میں بھی کتاب الحظر والاباحہ کتاب الاضحیہ کے متصلاً بعد ہی ہے۔ اس لئے ہم کو اس پر بشدت اصرار ہے کہ کتاب الحظر والاباحہ نویں جلد ہی ہے۔

---

[1] مقدمہ جلد ہشتم۔

---

[1] اب اس جدید ترتیب میں ہم نے اس کو نویں جلد ہی کے نام سے موسوم کر دیا ہے۔، مرتب
[2] لیکن نصف آخر میں اس تحقیق کے بارے میں کچھ بھی تحریر نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ ناشرین کوئی فیصلہ نہ کر سکے یونہی اندازہ سے اس کو دسویں جلد کا نام دیا گیا۔، مرتب
[3] فہرست کو ہم نے بعینہ اس جلد میں شامل کر دیا ہے۔ دیکھئے ص ، مرتب

(۵) مکتبہ ایوان رضا سے نویں جلد کے نام سے فتاویٰ رضویہ کا جو حصہ شائع ہوا ہے اس میں ابواب فقہ سے خارج متفرق علوم و فنون کے مسائل ہیں ایسے متفرق مسائل کی جگہ تمام تصنیفوں میں آخر کتب میں ہوتی ہے نہ کہ درمیان میں اس میں کتاب الفرائض کا جز حصہ بھی شریک کیا گیا ہے جو عموماً کتب فقہ کے اخیر میں ہوتا ہے اس لئے یہ حصہ اصولاً فتاویٰ رضویہ کی بارہویں جلد کا حصہ تو ہو سکتا ہے نویں جلد ہرگز نہیں جس کو انشاء اللہ بشرط زندگی ہم مبوب و مفصل شائع کریں گے۔

اس جلد میں نہ تو مسائل کو مبوب کیا ہے نہ رسائل کو ممتاز۔ حد یہ ہے کہ ایک رسالہ کے مشتملات بھی ایک ساتھ شائع نہ ہو سکے۔

مبیضہ ڈاکٹر فیضان احمد صاحب کا ہے۔ تصحیح میں حضرت جانشین مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا اختر رضا خاں صاحب مدظلہ، مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب، مولانا محمد صالح صاحب، مولانا مفتی محمد اعظم صاحب وغیرہ علماء کرام شریک ہیں نہ کتابت کی تصریح نہ حصہ دوم کی پرنٹ لائن دی گئی ہے۔ حصہ اول البتہ تاج آفسیٹ پریس الہ آباد میں چھپا ہے۔

دسویں جلد گیارہویں جلد کے نام سے حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب نے ادارہ تصنیفات رضا بریلی سے شائع کی ہے۔ تصحیح و ترتیب اور فہرست مولوی عبدالمبین نعمانی صاحب کی ہے مگر یہ جلد نہایت مختصر ہے ۱۳۲۹ھ کی ایک فہرست ہمارے ہاتھ لگی ہے جو خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترتیب دادہ ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس جلد کا ایک حصہ کتاب الجنایات بھی تھا جو اس جلد کے ساتھ شائع ہونے سے رہ گیا۔ اس فہرست میں اس جلد کے ابواب کی تعداد اور کل تعداد صفحات ۳۴۳ ہے۔ جبکہ شائع شدہ جلد ۳۲۵ صفحات پر مشتمل ہے اور ابواب کی تعداد چار ہے۔ اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس فہرست کی ترتیب کے بعد مزید گیارہ سال آپ نے فتاویٰ تحریر فرمائے ہیں اور یہ سبب بھی ممکن ہے کہ موجودہ کتاب کا سائز کچھ مختصر کر دیا گیا ہے۔

اس حساب سے گیارہویں اور بارہویں جلدیں ابھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں بلکہ یہ بتانا بھی مشکل ہے کہ بقیہ دونوں جلدیں کون کون سے ابواب فقہ پر مشتمل ہیں کیوں کہ حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب کی شائع کردہ جلد کتاب الوصایا تک ہے جس کے بعد صرف ایک باب کتاب المواریث ہی ابواب فقہ میں باقی رہ جاتا ہے۔ ؏۱

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب فتاویٰ کی غیر مطبوعہ جلدوں کے تمام جلدوں میں شامل ابواب کی ایک فہرست بھی لائے تھے اس کے لحاظ سے گیارہویں جلد میں رسائل و مسائل رد و مناظرہ اور کلامیہ اور بارہویں جلد میں بقیہ رسائل و مسائل کلامیہ کے ساتھ ساتھ متفرق مسائل بھی شامل ہونا چاہیئے ؏۲

؏۱ اس باب کو کتاب الفرائض کے عنوان سے ہم نے موجودہ جلد دہم اور سابقہ ترتیب کے اعتبار سے جلد یازدہم کے آخر میں شامل اشاعت کر دیا ہے جو اس کا اصل مقام ہونا چاہیئے تھا۔ مرتب

؏۲ اب ہم نے اسی حساب سے دونوں کو مرتب کیا ہے۔ لیکن ناشر کی عجلت کی وجہ سے یہ کام مکمل نہ ہو سکا ورنہ وہ تمام رسائل شریک اشاعت کئے جاتے جن کا اشارہ اس اجمالی فہرست سے مل رہا ہے۔ ، مرتب

بارہویں جلد کا بڑا حصہ اعلیٰ حضرت کے رسالہ "البارقۃ الشارقۃ" پر مشتمل تھا۔ یہ رسالہ متعدد رسائل ومسائل کا مجموعہ تھا جو زیارت قبور، ایصال ثواب، عرس، استمداد اور اسی قسم کے موضوعات کی تحقیقات عالیہ کا خزانہ تھا اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریروں میں جا بجا اس کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔ لیکن افسوس کہ پوری جلد ہی لاپتہ ہے۔ البتہ اس جلد کے متفرقات کا جز حصہ حضرت مولانا توصیف رضا خاں صاحب کے پاس ہے جو مبوب و مرتب ہو چکا ہے اور بقیہ حصہ مکتبہ ایوان رضا کے ذمہ داروں نے نویں جلد کے نام سے غیر مرتب ہی شائع کر دیا ہے اور اسی میں کتاب المواریث کا جز حصہ بھی شامل ہے۔ یہ ہے اس عدیم المثال فقہی شاہکار کی کہانی۔

آٹھویں جلد کے بعد جو حصے شائع ہوئے ہیں وہ ان کے ناشرین بھی اپنی جدوجہد میں مخلص ہیں کہ جس صورت سے بھی ہو سکے اعلیٰ حضرت کی یادگار محفوظ ہو جائے۔ لیکن اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان سب غیر مرتب جلدوں کو بھی از سر نو تہذیب و ترتیب کے شائع کیا جائے۔

عبدالمنان اعظمی

خادم قدیم فتاویٰ رضویہ شریف حق اکادمی مبارک پور

شمس العلوم گھوسی

۲۹ رجون ۱۹۷۰ء

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما
نحن عباد محمد صلی علیہ وسلم
۷۸۶ ۹۲
بظل حمایت حضور مفتی اعظم ہند قبلہ
ادارہ اشاعت تصنیفات رضا رجسٹرڈ بریلی شریف

کتاب المداینات

مسئلہ (۱) - از اجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹیٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں
۲۱ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ عظام شرع نبی اس مسئلہ میں کہ ہندو کفار سے کسی اہلِ اسلام نے قرضہ لیا تھا اور قضاء عند اللہ وہ قرض خواہ واصلِ جہنم ہوا اور اُس کا کوئی ورثہ باقی نہیں تو اُس کے قرضہ کے ادا کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو شخص مرجائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے نہ کسی کے نام وصیت کی ہو تو اُس کے مال کا مستحق بیت المال ہے اور بیت المال کے ایسے مال کے مستحق مذہب جمہور پر فقراء مساکین عاجزین ہیں کہ اُن کے کھانے پینے دوا دارو کفن دفن میں صرف کیا جائے در مختار میں ہے ورابعها الضوائع مثل مالا يكون له اناس وارثونا ردالمحتار میں ہے۔ الضوائع ای اللقطات فقوله مثل مالا ای مثل تركة لاوارث لها اصلا اولها وارث لا يرد عليه فمصرفه المشهور اللقيط الفقير والفقراء الذين لااوصياء لهم فيعطى منهم نفقتهم وادويتهم وكفنهم وعقل جناياتهم كما فی الزيلعی وغيره وحاصله ان مصرفه العاجزون الفقراء اھ ملتقطا اور یہ حکم جیسا مال مسلم کے لئے ہے یونہی مالِ کافر کے لئے بھی عالمگیری میں ہے —— من مات من اهل الذمة ولاوارث له فماله لبيت المال كذا فی الاختيار شرح المختار پس ایسی صورت میں وہ مال فقراء کو دے دے نہ اس نیت سے کہ اس صدقہ کا ثواب اس کافر کو پہنچے

کہ کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ خبیث مرگیا اور موت مزیل ملک ہے تو اب وہ اس مال کا مالک نہ رہا بلکہ حق بیت المال ہوا تو فقراء کو بذریعہ استحقاق مذکور دیا جاتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲) از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲۵ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاھم اللہ تعالٰی الٰی یوم الدین۔ اس میں کہ زید اکبرآباد سے چل کر شب کو تین بجے دہلی کے اسٹیشن پر اُترا اور وہاں سے تین آنے کرایہ کو ایک گاڑی کرکے سرائے میں آیا اور وہاں آکر گاڑی بان کو کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پیسے نہ تھے گاڑی بان سے کہا کہ صبح کو آن کرلے لینا اُس نے کہا اچھا زید صبح کو دس بجے تک اسٹیشن پر گاڑی بان کا منتظر رہا وہ نہ آیا بعد دس بجے کے زید شہر میں اپنا کام کرنے کو چلا گیا اپنے سب کام سے فارغ ہوکر شام کی گاڑی میں سوار اپنے گھر چلا آیا وہ گاڑی بان کا کرایہ اس کے ذمہ رہے گا تو اُس کو زید کب کیسے ادا کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو تو ہر گاڑی کی آمد ورفت پر ضرور آتی جاتی ہیں اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا ملنا آسان تھا اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدین معتمد کے تلاش کرائے اگر ملے دے دیئے جائیں ورنہ جب یاس وناامیدی ہوجائے اُس کی طرف سے تصدق کردے اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو اسے اپنے پاس سے دے کما ھو شان اللقطۃ وسائر الضوائع۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے (علیہ دیون ومظالم جھل اربابھا وایس من علیہ ذلک (من معرفتھم فعلیہ التصدق بقدرھا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ) ھذا مذھب اصحابنا لانعلم بینھم خلافا کمن فی یدہ عروض لایعلم مستحقیھا اعتبارا للدیون بالاعیان (و) متی فعل ذلک (سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون (فی العقبٰی) مجتبٰی اُنہیں میں ہے (فان جاء مالکھا) بعد التصدق (خیر بین (اجازۃ فعلہ ولو بعد ھلاکھا) ولہ ثوابھا (او تضمینہ) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ از بنارس محلہ کندی گڑھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ۔ مرسلہ: مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب علاقہ وجائداد اپنا ایک موضع جس میں گودام ونیل اُس کے متعلق مکانات وبنگلہ واصطبل وگاڑی خانہ وغیرہ تھے وقدرے اپنے دوسرے موضع

سے بعوض چھ ہزار روپے کے بدست عمرو بیع میعادی مدّت دس سال کی کرتا ہے اور خالد عم زادہ زید جس کا کاروبار سب زید سے علیحدہ ہے عمرو مشتری سے یہ شرط کرتا ہے کہ بیع میعادی کرلو سارا انتظام اُس موضع کا ہم بطور ٹھیکہ دار کے کریں گے فقط تم کو نفع دوسو پچاس روپے سالانہ دیا کریں گے اور مابقی بعد ادائے مال گذاری سرکار و دیگر مصارف ہم لیں گے ہم اس کے ذمہ کار ہیں اور کسی امر سے تم کو تعلق نہ رہے گا وقت انقضائے میعاد فوراً تمہارا روپیہ ادا کردیا جائے گا اور اندر میعاد تم اپنا روپیہ چاہو گے تو قبل چند ماہ ہم کو اطلاع دینا کہ ہم یعنی زید روپیہ واپس کردیں گے اور اگر اندر میعاد ہم کو روپیہ مہیا ہوجائے گا تو ہم دے کر اپنی جائداد واپس لیں گے اور کسی نوع کی مداخلت تم کو حاصل نہ رہے گی یہ قول خالد ٹھیکہ دار کا ہے اگر عمرو شرطِ مذکور کے ساتھ معاملہ کرلے تو جائز ہوگا یا نہیں درصورت عدم جواز کے کس طور سے معاملہ مذکور تو جائز ہوسکتا ہے۔

الجواب: یہ صورت بیع وفا کی ہے اور بیع وفا مذہب محقّق و منقح میں عین رہن ہے۔

فی ردالمحتار قدمنا آنفا من جواھر الفتاوی انہ الصحیح قال فی الخیریۃ والذی علیہ الاکثر انہ رھن لایفترق عن الرھن فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام ابی الحسن الماتریدی قد فشا ھذا البیع بین الناس وفیہ مفسدۃ عظیمۃ وفتواک انہ رھن وانا ایضا علی ذلک فالصواب ان نجمع الائمۃ ونتفق علی ھذا ونظھرہ بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوانا وقد ظھر ذلک بین الناس فمن خالفنا فلیبرز نفسہ ولیقم دلیلہ الخ

اور رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہہ حرام اور خالص سود ہے بلکہ ان دیار میں مرتہن کا مرہون سے انتفاع بلاشرط بھی حقیقتاً بحکم عرف انتفاع بالشرط ربائے محض ہے

قال الشامی قال ط قلت والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو ممایعین المنع

بالجملہ جبکہ دیہات اس بیع بے معنی کے سبب ملک زید سے نہ نکلے تو عمرو کو اُن کی توفیر سے کسی جز کا استحقاق نہیں نہ وہ ملک غیر کو اجارہ پر دے سکتا ہے نہ رہن و اجارہ ہرگز جمع ہوسکتے ہیں نہ یہ صورت اجارۂ دیہات کہ ان بلاد میں جاری جس کا حاصل اجارۂ توفیر و محاصل ہوتا ہے نہ اجارۂ زمین کہ وہ تو اجارۂ مزارعین زمین ہے،

کسی طرح صورت جواز رکھتی ہے کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوینا غرض یہ حیلہ باطلہ اصلاً بکار آمد نہیں، ہاں اس کی صورتوں میں ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً زید چھ۶ ہزار روپے عمرو سے دس سال کے وعدے پر لیا چاہتا ہے اور عمرو ڈھائی سو روپے سال نفع کا خواستگار ہے تو زید اپنی کوئی شے عمرو کے ہاتھ چھ ہزار روپے نقد کو بیچے اور عمرو روپے ادا کرکے شے مبیع پر قبضہ کرلے اُس وقت تک کوئی ذکر وشرط درمیان نہ ہو نہ اُس بیع کو صرف زبانی طور پر بجالائیں بلکہ حقیقتاً بیع مقصود ہو۔ پھر عمرو وہی شے زید کے ہاتھ آٹھ ہزار پانسو روپے کو بوعدہ دہ سال فروخت کرے یہ زیادت کہ ایک بیع صحیح میں بتراضی طرفین ہوئی حلال وروا ہے فتاوی امام اجل قاضی خان میں ہے

رجل لہ علی الرجل عشرۃ دراھم فاراد ان یجعلھا ثلثۃ عشر الی اجل قالوا یشتری عن المدیون شیئا بتلك العشرۃ ویقبض المبیع ثم یبیع من المدیون بثلثۃ عشر الی سنۃ فیقع التحرز عن الحرام ومثل ھذا مروی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ امر بذلك رجل طلب من رجل دراھم لیستقرضہ بدہ دوازدہ فوضع المستقرض متاعا بین یدی المقرض فیقول للمقرض بعت منك ھذا المتاع بمائۃ درھم فیشتری المقرض ویدفع الیہ الدراھم ویاخذ المتاع ثم یقول المستقرض بعنی ھذا المتاع بمائۃ وعشرین فیبیعہ لیحصل للمستقرض مائۃ درھم ویعود الیہ متاعہ ویجب للمقروض علیہ مائۃ وعشرون درھما الخ

پھر اگر زید میعاد کے اندر زر اصل یعنی چھ۶ ہزار روپے ادا کرے گا تو بحساب دو۲۵۰سو پچاس روپے سالانہ اُس وقت تک جتنا لازم ہوا ہوگا اُسی قدر ادا کرنا ہوگا مثلاً پانچ برس میں روپے ادا کردیے تو صرف ساڑھے بارہ سو زیادہ ہوں گے اور دو برس میں تو فقط پانچ سو اور چھ مہینے میں تو صرف سوا سو وعلٰی ھذا القیاس تنویر الابصار ودر مختار میں ہے

قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لایأخذ من المرابحۃ التی جرت بینھما الا بقدر مامضی من الایام وھو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم علله بالرفق للجانبین۔

ردالمحتار میں ہے قولہ لایأخذ من الخ صورتہ اشتری شیئا بعشرۃ نقدا وباعہ بعشرین الی اجل ھو عشرۃ اشھر فاذا قضاہ بعد تمامہ خمسۃ او مات بعدھا یأخذ خمسۃ ویترك خمسۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴) از گوالیار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ہندہ کا شوہر زید فوت ہوا اُوس نے مال از قسم زیور و کپڑے اور مکانات چھوڑے اور مہر ہندہ کا اُس جائدادِ متروکہ زید سے زائد ہے اور ہندہ نے اپنے دینِ مہر میں جو جائداد کہ شوہر ہندہ نے چھوڑی اور ہندہ کے قبضہ میں ہے تو بعد فوت ہو جانے اپنے شوہر کے جائداد مذکور کو ہندہ نے لے تو ہندہ کو لے لینا اُس جائداد کا پہنچتا ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد فوت ہونے شوہر کے ہندہ نے وقت تیار ہونے جنازہ اپنے شوہر کے دین مہر اپنا جو ذمہ شوہر اپنے کے تھا وہ معاف کر دیا حالانکہ ہندہ معاف کرنے مہر سے انکار کرتی ہے تو آیا ہندہ کے مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں اور دوسرے وارث زید کا دعوی دین مہر میں چل سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:- تقریر و بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ جائداد اگرچہ پہلے سے قبضۂ ہندہ میں ہے مگر زید نے اپنی حیات میں یہ مال و جائداد ہندہ کو اُس کے مہر میں نہ دیا تھا بلکہ خود ہندہ نے بعد فوت شوہر ترکۂ شوہر اپنے دینِ مہر میں لے لیا پس صورتِ مستفسرہ میں جبکہ حسبِ اظہار سائل تعداد زرِ مہر قیمت ترکہ سے زائد ہے تو وارثوں کے لئے ترکہ میں اصلاً ملک ثابت نہ ہوئی، اشباہ والنظائر میں ہے الدین المستغرق للترکۃ یمنع ملك الوارث ترکہ میں جس قدر زر نقد تھا ہندہ کا اُس نے اپنے مہر میں لے لینا۔ صحیح و واجبی ہوا اور اتنے روپے مہر میں سے ادا ہو گئے عالمگیری میں ہے ان ترك المیت صامتا مثل مھرھا کان لھا ان تاخذ مھرھا من الصامت لانھا ظفرت بجنس حقھا باقی مال نہ تو وارث بے ادائے بقیۂ مہر اپنی میراث میں لے سکتے ہیں نہ ہندہ بے رضامندی دیگر ورثہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے بلکہ اسے بیچ کر ہندہ کا باقی مہر اور اسی طرح اور دین بھی اگر ذمۂ زید ہو ادا کیا جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا خواہ دیگر ورثہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دین ادا کر کے جائداد بیع سے بچا لیں، اشباہ میں ہے للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا یہ سب اس صورت میں ہے کہ لوگوں کا وہ بیان معافیٔ مہر بثبوت شرعی ثابت نہ ہو یعنی اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورت مسلمان ــــ نمازی پرہیزگار جو نہ کسی گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی فعل سفلہ پن آوارہ وضعی کا کرتے ہوں اور ان کی عقل و یاد قابلِ اعتماد ہو اور اس معاملہ میں اُن کا بیان گمان و تہمت طرفداری سے پاک ہو۔ (کہ ان سب شرائط کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے) ایسے گواہ شہادت

شرعیہ دیں کہ اُن کے سامنے ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو معافی ثابت ہو جائے گی اور ہندہ دعوئ مہر نہ کر سکے گی اور اگر گواہوں میں ان سات شرطوں میں سے ایک بھی کم ہے تو اُن کا بیان نامقبول اور دعویٰ ہندہ مسموع و معقول۔ پھر بر تقدیر ثبوت معافی مہر ہندہ میں دیگر ورثہ کا کوئی دعویٰ نہیں یہ محض جہالت ہے معافی کے یہ معنی کہ وہ باوجود ذمہ زید پر تھا ساقط ہو گیا نہ یہ کہ کوئی مال زید کو ملا جس میں وارث حصہ دار ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (٥) ٢١ رجمادی الآخر ١٣١٤ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یافتنی مبلغ نوّے روپے ذمہ بکر کے واجب الادا ہیں جس کا اقرار بکر نے زید سے کیا کہ مبلغ نوّے روپے عرصہ نو سال میں بحساب دس روپے سالانہ ادا کیا کروں گا روپیہ آخر سال فصل پر دیا کروں گا اگر کسی سال کا روپیہ وعدہ مندرجہ اقرار نامہ پر ادا نہ کروں تو کل روپیہ یکمشت فوراً ادا کروں گا اور زید کو اختیار ہے کہ بشرط وعدہ خلافی ایک قسط کے کل روپے یکمشت مجھ سے لے لے۔ تو اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ درصورت وعدہ خلافی ایک قسط کے کُل روپیہ یکمشت واجب الادا ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- صورت مسئولہ میں بلاشبہ کل روپیہ یکمشت واجب الادا ہو گیا فتاویٰ خلاصہ فتاویٰ بزازیہ و طحطاوی علی الدر المختار میں ہے لو قال کلما حل نجم ولم تؤد فالمال حال صح وصار حالا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (٦) از اجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب ١١ محرم الحرام ١٣١٥ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام و مفتیان پابند شرع خیر الانام اس مسئلہ میں کہ ہری سنگھ چودھری کا قرضہ واجب الادا رحیم الدین پر ہے اور دونوں فوت ہو گئے اور کوئی وارث شرعی نہیں رکھتے کہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ قرضہ غیر مسلم پر ہے تو بدلا ایک دوسرے کی نیکی پر موقوف ہے اعنی سوائے ایمان کے نیکی اُس کے قرض خواہ کو دینا لائق اعتبار اور اگر معرا اعمال نیک ہے تو مدعا علیہ کی نیکی مُدّعی کو دینا لا بد اور مدعا علیہ بری اور کافر مستحق نیکی نہیں کہ اہلِ اسلام ہو کہ اُس کی بدی سوائے شرک و کفر اور نہیں اور شرک و کفر اہلِ اسلام پر عائد نہیں ہوتا اس صورت میں تصفیہ اہلِ اسلام اور اہلِ نار کس طور سے ہو گا بیان فرما دیں بحوالۂ الکتب۔

الجواب:- اگر وہ کافر حربی ہے تو اس کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں جس کا تصفیہ درکار فان اموالھم مباحۃ غیر معصومۃ ہاں بطور غدر وعہد شکنی لیا ہو گناہ وحق اللہ ہے جس پر مواخذہ یا عفو اللہ عزوجل کی مشیت میں ہے الا تری ان من دخل دارھم مستأمنا فاخذ غدرا فاحرز بدارنا ملکہ ملکا خبیثا فالخبث للغدر والملک للاستیلاء علی مال مباح فالاحراز انما ھو شرط التملک لانتفاء العصمۃ ارأیت ان اغار مسلمون علی دار الحرب فغنموا اموالا فماتوا قبل ان یحرزوا ولم تصل الاموال الی من اخذت منہ اتکون الحربیون خصماء المسلمین فی ذٰلک عند اللہ کلا فعلم ان الاثم فی الغدر لحق الشرع لا لحق الکافر اور وہ کافر ذمی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچی نیت سے لیا اور اُس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا اس کا فعل نہیں اور اللہ عزوجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا رہا اُس کا حق اُسے اللہ تعالٰی جس طرح چاہے راضی فرمادیگا اگرچہ اُس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالٰی قالوا ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین الآیات جزاء کفر تخلید فی النار والعذاب ہے اُس میں تخفیف امکان شرعی نہیں رکھتی فان التخفیف فی التابید بید ابطال لہ راسا وفیہ تبدیل القول وھو محال باقی بالائی عذابوں ہولوں میں حسب ارادۂ الٰہیہ تخفیف سے کوئی مانع نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ۔ جو لوگوں کا مال بارادۂ ادا لے اللہ تعالٰی اُس کی طرف[۱] ادا فرمادے رواہ احمد والبخاری وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ عنہ یوم القیٰمۃ۔ جو کوئی دین اپنے ذمہ کرے اور اس کی ادا کی نیت رکھتا ہے اللہ عزوجل روز قیامت اُس کی طرف سے ادا فرمادے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن میمون الکردی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح اور اگر بدنیتی اور ناجائز طریقے سے لیا تو ضرور گناہ وحق العبد ہے ذمی کا مال معصوم ہے اور وہ ان حقوق میں مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ اُس کا بدلہ عذاب ہی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ولہٰذا فرماتے ہیں کہ ذمی کا حق مسلمان کے حق سے سخت تر ہے۔ فتاوٰی خانیہ آخر کتاب الغصب میں ہے مسلم غصب من ذمی مالا او سرق منہ فانہ یعاقب

بہ یوم القیمۃ لانہ اخذ مالا معصوما و الذمی لا یرجی منہ العفو و یرجی ذالک من المسلم فکانت خصومۃ الذمی اشد وعند الخصومۃ لایعطی ثواب طاعۃ المسلم الکافر لانہ لیس من اھل الثواب ولاوجہ ان یوضع علی المسلم و بال کفر الکافر فیبقی فی خصومتہ جواھر الاخلاطی کتاب الاستحسان میں ہے لوغصب المسلم من ذمی اوسرق منہ یعاقب المسلم و یخاصمہ الذمی یوم القیمۃ فظلامۃ الکافر اشد من ظلامۃ المسلم لان الکافر من اھل النار ابدا و یقع لہ التخفیف بالظلامات التی قبل الناس فلا یرجی منہ ان یترکھا و المسلم یرجی منہ العفو طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ بیان آفات الرجل میں ہے الفقہاء قالوا ان العذاب یوم القیمۃ علی الانسان فی حق الحیوان متعین لانہ لا یمکن المسامحۃ ولا القصاص بالحسنات والسیأت وکذا الذمی اذا ظلمہ مسلم فان العذاب فیہ متعین ان لم یستحل منہ فی الدنیا قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر مسلم غصب اوسرق مال ذمی یؤاخذ بہ فی الآخرۃ وظلامۃ الکافر وخصومتہ اشد لانہ اما ان یحملہ ذنبہ بقدر حقہ او یاخذ من حسناتہ والکافر لا یاخذ من الحسنات ولا ذنب لہ البتۃ ولا تؤھل لاخذ الحسنات فیتعین العقاب اھ باختصار شرح فقہ اکبر بحث توبہ میں ہے اذا غصب مسلم من ذمی مالا اوسرق منہ فانہ یعاقب بہ یوم القیمۃ لان الذمی لا یرجی منہ العفو فکانت خصومۃ الذمی اشد مگر یہ اسی حالت میں ہے جبکہ بدلہ لینا ہی مشیّت رب العزۃ عزّ جلالہ ہو ورنہ ممکن ہے کہ وہ کافر کے دل میں ڈالے کہ معاف کردے یا کسی تخفیف کے بدلے اُس سے معاف کرادے فانہ اذا اجاز التخفیف عنہ بظلامات لہ قبل الناس کما فی الجواھر فلیجز ایضا جزاء العفو تخلیصا للمسلم وقد قال الطحطاوی ثم الشامی عند قول الدر من الحظر قبیل مسائل المسابقۃ ظلم الذمی اشد من المسلم مانصہ لانہ یشدد الطلب علی ظالمہ لیکون معہ فی عذابہ ولا مانع من طرح سیأت غیر الکفر علی ظالمہ فیعذب بہا بدلہ ذکرہ بعضھم اھ فکذا لا مانع من ان یقال لہ ان عفوت من المسلم طرحنا منک کذا وکذا من سیأتک فیعفو بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذمی پر عذاب واجب وقطعی وضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلِ سُنّت

کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں ـــــ قال تعالٰی ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء کما نبهت علیه فی هامش الحدیقه هٰهنا واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۷) از کیمپ میرٹھ بازار لال کورتی مرسلہ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقق جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ وبرکاتہ، وضاعف اجورہ وحسناتہ،

بعد اتحاف ہدیہ سلام مرفوع رائے غور رشید انجلاء باد اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے یہاں سے بعوض مساکین کے تنخواہ کسی کے دو روپے کسی کے تین روپے معین ہے اُن میں سے پانچ چار آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو دو روپے کے واسطے سفر کرکے آنا دشوار ہے اور یہ وقت کہ اس قدر تنخواہ ہے اور اسی قدر کرایہ لگ جائے گا تم ہم کو منی آرڈر کرکے روانہ کردیا کرو میں نے یہ دیکھا کہ صیغۂ منی آرڈر جا بجا جاری ہے مدارس وغیرہ میں پس ان بے چاروں شکستہ دلوں کا کام کرکے بہتر ہے کہ ثواب حاصل کروں جب نظر جواز و عدم جواز پر کی گئی تو بنظر سرسری یہ دیکھ لیا کہ ہم جو کچھ زیادہ دیتے ہیں وہ اُجرت دیتے ہیں اس بات کے لئے ڈاک والوں نے مرسل الیہ کے گھر روپیہ پہنچا کر اُس کے دستخط کرائے پھر وہ رسید اُس سے وصول کرکے ہم تک پہنچائی بناءً علیہ یہ ربا نہیں برسوں سے لوگوں کی کارروائی اسی طرح ہوتی رہی اب بعض علماء[1] نے فتوٰی حرمت منی آرڈر کا چھاپ دیا ہے کہ ربا ہے اور حرام۔ میں نے جو تاویل اپنے نزدیک سمجھی تھی اگر یہ درست ہے یا آپ اپنی رائے سے اس میں اور کوئی وجہ شرعی پیدا کرسکیں اُس سے مطلع فرمائیں کہ بعض مساکین کا نہایت درجہ حرج ہے والسلام۔

الجواب:- جناب مولانا و بالفضل اولینا زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔ فقیر چار مہینہ سے اس قریہ میں ہے نامی نامہ بریلی ہو کر یہاں آیا، جواب حسب فہم قاصر حاضر رسید بریلی ارسال فرمائیں والسلام وہ فتوٰی مطبوعہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کی نظر سے گزرا ہے اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے

---

[1] یعنی، رشید احمد گنگوہی ۱۲

اتنی خبر نہیں کہ ۲/ کا ہے کے دیئے جاتے ہیں شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیر مشترک کی دوکان ہے جو بغرض تحصیل اجرت کھولی گئی تو یہ ۲/ قطعًا وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں جیسے لفافہ پر اور پارسل پر ۴/ وغیر ذالک اس کو تو کوئی عاقل ربا خیال ہی نہیں کرسکتا یہ ہرگز نہ اُس کا معاوضہ نہ زنہار دینے والوں میں کسی کو اُس روپیہ کے معاوضہ میں کمی بیشی مقصود وھذا من البدیھیات التی لایتوقف فیھا الا امثال المفتین الذین لابصولھم فی الدین۔

ان بزرگوں کے اکثر فتاویٰ فقیر نے ایسے ہی عجائب پر مشتمل پائے ابھی قریب زمانے میں ان کا ایک فتویٰ در بارۂ جواز شہادت ہلال بذریعۂ تار برقی نظر سے گزرا جس میں تار کو خط پر قیاس کیا جامع یہ کہ لکھنا لکھنا ایک سا قلم سے لکھا خواہ بانس طویل سے۔

گویا حضرت کے نزدیک تار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لنبے بانس سے لکھ دیتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ خود اصل مقیس علیہ میں حکم غلط۔ علماء تصریح فرماچکے۔ ایسے امور شرعیہ میں خطوط کا اعتبار نہیں۔ ظلم پر ظلم یہ کہ وہ بانس طویل ہی کی تحریر سہی تار بھیجنے والا بیچارہ اس لمبے بانس سے خود نہیں لکھتا بلکہ تار بابو سے کہتا ہے وہ ایک واسطہ ہوا جہاں کو تار دیا گیا وہ دوسرا واسطہ بیچ میں تار موصول نہ ہوا وسائط کی گنتی ہی کیا۔

اور یہ اکثر کفار و فساق و مجہول الحال ہوتے ہیں۔ اس نفیس سند سے۔ جو خبر آئے اُس پر امور شرعیہ کی بنا کرنی ان مفتیوں کا ادنیٰ اجتہاد ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بے اعتباری تار میں ایک مفصل فتویٰ لکھا جس سے اس مسئلہ کی تحقیق تام کماینبغی منکشف ہوسکتی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مسئلہ دائرہ کی طرف رجوع کروں اور توفیقِ الٰہی مساعدت فرمائے تو حقیقت منی آرڈر ایسی روشن وجہ پر بیان میں آئے جس سے ان صاحبوں کا شبہ باذنہ تعالٰی مستاصل ہوجائے۔

فاقول وباللہ التوفیق۔ منشأ غلط منی آرڈر کو قرض محض بے عقد اجارہ سمجھنا ہے ــــ متبوع نے اجمالا اُس کا دعوٰی کیا تابع نے اُس پر دو دلیلیں قائم کیں مگر حقیقت امر سے بیگانگی رہی بات یہ ہے کہ منی آرڈر کرنے میں دو قسم کے دام دیئے جاتے ہیں ایک وہ رقم جو مرسل الیہ کو ملنی منظور ہے دوسرا محصول مثلاً دس روپے دو آنے اور جس طرح ہر عاقل فقیہ پر واضح کہ یہ پہلے دام اگر بعینہ پہنچائے جاتے جیسے پارسل میں تو یہ خالص اجارہ ہوتا یا یوں ہوتا کہ مرسل بعینہ انہیں کا پہنچانا چاہتا اور ڈاک والے ان

داموں کے یہاں رکھ لینے اور وہاں ان کی نظیر دینے کا ضابطہ مقرر نہ کرلیتے بلکہ کبھی بعینہ انہیں کو پہنچاتے کبھی بطور خود انہیں یہاں رکھ کر مرسل الیہ کو وہاں کے خزانے سے دیتے تو بھی محض اجارہ رہتا اور صورت خلاف اُن اجیروں کا فعل ناجائز ہوتا جس کا الزام مستاجر پر کچھ نہ تھا ہاں اتنا ہوتا کہ وہ بوجہ تصرف امانت غاصب ٹھہر کر مستحق اجر نہ رہتے۔ کما فی الھندیۃ عن التتارخانیہ لواستاجر لیعمل ھذہ الدراھم الی فلان فانفقھا فی نصف الطریق ثم دفع مثلھا الی فلان فلا اجر لہ لانہ ملکھا باداء الضمان مگر جب کہ یہ امساک عین ودفع مثل ضابطۂ معلومہ معہودہ ہے کہ واضعانِ قانون ڈاک نے اپنی آسانی کے لئے وضع کیا اگرچہ مرسل کو اس سے کچھ غرض نہ تھی اُس کا مطلب بعینہ روپیہ بھیجنے میں بھی بداہتہً حاصل تھا تاہم بوجہ ضابطہ وتعارف جبکہ عاقدین کو وصول بدل معلوم تو یہاں تحقق معنی قرض ماننا غلط نہیں اگرچہ عاقدین بلفظ قرض تعبیر نہ کریں۔ فان العبرۃ للمعانی والمعھود عرفا کالمذکور لفظا یونہی ہر ذی عقل نبیہ پر یہ بھی روشن ہے کہ یہ دوسرے دام اگر کسی کام کے عوض نہ دیئے جاتے تو یہ عقد خالص قرض اور یہ زیادت بے شک ربا ہوتی یا یوں ہوتا کہ جس کام کے عوض دیئے جاتے وہ کوئی منفعت مقصودہ صالح ورود عقد اجارہ نہ ہوتا تو بھی محض قرض رہتا مگر حاشا یہاں ہرگز ایسا نہیں بلکہ وہ مثل سائر کاروا یہائے ڈاک خانہ کے یقیناً اُجرت ہیں دینے والے اُجرت ہی سمجھ کر دیتے لینے والے اُجرت ہی جان کر لیتے ہیں ہرگز کسی کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ ۲/ سود کے ہیں جو اُلٹا مدیون دائن سے لیتا ہے ڈاک خانے کی اصل وضع ہی اس قسم کی اجارات کے لئے ہے تو یہاں عقد اجارہ کا تحقق اور ان داموں کا اجرت ہونا اصلاً محل تردد نہیں۔ اگر کہئے کاہے کی اُجرت ہاں مرسل الیہ کے گھر تک جانے اور اُسے روپیہ دینے اور وہاں سے واپس آنے اور اُس سے رسید لانے کی۔ کیا یہ کوئی منفعت مقصودہ مباحہ نہیں جس پر شرعاً ایراد عقد اجارہ کی اجازت ہو اور جب ہے بے شک ہے تو عجب عجب ہزار عجب۔ کہ عاقدین ایک منفعت مقصودہ جائزہ پر قصدِ اجارہ کریں عوض منفعت جو کچھ دیں اور اسے اجرت ہی کہیں اُجرت ہی سمجھیں اور خواہی نخواہی ان کے قصد جائز کو باطل کرکے اس اجرت کو معاوضۂ قرض وربا قرار دیں شرع مطہر میں معاذ اللہ اس تحکم کی کہیں نظیر ہے۔ حاشاللہ بلکہ شرع میں مہما امکن تصحیح کلام وعقود پر نظر رہتی ہے کما لایخفی علی من خدم الفقہ نہ کہ زبردستی الطال وافساد وایقاع فی الفساد۔ پر کہ صراحۃً عکس مراد شرع ہے ایک ہلکی سی مثال پیش پا افتادہ یہی ہے کہ دس روپے دو آنے کے عوض دو روپے دس آنے خریدیں تو مالیت میں کھلا تفاضل اور جنس کو جنس سے ملائیے تو وہ بیع ربا مگر شرع مطہر جنس کو خلاف جنس کے طرف صرف فرما کر ربا سے بچاتی ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ

پس ثابت ہوا کہ صورت منی آرڈر میں اگرچہ اجارہ محضہ نہیں مگر زنہار وزنہار قرض محض بھی نہیں جیسا کہ ان مفتی صاحبان نے توہم کیا اور اسی بنا پر فیس کو اُجرت سے نکال کر ربا کر دیا بلکہ یہاں حقیقتاً دونوں متحقق ہیں اب شبہات حضرات تو یکسر حل ہوگئے وہ ۲ ربا کا خیال بدیہی الضلال صرف اسی توہم پر مبنی تھا کہ یہ قرض محض ہے جب ثابت ہوا کہ ایسا نہیں بلکہ یہاں اجارہ بھی ہے اور یہ ۲ اُجرت ہیں نہ فضل خالی عن العوض تو اُنہیں ربا کہنا محض جہالت۔

بحمد اللہ اتنی ہی تقریر سے وہ دو دلیلیں بھی کہ یہاں تابع نے انتفائے اجارہ پر قائم کیں منتفی ہوگئیں۔

دلیل اول: روپیہ تلف ہوجائے تو بھیجنے والا طالب ضمان اور انگریز ذمہ دار تو ثابت ہوا کہ اجارہ نہیں کہ محصول کو اُجرت پر محمول کیا جائے۔

اقول اوّلاً: کیا وجوب ضمان مطلق نافی اجارہ ہے کتب فقہ مطالعہ کیجئے۔ صدہا صورتوں میں اجیر پر ایجاب ضمان کا حکم ہے اور خاص ید ضمان کی ضرورت ہو تو ذرا اجیر مشترک میں اقوال ائمہ و اختلاف فتوٰی مالکان آئمہ پر نظر ہو۔

ثانیاً: اطلاق نفی ضمان ہی مانئے تو غایت یہ ہے کہ طلب ضمان ناجائز ہوا اور انگریزوں کا ذمہ بری۔ اس سے اصل عقد کیوں بدل گیا بہت لوگ عاریت پر تاوان لیتے اور جاہل مستعیر ذمہ دار بنتے ہیں کیا اس سے نفس عاریت منتفی ہوجاتے گی ہاں شاید یہ خیال کیا ہو کہ کلام مسلم حتی الامکان وجہ صحیح پر حمل کرنا چاہیے جبکہ ہم نے اجارہ میں مطلقاً ضمان بحالت ہلاک طالب ضمان نہ مانی تو یہ طلب خلاف شرع ہوگی لہٰذا اجارہ نہ ٹھہرانا چاہیے مگر سبحان اللہ مسلمانوں کی اور طرفہ طرفداری کی۔ اسی خیال سے صورت ہلاک میں جو بشدّت نادر ہے۔ کہیں طلب ضمان نہ کر بیٹھیں جو ایک مختلف فیہ ممنوع ہے لہٰذا وہ اصل عقد ہی میں ربا لازم و دائم مان کر مسلمانوں کو مرتکب حرام اجماعی ٹھہرا دیجئے یعنی کشتن باید تا تپ نیاید فر من المطر و وقف تحت المیزاب۔

ثالثاً: کس نے کہا کہ اجارۂ محضہ ہے معنی قرض یقیناً متحقق اور رد مثل اُس کا خاص حکم تو یہ تضمین بر بنائے اجارہ نہ ہو بر بنائے قرض سہی اب اُسے اجارہ سے کیا تنافی رہی۔

دلیل دوم: اجارہ ہو تو بعینہ اُسی روپے کا پہنچانا لازم ہو۔ لیکن یہ امر نہ بھیجنے والا ضرور خیال کرتا ہے نہ ڈاک والے کرتے ہیں۔

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ قیاس استثنائی کسی اعلٰی درجۂ نفاست پر تالی لزوم نفس الامری اور استثنا رفع خیال لزوم یا رفع عمل کیا اگر عاقدین کسی حکم واقعی عقد کو اپنے ذہن میں لازم سمجھیں یا اُس پر عمل نہ کریں تو اس سے وہ عقد وہ عقد ہی نہ رہے گا عدم حکم مستلزم عدم عقد ہے یا عدم اعتقاد و عمل اصل

کلام وہی ہے کہ بے شک لازم ہوتا اگر اجارہ اجارۂ محضہ ہوتا یہاں تو ڈاک خانہ فلاں جگہ جا کر ادائے زر اور وہاں سے لا کر ایصال رسید پر اجیر اور زر داخل کردہ کا مستقرض ومدیون ہے تو جو چیز وہاں دے گا عین نہیں دین دین کا بعینہ پہنچانا کیونکر متصور اور اس کا لزوم کہاں کا حکم بالجملہ ان داموں کی اجرت ہونے سے انکار کرنا اور عوض قرض قرار دے کر باٹھہرانا یونہی صحیح تھا کہ اسے قرض محض خالی عن الاجارہ ہونا ثابت کرتے اور دونوں دلیلیں بفرض تمامی صرف اس قدر پر دال کہ وہ اجارہ محضہ نہیں تو دلیل کو دعوی سے اصلاً مس نہیں۔

ثم اقول وباللہ التوفیق۔ وبہ الوصول الی ذری التحقیق حقیقت امر یہ ہے کہ ڈاک خانہ قطعاً اجیر مشترک اور اُس میں جس قدر فیسیں ہیں سب اجرت عمل پھر ضوابط ڈاک نے ان پر اعمال دو قسم پر منقسم کئے۔ ایک وہ جن میں آفس ذمہ دار وضمین قرار پاتا ہے جیسے پارسل، رجسٹری، بیمہ ومنی آرڈر دوسرے وہ جس میں ذمہ ضمان نہیں جیسے خطوط وپاکٹ بیرنگ وباٹکٹ اور یہیں سے واضح ہوگیا کہ یہ ادائے ضمان بربنائے قرض نہیں بلکہ ضوابط کی اس تقسیم پر مبنی ہے ولہٰذا بیمہ میں ضمان دیتے ہیں حالانکہ وہاں قرض کا اصلاً احتمال نہیں بلکہ انصاف کیجئے تو روپیہ لینے والے درکنار عام روپیہ داخل کرنے والوں کا بھی ذہن اصلاً اس طرف نہیں جاتا کہ یہ روپے جو ہم دیتے ہیں بوجہ قرارداد امساک عین ودفع مثل ڈاک خانہ کو قرض دے رہے ہیں ڈاک خانہ ہم سے دست گرداں لے رہا ہے بلکہ یقیناً لینے دینے والے سب اس عقد کو مثل سائر عقود ڈاک خانہ عقد اجارہ ہی جانتے ہیں اور خود اسی کے لئے صیغۂ ڈاک کی وضع اور فیس کو یقیناً اُجرت جان کر دیتے لیتے اور بصورت تلف تاوان کو مثل بیمہ وغیرہ اسی شرط ذمہ داری کی بنا پر سمجھتے ہیں نہ یہ کہ یہ لوگ سمجھیں ہم نے قرض دیا تھا اُسے ڈاک خانہ سے لینا ہے ڈاک خانہ سمجھے میں ان کا قرض دار تھا مجھے ادا کرنا ہے ہاں بعد تلف ڈاک خانہ اُسی ذمہ داری کے سبب اُس وقت سے مدیون سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ روپیہ بھیجنے کے لئے داخل کرتے ہی عاقدین اپنے آپ کو دائن ومدیون تصور کرتے ہوں یہ بدیہیات واضحہ سے ہے جس کا انکار مکابرہ تو یہ قرارداد ضمان ہرگز بربنائے اقراض واستقراض نہیں بلکہ اجیر مشترک پر شرط ضمان ہے اب یہ مسئلہ مثلثہ بلکہ مربعہ ہے اور سب اقوال مصححہ سب

مفتی بہا کما قالہ العلامۃ خیر الدین الرملی فی فتاواہ وانا اقول بل مخمسۃ بل مسدسۃ عدم الضمان مطلقا الضمان بشرط الصلح علی النصف جواز الصلح جبرًا التفصیل بکون الأجیر صالحا فیبرء اوغیرہ فیضمن اومستورًا فیصالح

اما مین جلیلین صاحبین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہے ——

ولہذا جو کچھ اُس کے کام کرنے میں ضائع ہو بالاجماع اُس کا تاوان دے گا اگرچہ اس کی طرف سے کوئی تعدی و تقصیر نہ واقع ہوئی ہو بخلاف اجیرِ خاص کہ امین ہے ولہذا جب تک تعدی نہ کرے اصلاً ضمان نہیں اگرچہ شے اُس کے فعل سے تلف ہو۔ یہ مذہب امیر المومنین فاروق اعظم و مرتضٰی اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی اور یہی امام دارالہجرہ سیّدنا امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول اور امام احمد سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بدائع و غایۃ البیان وغیرہما میں قول امام عدم ضمان کو قیاس اور اس قول صاحبین کو استحسان قرار دیا امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی اسی طرف میل فرماتے، امام زیلعی نے تبیین الحقائق پھر علامہ طوری شرح کنزالدقائق میں اسی کو بہ یفتی فرمایا جامع الفصولین و خزانۃ المفتین وفتاوی آخروی وواقعات المفتین میں ہے قیل یفتی بقولہ (ای ابی حنیفۃ) رحمہ اللہ تعالٰی وقیل قولہ قول عطاء وطاؤس وھما من کبار التابعین۔

وقول ح س (ای ح) وم (ای یوسف ومحمد) رحمہما اللہ تعالٰی قول عمر و علی رضی اللہ تعالٰی عنہما احتشاما وصیانۃ لاموال الناس شرح ہدایہ علامہ اتقانی میں ہے قول ابی حنیفۃ قیاس لان الحل امانۃ فی یدہ وھلاک الامانۃ من غیر صنع لا یوجب الضمان وقولھما استحسان ووجہہ اثر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ شرح الکنز للمسکین میں ہے المتاع فی یدہ غیر مضمون عند ابی حنیفۃ وھو القیاس وقالا علیہ الضمان استحسانا ردالمحتار میں ہے فی البدائع لایضمن عندہ وھو القیاس وقالا یضمن الامن حریق غالب اولصوص مکابرین وھو استحسان اھ مختصرین تبیین میں ہے بقولھما یفتی الیوم لتغیر احوال الناس وبہ یحصل صیانۃ اموالھم تکملہ طوری میں ہے قد تقدم ان بقولھما یفتی فی ھذا الزمان لتغیر احوال الناس فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے قال الفقیہ ابوجعفر الضمان علی القصار وقال الفقیہ ابو اللیث انما قال لانہ کان یمیل فی الاجیر المشترک الی قول ابی یوسف ومحمد امام اجل فقیہ ابوبکر بلخی فرماتے ہیں خلاف اُس صورت میں ہے جبکہ اجیر مشترک پر ضمان ٹھہرا نہ لی جائے ورنہ اگر پہلے سے شرط ہو جائے جب تو بالاجماع اُس پر ضمان لازم جامع الفتاوی والنوازل والاشباہ والنظائر وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا فتاوی خلاصہ میں ہے۔ شرط علیہ الضمان اذا ھلک یضمن فی قولھم جمیعا لان الاجیر المشترک انما لایضمن عند ابی حنیفۃ اذا لم یشترط علیہ الضمان اما اذا شرط یضمن

قال الفقیہ ابو اللیث الشرط وعدم الشرط سواء لانہ امین انقرویہ میں شرح مجمع علامہ ابن فرشتہ سے ہے ان شرط ان یضمن لو ھلک عندہ یضمن اتفاقا کذا فی الجامع وذکر فی الخانیۃ والتتمۃ الفتوی علی انہ لایضمن ــــ شرح کنز ملا مسکین میں ہے۔ قیل اذا شرط الضمان علی الاجیر المشترک یصح عند ابی حنیفۃ وصار کان الاجر فی مقابلۃ العمل والحفظ جمیعا کذا فی شرح الوقایۃ وھو قول الفقیہ ابی بکر والفقیہ ابو اللیث یفتی بانہ لو شرط علیہ الضمان لایصح۔ وجیز امام کردری نوع فی الحمامی میں نوازل سے ہے ـــ دخل الحمام وقال للحمامی احفظ ھذہ الثیاب فخرج ولم یجدھا ان شرط علیہ الضمان یضمن اجماعا ان سرق اوضاع والالا اس کے بعد خود فرمایا وقد ذکرنا انہ لاتاثیر للشرط وتاویلہ انہ لما شرط علیہ الضمان فقد قابل الاجر بھما فیکون علی الخلاف فی المشترک ذخیرہ وخلاصہ وعمادیہ وہندیہ وغمز العیون وغیرہ میں ہے۔ ھذا اللفظ للذخیرۃ کان الفقیہ ابو بکر یقول ضمن الحمامی اجماعا وکان یقول انما لایضمن الاجیر المشترک عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی اذا لم یشترط علیہ الضمان اما اذا شرط یضمن وکان الفقیہ ابو جعفر یستوی بین شرط الضمان وعدم الشرط وکان یقول بعدم الضمان قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی وبہ ناخذ ونحن نفتی بہ اھ قلت۔ ومعنی ھذا الکلام ان الفقیہ اباجعفر کان یستوی بینھما علی قول الامام وکان یقول لایضمن عندہ وان شرط اما ھو بنفسہ فقد کان یمیل الی قولھما کما قدمنا عن الخانیۃ عن الفقیہ ابی اللیث قنیہ و اشباہ میں ہے۔ محلہ عند عدم اشتراط الضمان علیہ اما معہ فیضمن اتفاقا جمہور ائمہ متاخرین نے ائمہ مذہب وصحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اختلافات دیکھ کر وہ قول فیصل اختیار فرمایا کہ اجیر اگر صلحائے متقین سے ہے تو قول امام مختار یا اس کے خلاف ہے تو قول صاحبین وایجاب ضمان اور مستور الحال ہے تو دونوں قول کے لحاظ سے نصف ضمان واجب نصف ساقط اور شک نہیں کہ یہ قول جامع الاقوال و مراعی احوال وارفق بالناس واحفظ للاموال ہے کہ تغیر حالات زمانہ اس پر حامل ہوا اور اس میں ارفق واحتیاط دونوں کا پہلو کالحاظ رہا امید کی جاتی ہے کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے یونہی حکم فرماتے فتاوی خیریہ وفتاوی اسعدیہ میں ہے۔ مسئلۃ الاجیر المشترک فیھا ثلثۃ اقوال بل اربعۃ عدم الضمان مطلقا والضمان مطلقا والصلح علی النصف جبرا عملا بالقولین وفی جامع الفصولین رامزا الفوائد صاحب

المحیط لوکان الاجیر صالحا یبرء بیمینہ ولوکان بخلافہ یضمن وان کان مستورا یؤمر بالصلح فھذہ اربعۃ اقوال کلھا مصححۃ مفتی بھا وما احسن التفصیل الاخیر اھ مختصرا فتاوٰی حامدیہ میں ہے اختار ابوجعفر وابو اللیث رحمھما اللہ تعالٰی ان کان صالحا یبرء بیمینہ وان کان بخلافہ یضمن وان کان مستورا یؤمر بالصلح وافتی بذالک کثیر من المتاخرین وھو اولٰی من غیرہ واسلم وبمثلہ افتی الخیر الرملی منح الغفار وطحطاوی علی الدر المختار میں ہے ھو فتوی القاضی الامام جلال الدین الرھدفن بالجملہ چار قول مفتٰی بہ سے دو قول پر بیمہ ومنی آرڈر وغیرہما میں ڈاک خانہ سے یہ قرارداد ضمان جائز وصحیح ومقبول ہے اور انسان کو عمل ونجات کے لئے ایک ہی قول مفتٰی بہ کافی نہ کہ متعدد نہ کہ جب وہی ارفق وہی استحسان ہونے کے علاوہ حالت زمانہ اُسی کے داعی اور وہی حفظ اموال ناس کا مراعی ہو باوصف ان شدتوں سختیوں کے جو قوانین ڈاک میں ضیاع مال بیمہ ومنی آرڈر پر رکھی ہیں کہ نوکریاں جائیں قیدیں اُٹھائیں سزائیں پائیں پھر بھی خائنوں بددیانتوں کی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں عدم ذمہ داری کی حالت میں ظاہر ہے جو کچھ ہوتا تو فقیہ نبیہ اس شرط ضمان کے جواز میں اصلاً تردد نہ کرے گا۔ وباللہ التوفیق۔

ثم اقول وبہ استعین۔ اُن مفتیان زمانہ کے خیالات تو محض اباطیل مہملہ ومہملات باطلہ جن کی حاجت بھی نہ تھی مگر اس تقریر منیر سے بحمد اللہ سبحنہ وتعالٰی وہ شبہ بھی حل ہوگیا جسے نظر فقہی سے علاقہ ہے اور بادی النظر میں خادم فقہ کا ذہن اُس طرف جاسکتا ہے یعنی سفاتج پر منی آرڈر کا قیاس ہمارے علمائے کرام نے سفتجہ یعنی ہنڈوی کو ناجائز رکھا ہر مقرض اس قرض دینے سے سقوط خطر طریق کا استفادہ کرتا ہے اور وہ فضل خالی عن العوض ہے کہ بربنائے قرض اُس نے حاصل کیا۔ وکل قرض جر منفعۃ فھو ربا بظاہر منی آرڈر وہنڈوی دونوں دوسری جگہ روپیہ بھیجنے کے طریق ہیں جس کے باعث نظر دھوکہ کھاتی ہے دونوں کا حال ایک ہے حالانکہ اگر ذرا تامل کو کام میں لائیے تو آفتاب روشن کی طرح متجلی ہوکر اُن میں باہم زمین وآسمان کا فرق ہے ہنڈوی محض قرض ہے اور اس میں قرض دینا خاص مرسل کی غرض اور اس کے ذریعہ سے اُسے سقوط خطر کی منفعت حاصل تو قرض جر منفعۃ ربا بلاشبہ صادق ہنڈوی کرنے والوں کی کوٹھیاں داد وستد ہی کے لئے موضوع ہیں نہ اجیر بننے کے لئے مرسل اگر مال قرض نہ دیتا امانت رہتا اور بحال ہلاک تاوان پاتا فلہذا قرض دیتا ہے اور اُس سے یہ نفع حاصل کرتا ہے علماء نے سفتجہ کی تفسیر ہی یہی فرمائی۔ ہندیہ میں کافی اور ردالمحتار میں کفایہ سے ہے واللفظ للشامی صورتھا ان یدفع الی تاجر مالا قرضا لیدفعہ الی صدیقہ وانما یدفعہ قرضا لا امانۃ لیستفید بہ سقوط خطر الطریق

بخلاف ڈاک خانہ کہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور اس کی وضع ہی اجیر بننے کے لئے جو فیس دی جاتی ہے یقیناً اُجرت ہے اور اقرار ذمہ داری اور اُن اقوال مفتی بہا کی بنا پر حکم شرعی و صحیح و مقبول ہی لزوم ضمان کے لئے کافی و وافی مرسل کی غرض نفس عقد اجارہ سے حاصل اور صرف اُسی قدر افادہ سقوط خطر کے لئے متکفل۔ قرض دینے سے اُس کی کوئی غرض اصلاً متعلق نہیں نہ اُس کا فائدہ اُس کی طرف راجع فرض کیجئے اگر ڈاکخانہ زرمنی آرڈر بعینہ بھیجا کرتا تو اس کا کیا حرج تھا کہ اُسے تو روپیہ بھیجنے سے کام ہے اور اگر وہ راہ میں جاتا رہتا تو اُس کا کیا نقصان تھا کہ بحکم قرارداد یہ ضمان کا مستحق ہوچکا بلکہ یہ ضابطہ تو بعض اوقات بھیجنے والوں کو الٹا نقصان دیتا ہے کہ مصر و عرب و شام وغیرہ ممالک کو روپیہ بھیجے تو یہاں سے لندن جاکر از آنجا کہ وہاں سکہ سیم نہیں سکہ زر سے تبدیل کیا جاتا اور اُس پر بہت کچھ بٹا لیا جاتا ہے غرض اُس فرض قرض میں مرسلوں کا کوئی نفع نہیں ہاں اُجرالیعنی اہالی ڈاک نے اپنی آسائش و تحفظ کے لئے یہ ضابطہ وضع کیا ذمہ داری بیمہ ومنی آرڈر دونوں میں تھی مگر پارسل کا بند مال مہر میں لگا ہوا قابلیت تبدیل نہ رکھتا تھا روپے میں یہ صورت میسر تھی اور شک نہیں کہ مال بھیجنے سے کاغذ بھیجنا آسان اور اُس میں اُن ذمہ داروں کے لئے خطر طریق سے امان۔ لہٰذا یہ ٹھہرالیا کہ زر داخل کردہ یہیں رکھ کر وہاں لکھ بھیجیں گے اگر بفرض غلط اس صورت میں ڈاک خانہ کو مستقرض مانا جائے تو اس میں مستقرض نے استقراض سے نفع اُٹھایا نہ کہ مقرض نے اقراض سے۔ اور مستقرض انتفاع بالقرض سے ممنوع نہیں تو یہاں یدفعہ قرضاً یستفید بہ کذا صادق نہیں بلکہ یاخذہ قرضا یستفید بہ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔ بالجملہ یہ وجوہ تو جواز منی آرڈر پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتیں ہاں یہاں ایک اور امر قابل نظر و غور تھا کہ اذہان مفتیان اگر اُس طرف جاتے تو کہا جاتا کہ طرز فقہی پر کلام کیا وہ یہ کہ بلاشبہہ یہ عقد عقد اجارہ اور فیس اجرت عمل اور قرض تنہا پر نفع مستقرض اور سفاتج پر قیاس مختل مگر جبکہ یہ قرض مفروض و داخل ضابطہ ہے تو اجارہ ایسی ایسی شرط پر ہوا جس میں احد العاقدین کا نفع ہے۔ اور قضیۂ عقد نہیں اسی قدر منع و فساد عقد کے لئے بس ہے ولکنی اقول وبحول اللہ تعالٰی۔

ہنوز بلوغ شرط تاحد افساد میں اور شرط باقی ہے کہ عرف ناس اُس شرط کے ساتھ جاری نہ ہو۔ ورنہ بحکم تعارف جائز رہے گی اور صحت و جواز عقد میں کچھ خلل نہ ڈالے گی منی آرڈر کا نہ صرف تمام بلاد و امصار و اقطار ہندیہ بلکہ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی دائر سائر ہونا تو محتاج بیان نہیں مگر فقیر وہ کلمات علماء چند ابحاث میں ایراد کرے جو اس مسئلہ شرط کو واضح کرکے بعونہ تعالٰی ما نحن فیہ کا حکم روشن کردیں۔ بحث اوّل شرط سے اصل نہی منصوص دربارۂ بیع وارد کہ نہی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

من بیع الشرط رواہ ابوحنیفۃ قال حدثنی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن طریق الامام رواہ الطبرانی فی معجمہ الاوسط والحاکم فی علوم الحدیث ومن جہتہ ذکرہ عبدالحق فی احکامہ وسکت عنہ قال ابن القطان وھو علی بن محمد الحمیری الفاسی ذالک المتاخر المیت ۶۲۸ھ ثمان وعشرین وستمائۃ فی کتاب الوھم والایہام ولاارٰی ھذا الا سلام الا بالھام فانہ قد وھم فیہ وادھم فی کثیر من المقام بعدما ذکر الحدیث المذکور من کتاب الاحکام علتہ ضعف ابی حنیفۃ فی الحدیث اھ اقول عفا اللہ عنک یا ابن القطان الست ذالک المعروف المشھور بالتعنت فی الرجال حتی اخذت تلین ذالک الجبل الشامخ ھشام بن عروۃ ولو اجتمعت انت ومئون من امثالک وامثال شیوخک وشیوخ مشایخک لم تبلغوا جمیعا قوۃ ابی حنیفۃ ولا قوۃ غلمانہ ولا قوۃ ھشام ولا اقرانہ فی العلم والحدیث ولکن علتکم انتم ایھا الناس التعنت والتقشف وقلۃ الدرایۃ لمسالک التعرف وھذا ابومحمد عبدالحق کان اعرف منک بالحق حیث صحح الحدیث بایرادہ فی الاحکام والسکوت عنہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اجارہ کو اُس پر قیاس فرمایا ہدایہ میں ہے۔ الاجارۃ تفسدھا الشروط کما تفسد البیع لانہ بمنزلتہ الا ترٰی انہ عقد یقال ویفسخ غایۃ البیان میں ہے۔ قال القدوری فی مختصرہ وذالک لانھا عقد معاوضۃ محضۃ تقال وتفسخ فکانت کالبیع فکل ما افسد البیع افسدھا اور بیع میں شرط افساد بالشرط عدمِ تعارفِ شرط ہے، ہدایہ میں ہے کل شرط لایقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاق یفسدہ الا ان یکون متعارفا فالان العرف قاض علی القیاس تنویر الابصار و درمختار میں ہے الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط (لایقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او للمبیع من اھل الاستحقاق ولم یجر العرف بہ و) لم (یرد الشرع بجوازہ) اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد مسئلہ ظاہر ہے اور تمام کتب مذہب میں دائر اور مقیس کی طرف وہی حکم متعدی ہوگا جو اصل مقیس علیہ میں تھا نہ کہ زائد لاجرم متن غرر میں فرمایا

تفسد بالشرط المفسد للبیع متن نقایہ میں فرمایا یفسدھا شروط تفسد البیع متن اصلاح میں تھا الشرط یفسدھا شرح ایضاح میں فرمادیا المراد شرط یفسد البیع۔

بحث ثانی: کیالازم ہے کہ وہ عرف زمان اقدس حضور پُرنور سیّد المرسلین صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے واقع ہوا قول بعض علماء کی تقریر میں ایسا واقع ہوا لیجعلہ من تقریر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر حق یہ کہ یہ ہرگز ضرور نہیں ہزارہا فروع مذہب وصدہا کلمات ائمہ اس کے خلاف پر شاہد ہیں امام برہان الدین ہدایہ اور محقق علی الاطلاق اُس کی شرح فتح میں فرماتے ہیں (من اشتری نعلا علی ان یحذ وھا البائع) المراد اشتری ادیما علی ان یجعلہ البائع نعلا لہ ویمکن ان یراد حقیقتہ ای نعل رجل واحدۃ علی ان یحدوھا ای یجعلہ لہ شرا کا فلا بدان یراد حقیقۃ نعل (فالبیع فاسد) قال المص (ماذکرہ) یعنی القدوری (جواب القیاس) ووجھہ مابیناہ من انہ شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع لاحد المتعاقدین وفی الاستحسان یجوز البیع ویلزم الشرط (للتعامل) کذالک ومثلہ فی دیار تاشراء القبقاب علی ھذا الوجہ ای علی ان یسمی لہ سیرا ومن الواعہ شراء الصوف المنسوج علی ان یجعلہ البائع قلنسوۃ او قلنسوۃ بشرط ان یبطن لھا البائع بطانۃ من عندہ اھ مختصرا۔ ردالمحتار میں اُس کا بعض نقل کرکے فرمایا وفی البزازیہ اشتری ثوبا اوخفاخلقا علی ان یرقعہ البائع ویسلمہ صح اھ ومثلہ فی الخانیۃ قال فی النھر بخلاف خیاطۃ الثوب لعدم التعارف اھ قال فی المنح فان قلت نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن بیع وشرط فیلزم ان یکون العرف قاضیا علی الحدیث قلت لیس بقاض علیہ بل علی القیاس لان الحدیث معلول بوقوع النزاع المخرج للعقد عن المقصود بہ وھو قطع المنازعۃ والعرف ینفی النزاع فکان موافقا لمعنی الحدیث فلم یبق من الموانع الا القیاس والعرف قاض علیہ اھ قلت وتدل عبارۃ البزازیۃ والخانیۃ وکذا مسئلۃ القبقاب علی اعتبار العرف الحادث ومقتضی ھذا انہ لوحدث عرف فی شرط غیر الشرط فی النعل والثوب والقبقاب ان یکون معتبرا اذالم یؤد الی المنازعۃ ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے ان اشتری صرماعلی ان یحرز البائع لہ خفا او قلنسوۃ بشرط ان یبطن لہ البائع من عندہ فالبیع بھذا الشرط جائز للتعامل اُسی میں محیط امام سرخسی سے ہے وکذا لواشتری خفا بہ خرق علی ان یحرز البائع اوثوبا من

خلقافی وبہ خرق علی ان یخیطہ ویجعل علیہ ا ھ قعۃ اُسی میں فتاوی ظہیریہ سے ہے لواشتری کرباسا بشرط القطع والخیاطۃ لایجوز لعدم العرف تنویر الابصار ودر مختار میں ہے صح وقف کل (منقول فیہ تعامل) قول (کفاس وقدوم) ودراھم ودنانیر وقدر وجنازۃ وثیابھا ومصحف وکتب لان التعامل یترك بہ القیاس لحدیث ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن بخلاف مالاتعامل فیہ کثیاب ومتاع وھذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیار اُسی میں خلاصہ سے ہے وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لابذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرك اخذ مقدارہ ثم اقرضہ لغیرہ وھکذا جاز وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنھا او سمنھا للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان یجوز ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے رجل وقف بقرۃ علی ان مایخرج من لبنھا وسمنھا وشیرازھا یعطی ابناء السبیل ان کان ذلك فی موضع تعارفوا ذلك جاز کما یجوز ماء السقایۃ اُسی میں ہے۔ وقف منقول مقصودا ان کان کراعا اوسلاحا یجوز وفیماسوی ذلك ان کان شیئا لم یجر التعارف بوقفہ کالثیاب والحیوان لایجوز عندنا وان کان متعارفا کالفاس والقدوم والجنازۃ وثیاب الجنازۃ ومایحتاج الیہ من الاوانی والقدور فی غسل الموتی والمصاحف قال محمد یجوز والیہ ذھب عامۃ المشائخ منھم الامام السرخسی کذا فی الخلاصۃ وھو المختار والفتوی علی قول محمد کذا قال شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی مختار الفتاوی خزانۃ المفتین میں فتاوی کبری سے فصل وقف المنقول میں ہے جعل فی المسجد بواری اوغلق باب او حصیص لم یکن لہ ان یرجع وکذلك لوعلق فیہ سلسلۃ او حبلا القندیل لان ھذا یترك فی المسجد دائما عادۃ فیکون للمسجد اھ غرر ودرر میں ہے (عن محمد صحتہ فی المتعارف وقفیتہ) کالفاس والمر والقدوم والمنشار و الجنازۃ وثیابھا والقدور والمراجل اذا وقف علی المسجد جاز واما وقف الکتب فکان نصیر بن یحیی یجیزہ والفقیہ ابوجعفر یجیزہ وبہ ناخذ خلاصہ اھ ملخصا غنیۃ علامہ شرنبلالی میں برہان سے ہے زاد محمد ماتعورف وقفہ کالمصاحف والکتب والقدور والقدوم والفاس والمنشار والجنازۃ وثیابھا ومایحتاج الیہ من الاوانی

فی غسل الموتی وعلیہ عامۃ المشائخ وبہ یفتی نقایہ وشرح علامہ برجندی میں ہے۔

صح عند (محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف ونحوہ) من الکتب والمسحاۃ

والقدوم والقیاس ان لا یجوز وھو قول ابی حنیفۃ لانھا مما لایتأبد لکن القیاس یترک بالتعامل (وعلیہ الفتوی) اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے قال المصنف فی المنح لما جری التعامل فی زماننا فی البلاد الرومیۃ فی وقف الدراھم والدنانیر دخلت تحت قول محمد المفتی بہ فی وقف کل منقول فیہ تعامل کما لایخفی وقد افتی مولانا صاحب البحر بجواز وقفھا ولم یحک خلافا اھ ولاشک فی کونھا من المنقول فحیث جری فیھا تعامل دخلت فیما اجازہ محمد ولھذا لما مثل محمد باشیاء جری فیھا التعامل فی زمانہ قال فی الفتح ان بعض المشائخ زادوا اشیاء من المنقول علی ما ذکرہ محمد لما رأوا جریان التعامل فیھا وذکر منھا مسئلۃ البقرۃ ومسئلۃ الدراھم والمکیل حیث قال ففی الخلاصۃ وقف بقرۃ علی ان ما یخرج من لبنھا وسمنھا یعطی لابناء السبیل قال ان کان ذلک فی موضع غلب ذلک فی اوقافھم رجوت[1] ان یکون جائزا قال فعلی ھذا القیاس اذا وقف کرا من الحنطۃ علی شرط ان یقرض للفقراء ثم یؤخذ منھم ثم یقرض لغیرھم یجب ان یکون جائزا قال ومثل ھذا کثیر فی الری وناحیۃ دوماوند اھ وبھذا ظھر صحۃ ما ذکرہ المص من الحاقھا بالمنقول المتعارف علی قول محمد المفتی بہ وانما خصوھا بالنقل عن زفر لانھا لم تکن متعارفۃ اذ ذاک قال فی النھر ومقتضی ما مر عن محمد عدم جواز ذلک ای وقف الحنطۃ فی الاقطار المصریۃ لعدم تعارفہ بالکلیۃ نعم وقف الدراھم والدنانیر تعورف فی الدیار الرومیۃ اھ قولہ لان التعامل یترک بہ القیاس فی البحر من التحریر ھو الاکثر استعمالا وفی شرح البیری عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص اھ وظاھر ما قدمناہ آنفا من زیادۃ بعض المشائخ اشیاء جری التعامل فیھا وعلی ھذا فالظاھر اعتبار العرف

---

[1] قلت ھذہ نسخۃ کتبھا فی نسختی الخلاصۃ علی الھامش والذی فی متنھا جاز ان کان تعارفوا ذلک کما فی النقایۃ اھ کما ھو عبارۃ الظھیریۃ الآتیۃ ۱۲ منہ

فی الموضع ادی الزمان الذی اشتھر فیہ دون غیرہ فوقف الدراھم متعارف فی بلاد
الروم دون بلادنا ووقف الفاس والقدوم کان متعارفا فی زمن المتقدمین ولم نسمع
بہ فی زماننا فالظاھر انہ لایصح الآن ولئن وجد نادرا لایعتبر لما علمت من ان
التعامل ھو الاکثر استعمالا فتامل اھ ملخصا اُسی میں تتارخانیہ سے ہے عن ابی یوسف
یجوز بیع الدقیق و استقراضہ وزنا اذا تعارف الناس ذالک استحسن فیہ اُسی میں
بحوالہ طحطاوی فتاوی غیاثیہ سے ہے وعلیہ الفتوی[۴] تنویر و در میں ہے (یستقرض الخبز
وزنا وعددا) عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اختیار
پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے ھو المختار لتعامل الناس وحاجاتھم الیہ
درمختار میں ہے (مانص) الشارع (علی کونہ کیلیا) کبُرٍ وشعیر او تمر وملح
(اوونا) کذھب وفضۃ (فھوکذالک) لایتغیر (ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا
کما لو باع ذھبا بذھب او فضۃ بفضتہ کیلا) ولو (مع التساوی) لان النص اقوی من
العرف فلا یترک الاقوی بالادنی (ومالم ینص علیہ حمل علی العرف) وعن الثانی
اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال (وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراھم عددا
اوبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحرواقرہ
المصنف اھ ونقلہ عن العلامۃ سعدی فی النھر واقرہ ذخیرہ امام برہان الدین محمود کتاب البیوع فصل
سادس میں ہے اذا اشتری ثمار بستان وبعضھا قد خرج وبعضھا لم یخرج فھل یجوز
ھذا البیع ظاھر المذھب انہ لایجوز وکان شمس الائمۃ الحلوانی یفتی بجوازہ فی
الثمار والباذنجان والبطیخ وغیر ذالک وکان یزعم انہ مروی عن اصحابنا ——
بحرالرائق میں امام جلیل ابوبکر محمد بن فضل فضلی سے ہے استحسن فیہ لتعامل الناس فانھم تعاطوا
بیع ثمار الکرم ھذہ الصفۃ ولھم فی ذالک عادۃ ظاھرۃ وفی نزع الناس عن
عاداتھم حرج فتح القدیر میں ہے قد رأیت روایۃ فی نحو ھذا عن محمد فی بیع
الورد متلاحق وجوز البیع فی الکل وھو قول مالک ردالمحتار میں ہے قال
الزیلعی قال شمس الائمۃ السرخسی والاصح انہ لایجوز لان المصیر الی مثل ھذہ الطریقۃ
عند تحقق الضرورۃ ولاضرورۃ ھنا لانہ یمکنہ ان یبیع الاصول او یؤخر العقد فی الباقی
الی وجودہ او یبیع لہ الانتفاع بما یحدث فلاضرورۃ الی تجویز العقد فی المعدوم مصادما

للنص اھ قلت لکن لا یخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا لا سیما فی مثل دمشق الشام کثیرۃ الاشجار والثمار فانہ لغلبۃ الجهل علی الناس لا یمکن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذکورۃ وان امکن بالنسبۃ الی بعض افراد الناس لا یمکن بالنسبۃ الی عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج کما علمت ویلزم تحریم اکل الثمار فی هذہ البلدان اذ لا تباع الا کذلك والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما رخص فی السلم للضرورۃ مع انہ بیع المعدوم فحیث تحققت هنا ایضا امکن الحاقہ بطریق الدلالۃ فلم یکن مصادما للنص فلذا جعلوہ من الاستحسان وظاهر کلام الفتح المیل الی الجواز ولذا اورد لہ الروایۃ عن محمد بل تقدم ان الحلوانی رواہ عن اصحابنا وما ضاق الامر الا اتسع ولا یخفی ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الروایۃ اھ بتلخیص۔

یہ سروست تیس[۳۰] کتابوں سے تیس[۳۰] مسئلے ہیں۔ **کتب**:۔ قدوری[۱]، ہدایہ[۲]، فتح القدیر[۳]، ردالمحتار[۴]، وجیز کردری[۵]، فتاوی امام قاضی خاں[۶]، منح الغفار[۷]، ہندیہ[۸]، تاتارخانیہ[۹]، محیط امام برہان الاسلام[۱۰] محمد سرخسی، فتاوی امام ظہیر الدین مرغینانی[۱۱]، تنویر الابصار[۱۲]، درمختار[۱۳]، خلاصہ[۱۴]، مختار العقائب[۱۵]، خزانۃ المفتین[۱۶]، فتاوی[۱۷]، دررالحکام غنیہ[۱۸] ذوی الاحکام[۱۹]، برہان شرح مواہب الرحمن[۲۰]، متن نقایہ[۲۱]، شرح برجندی[۲۲]، بحرالرائق[۲۳]، نہر الفائق[۲۴]، طحطاوی[۲۵]، فتاوی غیاثیہ[۲۶]، جامع المضمرات[۲۷]، شرح نقایہ للقہستانی[۲۸]، شرح المجمع لابن فرشتہ[۲۹]، اختیار شرح مختار[۳۰]۔

مسائل:۔ بیع[۱] نعل اس شرط پر کہ دوسری اس کے ساتھ کی بنادے اس[۲] میں تسمہ لگادے بیع چرم[۳] بشرطیکہ اس کا جوتا سی دے کھڑاؤں[۴] کی بیع میں پٹھے لگادینے کی شرط بُنی ہوئی[۵] اُون کی بیع بایں شرط کہ اس کی ٹوپی کردے ٹوپی[۶] اس شرط سے بیچے کہ استر اپنے پاس سے لگائے پھٹے[۷] پرانے موزے یا کپڑے کی بیع میں پیوند کی شرط کھال[۸] اس شرط پر بیچے کہ اس کا موزہ بنادے، جنازے[۹] کے لئے چارپائی چادروں[۱۰] غسل[۱۱] میت کے لئے گھڑوں لوٹوں کا وقف اہل حاجت کے لئے کلہاڑی[۱۲] بسولے[۱۳] آرے[۱۴] پھاوڑوں[۱۵] کا وقف مسافروں[۱۶] کے لئے طشت، ہانڈی[۱۷]، بڑی دیگ[۱۸] کا وقف مساجد کے لئے قندیل[۱۹] کی رسی زنجیر کا وقف، قرآن مجید[۲۰] وکتب[۲۱] وغلہ[۲۲] وگاؤ[۲۳] ودراہم[۲۴] ودنانیر کا وقف آٹے[۲۵] سے آٹا تول کر بیچنا نہ ناپ سے تول[۲۶] پر آٹا قرض لینا، روٹیوں[۲۷] کی بیع سلم گنتی سے روٹیوں[۲۸] کا گن کر قرض لینا اموال[۲۹] ستہ ربویہ میں کیل ووزن کا عرف بدلنے پر امام ابویوسف کا اعتبار عرف فرمانا پیڑوں[۳۰] میں کچھ پھل آئے کچھ آنے کو ہیں ایسی حالت میں موجودہ وآئندہ کل بہار کی بیع کو امام حلوانی وامام فضل وغیرہما کا جائز فرمانا اور خود شمار کتب کا محل ہی کیا ہے قطع نظر ادر مسائل سے یہی مسئلے اگر دیکھیں تو

مذہب کے عامۂ متون وشروح وفتاوی سے کوئی کتاب ان سے خالی نہ پائیے یہ اور ان کے امثال کثیرہ جن کے خرمن سے خوشہ ابحاث آتیہ میں بھی ان شاء اللہ العزیز آتا ہے سب برخلاف اصل وقیاس ہیں جنہیں ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے تعامل وعرف پر مبنی فرمایا اب کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ ان باتوں کا تعامل زمانۂ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے حاشا ﷲ ثم حاشا ﷲ وان طلب کل طلب اهیا بھلا کھڑاؤں کا پہننا ہی زمانِ اقدس سے ثابت کرے مصحف وکتب کہاں تھیں کہ وقف ہوتے آٹے میں تول کب تھی اور مساجد میں قندیلیں لٹکانے کی زنجیریں کب تھیں۔

تبدیل کیل ووزن تو خود عرف حادث ہی میں کلام ہے جس کا غیر ستہ میں اعتبار تو مجمع علیہ اور ستہ میں امام ثانی کے نزدیک جسے محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی اور دربارۂ مسائل اوقاف تو عبارات مذکورہ درمختار وخلاصہ وفتح القدیر عالمگیریہ وفتاوی ظہیریہ ونہر الفائق ومنح الغفار وغیرہ نص صریح ہیں کہ یہ سب عرف حادث ہیں یہاں تک کہ ان میں بہت باتیں زمانۂ امام محمد کے بعد پیدا ہوئیں بالجملہ ان جزئیات میں دلیل قائم ہے تو حدوث پر قدم تو کوئی ثابت کرہی نہیں سکتا۔ ومن ادعی فعلیہ البیان وعلینا ردہ بابین تبیان ان شاء اللہ العزیز المنان۔

بحث ثالث:۔ کیا ضرور ہے کہ وہ عرف تمام جہان کے تمام مسلمانوں کو محیط وشامل ہو اقول بعض علماء کے کلام سے ایسا مترشح لیجعلہ من باب الاجماع مگر حق یہ ہے کہ نہ یہ اصلاً لازم نہ کلمات سائر ائمہ کرام سلف خلف علمائے اعلام اس کے ملائم بلکہ صراحۃً اس کے خلاف پر قاضی وحاکم اولاً ابھی تحریر الاصول امام ابن الہمام وبحر الرائق وردالمحتار سے گزرا التعامل ھو الاکثر استعمالا اشباہ والنظائر میں ہے انما تعتبر العادۃ اذا اطردت او غلبت۔

ثانیاً:۔ انہیں مسائلِ مذکورہ کو دیکھئے جن میں علماء مذہب نے محل عرف وتعامل مانا کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ تمام بلاد کے تمام عباد کا یہی عرف ہے بھلا کھڑاؤں کہاں کہاں پہنی جاتی ہے پیٹھے دار کہاں کہاں ہوتی ہے اُون کی ٹوپی کہاں کہاں بنی جاتی ہے ایک دے کر دوسری اُس کے ساتھ کی کہاں کہاں بنی ہے کُلھاڑی، بسولا، آرا، پھاوڑا، چارپائی، چادر، گھڑے، لوٹے، دیگ، دیگچی، طشت، دودھ دہی کے لئے گائے بیج لے کے غلہ قرض کے لئے روپیہ کہاں کہاں وقف ہوئے ہیں الی غیر ذالک مما لایخفی۔

ثالثاً:۔ حاشا ﷲ یہ اگر عرف وتعامل حقیقتاً اجماع کل مسلمانانِ ہند درکنار اتفاق اکثر مومنین جمیع بلاد ہی مُراد علماء ہوتا تو مسئلہ کا مستحیل ہوجاتا اور اس کی بنا پر حکم ناممکن رہتا۔ زمانۂ مشائخ کرام میں

بحمد اللہ تعالٰی اسلام مغارب ارض سے مشارق تک پھیل چکا تھا مسلمان اقطار و آفاق میں آباد تھے کوئی شخص ان بلاد و قرٰی و شعاب جبال کی گنتی بھی نہ بتا سکتا جہاں جہاں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارا جاتا تھا جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چہ جائے آنکہ مسلمانوں کا شمار چہ جائے آنکہ اُن سب کے عمل و عرف پر اطلاع اور بغیر اس کے کسی کام میں حکم لگانا کہ عامۂ بقاع کے جمہور مسلمین کا عرف یوں ہے قطعًا محال تو کسی مسئلہ کو عرف و تعامل پر بنا کرنا ہی ممتنع ہوتا دُور کیوں جائیے اب تو ریل بھی آگبوٹ بھی ہے تار بھی ہے اخبار بھی ہیں ڈاک کے سلسلے بھی منتظم ہیں مہینوں کی راہیں دنوں میں طے ہوتی ہیں گھر بیٹھے اقطار و امصار کی جھوٹی سچی خبریں ملتی ہیں مدتہا مدت سے جغرافیہ کے عظیم اہتمام ہیں کروروں روپے کے صرف سے مشرق و مغرب کی پیمائشیں ہوتی ہیں بلاد و بقاع کے طول و عرض جانچے جاتے ہیں آئے دن تازہ تازہ اطلسیں بنتی رہتی ہیں غرض جس قدر دین کا انحطاط و تنزل ہے اُسی قدر دُنیوی ترقیاں ہیں جیسے دُنیا پرست عبید النفس ترقی ترقی گا رہے ہیں زمانۂ مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ان آسانیوں سے ایک بھی نہ تھی اب اس تیسّرِ اسباب و تفتح ابواب ہی کے زمانے میں کوئی شخص ٹھیک ٹھیک طور پر بتا دے کہ آفاق و اقطار، شرق و غرب و جنوب و شمال کے بلاد و قرٰی بوادی و صحاری و جزائر و جبال میں حقیقی مسلمان جن کا عرف شرعًا ملحوظ و مقصود ہو نہ نیچری وغیرہم کفّار مدعیان اسلام کہ اُن جیسے کروروں کا تعامل ہو تو مطلقا مردود ہو کہاں کہاں آباد ہیں ہر جگہ کے سچے مسلمانوں کی صحیح مردم شماری کیا ہے کسی معاملۂ خاص میں اُن میں ہر ایک کا عرف و عمل کس طور پر رہا ہے حصر بلاد و شمار عباد جو کچھ بیان کرے اُس پر دلیل معقول قابل قبول دکھائے نہ یہ کہ فلاں سال کی مردم شماری میں اُسی قدر معدود و فلاں اطلس میں اتنے ہی موجود کہ اس حصر اور اس کے جامع و مانع ہونے کی جو وقعت ہے ہر ذی عقل و انصاف کو معلوم و مشہود مردم شماری تو محض مہمل و مختل اٹکل ہے اطلسیں جن کے محکمے مقرر ہیں اور بڑے بڑے انتظام کروروں کے صرف ہیں اور ہزاروں اہتمام حصر و شمار بقاع درکنار جو آنکھوں دیکھی اور قواعد مضبوطۂ ہیأت پر مبنی بات ہے یعنی عرض و طول بلاد اُس میں اختلافات دیکھئے کبھی دو اطلسیں متفق نہ پائیے گا ؎ ہرکہ آمد عمارتے نو ساخت۔ سبحٰن اللہ اجماع شرعی جس میں اتفاق ائمۂ مجتہدین پر نظر تھی علماء نے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع و انتشار علماء فی البلاد دو صدی کے بعد اس کے ادراک کی کوئی راہ نہ رہی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔

(قال الامام احمد من ادعی الاجماع) علی امر (فہو کاذب والجواب انہ محمول علی حدوثہ الاٰن) فان کثرۃ العلماء والتفرق فی البلاد الغیر المعروفۃ فلیس مریب فی نقل اتفاقہم

نیز فواتح میں ہے تحقیق المقام ان فی القرون الثلثۃ لاسیما القرن الاول قرن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم کان المجتھدون معلومین باسمائھم و اعیانھم و امکنتھم خصوصا بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم زمانا قلیلا و یمکن معرفۃ اقوالھم واحوالھم للجاد فی الطلب نعم لایمکن معرفۃ الاجماع ولا النقل الاٰن لتفرق العلماء شرقا وغربا ولایحیط بھم علم احد اھ ملخصین، جب صرف مجتہدین کا اتفاق معلوم نہیں ہو سکتا تو عرف وتعامل جس میں اجتہاد درکنار علم بھی درکار نہیں علماء وجہلاء سب کا علم آمد طوطہ ہے اس میں اتفاق کل کیا معنی۔ اتفاق اکثر کا علم بھی بدرجۂ اولٰی محال وناممکن ہے کہ آخر اکثر کل علماء سے عنود اکثر ہے۔

رابعًا: کیا کوئی ایک بار کا بھی نشان دے سکتا ہے کہ ائمہ کرام ومشائخ اعلام نے جب ایک امر میں بربنائے عرف وتعامل حکم فرمانا چاہا ہو تمام بلاد وبقاع عالم کے تمام مسلمین کے عرف وعمل کی خبر معلوم فرمالی ہر ہر شہر وقریہ ودرہ کوہ وجزیرہ، وبادیہ میں تحقیق تعارف کے لئے شہود عدول بھیجے ہوں تمام اسلامی جہان کی مردم شماری مفتح کی ہو پھر بعد ثبوت حصر وشمار بلحاظ کل نہیں بلحاظ اکثر ہی حکم دیا ہو یا بلاتفتیش خود ہی پیش از حکم ان تمام امور کے پرچے اُن کی خدمات عالیہ میں گزر لئے ہوں حاشا للہ ہر گز نہیں نہ کبھی اس کا قصد فرمایا نہ اصلا اس کی طرف راہ تھی نہ یہ امور تعامل مسائل عقائد تھے جن پر سواد اعظم اُمت کا اتفاق دلائل وبراہین شرع سے خود ہی معلوم ہے نہ یہ حسن عدل و قبح ظلم وتقدیم قاطع علی المظنون کی طرح امور ضروریہ ہیں جن پر اتفاق عقلا کی عقل خود شہادت دے نہ یہ ایسے مسائل نزاعیہ تھے جن کی نفی واثبات وبرد ومات میں فرقے بن گئے ہوں سالہا سال تحصیل فتاوی فقہائے امصار وعلمائے اقطار میں سخت بلیغ کوششیں ہوئی ہوں بعد مرور دہور وکرور عصور قرائن خارجیہ سے اتفاق اکثر کا علم حاصل ہو لیا اس کے بعد ائمہ نے بربنائے تعامل فتوٰی دیا ہو ہمیشہ لاجرم اپنے ہی قطر کے بلادِ کثیرہ میں عمل غالب کا نام عرف وتعامل رکھا اور اسی کو مبنائے احکام قرار دیا ہے انصاف کیجئے تو امر واضح ہے اور انکار مکابرہ اور شکوک بے معنی کی راہ کب بند مگر عندالانصاف جب صبح مسفر ہو تو تشکک ناپسند واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

خامسًا: این وآن پر کیوں نظر کیجئے خود حضرات علمائے کرام ہی سے نہ پوچھ لیجئے کہ عرف وتعامل سے مراد حضرات کیا ہوتی ہے صدہا جگہ علمائے مستدلین استدلال بالعرف کے ساتھ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دیار کا عرف ہے یہ فلاں بلاد کا تعامل ہے انہیں مسائل مذکورہ میں دیکھیں محقق حیث اطلق مسئلہ سوم

میں فرماتے ہیں مثلہ فی دیار ناشراء القبقاب حاوی[1] پھر خلاصہ پھر فتح پھر رد المحتار مسئلہ بست ودوم میں مثل ھذا کثیر فی الری وناحیۃ دماوند ظہیریہ وہندیہ بست وسوم میں، ان کان ذالک بہ فی موضع تعارفوا امام طاہر بن عبدالرشید پھر امام ابن الہمام پھر علامہ شامی ان کان ذالک فی موضع غلب ذالک فی اوقافھم علامہ عمر بن نجیم مسئلہ بست وچہارم میں تعورف فی الدیار الرومیہ افندی ابن عابدین دون بلادنا خادم فقہ ادنی متتبع میں اس کے نظائر غیرہ نکال سکتا ہے ثم اقول وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کرکے علمائے کرام کا وہ نفس کلام جو مسئلہ اعتبارات عرف میں ذکر فرمایا بنظر نبیہ مطالعہ کیجئے تو خود ہی شاہد عدل وحجت فصل ہے کہ عرف عام سے اُن کی مراد نہ ہرگز مستمر من زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ عرف محیط اجماعی نہ عرف اکثر مسلمین جملہ بلاد عالم کہ اوّل قطعاً مثل نص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے لکونہ تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتقریرہ کقولہ اوجب من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان الفعل یحتمل ان یکون خصوصیۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اگر نص اس کے خلاف پایا جائے ضرور صالح تعارض ہوگا اور بحال تاریخ اُسے نسخ کردے گا نہ یہ کہ قول اقدس کے مطابق تقریر اقدس کو مطلقاً رد کریں علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فتاوی فصول البدائع فی اصول الشرائع بیان ضرورت میں فرماتے ہیں اقسامہ اربعۃ (۱) ماھو فی حکم المنطوق لزومہ منہ عرفا (۲) مابینہ حال الساکت القادر کسکوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن تغییر مایعاینہ من قول اوفعل من مسلم حتی لوسکت عما سبق نہیہ کان نسخا لان تقریرہ علی منکر منکر علامہ اجل مولٰی خسرو صاحب درر وغرر مرأۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول میں فرماتے ہیں (ماقررہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ان کان مما علم انکارہ کذھاب کافر الی کنیسۃ فلا اثر لسکوتہ والا دل علی الجواز) ای جواز ذالک الفعل من فاعلہ ومن غیرہ اذا ثبت ان حکمہ علی الواحد حکمہ علی الجماعۃ فان کان مما سبق تحریمہ فھذا نسخ لتحریمہ فاضل محمد ازمیری اُس کے حاشیہ میں شرح مختصر الاصول للعلامۃ اکمل الدین سے ناقل اذا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] ذکر مسئالۃ وقف الکر والاکسیۃ تقلماسرۃ الموتی فی الخلاصۃ ثم قال المسائل الثلث فی الحاوی وانما لم نعد فیما مر لان الثانی نقلھا عن الفقیہ والفتح عنھا ولم یذکر العزو للحاوی ۱۲۔

وسلم فعل مکلف ولم ینکرہ قادرا علیہ فان کان الفعل قابلا للنسخ فان لم یسبق تحریمہ دل سکوتہ علی جوازہ وان سبق کان سکوتہ ناسخا التحریمہ اھ مختصرات اور دوم عین اجماع تو نص آحاد سے اقوی اور قطعاً مظہر ناسخ کہ نص غیر منسوخ کے خلاف اجماع محال تو اس کا حقیقتاً معارض نص واقع ہونا معقول ہی نہیں اور بظاہر ہو تو ہر گز مردود نہ ہوگا بلکہ وہی مرجح ہوگا وہ نص ناسخ کا بتانے والا وھذا معنی قولھم ان الاجماع لاینسخ ولاینسخ اما کونہ کاشفا عن ناسخ فاجماع یظھر ذالک لمن راجع ومطارحاتھم فی المسئلۃ مسلم فواتح فصل ترجیح میں ہے۔ (الاجماع) یترجح (علی النص) فواتح فصل تعارض میں ہے الاجماع مرجح ومقدم علی الکل عند معارضتہ ایاھا لانہ لایکون منسوخا بکتاب والاسنۃ ولایکون باطلا فتعین ان یکون الکتاب والسنۃ وان کانت متواترۃ منسوخۃ والاجماع کاشف عن النسخ اور سوم کی حجیت مطلقہ تامہ وافیہ پر نصوص صریحہ ناطقہ تو اس کا اضمحلال معاذ اللہ سواد اعظم کا وقوع فی الضلال اور وہ شرعاً محال ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتجتمع امتی علی الضلالۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بالجماعۃ والعامۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم الی غیر ذالک مما بلغ مجموعہ حد التواتر وقد سردناھا وتخاریجھا فی رسالتنا — فیح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین — فصول البدائع میں ہے لو ندر المخالف مع کثرۃ المتفقین کان قول الاکثر حجۃ وان لم یکن اجماعا بالجملہ مقابلہ نص میں ثانی تو مطلقاً مضمحل نہیں — اعنی الطلاق العدم اور اول بھی مطلقاً مضمحل نہیں اعنی عدم الاطلاق اور ثالث عند التحقیق ملتحق بالثانی وان قیل وقیل بعض نظائر لیجئے قرآن کریم پر اجرت لینے سے نہی میں احادیث کثیرہ وارد یہاں تک کہ حدیث اقدس میں ہے تعلیم قرآن پر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک کمان بھیجی گئی انہوں نے خیال کیا یہ کوئی مال نہیں اور جہاد میں کام دے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی فرمایا ان اردت ان یطوقک اللہ طوقا من نار فاقبلھا اگر تو چاہے کہ اللہ تعالٰی تیرے گلے میں آگ کا طوق ڈالے تو اسے لے لے۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وفی الباب عن عبدالرحمٰن بن شبل وابی ہریرۃ وعبدالرحمٰن بن عوف وابی کعب وابن بریدۃ وابی الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اور قیاس بھی اسی پر شاہد لان القربۃ متی حصلت وقعت عن العامل ولھذا یعتبر اھلیتہ فلایجوز

لہ اخذ الاجرۃ من غیرہ کالصوم والصلاۃ کما فی الھدایۃ اور ہمارے علمائے کرام کا مذہب بھی تحریم اور صدر اول میں قطعًا رواج معدوم بااینہمہ عرف حادث وضرورت کے سبب جواز پر فتوٰی ہوا بستان فقیہ امام ابی اللیث میں ہے اما اذا علم بالاجر فقد اختلف الناس فقال اصحابنا المتقدمون لایجوز اخذ الاجرۃ وقال جماعۃ من علماء المتاخرین یجوز فالافضل ان لایشترط للحفظ بل لتعلیم الھجاء والکتابۃ فلو شرط لتعلیم القراٰن ارجو ان لاباس بہ لان الناس قد توارثوا ذلک واحتاجوا الیہ اھ مختصرًا بٹائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد یہاں تک کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا من لم یذر المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللہ ورسولہ جو بٹائی نہ چھوڑے وہ اللہ ورسول سے لڑائی کا اعلان کرے رواہ ابوداؤد والطحاوی وفی الباب عن رافع بن خدیج وثابت بن الضحاک وزید بن ثابت وانس بن مالک وابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور قیاس بھی بوجوہ کثیرہ اسی کا مساعد ولہٰذا ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ باتباع جماعت صحابہ وتابعین محرمین ومانعین حرام وفاسد جانتے ہیں بااینہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتوٰی قرار پایا ہدایہ میں ہے قال ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ المزارعۃ بالثلث والربع باطلۃ وقال جائزۃ لہ ماروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن المخابرۃ وھی المزارعۃ ولانہ استیجار ببعض مایخرج من عملہ فیکون فی معنی قفیز الطحان ولان الاجر مجہول اومعدوم وکل ذلک مفسد ومعاملۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل خیبر کان خراج مقاسمۃ بطریق المن والصلح وھو جائز الا ان الفتوی علی قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامۃ بھا والقیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع اھ مختصرًا غرض ایسے تعاملات ضرور حجج مطلقہ ہیں انہیں مطلقًا مقابل نص مردود نہیں کہہ سکتے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ عرف وتعامل جس میں اُن کا کلام ہے معارضہ نص کی اصلاً طاقت نہیں رکھتا جب خلاف کرے گا رد کردیا جائے گا اشباہ میں ہے انما العرف غیر معتبر فی المنصوص علیہ پھر فتاوٰی ظہیریہ سے نقل کیا محمد بن الفضل یقول السرۃ الی موضع نبات الشعر من العانۃ لیست بعورۃ لتعامل العمال فی الابداء عن ذلک الموضع[۱] عند النزع ففی النزع عن العادۃ الظاھرۃ نوع حرج وھذا ضعیف وبعید لان التعامل بخلاف النص لا یعتبر انتھی بلفظہ اھ اُسی میں فتاوٰی بزازیہ سے لکھا فی اجارۃ الاصل استاجرہ

لیحمل طعامہ لقفیز منہ فالاجارۃ فاسدۃ وکذا اذا دفع الی حائک غزلا علی
ان ینسجہ بالثلث ومشائخ بلخ وخوارزم افتوا بجواز اجارۃ الحائک للعرف وبہ
افتی ابوعلی النسفی ایضا والفتوٰی علی جواب الکتاب لانہ منصوص علیہ فیلزم
ابطال النص اھ باختصار قدوری وغیرہ متون باب الربا میں ہے مالم ینص علیہ فھو
محمول علی عادات الناس اھ قلت فدل بمفھومہ ان مانص علیہ لم یحمل
علیھا ہدایہ کتاب الاجارہ میں ہے ھو المعتبر فیما لم ینص علیہ کفایہ شرح ہدایہ باب الربا
میں ہے۔ تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاھم علی ماتعارفوا فی
ذالک بمنزلۃ النص منہ فلا یتغیر بالعرف لانہ لایعارض النص غایۃ البیان کتاب الاجارہ
میں فتاوی صغری کتاب المزارعۃ سے ہے فرق الحاکم عبدالرحمٰن فی الجامع الصغیر بین[1]
ھٰذا بین قفیز الطحان بان قفیز الطحان منصوص علیہ فلا یمکن تغیرہ بالتعامل
اما ھٰذا فلیس منصوصا علیہ فیعتبر فیہ التعامل نشر العرف میں امام ابن الہمام سے ہے
لا اعتبار للعرف المخالف للنص لان العرف قد یکون علی باطل بخلاف النص
اُسی میں ذخیرہ سے ہے ھٰذا بخلاف مالو تعامل اھل بلدۃ قفیز الطحان فانہ لا یجوز
ولا تکون معاملتھم معتبرۃ لانا لو اعتبرنا معاملتھم کان ترکا للنص اصلا
وبالتعامل لا یجوز ترک النص اصلا الخ ردالمحتار کتاب الوصایا میں ہے العرف اذا
خالف النص یرد بالاتفاق بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی بدلائل قاطعہ واضح ہوا کہ علمائے کرام جس عرفِ عام
کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اُس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہوسکتا ہے وہ یہی عرف
حادث شائع ہے کہ بلادِ کثیرہ میں بکثرت رائج ہو نہ عرفِ قدیم زمانِ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ
نہ عرف محیط جمیع عباد تمام بلاد نہ عرف اعم سواد اعظم کہ اولین بالاجماع اور ثالث علی التحقیق امکانًا یا وجوبًا
مقدم علی النص ہیں نہ زمان مشائخ میں ثانیین کی طرف نظر فی الواقع ونفس الامر اُن کا گواہ نہ راہ فروع
اُن پر ملتئم نہ کلام ان پر حاکم ہاں عرف خاص کہ صرف دو ایک شہر کے لوگوں کا تعارف ہو مذہب ارجح
میں صالح تخصیص نص وترک قیاس نہیں اور عرف نادر کہ معدودین کا عمل ہو بالاجماع اُس کے مقابل نہیں
ہاں صرف صورتِ حکم بتانے کے لئے جس میں کسی حکم شرعی منصوص یا مقیس کی اصلا مخالفت یا تغیر نہ ہو نہ

---

[1] ای المزارعۃ بالنصف والربع ۱۲ الفقیر المجیب

کلیتّہً تخصیصًا ہر عرف مطلق مقبول اگرچہ ایک ہی شخص کا عرف فرد ہو اعیان و نذور و اوقاف و وصایا وغیرہ میں معانی الفاظ کا عرف پر مدار اسی باب اخیر سے ہے و لہٰذا فتاوٰی علامہ قاسم میں فرمایا التحقیق ان لفظ الواقف والموصی والحالف والناذر وکل عاقد یحمل علی عادتہ فی خطابہ ولغتہ التی یتکلم بھا وافقت لغۃ العرب ولغۃ الشارع اولا یہ ہے بحمد اللہ ومنہ وکبیر لطفہ وکرمہ وہ تحریر مسئلہ جسے تمام کلمات علمائے کرام کا عطر و محصل کہئے اور بفضلہ تعالیٰ کسی تقریر و تاصیل و تفریع کو اُس کے مخالف نہ دیکھئے وقد کنت اری فی الباب مباحث الاشباہ وکلمات ردالمختار من مواضع عدیدۃ فلا اجد فیھا مایفید الضبط ویزول بہ الاضطراب والخبط وکان العلامۃ الشامی کثیرامایحیل المسئلۃ علی رسالتہ نشر العرف فکنت تواقا الیھا مثل جمیل الی بثینۃ فلما رأیتھا وجدتھا ایضالم یتحرر لھا مایکفی ویشفی ولم یتلخص فیھا ماترتبط بہ الفروع وتاخذ کلمات الائمۃ بعضھا بحجز بعض ولکن ببرکۃ مطالعتھا فی تلک الجلسۃ فتح

مسئلہ (۸) از بنارس محلہ جمال ٹولہ مرسلہ ماسٹر بدر الدین ۴ رجب ۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے قرض لے کر اپنے نکاح کی تقریب میں خرچ کیا اور ایک ڈگری کو بھی جو عدالت دیوانی سے اُس پر جاری ہوئی تھی بے باق کیا بعدہ اُس نے اپنا حق وحصہ موروثی جائداد کا دو سو کا قرار دے کے اس زوجہ کے دین مہر میں جو ساڑھے پانسو کا تھا بیع کرکے رجسٹری کرا دیا بیعنامہ میں زید نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر میری جائداد اور قرار پاوے تو بقیہ مہر اُس سے ادا کیا جاوے زید فوت ہوگیا اور اس کی کوئی دوسری جائداد نہیں ہے اس وقت تقسیم جائداد موروثی کے واسطے اور ان انواع واقسام کے نزاع کے واسطے جو درمیان فریقین ہیں جو پنچ مقرر ہوتے ہیں قرضہ دہندوں نے پنچوں کے یہاں درخواست کی ہے کہ متوفی کی جائداد سے دلایا جاوے زید نے بیوی اور ایک پسر نابالغ چھوڑا ہے بینوا توجروا۔

الجواب :- اگر زید نے اپنی کل جائداد بحالت صحت نفس وثبات عقل اپنی زوجہ کے مہر میں بیع کردی اور باقی قرض خواہوں کو کچھ نہ دیا تو اگرچہ زید پر بحال بدنیتی گناہ ہو مگر قرض خواہوں کو اس جائداد سے کہ اب ملک زوجہ زید ہے اصلا مطالبہ کا اختیار نہیں اُن کا مطالبہ آخرت پر رہا ہاں اگر اس کے سوا اور جائداد یا مال زید کا ثابت ہو تو اُس میں تو قرض خواہ حصہ رسد حقدار ہوں گے اور زید کا بیعنامہ میں لکھنا کہ اُس سے بھی بقیہ مہر ادا کیا جائے مسموع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۹) از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید نے بکر کو روپیہ بوعدہ ادائے مال کسی قسم کے دیا بکر نے بموجب وعدہ روپیہ کے عوض میں تھوڑا مال روپیہ سے ادا کیا اور کچھ روپیہ زید کا ذمہ بکر کے باقی رہا بعد ازاں بکر فرار ہوگیا یا فوت ہوگیا یا نادار ہوگیا اب زید کو بکر کے عوض کا روپیہ خالد سے بلا رضامندی خالد کے بوجہ کسی قسم کے دباؤ کے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کرلی تھی نہ اُس کا مطالبہ اپنے اُوپر اُتار لیا تھا نہ خالد کو بکر کا مال وراثۃً پہنچا تو اُس کو بکر کے مطالبہ میں ماخوذ کرنا محض ظلم وغصب ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۰) مسئولہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ صاحب بریلی محلہ نوابان ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک یا چند اشخاص کے زر نقد کا قرض دار رہے جو اس کی آمدنی ہوتی ہے وہ اُس کو بفراغت خرچ کر ڈالتا ہے اور زیادہ دستیاب ہونے پر عمارت بنوانے وتجارت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے تقاضہ اور وعدہ ہونے پر بھی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا ہے قرضہ بڑھانے کے خیال میں رہتا ہے اس عمل پر چند مثالیں اُن بزرگان بے نفس کی کہ جو اتفاقیہ جزوی قرض دار رہے ہوں یا کسی مجبوری سے قرضہ کی حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے ہوں زید اپنی صفائی میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وعدہ کر لینا میرا کام تھا اور پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے پس قرضہ کو بزرگانِ دین پر اور وعدہ پر قرضہ کی ادائیگی کی فکر نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ پر منسوب کرنا کیسا ہے اور اگر اسی ٹال مٹول میں قرضخواہ وقرضدار دونوں فوت ہوگئے تو یوم جزا اور روزِ حساب کیا اور کیونکر اس کا معاملہ طے ہوگا۔ عند اللہ جواب تفصیل عطا فرمایا جاوے۔

الجواب:- حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لی الواجد یحل عرضه ومطل الغنی ظلم ہاتھ پہنچتے ہوتے کا ادائے دین سے سرتابی کرنا اُس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے یعنی اُسے بُرا کہنا اُس پر طعن وتشنیع کرنا جائز ہو جاتا ہے اور غنی کا دیر لگانا ظلم ہے اشباہ والنظائر میں ہے خلف الوعد حرام وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اٰیة المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان الاحادیث فی المعنی کثیرة۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب

اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے صورت مستفسرہ میں زید فاسق و فاجر مرتکب کبائر ظالم کذّاب مستحق عذاب ہے اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے اگر اس حالت میں مرگیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا اس کی نیکیاں اُن کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی تقریبًا تین پیسہ دین کے عوض سات سو نمازیں باجماعت کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار والعیاذ باللہ العزیز الغفار جب اس کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں گے ویلقی فی النار اور آگ میں پھینک دیا جائے گا یہ حکم عدل ہے اور اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں اور سلف صالحین کے احوال طیبہ کو اپنے ان مظالم کی سند قرار دینا اور زیادہ وقاحت اور دین متین پر جرأت ہے اُس پر فرض ہے کہ اپنے حال پر رحم کرے اور دیون سے پاک ہو موت کو دُور نہ جانے آگ کا عذاب سہا نہ جائے گا اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے اور زید کا روپیہ بکر کے ذمہ ہے عمرو نے بطور خود بلا حوالہ زید بکر سے وہ روپیہ کہ جو اُس پر زید کا آتا تھا اپنے قرضہ میں جو زید پر تھا لے لیا اور بکر نے بلا حوالہ وبغیر اجازت زید عمرو کو وہ روپیہ دے دیا اب بکر زید کا روپیہ دیتے وقت وہ روپیہ کہ جو عمرو کو زید کے قرض میں بغیر اجازت زید دے چکا تھا وضع کرتا ہے اور زید اس کے مجرا دینے سے انکار کرتا ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اُن روپیوں کے مجرا لینے کا مستحق ہے یا نہیں اور زید پر اُن کا مجرا دینا لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- اس صورت میں بکر اُن روپوں کے مجرا لینے کا مستحق نہیں نہ زید پر اُن کا مجرا دینا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۲)

۲۹ ربیع الاول شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۳ھ از کلکتہ نمبر ۴۵ کولوٹولہ اسٹریٹ۔

ایک خاص کمپنی جس کے مالک ومختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس۳۰ برس کی عمر سے پینتالیس۴۵ سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھہتر۷۶ روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزرنے کے بعد اُس کو کمپنی ایک ہزار دے گی معاہدہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلًا دو مہینے یا دو سال چار سال کے بعد وہ شخص مرگیا تو یہی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی رقم معینہ مذکورہ سالانہ کی تعداد کامل پندرہ سال کی مجموعہ گیارہ۱۱ سو سینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ

روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ صورت قمار کی ہے اور میعاد عمر وہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے حدیث میں فرمایا اعمار امتی مابین الستین الی السبعین اور بحال حیات ظاہر ہے کہ اکیس سینتالیس روپے آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائز نہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۳) مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۳۵ھ

ایک مسلمان نے اپنا مکان ظاہر کرکے ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کردیا اور جب تحقیق کی گئی تو وہ مکان ایک ہندو جو مرگیا اُس کا نکلا فروشندہ نے دھوکہ سے بوجہ رہن ملک خود ظاہر کرکے بیچ کردیا اور متوفی کی صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے تو مشتری کا یہ عمل شریعت میں قابلِ مواخذہ تو نہیں ہے اور وہ اُس مکان کو ملک اپنی تصور کرے گا یا نہیں یا روپیہ اپنا واپس لے سکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ فتوی اس پر ہے کہ اس زمانہ میں جنس غیر سے بھی دین وصول کرسکتے ہیں جبکہ وہ ہندو اس کا مدیون تھا اور مرگیا تو یہ اُس مکان کو اپنے دین میں لاسکتا ہے اگر اس کی قیمت دین کے برابر یا دین سے کم ہے جب تو ظاہر ہے اُس نے جو مکان کو اپنا ظاہر کرکے بیع کیا بیع صحیح ہوئی مشتری مالک ہوگیا ہاں اگر قیمت مکان دین سے زائد ہے تو بقدر قیمت اس کی ملک ہوسکتا ہے اپنا دین اُس سے وصول کرے اور جو زائد بچے فقراء پر تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۴) از نگریا سادات ڈاکخانہ میر گنج ضلع بریلی محمد تقی صاحب ۷ شوال ۳۵ھ

زید کے ستّر روپے تمسکی سود کے عمرو کے ذمہ واجب الادا تھے عمرو نے قضا کی اس کے ورثا نے زمین مکفول کو ایک عرصہ تک زید کے قبضہ میں چھوڑ کر روپیہ ادا کردیا لیکن تمسک بوجہ عزیزداری و یگانگت کے زید سے حاصل نہ کیا ورثائے عمرو نے اُس جائداد کو بدست دیگر اشخاص بیع کردیا زید نے اس بیع میں کچھ مزاحمت بوجہ اس کے کہ اُس کا مطالبہ وصول ہوچکا تھا نہیں کی مسماۃ ہندہ پھوپھی عمرو نے بھی سو روپے زید سے تمسکی قرض لئے تھے۔

بکر شوہر مسماۃ ہندہ نے از راہِ طمع نفسانی کہ لشمول چند کسان بہ تقرر حصص باہمی نوشتہ عمرو موسومہ زید کو براہِ چالاکی و فریب دہی خالہ زید سے حاصل کرکے نالش موسومہ عمرو منجانب زید دائر کی اور بعد حصول ڈگری تمام زر ڈگری حاصل کرنا چاہا جس سے زید بلاوجہ بے ایمان و دغاباز مشہور ہوکر زبانِ زد خلائق ہوا جب زید نے اپنے کو بلاوجہ متہم ہوتے دیکھا تو کل مطالبہ زر ڈگری خود وصول کرلیا اور فرضی اشخاص نالش مثل بکر وغیرہ

کو کچھ نہیں دیا زید نے مسماۃ ہندہ پر اپنے روپے کی نالش کی بکر شوہر مسماۃ ہندہ نے منجانب مسماۃ مذکورہ کچہری میں بذریعہ اظہار حلفی بیان کیا کہ تمسک کا لکھنا صحیح ہے مگر داد دست روپے کی نہیں ہوئی روپیہ ہم نے نہیں لیا ہے۔ فرضی لکھدیا ہے اس کا کاتب بکر شوہر مسماۃ ہندہ کا تھا چونکہ تاریخ فیصلہ التوا ہوگئی تھی سب عزیز و اقارب نے باہمی فیصلہ کی بابت کہا تو بکر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک اُس ڈگری موسومہ عمرو میں ہمارے حصہ کا روپیہ نہ دیں گے ہم اُس روپے سے قطعی انکار کریں گے پھر ہم نے یہ روپیہ اُس میں مجرا کرلیا چنانچہ ایسا ہی ہوا حسب شریعت یہ صورت اُس زر جائز متصور ہوگی یا نہیں یا ہندہ تا یوم النشور مواخذہ دار ادا کی رہے گی۔

الجواب:- وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمرو نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام وخبیث ہوا وہ سب کے سب مستحق نار ہوئے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اب یہ کارروائی جو بکر نے اپنی زوجہ کی طرف سے کی یہ بھی حرام در حرام ہے دائن کا دین مار لینا حرام اور اُس حرام وخبیث روپے میں جو زید سے حاصل کئے حصہ مانگنا حرام اس نجس کارروائی سے عمرو کا یہ روپیہ جو ہندہ پر ہے اگر مارا بھی گیا تو ہندہ حشر تک اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵) از لکھیم پور کھیری مرسلہ عباد اللہ خیاط ۲۵ جمادی الاولٰی ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری ماں نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے والد نے ایک بقال مشرک سے مبلغ بیس۲۰ روپے بوعدہ چوبیس روپے قرض لیا تھا جس کو عرصہ تخمینًا تیس۳۰ برس کا ہوگا۔ اس کے چند روز بعد کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کرپائے تھے اُن کا انتقال ہوگیا بقال مذکور سے والدہ نے کہا کہ میں محنت کرکے ادا کروں گی کیونکہ کوئی سرمایہ اس وقت موجود نہ تھا بقال نے یہ کہا تھا کہ یہاں خود ہی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے میں کیا لے لوں ہم سب بہن بھائی چھوٹے تھے میں شیر خوار تھا اب والدہ صاحبہ کے فرمانے پر مجھے خیال ہوا کہ میں بفضلہ تعالٰی بطفیل نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت اس قابل ہوں کہ اُن کا قرض معلوم ہونے پر ادا کروں بدریافت معلوم ہوا کہ جس سے قرض لیا تھا وہ مرگیا اور اس کا لڑکا بھی مرگیا جس ضامن مسلمان کی معرفت لیا تھا اُن کا بھی انتقال ہوگیا یہ بھی نہیں معلوم کہ انہوں نے تو ادا نہیں کردیا والدہ کو اس کا بھی علم نہیں ہے ایک سال سے برابر دریافت، تلاش کی کہ اس کے وارث کا پتہ مل جائے تو ادا کروں اب تک کوئی وارث اس کا نہیں معلوم ہوا ایسی حالت میں شرع شریف

سے کیا حکم ہے کہ میرے باپ پر قیامت میں اس قرض کا بار نہ رہے بقّال سے ہمیشہ بلا سودی لین دین تھا
سو اس روپیہ کے بینوا توجروا

الجواب :- جبکہ یہ قرض تھا آپ کے والد پر اصلاً بیس ۲۰ روپے واجب الادا تھے قال اللہ تعالیٰ
یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ اور جبکہ پہلے کبھی اس سے سود وغیرہ کوئی رقم ناجائز نہ لی تھی تو اس کے کل یا بعض اس سے مجرا بھی نہیں ہو سکتے اس کا یہ کہنا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے میں کیا لوں آپ کے والد کو مطالبہ سے بری کرنا نہیں تھا ضامن اگر ادا کر دیتا تو اس ضامن مسلم کا دین رہتا وہ اس سے آسان تھا یہاں وہ بھی معلوم نہیں لیکن جب کہ بنیا اور اس کا بیٹا بھی مر گیا اور اس کے وارث کا پتہ نہیں یہ مال فقراء کے لئے ہوا آپ کسی مسلمان فقیر کو کہ مالک نصاب نہ ہو بیس ۲۰ روپے دے دیجئے نہ اس نیت سے کہ اس کافر کو ثواب پہنچے کہ یہ حرام بلکہ کفر ہے بلکہ اپنے والد پر سے مطالبہ اتارنے کی نیت کیجئے یہ فقیر غیر شخص ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر آپ کی والدہ چھپن روپے کے مال کی مالک نہ ہوں تو انہیں کو اس نیت سے دے دیجئے کہ بیس ۲۰ روپے اس بنئے کے جو والد پر قرض تھے اور وارث کوئی نہ رہا وہ قرض ادا کرتا ہوں بعونہ تعالیٰ وہ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۶) از رامپور بلاسپور دروازہ مرسلہ حضرت مولانا مولوی سیّد زادہ احمد میاں صاحب۔ دامت برکاتہم — ۱۵ ر شوال ۳۷ھ

بملاحظہ گرامی حضرت مولانا صاحب۔ دامت برکاتہم۔ بعد ہدیہ سلام مسنون مُدعا نگار ہوں۔ یہ خط میرے ملنے والے نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے استفتاء کا جواب جو خط کے آخر میں ہے جناب کے دار الافتاء سے منگا دوں بنظر سہولت میں بجنسہ وہ خط روانہ خدمت عالی کر کے مستدعی ہوں کہ جواب باصواب بحوالہ کتاب مرحمت ہو میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہوں اور امید ہے کہ حضرت کا مزاج بھی قرین صحت ہوگا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو شخص بکر وخالد سے روپیہ قرض لیا عدم ادائیگی پر بکر قصّاب نے زید پر نالش کی۔ زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کر دیا خالد کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلوایا جائے کچہری کا حکم ہے کہ ڈگری زید پر ہوا ور روپیہ خالد کو بکر سے دلایا جاتے

الجواب :- حضرت والا دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سوال بہت مجمل ہے دو ۲ شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے سو روپے بکر نے الگ دیئے خالد نے الگ - سو بکر لایا سو خالد وہ ملا کر دونوں نے زید کو دیئے۔ دو سو روپے خالد وبکر کے شرکت عقد کے تھے وہ انہوں نے اسے دیئے۔ اگر یہ

نالش یکجائی ہے تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی وہ جب بھی محتمل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتا دینا خلاف مصلحت لہٰذا سائل کو تعیین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہیئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

مسئلہ (۱۷) از مقام چالیس گاؤں خاندیس مرسلہ ابراہیم خاں سوداگر چرم یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے اوپر مہر کا دعویٰ میرے سالے مظہر علی خاں نے کیا ہے اور میری بیوی دو برس کے قریب ہوا کہ فوت ہو چکی ہے اور دعویٰ مدعی میں تحریر کیا ہے کہ میری بہن نے مہر جو مبلغ پانچ سو روپے کا تھا فروخت کیا ہے اور مقدمہ زیر تجویز کچہری ہے آیا فروخت کرنا مہر کا جائز ہے یا نہیں اور مظہر علی خاں جو میرا سالہ ہے اس کو دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: مہر اور دیون کے مثل ایک دین ہے اور دین کی بیع غیر مدیون کے ہاتھ باطل ہے لہٰذا اس بنا پر مدعی کو دعویٰ کا اصلاً حق نہیں ہاں اگر اسے اپنی بہن کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہو تو اپنے حصے کا دعویٰ کرے وہ جدا بات ہے اشباہ والنظائر میں ہے بیع الدین لا یجوز ولو باعہ من المدیون او وھبہ جاز اسی طرح فتاویٰ بزازیہ وغیرہا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۸) از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ متوفیہ یا زندہ کا مہر ایک ساتھ ادا نہ کر سکے تو اس کو حاکم شرع بذریعہ قسط ادا کرنے کے لئے حکم کر سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: زندہ کے واجب الادا مہر کی قسط بندی اس کی مرضی سے ہو سکتی ہے اور مردہ کے مہر کی قسط بندی اس کے وارثوں کی مرضی پر ہے حاکم اس پر جبر نہیں کر سکتا فان الحق لہا اولھم لا للقاضی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاشربہ

مسئلہ ماہ صیام عظام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

بضرورت دوا قلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ و سرور یا عقل و حواس میں تغیر و فتور اصلاً نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت لگا لیتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ رد المحتار میں ہے البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما القلیل فان کان للھو حرام وان للتداوی فلا اھ ملتقطا کھانے والے کی خاص نیت سے خدا کو خبر ہے بعض دوا کا نرا بہانہ بہانہ ہی کرتے ہیں۔ انہیں مفتی کا فتوی نفع نہ دے گا۔ وَاللہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور اس خبیث چیز کی بد خو ہے کہ چند روز میں گھر کر لیتی ہے اور پھر چھڑائے نہیں چھوٹتی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے۔ یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا افیونی کر لیتی ہے والعیاذ باللہ تعالی اطبا لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلیوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں اس کے سوا دوسری کسی بلا سے نہیں بھرتے ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے کما نقلہ العلامۃ الشامی عن تذکرۃ داؤد الانطاکی حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی ضرورت شدیدہ ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جز شریک کر لیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو اس تقدیر پر اس کی صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہو جائے گی اور موضع تہمت پر وقوف بھی نہ ہوگا حدیث نقل کرتے ہیں من کان

یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التہم حدیث میں ہے ایاك ومایسوء الاذن حدیث میں ہے ایاك ومایعتذر منہ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

رسالہ

حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان

۱۳ ھ

مسئلہ (۲۰) ۶ ماہ رمضان المعظم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے۔

الجواب

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دُنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادہما اللّٰہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا[۱] یا احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی کماعرض للکثیر من المتکلمین علیہ فی بدء ظہورہ قبل اختبارہ ووضوح امرہ فقیل مسکر وقیل مضر[۱] وقیل مفتر مطلقا کالسموم وقیل[۲] یا بعض احوال عارضہ بعض فساق تمباکو نوشوں کی نظر پر مبنی کقول من قال انہ مما یجتمع علیہ الفساق کاجتماعہم علی المحرمات وقول آخر انہ یصد عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوٰۃ[۳] یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد وبعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر اعصار وامصار کو ہرگز شامل نہیں کمن احتج بالنہی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ النابلسی[۴] یا محض مفتریات کاذبہ ومخترعات ذاہبہ پر متفرع کتہور من تخصوہ ان کل دخان حرام وجعلہ حدیثا عن سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام وکجرأۃ من قال اجمعوا علی حرمتہ والاجماع حجۃ فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور

---

[۱] والافلا دواء ولا غذاء بل ولا شیئ فی عالم الخلق من ھذا القبیل متمحضا للنفع خالصا عن الضرر حتی الشہد الذی نطق القرآن العزیز بان فیہ شفاء للناس والبان البقر المنصوص فی الاحادیث انہا شفاء ۱۲ منہ

عامۂ اُمّت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوٰ باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں
گڑھتے بناتے ہیں میں نے اُن کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ من شرب الدخان فکانما
شرب دم الانبیاء جس نے حقّہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا اور دوسری حدیث یوں تراشی من شرب الدخان فکانما
زنی بامہ فی الکعبۃ جس نے حقّہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
جہل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اور حدیث متواتر من کذب علی متعمدا فلیتبوّء مقعدہ من النار کا
اصلا دھیان نہ لایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا
ٹھکانا جہنم بنالے۔ اللّٰھم تب علینا وعلیہ ان کان حیا واغفرلنا ولہٗ ان کان میتا[۱] قواعد شرع میں بیغوری
اور نظر و فکر کی بیطوری سے پیدا اکزعم من زعم انہ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ ومنہ زعم
ان فیہ استعمال اٰلۃ العذاب یعنی النار وذلک حرام وھذا من البطلان بابین مکان
فیما نسب الیہ
قالہ المحدث الدھلوی[۱]
باستعمال الماء المعذب بہ قوم نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام قلت وفی الترویح بالمراوح
بزیادۃ
استعمال اٰلۃ عذاب عاد واما اصلاح العصری اللکھنوی[۲]
قید علی ھیأۃ اھل العذاب فاقول لایجدی نفعا والا لم یجز الاغتسال بماء حار
قال تعالٰی یصب من فوق رؤسھم الحمیم وماذا یزعم الزاعم فی دخول الحمام
افیکون علی ھذا حراما منھیا عنہ لذاتہ بل من الکبائر اما مطلقا علی ما اختارہ ھذا الفاضل
من کون تعاطی المکروہ تحریما من الکبائر او بعد الاعتیاد علی ما علیہ الاعتماد من
کونہ فی نفسہ من الصغائر وذالک لان الحمام کما افاد العلامۃ المناوی فی التیسیر اشبہ
شیئ بجھنم النار من تحت والظلام من فوق وفیہ الغم والحبس والضیق ولذا لما
دخلہ سیدنا سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام تذکر بہ النار وعذاب الجبار اخرج
العقیلی والطبرانی وابن عدی والبیہقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ
تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اول من دخل الحمامات وصنعت
لہ النورۃ سلیمن ابن داؤد فلما دخلہ وجد حرہ وغمہ فقال اوّہ من عذاب اللہ اوّہ قبل
ان لاتکون اوّہ قلت وبھذا یرد حدیث التشبہ باھل النار وحدیث الملابسۃ
بالنار کما لایخفی علی اولی الابصار۔ ولہٰذا علمائے محققین واجلۂ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد

(۱) المراد بہ مولانا الشاہ عبد العزیز المحدث الدھلوی (۲) المراد بہ المولوی عبد الحی اللکھنوی

تنقیح کار دامعان افکار اُس کی اباحت کا حکم فرمایا وھو الحق الحقیق بالقبول علامہ سیدی احمد حموی، غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں یعلم منہ حل شرب الدخان اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبدالغنی بن علامہ اسمعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں من البدع العادیۃ استعمال التتن والقھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انہ لا وجہ لحرمتھما ولکراھتھما فی الاستعمال الخ بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی علامہ محقق علاء الدین دمشقی درمختار میں عبارت اشبا نقل کرکے فرماتے ہیں قلت فیفھم منہ حکم التتن شامی میں ہے وھو الاباحۃ علی المختار یعنی اس سے تنباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں پھر فرمایا وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقالہ بالثوم والبصل بالاولٰی ہمارے استاد عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہراکر مکروہ رکھا علامہ سیدی ابوالسعود پھر علامہ سیدی احمد طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا لایخفی ان الکراھۃ تنزیھیہ بدلیل الالحاق بالثوم والبصل والمکروہ تنزیھا یجامع الجواز پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن اور پیاز کی اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ علامہ حامد آفندی عمادی بن علی آفندی مفتی دمشق الشام فتاوی مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین احمد بن محی الدین حیدر کردی جزری رحمۃ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناولہ مع ان تحلیلہ ایسر من تحریمہ وماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الااختار ایسرھما واما کونہ بدعۃ فلا ضرر فانہ بدعۃ فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمتہ امر عسیر لایکاد یوجد لہ نصیر حلت قلیان پر فتوٰی دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں معہذا اُس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو اُن میں زیادہ آسان ہوتا اُسے اختیار فرماتے رہا اُس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یاور ملتا نظر نہیں آتا۔ علامہ خاتمۃ المحققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابد بن شامی قدس سرہ السامی رد المحتار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں للعلامۃ الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالۃ فی حلہ نقل فیھا انہ

افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ علامہ شیخ علی اجھوری مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے اس کی حلت پر فتوٰی دیا۔ پھر فرماتے ہیں قلت والف فی حلہ ایضا سیدنا العارف عبدالغنی النابلسی رسالۃ سماھا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان وتعرض لہ فی کثیر من تالیفاتہ الحسان واقام الطامۃ الکبرٰی علی القائل بالحرمۃ او بالکراھۃ فانھما حکمان شرعیان لابد لھما من دلیل ولادلیل علٰی ذالک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت لہ منافع فھو داخل تحت قاعدۃ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وان فرض اضرارہ للبعض لایلزم منہ تحریمہ علٰی کل احد فان العسل یضر باصحاب الصفراء الغالبۃ وربما امرضھم مع انہ شفاء بالنص القطعی ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ اوالکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشروع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنہ سواء کان ممن یتعاطاہ اولا کھذا العبد الضعیف وجمیع من فی بیتہ ان یقول ھو مباح لکن رائحتہ تستکرھھا الطباع فھو مکروہ طبعا لاشرعا الی اخر ما اطال بہ رحمہ اللہ تعالٰی حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالٰی نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان نام رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیسہ میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت کبرٰی قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جن کے لئے دلیل درکار۔ اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اُس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اُس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت ثابت نہیں ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد اُنہیں نقصان کرتا ہے بلکہ بارہا بیمار کردیتا ہے باآنکہ وہ بنص قرآنی شفا ہے اور یہ احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کرد یجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بنفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف فرمایا جب تک کہ نص قطعی نہ اُترا تو آدمی کو چاہیئے جب اس سے حقہ کے بارے میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتوٰی اباحت ہی پر دیتا ہوں)، ہاں اُس کی بو طبیعت کو

ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے **بالجملہ** عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصا ایسی حالت میں کہ عجماً وعرباً وشرقاً وغرباً عام مومنین بلاد وبقاع تمام دُنیا کو اس سے ابتلاہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامۂ اُمّت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرّا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علّامہ جزری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا **اقول** ولسنا نعنی بهذا ان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعا وماضاق امرا الا اتسع فاذا وقع ذالك فی مسئلة مختلف فیها ترجح جانب الیسر صونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا کما هو جار فی باب الطهارة والنجاسة کذالك فی باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه کما فی مسئلة المخابرة وغیرها مع تنصیصهم بانه لایعدل عن قوله الی قول غیره الا لضرورة بل هو من مجوزات المیل الی روایة النوادر علی خلاف ظاهر الروایة کما نصوا علیه مع تصریحهم بان مایخرج عن ظاهر الروایة فهو قول مرجوع عنه ومارجع عنه المجتهد لم یبق قولا له وقد تشبث العلماء بهذا فی کثیر من مسائل الحلال والحرام ففی الطریقة وشرحها الحدیقة فی زماننا هذا لایمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی به الائمة وهو مااختاره الفقیه ابو اللیث انه ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول هدیته ومعاملته والا لا اھ ملخصا وفی ردالمحتار من مسئلة بیع الثمار لایخفی تحقق الضرورة فی زماننا ولاسیما فی دمشق الشام وفی نزعهم عن عادتهم حرج وماضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الروایة اھ ملخصا وفی مسئلة العلم فی الثوب هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ وفیه من کتاب الحدود ومقتضی هذا کله ان من زفت الیه زوجته لیلة عرسه ولم یکن یعرفها لایحل له وطؤها مالم تقل واحدة او اکثر انها زوجتك وفیه حرج عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة اھ ملخصا الی غیر ذالك من مسائل یکثر عدها ویطول سردها فاندفع ماعسی ان یوهم من قول الفاضل اللکنوی ان عموم البلوی انما یؤثر فی باب الطهارة والنجاسة لا فی باب الحرمة والاباحة صرح

به الجماعة اھ ہاں بنظر بعض وجوہ اُسے تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابوالسعود و علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے الحاقاً بالثوم والبصل افادہ فرمایا علی مراء فیه لبعض الفضلاء مع کلام فی ذالک المراء علامہ شامی فرماتے ہیں الحاقه بما ذکر ھو الانصاف **اقول** یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا کما جزم به الفاضل اللکنوی فی فتاواہ وتردد فیه فی رسالة واضطرب فیه کلام المحدث الدھلوی (ھو مولانا الشاہ عبد العزیز المحدث الدھلوی) فیما نسب الیه فاوھم اولا انه یوجب کراھة التحریم وعاد آخرا فقال التنزیه سراسر خلاف تحقیق ہے **ثم اقول** پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولٰی ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرۂ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللکنوی وتبعه السید المشھدی ثم الکرودی سخت لغزش و خطائے فاسد ہے یارب مگر وہ گناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمّٰی به جمل مجلیه ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیه تحریر کی وباللہ التوفیق **ثم اقول** یوہیں ما نحن فیه میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کردینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی محض نامقبول قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے ومن ادعی فعلیه البیان خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حقہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں حیث قال اما المحققون القائلون بکراھته تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالروایات الفقھیة مثل ما قال صاحب الدر المختار الخ اور اسی میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیھا اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اُسے تحریر انیق و تقریر شفیق و صحیح المبانی و مستحکم المعانی و موافق روایات و مطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غایة الاستحسان ما نثر بانیه من جواھر لآلیه فی مبانیه ومعانیه فرمایا تو ظاہراً دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اُس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اُس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش و مضمحل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہر جہت صحیح ہی مانیے تو

تو رسالہ تلمیذ کی مدح و تقریظ مناقض و معارض ہوگی وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباعِ حق ہے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمرو واللہ الہادی وولی الایادی۔

الحاصل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و حق تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح اور غایت درجہ صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں اور جو پیتے ہیں بُرا نہیں کرتے فان الاساءۃ فوق کراھۃ التنزیہ کما حققہ العلامۃ الشامی الشافی البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں بے شک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ احمد وابوداؤد بسند صحیح عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں نمکین بسکٹوں میں منشی تاڑی بغرض خمیر ملائی جاتی ہے شیرین میں نہیں مگر میدہ گوندھنے کے ظرف دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے نمکین بسکٹ کے سیر بھر آٹے میں پاؤ بھر تاڑی ملائی جاتی ہے نمکین کا کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

جو بہتی چیز نشہ رکھتی ہو مذہب صحیح میں اس کا قطرہ قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے ھذا ھو قول محمد وھو الصحیح وعلیہ الفتوی پس صورت مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں اور شیریں میں تین صورتیں اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اُس نجاست کے اجزا ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و ناپاک اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں مثلاً اُنہیں التزام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو دست و ظروف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیرین کا میدہ گوندھتے بناتے ہیں اگرچہ اس دھونے سے اُن کی نیت تطہیر کی نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکینی نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزا دست و ظروف سے زائل ہو جاتے ہیں تو شیرین مطلقاً حلال و طیب اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو شست و شو نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ناکافی و ناقابل تطہیر مگر دوسرے دن جو بنانا شروع

ہوتا ہے تو رات کے باسی برتن خوب دھولئے جاتے ہیں اور ہمیشہ پہلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کبھی نمکین کبھی شیرین سے ابتدا کرتے ہیں تو اس صورت میں شیرین کا معاملہ محتمل رہا ممکن کہ بعد تطہیر پہلے ہی بنے ہوں ممکن کہ پہلے نمکین بن کر یہ بلاتطہیر بنائے گئے اور ان میں اجزائے نجاست مل گئے ہوں اس تقدیر پر جن خاص میٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں خلط نجاست واقع ہوا وہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہوا وہ طیب حلال جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو اُنہیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے فان الاصل ھو الحل والطھارۃ فلا یعارضہ الاحتمال ولیس للیقین بالشک زوال ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی دودھ دہی ملائی وغیرہا اشیاء کا ہوگا کہ کھانا حلال اور بچنا بہتر فتوی جواز اور تقوی احتراز۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں اُنہیں مسکر تاڑی ڈالنے کا التزام ہو خواہ یوں کہ بازار میں مسکر ہی ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ مسکر ہی سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکر کبھی غیر مسکر ہر قسم کی تاڑی ڈالا کرتے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بسکٹوں پر مطلقا حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا حال وہ ہوگا جو صورت ثالثہ میں شیرین کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا روا بچنا اولی۔ تاڑی چند ساعت دھوپ کی حرارت پا کر جوش لاتی ہے اور مسکر ہو جاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اُس میں پہلی تاڑی کا اثر ہو تو اپنی شدت لطافت کے سبب یوں بھی سکر لے آتی ہے ورنہ اگر کورا گھڑا وقت مغرب باندھیں اور وقت طلوع اُتار کر اُسی وقت استعمال کریں تو اُس میں جوش نہیں آتا یہ اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال وطاہر ہوتی ہے جب جوش لائی ناپاک وحرام ہوئی پھر کہا جاتا ہے کہ اُس کے بعد بھی اس کی یہ حالت دیرپا نہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد تُرش ہو کر سرکہ ہو جاتی ہے جس طرح تذکرہ طبیب داؤد انطاکی میں نارجیل کی نسبت ہے قد یفسد طلعہ اوجریدہ ویلقم کوزا فیسیل منہ لبن یسمی السیدہی یبقی یوما علی الحلاوۃ والدسومۃ ولہ افعال اشد من الخمر وھو خیر منھا ثم یکون خلا بالغا قاطعا مگر میر محمد مومن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں حلاوت او تا یک روز باقی ست بعد از یک روز مانند سرکہ ترش می شود لیکن سرکہ ہو جانے اور مثل سرکہ ترش ہو جانے میں فرق ہے غرض اگر ثابت ہو کہ تاڑی ایک وقت تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انہیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا التزام نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے اور اگر ثابت ہوا کہ اس مدت مقررہ کے بعد اس کے اجزا خواہی نخواہی سرکہ ہو جاتے ہیں اگرچہ آٹے میں مل کر تنور میں پک چکے ہوں تو اُس مدت کے گزرنے پر بسکٹ مطلقا حلال ہو جائیں گے لان الحرمۃ کانت لمجاور وقد تبدل عینہ قال فی الدر المختار

لوعجن خبز بخمر صب خل فیہ حتی یذھب اثرہ فیطھر فی رد المحتار لانقلاب ما فیہ من اجزاء الخمر خلا اور اگر یہ امور ناثابت ہوں تو حکم وہی ہے کہ اوّل مذکور ہوا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۲) از گلگت چھاؤنی جونیال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پیئے وہ کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَ الْمُسْلِمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحمین۔ شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر ناپاک بیباک مردود ملعون مستحق عذاب شدید وعقاب الیم ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں۔

حدیث (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

حدیث (۲) لعن رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا وآکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتراۃ یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی رواہ الترمذی وابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ ثقات۔

حدیث (۳) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من زنی او شرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من راسہٖ جو زنا کرے یا شراب پیے اللہ تعالٰی اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

حدیث (۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایدخلون الجنۃ مدمن الخمر وقاطع الرحم ومصدق بالسحر ومن مات مدمن الخمر سقاہ اللہ جل وعلا من نھر الغوطۃ قیل وما نھر الغوطۃ قال نھر یجری من فروج المومسات تؤذی اھل النار ریح فروجھن تین شخص جنت میں نہ جائیں گے شرابی اور اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا اور جو شرابی بے توبہ مرجائے اللہ تعالٰی اُسے وہ خون اور پیپ پلائیگا

جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بری جگہ سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا دوزخیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں کی فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وابویعلی عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ مسلمان ذرا آنکھیں بند کرکے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا والعیاذ باللہ رب العالمین

حدیث (۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مدمن الخمر ان مات لقی اللہ کعابد وثن شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالٰی کے حضور اس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی بت پوجنے والا رواہ احمد بسند صحیح عند نا وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

حدیث (۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من احد یشرب بھا فتقبل لہ صلاۃ اربعین لیلۃ ولا یموت وفی مشاھنتہ منہ شیئ الا حرمت بھا علیہ الجنۃ فان مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو اور جو مرجائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کردی جائے گی اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانۂ کفر کی موت مرے گا والعیاذ باللہ تعالٰی

حدیث (۷) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقسم ربی بعزتہ لایشرب عبد من عبیدی جرعۃ من الخمر الا سقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا او مغفورا لہ ولا یسقیھا صبیا صغیرا الا سقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا او مغفورا ولا یدعھا عبد من عبیدی من مخافتی الا سقیتھا ایاہ من حظیرۃ القدس میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پیئے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اگرچہ وہ بخشا ہی گیا ہو اور جو کسی چھوٹے کو پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا اگرچہ مغفور ہی ہو اور میرا جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے پاک دربار میں پلاؤں گا رواہ احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۳) از بریلی سائل منشی احمد علی محرر چونگی قلعہ بریلی ۱۱ صفر ۱۳۱۲ھ

علمائے دین نے حقہ کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ۔ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے۔

الجواب

دم لگانا جس سے ہوش و حواس میں فرق آجاتا ہے حرام ہے اور سادہ حقہ ہرگز حرام نہیں نہ اُس کا پینا کسی طرح کا گناہ ہے ہاں اگر بُو رکھتا ہے تو خلافِ اولیٰ ہے جیسے کچی پیاز کھانا اور یہ جاہلانہ خیالات کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پُرنور رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفۂ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا ہے بہت بندگانِ خدا حقہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا مشرف ہوتے اور حضور رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایت کرم و مہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا

؎ اگر بادشہ بر در پیر زن ⁂ بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ہاں ورد درودِ مبارک کے وقت حقہ نہ پیے اور پی چکا ہو تو کلی مسواک سے منہ صاف کرکے ورد شروع کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲) از برا ہم پور ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق و مستحق و عذاب ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کی ہمراہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں اور کھانے کے علاوہ دام دیئے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ ان داموں کو افیون میں صرف کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے صحیح حدیث میں ہے نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی رواہ الامام احمد و ابوداؤد عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح اور مخالفت شرع میں کسی کی مدد کرنی ہمراہی یعنی خود مخالفت شرع کرنی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ — افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اُس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کتے کا بھی پیٹ بھرنا باعث اجر ہے آدمی تو آدمی — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی کل کبد حراء رطبۃ اجر اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انہیں افیون میں صرف کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۵) ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالصمد متھرادی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اُس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے سڑکر طیار ہونے کی وجہ سے۔

الجواب

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشے لانے کی حالت پر موقوف ہے دوائیں اگر سڑائی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گیں جیسے بعض مصفی عرقوں میں ادویہ کی تعفین کی جاتی ہے اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش آجائے جیسے آب ونقوع انگور و خرما تربوز شکر آمیختہ اور تاڑی وغیرہ میں تو وہ شراب ہوجائے گی۔ پھر شراب ہوجائے تو اس کی حُرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک بوند کما حققہ الائمۃ فی عامۃ الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی

۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ (۲۶) از رنگون گلی نمبر ۲۵ دواخانہ حکیم عبدالعزیز صاحب مرسلہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے تھوڑے آٹے میں مسکر تاڑی کے نیچے کی تاڑی جسے روٹی گاد کہتے ہیں ملا کر خمیر کیا گیا پھر یہ آٹا خمیر شدہ پندرہ بیس سیر آٹے میں ملا کر خمیر کیا اور اس کی روٹی پکائی اس روٹی کی نسبت کیا حکم ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ اس گاد میں قوتِ سکریہ باقی نہ رہی تھی تو اس خمیری روٹی کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

رنگون میں بخلاف مانڈلہ پاؤ روٹی و تنوری روٹی دونوں کا عام طور پر خمیر تاڑی سے کیا جاتا ہے اور ہزارہا مسلمان اُسی روٹی کو کھاتے ہیں یہاں اور کلکتے میں عام ہے یہاں دو عالِم کہتے ہیں کہ اُس روٹی کی نسبت حکم حرمت کا نہیں ہے مگر احتیاط کرنا اولی ہے میں نے جناب مولانا جلال الدین صاحب

دہلوی مقیم مانڈلہ بذریعہ خط دریافت کرایا جواب آیا کہ جناب موصوف نے حکم حرمت کا دیا آج کل مولوی عبدالحمید صاحب۔ واعظ پانی پتی یہاں تشریف رکھتے ہیں اُنہوں نے بھی کھانا ترک کر دیا اس کے جواب کی بہت ضرورت ہے امید ہے کہ آپ کے فیض تحریر سے صدہا مسلمان اس معصیت سے بچ جائیں گے۔ یہ بلا یہاں عام ہے جملہ قسم کے روٹیوں میں اس کا خمیر دیا جاتا ہے فقط

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی حرم علینا فی الدنیا الخمور ووعدنا فی الجنۃ الشراب الطہور والصلٰوۃ والسلام علی من حمانا المنکرات وحرم علینا برحمتہ المسکرات وعلٰی اٰلہ وصحبہ الشاربین من کاس التکریم لا لغو فیھا ولا تاثیم افاض اللہ علینا من فیضھم فنصیب فلارض من کاس الکرام نصیب۔ **قول منصور و مختار** میں تاڑی وغیرہ ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ مثل شراب حرام و ناروا ہے اور نہ صرف حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقاً نجاست غلیظہ ہے یہی مذہب معتمد اور اسی پر فتویٰ ہے تنویر الابصار میں ہے حرمھا محمد مطلقا بہ یفتی درمختار میں ہے ذکرہ الزیلعی وغیرہ واختارہ شارح الوھبانیہ ردالمحتار میں ہے قولہ وغیرہ کصاحب الملتقی والمواھب والکفایۃ والنھایۃ والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقھستانی والعینی حیث قال الفتوی فی زماننا بقول محمد لغلبۃ الفساد الخ غنیہ ذوی الاحکام میں ہے قال فی البرھان والحقھا محمد کلھا بالخمر فی المشہور عنہ کالشافعی ومالک وبہ یفتی طحطاوی علی الدر میں ہے قال الحموی واعلم ان الاصح المختار فی زماننا ان کل ما اسکر من الاشربۃ المذکورۃ بعمومھا کثیرہ وقلیلہ حرام وھو قول محمد لحدیث کل مسکر حرام وجیز کردری میں ہے قال محمد رحمہ اللہ قلیلہ و کثیرہ حرام قالوا وبقول محمد ناخذ ومذھب محمد انہ حرام نجس الخ خلاصہ میں نوازل فقیہ ابو اللیث سے ہے عند محمد حرام شربہ قال الفقیہ وبہ ناخذ فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الکتب کل ما ھو حرام شربہ اذا اصاب الثوب منہ اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلٰوۃ قالوا وھکذا روی ھشام عن ابی یوسف وحکی عن الفضلی انہ قال علی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی یجب ان یکون نجسا نجاسۃ خفیفۃ والفتوی علی انہ نجس نجاسۃ غلیظۃ اھ اعلم ان المحقق صاحب البحر کان بحث فی البحر ترجیح التغلیظ بناء علی اصل مھدہ سابقا ونازعہ اخوہ المدقق فی النھر

محتجا بما فی المنیۃ صلی وفی ثوبہ دون الکثیر الفاحش من السکر والمنصف تجزیہ فی الاصح اھ وذکر فی الدر خلاف الاخرین ولم یزد وقال العلامۃ ابراھیم الحلبی فی حواشی الدر بعد ذکر ما فی المنیۃ ھو نص فی التخفیف فکان ھو الحق لان فیہ الرجوع الی الفرع المنصوص فی المذھب واما ترجیح صاحب البحر فبحث منہ اھ ونقلہ العلامۃ الطحطاوی مقرا علیہ واستدرك علیہ المحقق الشامی بما فی شرح النقایۃ انہا غلیظۃ فی ظاھر الروایۃ خفیفۃ علی قیاس قولھما اھ ثم قال ینبغی ترجیح التغلیظ فی الجمیع یدل علیہ ما فی غرر الافکار ھذہ الاشربۃ عند محمد وموافقیہ کخمر بلا تفاوت فی الاحکام وبھذا یفتی فی زماننا اھ قال فقولہ بلا تفاوت فی الاحکام وبھذا یفتی فی زماننا اھ قال فقولہ بلا تفاوت یقتضی انھا مغلظۃ فتدبر اھ **اقول** عدم التفاوت وان سلم ففی الاشربۃ الثلثۃ المحرمۃ بالاتفاق بین ائمتنا وھی الباذق والسکر والنقیع وفیھا کلام الغرر اما سائر الاشربۃ المسکرۃ المحرمۃ عند محمد مطلقا فالتفاوت فیھا بین حیث لا یحد بشرب القلیل منھا بخلاف الخمر فلا یفید التغلیظ فی الجمیع والعجب من ھؤلاء الجلۃ غفلوا کلھم عن نص صریح فی المذھب مذیل باٰکد الفاظ الفتوی بل التغلیظ فی المنصف منصوص علیہ فی المتون کالوقایۃ والنقایۃ والاصلاح وغرر الاحکام والتنویر وغیرھا وبما نقلنا سقط ما فی النھر واستغنی عن بحث البحر وتبین ان الکل غلیظۃ علی المفتی بہ وللہ الحمد۔ اس مذہب پر جبکہ مسکر تاڑی کے اجزا روٹی میں شریک ہوں تو وہ روٹی ضرور حرام وناپاک ہے اور اس کا بیچنا بھی حرام ونا روا اور اس کے دام بھی مال حرام اور پہلے تھوڑے آٹے میں تاڑی ملا کر خمیر کرنا پھر یہ خمیر آرد کثیر میں ملانا نفع نہ دے گا اگر آٹے میں پانی ڈال کر گوندھ جانے سے پہلے خمیر ملایا جب تو ظاہر ہے کہ اس ناپاک خمیر سے وہ سارا پانی ناپاک اور اس سے سب آٹا نجس ہوگیا اور اگر گوندھ کر طیار ہوجانے کے بعد بھی خمیر دیا تو بھی یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آٹے میں ایک کنارے کو یا صرف بیچ میں خمیر رکھ دیا اور سب آٹا اس کی ہوا سے خمیر ہوگیا بلکہ ضرور وہ خمیر آٹے میں خوب ملاتے خلط کرتے ہیں کہ اس کے اجزا تمام آرد میں مل جاتے ہیں یوں بھی حکم حرمت ہی رہا کسی حلال چیز میں حرام چیز کا اگرچہ پاک ہو ایسا خلط ہوجانا اُسے حرام کردیتا ہے اور یہ تو حرام وناپاک دونوں تھا درمختار میں ہے تو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ حلیہ میں ہے قال شیخنا وبہ صرح فی التجنیس فقال یحرم شربہ اور گاد میں نشہ نہ ہونا بھی نفع نہ دے گا جبکہ عدم سکر اس وجہ سے ہو کہ اس میں ثقل زیادہ ہے اجزائے رقیقہ کہ مورث تفریح وتبخیر سکری ہوتے ہیں

اتنے نہیں کہ ان کا اثر ظاہر ہو۔ اور پر معلوم ہولیا کہ ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ شراب کی طرح حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے اور گاد ان اجزا سے خالی نہیں ہوسکتی اور بالفرض خالی ہو تو ناپاک تو ضرور ہے کہ آخر اُسی پیشاب کا تلچھٹ ہے ہدایہ میں ہے یکرہ شرب دردی الخمر والامتشاط به لان فیه اجزاء الخمر والانتفاع بالمحرم حرام ولا یحد شاربه ان لم یسکر لان الغالب علیه الثفل فصار کما اذا غلب علیه الماء بالامتزاج اھ مگر امام الاطباء داؤد انطاکی نے تذکرہ میں تصریح کی کہ سیندھی (یعنی وہ پانی کہ تاڑی کی طرح ناریل کے درخت سے لیا جاتا ہے صرف یک شبانہ روز مسکر رہتا ہے اُس کے بعد سخت تیز و تند سرکہ ہوجاتا ہے حیث ذکر فی ذکر النارجیل قد یفسد طلعه او جریدہ ویلقم کوزا فیسیل منه لبن یسمی السیدی یبقی یوما علی الحلاوۃ والد سومة وله افعال اشد من الخمر وھو خیر منها ثم یکون خلا بالغا قاطعا تاڑی اور سیندھی قریب قریب ہیں کہ تاڑی بھی نارجیل ہی کی ایک نوع ہے اگر ثابت ہو کہ یہ بھی ایک وقت معین شبانہ روز خواہ زائد کے بعد سرکہ ہوجاتی ہے اور گاد میں قوت سکر یہ نہ رہنا اس بنا پر ہے تو اب اُس کی طہارت وحلت میں شبہہ نہیں اور روٹی جو ایسی گاد سے خمیر کی جائے یقیناً حلال وطیب اور اس کی بیع روا ہے یونہی اگر پایۂ ثبوت کو پہنچے کہ مدت مقررہ پر اس کے اجزاء ضرور سرکہ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جُز بھی جو آٹے میں مل کر آگ پر پک چکے تو اس صورت میں اُس مدت کے مرور پر روٹی کی طہارت وحلت وجواز بیع کا حکم ہوجائے گا اگرچہ ابتداءً اُس میں مسکر اجزا ملے ہوں کہ جب وہ اجزا مسکر نہ رہے سرکہ ہوگئے طاہر و حلال ہوگئے اور روٹی کی حرمت ونجاست جو انہیں کے باعث تھی زائل ہوگئی درمختار میں ہے لو عجن خبز بخمر صب فیه خل یذھب اثرہ فیطھر ردالمحتار میں ہے لانقلاب ما فیه من اجزاء الخمر خلا اور اس کا ثبوت قابل قبول نہ ہو تو وہی حکم نجاست وحرمت رہے گا لان موجبھا معلوم ودلیل المزیل معدوم والیقین لایزول بالشك یہ سب بربنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذھب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول ہے۔ اعنی طھارۃ المثلث العنبی والمطبوخ التمری والزبیبی وسائر الاشربة من غیر الکرم والنخلة مطلقا وحلھا کلھا دون قدر الاسکار حاشا یہ بھی قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت با قوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے یہی قولِ امام اعظم ہے عامہ متون مذہب مثل مختصر قدوری وہدایہ ووقایہ ونقایہ وکنز وغرر واصلاح وغیرہا میں اسی پر جزم واقتصار کیا اکابر ائمۂ ترجیح وتصحیح مثل امام اجل ابوجعفر طحاوی وامام اجل ابوالحسن کرخی وامام

شیخ الاسلام ابوبکر خواہرزادہ وامام اجل قاضی خاں وامام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتوٰی دیا اسی کو بہ ناخذ فرمایا علمائے مذہب نے بہت کتب معتمدہ میں اُس کی تصحیح فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتوٰی سے بھی تذییل آئی خزانۃ المفتیین میں ہے فی الھدایۃ والنہایۃ وفتاوٰی قاضی خان وظہیر الدین والخلاصۃ وفتاوی الکبرٰی وفتاوی اھل سمرقند والحمیدی الاصح ما علیہ ابوحنیفۃ وابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی جامع الرموز میں ہے وھو الصحیح لان الخمر موجودۃ فی العقبی فینبغی ان یحل من جنسہ فی الدنیا انموذج ترغیبا فی المضمرات ولئلا یلزم تفسیق الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ ہندیہ میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے العصیر اذا شمس حتی ذھب ثلثاہ یحل شربہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی وھو الصحیح درمنتقی میں ہے وصح غیر واحد قولھما درمختار میں ہے۔ لبن الرماک اذا اشتد لم یحل وصح فی الھدایۃ حلہ ردالمحتار میں ہے بہ یفتی ای تحریم کل الاشربۃ وکذا بوقوع الطلاق قال فی النھر وفی الفتح وبہ یفتی لان السکر من کل شراب وعندھما لا یقع بناء علی انہ حلال وصححہ فی الخانیۃ شرح نقایہ وبرجندی میں ہے فی فتاوٰی قاضی خان ان المتخذ من غیر العنب والتمر مثل السکر والعسل والفانیذ والحنطۃ والشعیر والذرۃ وما اشبہ ذالک اذا غلا واشتد وقذف بالزبد وطبخ ادنٰی طبخۃ یحل فی قول الشیخین واختلف فی قول محمد فقیل یحل شربہ مادون السکر وقیل لا یحل اصلا وعنہ ایضا انہ قال اکرہ ذالک ان لم یطبخ فعن الشیخین روایتان فی روایۃ لا یحل شربہ کنقیع الزبیب غیر المطبوخ وفی روایۃ یحل شربہ وذکر فی الفتاوی المنصوریۃ ان الفتوٰی علی انہ لا یشترط الطبخ لحلہ فتح اللہ المعین میں ہے من ادلۃ حلہ ما قال فی الاختیار عن ابی لیلٰی قال اشھد علی البدریین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم یشربون النبیذ فی الجرار الخضر وقد نقل ذالک عن اکثر الصحابۃ ومشاھیرھم قولا وفعلا حتی قال ابوحنیفۃ انہ مما یجب اعتقاد حلہ لئلا یؤدی الی تفسیق الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم خانیہ میں ہے لابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی ماروی ان رجلا اتی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمثلث قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ما اشبہ ھذا بطلاء الابل کیف تصنعونہ قال الرجل یطبخ العصیر حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ فصب عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علیہ الماء

وشرب ثم ناول عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا رابکم شرابکم فاکسروہ بالماء وعن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ذھب ثلثا العصیر ذھب حرامہ وریح جنونہ وروی عن ابراھیم النخعی رحمہ اللہ تعالٰی ما یرویہ الناس کل مسکر حرام خطؤ لم یثبت انما الثابت کل سکر حرام وکذا ما یرویہ الناس ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام لیس بثابت وابراھیم النخعی رحمہ اللہ تعالٰی کان صیرفی الحدیث اسی میں ہے لابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی الآثار التی وردت فی اباحۃ النبیذ الشدید قولا وفعلا ذکرھا محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الکتاب وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال من شرائط السنۃ والجماعۃ ان لایحرم النبیذ التمر لان فی تحریمہ تفسیق کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعنہ انہ قال لا احرم النبیذ الشدید دیانۃ ولا اشربہ مروءۃ اجمع کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم علی اباحۃ النبیذ واحتاطوا فی شربہ لاجل الاختلاف وکذا السلف بعدھم کانوا یشربون النبیذ التمر بحکم الضرورۃ لاستمراء الطعام خلاصہ میں ہے عن محمد بن مقاتل الرازی انہ قال لو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما شربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما افتیت بانہ حرام غایۃ البیان علامہ اتقانی میں ہے واحتج ابوحنیفۃ وابو یوسف فی قولہ الآخر بقولہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۝ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلٰوۃ فھل انتم منتھون ۝ وقد بین العلۃ فی تحریم الخمر وھی الصد عن ذکر اللہ وعن الصلٰوۃ وایقاع العداوۃ وھذہ المعانی لا تحصل بشرب القلیل فلو خلینا وظاھر الآیۃ لکنا نقول بان القلیل من الخمر لایحرم ولکن ترکنا الظاھر فی القلیل من الخمر بالاجماع ولا اجماع فیما تنازعنا فیہ من الاشربۃ علٰی حرمۃ القلیل فبقی القلیل منھا مباحا علی علۃ ظاھر الآیۃ لانہ مما لایورث العداوۃ والبغضاء ولا الصد عن ذکر اللہ وعن الصلٰوۃ اُسی میں ہے قال شیخ الاسلام خواھر زادہ رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ ذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الاشربۃ باسنادہ عن زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم انہ شرب ھو واصحابہ نبیذا شدیدا فی ولیمۃ فقیل لہ یا ابن رسول اللہ حدثنا بحدیث سمعتہ من اٰبائک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

فی النبیذ فقال حدثنی ابی عن جدی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال نیزل امتی علی منازل بنی اسرائیل حذ والقذۃ بالقذۃ والنعل بالنعل ان اللہ تعالٰی ابتلی بنی اسرائیل بنھر طالوت واحل لھم منہ الغرفۃ وحرم منہ الری وان اللہ ابتلاکم بھذہ النبیذ واحل منہ الری وحرم منہ السکر وحدیث ابن زیاد الذی رویناہ عن ابن عمر فی مسئلۃ الخلیطین من ادل الدلائل وان المراد ما رواہ الخصم القدر المسکر لا القلیل لان احد رواۃ الحدیث الذی احتج بہ الخصم ابن عمر فلو کان القلیل ھو المراد لم یعمل بخلاف ما رواہ ولم یفسقہ ابن زیاد وکذلک قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حرمت الخمر بعینھا والسکر من کل شراب دلیل علی ان المراد من حدیث الخصم القدر المسکر لا ان احد رواۃ ذلک الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فیبعد فی العقول ان یروی ابن عباس حدیثا ثم یقول بخلافہ وقد اطنب الکرخی رحمہ اللہ فی روایۃ الآثار عن الصحابۃ والتابعین بالاسانید الصحاح فی مختصرہ فی تحلیل النبیذ الشدید ترکنا ذکرھا مخافۃ التطویل والحاصل ان الاکابر من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واھل بدر کعمر وعلی وعبد اللہ بن مسعود وابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم کانوا یحللون شرب النبیذ وکذا الشعبی وابراھیم النخعی وقال فی شرح الاقطع وقد سلک بعض الجھال فی ھذہ المسئلۃ طریقۃ قصد بھا الشنیع والفسوق عند العوام لما ضاق علیہ طریق الحجۃ فقال روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لیشربن ناس من امتی الخمر ویسمونھا باسماء قال ھذا القائل وھم اصحاب ابی حنیفۃ وھذا کلام جاھل بالاحکام والنقل والآثار ومتعصب قلیل الورع لایبالی ما قال ثم یقال لھذا القائل ما رمیت بھذا القول اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وانما السلف الصالح الذی ردت ولم یمکنک التصریح بذلک لان اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ما ابتدعوا فی ذلک قولا بل قالوا ما قالہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووجوہ التابعین وزھادھم وکیف یظن بعمر وعلی وابن مسعود وابن عباس وعمار بن یاسر وعلقمۃ بن الاسود انھم شربوا الخمر غلطا فی اسمھا حتی استدرک علیھم ھذا القائل حقیقۃ الاسم ویحسن الظن بنفسہ ویسیئ الظن بسلفہ ان ھذہ لجراءۃ فی الدین وقال شیخ الاسلام خواھر زادہ

فی شرحه روی ان رجلا سال ابراهیم الحربی فی مدینة السلام فی جامع المنصور بالجانب الغربی فقال لنا امام یشرب النبیذ أفاصلی خلفه فقال له ابراهیم ارأیت لو ادرکت علقمة والاسود أکنت تصلی خلفهما قال نعم ولم یفهم السائل الجواب فاعاد السوال فقال له ابراهیم قد اجبتك والقیاس مع ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالٰی لان الله تعالٰی لم یحرم شیئا یقصده الناس من المحرمات فی الدنیا الا اباح مایغنی عنه الا تری انه لما حرم لحم الخنزیر والمیتة اباح انواعا من اللحوم تغنی عنها ولما حرم نکاح المحارم والجمع بین المحارم اباح من الاجنبیات کذالك ههنا فالشراب المطرب شیئ یقصده الناس فلما حرم منه انواعا یجب ان یکون نوع منه مباحا یغنی عنه ویقوم مقامه وذالك فیما قالاه فامامن حرم جمیع انواع الاشربة المطربة بحیث لایوجد من جنسه مباح یکون ذالك خلاف الاصول وخلاف الاصول لایجوزاه باختصار۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب المؤطا میں فرماتے ہیں۔ اخبرنا مالك اخبرنا داؤد بن الحصین عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ عن محمود بن لبید الانصاری ان عمر بن الخطاب حین قدم الشام شکی الیه اهل الشام وباء الارض او ثقلها وقالوا لا یصلح لنا الا هذا الشراب قال اشربوا العسل قالوا لا یصلحنا العسل قال له رجل من اهل الارض هل لك ان اجعل لك من هذا الشراب شیئا لا یسکر قال نعم فطبخوه حتی ذهب ثلثاه وبقی ثلثه فاتوا به الی عمر بن الخطاب فادخل اصبعه فیه ثم رفع یده فتبعه یتمطط فقال هذا الطلاء مثل طلاء الابل فامرهم ان یشربوه فقال عبادة بن الصامت احللتها والله قال کلا والله مااحللتها اللّٰهم انی لااحل لهم شیئا حرمته علیهم ولااحرم علیهم شیئا احللته لهم قال محمد وبهذا ناخذ لا باس بشرب الطلاء الذی قد ذهب ثلثاه وبقی ثلثه وهولا یسکر فاما کل معتق یسکر فلا خیر فیه نیز کتاب الآثار میں فرماتے ہیں اخبرنا ابوحنیفة عن سلیمان[1] الشیبانی عن ابن[2] زیاد انه افطر عند عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما فسقاه شرابا

---

[1] هو ابواسحٰق سلیمٰن بن ابی سلیمٰن الکوفی من ثقات التابعین ورجال الستة ۱۲ منه

[2] قال السید المرتضٰی الاشبه انه محمد بن زیاد احد شیوخ شعبة روی عن ابی هریرة حدیث الرجل جبار ذکره المنذری فی مختصر السنن وهو من اقران ابن سیرین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لہ فکانہ اخذ فیہ فلما اصبح قال ماھذا الشراب ماکدت اھتدی الی منزل فقال عبد اللّٰہ ما زدناك علی عجوۃ وزبیب قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد قال کنت القی النبیذ فدخلت علی ابراھیم وھو یطعم فطعمت معہ فاوتی قدحا من نبیذ فلما رأی ابطائی عنہ قال حدثنی علقمۃ عن عبد اللّٰہ بن مسعود انہ کان ربما طعم عندہ ثم دعا بنبیذ لہ نبذتہ سیرین ام ولد عبد اللّٰہ فشرب وسقانی اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابو اسحٰق السبیعی عن عمرو بن میمون الاودی عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال ان للمسلمین جزورا لطعامھم و ان العتق منہا لاٰل عمر وانہ لایقطع ھٰذہ الابل فی بطوننا الا النبیذ الشدید اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اتی باعرابی قد سکر فطلب لہ عذرا فلما اعیاہ الاذھاب عقل قال احبسوہ فاذا صحا فاجلدوہ ودعا بفضلۃ فضلت فی اداوتہ فذاقہا فاذا نبیذ شدید ممتنع فدعا بماء فسکرہ وکان عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ یحب الشراب الشدید فشرب وسقا جلساءہ ثم قال ھٰکذا اکسروہ بالماء اذا غلبکم شیطانہ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ کان یشرب الطلاء قد ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ ویجعل لہ منہ نبیذ فیترکہ حتی اذا اشتد شربہ ولم یر بذالك بأسا قال محمد وھو قول ابی حنیفۃ اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا الولید بن سریع مولی عمرو بن حریث عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما انہ کان یشرب الطلاء علی النصف قال محمد ولسنا ناخذ بھٰذا ولا ینبغی لہ ان یشرب من الطلاء الاماذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وھو قول ابی حنیفۃ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام خطاء من الناس انما ارادوا السکر حرام من کل

قلت ھو ابن زیاد الجمعی ابو الحارث المدنی نزیل بعد البصرۃ ثقۃ ثبت من رجال السنہ روی الدارقطنی فی السنن من طریق اٰدم بن ابی ایاس عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال الرجل جبار ھٰذا اما ابدا لا السید ظنا والمنصوص علیہ انہ عبد اللّٰہ قال الامام البدر محمود فی البنایۃ بعد ذکر الحدیث ابن زیاد ھو عبد اللّٰہ ابن زیاد اھ قلت یعنی ابا مریم الاسدی الکوفی من ثقات التابعین ورجال البخاری فی التھذیب ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال فی تھذیبہ قال العجلی کوفی ثقۃ وقال الدارقطنی ثقۃ۔

شراب امام طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا فهد ثنا ابونعیم ثنا مسعر بن کدام عن ابی عون الثقفی عن عبداللہ بن شداد بن الهاد عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما قال حرمت الخمر بعینها والسکر من کل شراب فاخبر ابن عباس ان الحرمة وقعت علی الخمر بعینها وعلی السکر من سائر الاشربه فثبت ان ماسوی الخمر قد ابیح شرب قلیله علی ما کان علیه من الاباحة المتقدمة تحریم الخمر وان التحریم الحادث انما هو فی عین الخمر والسکر مما فی سواها فاحتمل ان تکون الخمر عصیر العنب خاصة واحتمل ان تکون کل ما خمر فلما احتمل ذالك وکانت الاشیاء قد تقدم تحلیلها جملة ثم حدث تحریم فی بعضها لم یخرج شئ مما اجمع علی تحلیله الا باجماع یاتی علی تحریمه ونحن نشهد علی اللہ عزوجل انه حرم عصیر العنب اذ احدثت فیه صفات الخمر ولا نشهد علیه انه حرم ماسوی ذالك اذا احدث فیه مثل الصفة فالذی نشهد علی اللہ تعالٰی بتحریمه ایاه هو الخمر الذی آمنا بتاویلها من حیث قد آمنا بتنزیلها والذی لا نشهد علی اللہ انه حرام هو الشراب الذی لیس بخمر فما کان من خمر فقلیله وکثیره حرام وما کان مما سوی ذالك فالسکر منه حرام وماسوی ذالك منه مباح هذا هو النظر عندنا وهو قول ابی حنیفه وابی یوسف ومحمد رحمهم اللہ تعالٰی غیر النقیع الزبیب والتمر خاصة فانهم کرهوا ولیس ذالك عندنا فی النظر کما قالوا ولکن اصحابنا خالفوا فی ذالك للتاویل الذی تاولوا علیه حدیث ابی هریرة والس الذین ذکرنا وشئ رووه عن سعید بن جبیر انه قال فی ذالك هی الخمر فاجتنبتها اُسی میں ہے حدثنا فهد (فذکر بسنده) عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه انه کان فی سفر فاتی بنبیذ فشرب منه فقطب ثم قال ان نبیذ الطائف له غرام فذکر شدة لا احفظها ثم دعا بماء فصب علیه ثم شرب حدثنا ابوبکرة (مسندا) عن عمرو بن میمون قال شهدت عمر حین طعن فجاءه الطبیب فقال ای الشراب احب الیك قال النبیذ فاتی بنبیذ فشرب منه فخرج من احدی طعنتیه حدثنا روح بن الفرج (بسنده) عن عمرو بن میمون مثله وزاد کان یقول انا لنشرب من هذا النبیذ شرابا یقطع لحوم الابل فی بطوننا من ان یؤذینا قال وشربت من نبیذه فکان اشد النبیذ قلت ورواه ابن ابی شیبة حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحٰق عن عمرو بن

میمون قال قال عمر انا لنشرب ھذا الشراب الشدید لنقطع بہ لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذینا فمن رابہ من شرابہ شیئ فلیمزجہ بالماء حدثنا وکیع ثنا اسمعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم ثنی عتبۃ بن فرقد قال قدمت علی عمر فدعا بعُسٍّ نبیذ قد کاد ان یصیر خلا فقال اشرب فاخذتہ فشربتہ فماکدت ان اسیغہ ثم اخذہ فشربہ ثم قال یا عتبۃ انا لنشرب ھذا النبیذ الشدید لنقطع بہ لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذینا قلت واسمعیل ھذا ھو الامام الحافظ المتفق علی جلالتہ احمسی کوفی ثقۃ ثبت من رجال الستۃ وحفاظ التابعین وقیس من لایجھل امام ثقۃ حافظ جلیل مخضرم کوفی من رجال الستۃ واکابر التابعین وعتبۃ بن فرقد رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی نزل الکوفۃ فالحدیث صحیح، علی شرط الشیخین مسلسل بالکوفیین من لدن ابی بکر الی آخر السند حدثنا روح (بسندہ) عن سعید بن ذی لعوۃ قال اتی عمر برجل سکران فجلدہ فقال انما شربت من شرابك فقال وان کان حدثنا فھد (بسندہ) عن سعید بن ذی حُدّان او ابن ذی لعوۃ قال جاء رجل قد ظمئ الی خازن عمر فاستسقاہ فلم یسقہ فاتی بسطیحۃ لعمر فشرب منھا فسکر فاتی بہ عمر فاعتذر الیہ وقال انما شربت من سطیحتك فقال عمر انما اضربك علی السکر فضربہ عمر قلت ورواہ الدارقطنی فی سننہ عن طریق سعید بن ذی لعوۃ ایضا ان اعرابیا شرب من اداوۃ عمر نبیذا فسکر بہ فضربہ الحد فقال الاعرابی انما شربتہ من اداوتك فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انما جلدناك بالسکر وروی ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا علی بن مسھر عن الشیبانی عن حسان بن مخارق قال بلغنی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سایر رجلا فی سفر وکان صائما فلما افطر اھوی الی قربۃ لعمر معلقۃ فیھا نبیذ فشربہ فسکر فضربہ عمر الحد فقال انما شربتہ من قربتك فقال لہ عمر انما جلدناك لسکرك قلت وھذا امثل طرقہ وما یخشی فی البلاغ من الانقطاع فلا یضر عندنا وعند الجمھور القابلین للمراسیل وروی عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج عن اسمعیل ان رجلا عبّ فی شراب نبیذ لعمر بن الخطاب بطریق المدینۃ فسکر فترکہ عمر حتی افاق ثم حدہ فقال الطحاوی حدثنا فھد (بسندہ) عن ابن عمر قال اتی (یعنی امیرالمومنین) بنبیذ قد اخلف واشتد فشرب منہ

ثم قال ان هذا الشديد ثم امر بماء فصب عليه ثم شرب هو واصحابه حدثنا محمد بن خزيمة (بسنده) عن ابن عمران عمر انتبذ له في مزادة فيها خمسة عشر او ستة عشر فاتاه فذاقه فوجده حلوا فقال كانكم اقللتم عكره[1] حدثنا ابن ابي داؤد (يبلغه الى) عبد الرحمن بن عثمن قال صحبت عمر بن الخطاب الى مكة فاهدى له ركب من ثقيف سطيحتين من نبيذ فشرب عمر احداهما ولم يشرب الاخرى حتى اشتد ما فيه فذهب عمر فشرب منه فوجده قد اشتد فقال اكسروه بالماء **قلت** ورواه عبد الرزاق قال الطحاوی فلما ثبت بما ذكرنا عن عمر اباحة قليل النبيذ الشديد وقد سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول كل مسكر حرام كان ما فعله دليلا ان ما حرم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من النبيذ الشديد هو السكر منه لاغير فاما ان يكون سمع ذالك من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قولا اورآه رايا فرأيه عنده ناجحة ولا سيما اذا كان فعله المذكور بحضرة اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلم ينكره عليه منهم منكر فدل على متابعتهم اياه عليه وهذا عبد الله بن عمر وهو احد النفر الذين رووا عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كل مسكر حرام قد روی عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما حدثنا ابو امية البغدادی ثنا ابو نعيم ثنا عبد السلام عن ليث عن عبد الملك بن اخی القعقاع بن شور عن ابن عمر قال شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اتی بشراب فادناه الى فيه فقطب فرده فقال رجل یا رسول الله احرام هو فرد الشراب ثم عاد بماء فصبه عليه ذكر مرتين اوثلثا ثم قال اذا اغتلمت هذه الاسقية عليكم فاكسروا متونها بالماء **قلت** ورواه النسائی فی سننه بسندين بمعناه احدهما **اخبرنا** زياد بن ايوب ثنا هشيم اخبرنا العوام عن عبد الملك بن نافع قال قال ابن عمر والآخر

---

[1] عكر النبيذ العتيق اذا اضيف الى الجديد عجل اشتداده وهذا معنى ما روى النسائی فی سننه عن سعيد بن المسيب انه كان يكره كل شئ ينبذ على عسكر وايضا عنه انه قال فی النبيذ خمره دردیه اهـ ای جعله عكره مسكرا فكأن امير المومنين انكر عليهم تقليل العكر حتى بقی الى الآن حلوا ولم يشتد والله تعالى اعلم قاله الفقير المجيب غفر له الله تعالى ١٢ منه

اخبرنی زیاد بن ایوب عن ابی معویہ ثنا ابو اسحٰق الشیبانی عن عبد الملک الخ قال الطحاوی حدثنا وھب بن عثمان البغدادی ثنا ابو ھمام ثنی یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ عن اسمٰعیل بن ابی خالد ثنا قرۃ العجلی ثنی عبد الملک ابن اخی القعقاع عن ابن عمر مثلہ قلت بھذا السند رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ فقال حدثنا وکیع عن اسمٰعیل بن ابی خالد الخ بنحوہ قال الطحاوی حدثنا محمد بن عمرو بن یونس ثنی اسباط بن محمد عن الشیبانی عن عبد الملک بن نافع قال سألت ابن عمر فقلت ان اھلنا ینبذون نبیذا فی سقاء لو نھکتہ لاخذ فیّ فقال ابن عمر انما البغی علی من اراد البغی شھدت رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم عند ھذا الرکن و اتاہ رجل بقدح من نبیذ ثم ذکر مثل حدیث امیۃ غیر انہ قال فاکسروھا بالماء ففی ھذہ اباحۃ قلیل النبیذ الشدید واولی الاشیاء بنا اذ کان قد روی عنہ ھذا عن النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم وروی عنہ عن النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کل مسکر حرام ان تجعل کل واحد من القولین علی معنی غیر معنی الآخر فیکون قولہ کل مسکر حرام علی المقدار الذی یسکر والحدیث الآخر علی اباحۃ قلیل النبیذ الشدید اخبرنا فھد بن محمد بن سعید ثنا یحیی بن الیمان عن سفین عن منصور عن خالد بن سعد عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال عطش النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم حول الکعبۃ فاستسقی فاتی بنبیذ من نبیذ السقایۃ فشمہ فقطب فصب علیہ من ماء زمزم ثم شرب فقال رجل احرام ھو فقال قلت ورواہ النسائی بھذا السند نحوہ فقال اخبرنا الحسن بن اسمٰعیل بن سلیمن اخبرنا یحیی بن یمان الخ ورواہ الدارقطنی حدثنا احمد بن عبد اللہ الوکیل ثنا علی بن حرب ثنا یحیی بن الیمان الخ ورواہ عبد الرزاق عن مجاھد مرسلا قال عمد النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم الی السقایۃ سقایۃ زمزم فشرب من النبیذ فشد وجھہ ثم امربہ فکسر بالماء ثم شربہ فشد وجھہ ثم امربہ الثالثہ فکسر بالماء ثم شرب قال الطحاوی حدثنا علی بن معبد ثنا یونس ثنا شریک عن ابی اسحٰق عن ابی بردۃ عن ابی موسٰی عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال بعثنی رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم انا ومعاذا الی الیمن فقلنا یا رسول اللہ ان بھا شرابین یصنعان من البر والشعیر احدھما

یقال له المزر والآخر یقال له البتع فما نشرب فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشربا ولا تسکرا فدل ذالك ان ما ذکرہ ابو موسٰی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قولہ کل مسکر حرام انما ھو علی المقدار الذی یسکر لا علی العین التی کثیرھا یسکر وقد روینا حدیث ابی سلمۃ عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی جواب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للذی سالہ عن البتع بقولہ کل شراب اسکر فھو حرام فان جعلنا ذالك علی قلیل الشراب الذی یسکر کثیرہ ضاد جواب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لمعاذ وابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہما وان جعلناہ علی تحریم السکر خاصۃ وافق حدیث ابی موسی واولی الاشیاء بنا حمل الآثار علی وجہ لا تتضاد حدثنا ابن مرزوق (بسندہ) عن شماس قال قال عبداللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان القوم یجلسون علی الشراب وھو یحل لھم فما یزالون حتی یحرم علیھم حدثنا محمد بن خزیمۃ (بسندہ) عن علقمۃ بن قیس انہ اکل مع عبداللہ بن مسعود خبزا ولحما قال فاتینا بنبیذ شدید نبذتہ سیرین فی جرۃ خضراء فشربوا منہ حدثنا ابن ابی داؤد (بسندہ) عن علقمۃ قال سألت ابن مسعود عن قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المسکر قال الشربۃ الاخیرۃ حدثنا ابوبکر ثنا ابواحمد الزبیری ثنا سفین عن علی بن بذیمۃ عن قیس بن جبر قال سالت ابن عباس عن الجر الاخضر والجر الاحمر فقال ان اول من سأل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذالك وفد عبد القیس فقال لا تشربوا فی الدباء و فی المزفت و فی النقیر واشربوا فی الاسقیۃ فقالوا یا رسول اللہ فان اشتد فی الاسقیۃ قال صبوا علیہ من الماء وقال لھم فی الثالثۃ اوالرابعۃ فاھریقوہ حدثنا محمد بن خزیمہ ثنا عبداللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن علی بن بذیمۃ عن قیس بن جبر عن ابن عباس مثل ذالك قلت ورواہ ابوداؤد فی سننہ حدثنا محمد بن بشار ثنا ابواحمد الی آخرہ سندا ومتنا نحوہ وزاد ثم قال ان اللہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبۃ قال وکل مسکر حرام قال سفین فسألت علی بن بذیمۃ عن الکوبۃ قال الطبل ورواہ عبدالرزاق عن ابی سعید قال کنا جلوسا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال

جاءکم وفد عبد القیس الحدیث بطولہ وفیہ فان رابکم فاکسروہ بالماء اھ
ولیس فیہ مابعدہ قال الطحاوی ففی ھذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم اباح لھم ان یشربوا من نبیذ الاسقیۃ وان اشتد فان قال قائل
ان فی امرہ باھراقہ دلیلا علی نسخ الاباحۃ قیل لھم کیف یکون ذالک وقد روی
عن ابن عباس من کلامہ بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرمت
الخمر لعینھا والسکر من کل شراب وقد ذکرنا ذالک باسنادہ وکیف یجوز علی
ابن عباس مع علمہ وفضلہ ان یکون قد روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
مایوجب تحریم النبیذ الشدید ثم یقول حرمت الخمر لعینھا والسکر من کل
شراب ولکن معنی حدیث قیس انہ لم یأمنھم علیہ ان یشرعوا فی شربہ فیسکروا
فامرھم باھراقہ ذالک وقد روی فی مثل ھذا اما حدثنا محمد بن خزیمۃ
ثنا عثمٰن بن الھیثم بن الجھم المؤذن ثنا عوف بن ابی جمیلہ ثنی ابو القموص زید
بن علی عن احد وفد عبد القیس او یکون قیس بن النعمان فانی قد نسیت اسمہ انھم
سألوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاشربۃ فقال لاتشربوا فی الدباء ولا فی
النقیر واشربوا فی السقاء الحلال الموکأ علیھا فان اشتد منہ فاکسروہ بالماء فان اعیاکم
فاھریقوہ حدثنا ربیع المؤذن ثنا اسد بن موسٰی ثنا مسلم بن خالد
ثنی زید بن اسلم عن سمی عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم
فاطعمہ طعاما فلیاکل من طعامہ ولایسائل شرب النبیذ لانہ لوکان فی شدتہ حراما
لکان لایحل وان ذھبت شدتہ بصب الماء علیہ الا تری ان خمرا لوصب فیھا ماء
حتی غلب علیھا ان ذالک حرام فلما ابیح الشراب الشدید اذا کسر بالماء ثبت
انہ قبل ان یکسر غیر حرام وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ
تعالٰی **زیادۃ احادیث** سنن نسائی شریف میں ہے اخبرنا سوید قال
اخبرنا عبد اللہ عن السری بن یحیی ثنی ابو حفص امام لنا وکان من اسنان الحسن عن
ابی رافع ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اذا خشیتم من نبیذ شدتہ
فاکسروہ بالماء قال عبد اللہ من قبل ان یشتد اخبرنا زکریا بن یحیی (بسندہ) عن

عن سعید بن المسیب یقول تلقت ثقیف عمر بشراب فدعا بہ فلما قربہ الی فیہ کرھہ فدعا بہ فکسرہ بالماء فقال ھٰکذا فافعلوا **قلت** ورواہ عبدالرزاق و البیہقی

اُسی میں ہے عن ابن سیرین قال بعہ عصیرا ممن یتخذہ طلاء ولا یتخذہ خمرا

عن سوید بن غفلۃ قال کتب عمر بن الخطاب الٰی بعض عمالہ ان ارزق المسلمین من الطلاء ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ ورواہ عبدالرزاق و ابونعیم فی الطب **عن** ابی مجانہ عن عامر بن عبداللّٰہ انہ قال قرأت کتاب عمر بن الخطاب الٰی ابی موسٰی اما بعد فانہا قدمت علی عیر من الشام تحمل شرابا غلیظا اسود کطلاء الابل وانی سألتہم علٰی کم یطبخونہ فاخبرونی انہم یطبخونہ علی الثلثین ذھب ثلثاہ الاخبثان ثلث ببغیہ و ثلث بریحہ فمر من قبلک یشربونہ **قلت** ومن ھٰذا الطریق رواہ سعید بن منصور فی سننہ وفیہ کتب عمر الی عمار رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ثم روی النسائی **عن** عبداللّٰہ بن یزید الخطمی قال کتب الینا عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اما بعد فاطبخوا شرابکم حتی یذھب منہ نصیب الشیطان فان لہ اثنین ولکم واحد **قلت** صححہ الحافظ فی الفتح ورواہ سعید بن منصور والبیہقی وسیاتی تحدیث کتابہ بطریقین آخرین ثم روی النسائی **عن** الشعبی قال کان علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ یرزق الناس الطلاء یقع فیہ الذباب ولا یستطیع ان یخرج منہ **عن** داؤد سالت سعیدا ما الشراب الذی احلہ عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال الذی یطبخ حتی یذھب ثلثاہ و یبقی ثلثہ **قلت** ورواہ ابن ابی شیبۃ قال حدثنا عبدالرحیم بن سلیمٰن عن داؤد بن ابی ھند قال سالت سعید بن المسیب فذکرہ ثم روی النسائی **عن** سعید بن المسیب ان ابا الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کان یشرب ماذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ **عن** قیس بن ابی حازم عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ کان یشرب من الطلاء ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ **عن** یعلی بن عطاء قال سمعت سعید بن المسیب وسألہ اعرابی عن شراب یطبخ علی النصف فقال لا حتی یذھب ثلثاہ و یبقی الثلث **عن** یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب قال اذا طبخ الطلاء علی الثلث فلا باس بہ **عن** بشیر بن المھاجر قال سالت الحسن عما یطبخ من العصیر قال تطبخہ حتی یذھب الثلثان ویبقی الثلث **عن** انس بن سیرین قال سمعت انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

یقول ان نوحا علیہ الصلٰوۃ والسلام نازعہ الشیطان فی عود الکرم فقال ھذا لی وقال
ھذا لی فاصطلح علی ان لنوح ثلثھا وللشیطان ثلثیھا عن عبدالملک بن طفیل الجزری
قال کتب الینا عمر بن عبدالعزیز ان لاتشربوا من الطلاء حتی یذھب ثلثاہ ویبقی
ثلثہ وکل مسکر حرام۔ مسند سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے
ابوحنیفۃ عن ابی عونٍ[1] عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما
قال حرمت الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب وفی بعض روایات المسند
ابوحنیفۃ عن ابی عون عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
رواہ الحارثی من طریق محمد بن بشر عن الامام وفی اخری ابوحنیفۃ عن عون بن ابی
جحیفۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فذکرہ رواہ طلحۃ
من طریق یحیی الیمانی وحماد ابن الامام عن الامام وھکذا اوردہ العلاء ابن اتر
کما فی الجوھر النقی قال المرتضی والمحفوظ فی مسند الامام ماذکرناہ اولاً ابوحنیفۃ
عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ قال رأیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ
وھو یاکل طعاما ثم دعا بنبیذ فشرب فقلت لعمرک تشرب النبیذ والامۃ تقتدی
بک فقال ابن مسعود رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یشرب النبیذ
ولولا انی رأیتہ یشربہ ماشربتہ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال قول
الناس کل مسکر حرام خطؤ من الناس انما ارادوا ان یقولوا السکر حرام من کل
شراب ابوحنیفۃ عن حماد عن انس بن مالک انہ کان ینزل علی ابی بکر بن ابی
موسی الاشعری بواسط فیبعث برسول الی السوق یشتری لہ النبیذ من الخوابی
ابوحنیفۃ عن حماد قال کنت اتقی النبیذ فدخلت علی ابراھیم فطعمت معہ فناولنی

---

[1] فی النسخۃ التی شرح علیھا العلامۃ العلی القاری ابوحنیفۃ عن ابی عون محمد
الثقفی الحجازی عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس قال القاری الظاھر انہ محمد
بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی روی عن انس بن مالک وعنہ جماعۃ اھ اقول
الحدیث انما یعرف بابی عون محمد بن عبیداللہ الثقفی الکوفی وھو الصواب ولا ادری ان
لفظ الحجازی افادہ الشارح اووقع من بعض النساخ ۱۲ منہ

قد حافیہ نبیذ فلما رأی اتقائی منہ حدثنی عن عامر بن عبد اللہ بن مسعود انہ کان ربما طعم عندہ ثم دعا بنبیذ تنبذہ لہ سیرین ام ولدہ فشرب وسقانی ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال کتب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ الی عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما وھو عامل لہ علی الکوفۃ اما بعد فانہ انتھی الی شراب من الشام من عصیر العنب وقد طبخ وھو عصیر قبل ان یغلی حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ فذھب شیطانہ وبقی حلوہ وحلالہ فھو شبیہ بطلاء الابل فمر بہ من قبلک فیتوسعوا بہ شرابھم قلت وروی عبد الرزاق عـــہ حدثنا معمر عن عاصم عن الشعبی قال کتب عمر بن الخطاب الی عمار بن یاسر اما بعد فانہ جاء تنا اشربۃ من قبل الشام کانھا طلاء الابل قد طبخ حتی ذھب ثلثاہ الذی فیہ خبث الشیطان وجنودہ وبقی ثلثہ فاصطنعہ وأمر من قبلک ان یصطنعوہ ورواہ الخطیب فی تلخیص المتشابہ عن الشعبی عن حبان الاسدی قال اتانا کتاب عمر فذکرہ بلفظ ذھب شرہ وبقی خیرہ فاشربوہ۔ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال فی الرجل یشرب النبیذ حتی یسکر قال القدح الاخیر الذی سکر منہ ھو الحرام عقود الجواہر میں ہے فی مصنف ابن ابی شیبۃ حدثنا علی بن مسھر عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان ابا عبیدۃ ومعاذ بن جبل وابا طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کانوا یشربون من الطلاء ما ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ قلت ورواہ ایضا ابومسلم الکجی وسعید بن منصور فی سننہ کما فی العمدۃ قال ابوبکر حدثنا وکیع عن الاعمش عن میمون ھو ابن مھران عن ام الدرداء قالت کنت اطبخ لابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ الطلاء ما ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ حدثنا ابن فضیل عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمٰن قال کان علی رضی اللہ تعالٰی عنہ یرزقنا الطلاء فقلت لہ ما ھیأتہ قال اسود ویاخذہ احدنا باصبعہ حدثنا

عـــہ ھکذا عزاہ لعبد الرزاق الامام البدر فی البنایۃ والامام خاتم الحفاظ فی الجامع الکبیر ووقع فی تعلیقات مؤطا الامام محمد لبعض المعاصرین عزوہ لابن ابی شیبۃ وکانہ شبہ علیہ احد المصنفین بالاخر ۱۲ منہ

وکیع عن سعید بن اوس عن انس بن سیرین قال کان انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سقیم البطن فامرنی ان اطبخ لہ طلاء حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ فکان یشرب منہ الشربۃ علی اثر الطعام حدثنا ابن نمیر ثنا اسمٰعیل عن مغیرۃ عن شریح ان خالد بن الولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یشرب الطلاء بالشام۔ سنن دارقطنی میں ہے حدثنا محمد بن احمد بن ھارون نا احمد بن عمر بن بشر نا جدی ابراھیم بن قرۃ نا القاسم بن بھرام ثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی قوم بالمدینۃ قالوا یارسول اللہ ان عندنا شرابا لنا افلا نسقیک منہ قال بلی فاتی بقعب اوقدح غلیظ فیہ نبیذ فلما اخذہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقربہ الی فیہ قطب قال فدعا الذی جاء بہ فقال خذہ فاھرقہ فلما ان ذھب بہ قالوا یارسول اللہ ھذا شرابنا ان کان حراما لم نشربہ فدعا بہ فاخذہ ثم دعا بماء فصبہ علیہ ثم شرب وسقی وقال اذا کان ھکذا فاصنعوا بہ ھکذا اُسی میں ہے عن وکیع عن شریک عن فراس عن الشعبی ان رجلا شرب من اداوۃ علی بصفین فسکر فضرب بہ الحد مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حدثنا عبد الرحیم بن سلیمٰن عن مجالد عن الشعبی عن علی نحوہ وقال فضربہ ثمانین کامل ابن عدی میں ہے حدثنا ابو العلاء الکوفی بمصر ثنا محمد بن الصباح الدولابی نا نصر المجدر قال کنت شاھدا حین دخل شریک ومعہ ابو امیۃ الذی رفع الی المھدی ان شریکا حدثہ عن الاعمش عن سالم عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال استقیموا لقریش ما استقاموا لکم فاذا زاغوا عن الحق فضعوا سیوفکم علی عواتقکم فقال المھدی انت حدثت بھذا قال لا قال ابو امیۃ علی المشی الی بیت اللہ تعالٰی وکل مالی صدقۃ ان لم اکن سمعتہ منہ قال شریک علی مثل ذالک الذی علیہ ان کنت حدثتہ فکان المھدی رضی فقال ابو امیۃ یا امیر المومنین عبدک ادھی العرب انما عنی الذی علی من الثیاب قال صدق احلف کما حلف فقال قد حدثتہ فقال ویل شارب الخمر یعنی الاعمش وکان یشرب المصنف لو علمت موضع قبرہ لاحرقتہ وقال شریک لم یکن یھودیا کان رجلا صالحا الخ صحیح بخاری شریف میں ہے رای عمرو ابو عبیدۃ

ومعاذ بن جبل شرب الطلاء علی الثلث وشرب البراء وابوجحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما علی النصف اھ تقدمت اسانید الثلثۃ الاُوَل ووصل الاخیرین ابن ابی شیبۃ کما فی العمدۃ

اضافۃ افاضۃ نزیدک عدۃ ابحاث تفیدک بعون اللہ تعالٰی **الاول** تقدم تسعۃ احادیث من المرفوع وروی العقیلی من طریق عبدالرحمٰن بن بشر الغطفانی عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاشربۃ عام حجۃ الوداع فقال حرم اللہ الخمر بعینہا والسکر من کل شراب واخرجہ مطولا من طریق محمد بن الفرات الکوفی عن ابی اسحٰق السبیعی وفیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی بقعب من نبیذ فذاقہ فقطب وردہ فقام الیہ رجل من اٰل حاطب فقال یارسول اللہ اشراب اھل مکۃ قال فصب علیہ الماء ثم شرب فقال حرمت الخمر بعینہا والسکر من کل شراب فتلک عشرۃ کاملۃ وقد اخرج ھذا الکلام من دون القصۃ اعنی حرمت الخمر بعینہا الخ ابوالقاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر عن سعید بن المسیب عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتقدم بوجہین مرسل ومتصل من مسند الامام عن ابن شداد وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکانت اثنی عشر حدیثا منہا الصحیح ومنہا الحسن وجل بقیتہا لیس فیہما مایسقطہا عن درجۃ الاعتبار وحیز الانجبار والحسن ولو لغیرہ کاف للاحتجاج فکیف وقد وجد لذاتہ ولنشیر الی بعض تفاصیل ماھنا **حدیث** ابن عمر اعلہ النسائی بعبدالملک بن نافع قال لیس بالمشہور ولایحتج بحدیثہ **اقول** فلم یقل لایکتب وقال فی التقریب مجہول وکذا قالہ ابوحاتم والبیہقی قال الامام البدر بعد نقل کلامہما قلت ذکرہ ابن حبان فی الثقات من التابعین اھ **اقول** قدروی ھذا الحدیث عنہ العوام عند النسائی واللیث عند الطحاوی وابواسحٰق الشیبانی عندھما وقرۃ العجلی عند الطحاوی وابن ابی شیبۃ فارتفعت جہالۃ العین ولم یذکر بجرح قط البتۃ فغایتہ ان کان مستورا لاسیما وھو من القرون المشہود لہا بالخیر التابعین والمستور مقبول عندنا والجمہور کما بیناہ فی الھاد الکاف فی حکم الضعاف فالحدیث لاینزل ان شاء اللہ عن درجۃ الحسن **حدیث** ابی مسعود اعلہ بیحیی بن یمان

قال لا یحتج بحدیثہ لسوء حفظہ وکثرۃ خطائہ اقول یحیی من رجال مسلم والاربعۃ قال الحافظ صدوق ما بہ یخطئ کثیرا وقد تغیراھ وقد تابعہ الیسع بن اسمعیل عن زید بن الحباب عن سفین قال ابن الجوزی والیسع ضعیف قلت قال فی المیزان ضعفہ الدارقطنی اھ وھو کما تری جرح مجرد حدیث ابن عباس من طریق القاسم بن بھرام قال ابن الجوزی تفرد بہ قال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بہ بحال اھ قلت فانما منع الاحتجاج وھذا اوھاھن فیما اعلم حدیث الحارث عن علی اعلہ فجرحہ بعبد الرحمن بن بشر قال مجھول فی الروایۃ والنسب وحدیثہ غیر محفوظ وانما یروی ھذا عن ابن عباس من قولہ اھ وقال الذی لا یعرف والخبر منکراھ اما الطریق المطول فاوھن واوھی فیہ ابن الفرات کذبہ احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ وقال خ منکر الحدیث ثم مدارہ علی الحارث وفیہ مالا یجھل حدیث ابن عباس المذکور آخرا اقول لعل المحفوظ موقوف ھکذا رواہ الحفاظ عن ابن عباس قولہ کما ستسمع ان شاء اللہ تعالٰی نعم ان ثبت الرفع بطریق جید فلک ان تقول زیادۃ ثقۃ فتقبل ویعضدہ مرسل عبد اللہ بن شداد الماد حدیث زید الشھید لم اقف علی اول سندہ فاللہ تعالٰی اعلم اما زید عن آبائہ الکرام فمن اصح الاسانید حدیث ابی ھریرۃ اقول فیہ مسلم بن خالد شیخ الامام الشافعی وثقہ ابن حبان وابن معین وقال مرۃ ضعیف وقال ابن عدی حسن الحدیث وقال خ منکر الحدیث وجملۃ القول فیہ کما فی التقریب فقیہ صدوق کثیر الاوھام قلت والعامۃ کالبخاری وابن المدینی وابی حاتم وابی داود والناجی علی تضعیفہ ومع ذلک فلیس ممن یسقط حدیث ابی موسٰی اقول فیہ شریک ولا علیک من شریک الرجل من رجال مسلم والاربعۃ والبخاری فی التعالیق وقد وثقہ یحیی بن معین قال النسائی لیس بہ بأس وقال الذھبی فی تذکرۃ الحفاظ کان شریک حسن الحدیث اماما فقیھا ومحدثا مکثرا لیس فی الاتقان کحماد بن زید الخ وفی تھذیب التھذیب قال العجلی کوفی ثقۃ وکان حسن الحدیث قال عبد الرحمٰن وسألت ابی عن شریک وابی الاحوص ایھما احب الیک قال شریک وقد کان لہ اغالیط وقال ابن عدی الغالب علی حدیثہ الصحۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ مامونا کثیر الحدیث وکان یغلط وقال

ابوداود ثقة یخطی عن الاعمش وقال ابراھیم الحربی کان ثقة وقال معویة بن صالح سألت احمد بن حنبل عنه فقال کان عاقلا صدوقا محدثا شدیدا علی اھل الریب والبدع الخ لاسیما وروایته ھٰھنا عن ابی اسحٰق وقد قال الامام احمد بن حنبل شریك فی ابی اسحٰق اثبت من زہیر واسرائیل وزکریا قال وسمع منه قدیما وقال یحیی بن معین شریك فی ابی اسحٰق احب الینا من اسرائیل ولا معجز فی السند سوی ھٰذا غیر ان الفضیل بن مرزوق یرویه عن ابی اسحٰق وفیه قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اشربا ولا تشربا مسکرا تابعه عبداللّٰه بن رجاء عن اسرائیل عن ابی اسحٰق او عن شریك عنه علی اختلاف النسخ رواھما الطحاوی واخرجه البخاری فی المغازی من طریق سعید بن ابی بردة عن ابیه عن ابی موسی وفیه قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کل مسکر حرام واحضرہ النسائی واخرج کذالك من طریق طلحة الایاحی واخری من جهة الشیبانی کلیهما عن ابی بردة واخرج من طریق اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ابی بردة وفیه قال صلی اللّٰه تعالٰی وسلم اشرب ولا تشرب مسکرا ومن طریق ابی بکر بن ابی موسٰی عن ابیه وفیه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لا تشرب مسکرا فانی حرمت کل مسکر وقد علمت ان لا تنافی بین ھٰذہ وبین روایة اشربا ولا تسکرا فان المسکر ھو المسکر بالفعل کما ان القاتل ھو القاتل بالفعل لا من یقدر علیه ولیصح منه فاذن تتوافق الاٰثار ولا تتضاد کما سمعت من کلام الامام الطحاوی۔ **حدیث** القیسی **اقول** ھٰذا حدیث حسن رجاله کلهم ثقات قال فی المیزان اما محمد بن خزیمة شیخ الطحاوی فمشهور ثقة اھ ونص فی التقریب فی بقیة الرجال انهم ثقات غیر ان قال فی عثمٰن الموذن من رجال البخاری ثقة تغیر فصار تلقن اھ وقد نص المحقق علی الاطلاق فی باب الشهید من الفتح ان الاٰخذ من المختلط اذا لم یعلم متی اخذ منه لم ینزل الحدیث عن الحسن **حدیث** قیس بن جتر عن ابن عباس **اقول** حدیث حسن صحیح لا مغمز فیه اصلا رجاله کلهم ثقات اجلاء **حدیث** ابن مسعود من اصح الاحادیث واجلها مروی بسلسلة الذهب کما تری وللّٰه الحمد **الثانی** الاٰثار فی الباب عن امیر المومنین قد تواترت ولم تقدر الخصوم علی ردها فعدلوا الی التاویل وادعاء الرجوع اما

التاویل فاسند النسائی عن ابن المبارک ماتقدم من قولہ من قبل ان یشتد واسند عن عتبۃ بن فرقد قال کان النبیذ الذی یشرب بہ عمر بن الخطاب قد خُلِلَ **اقول** من نظر الآثار التی اتت عن امیر المومنین کالشمس تیقن ان لامساغ لھذین التاویلین فیھا اصلا وان لم تکن فیھا جلائل تصریحات الاشتداد لکان حسبک مافی المؤطا من قول عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ احللتھا واللہ فای مساغ کان لھذا لوکان لم یشتد او تخلل واما ادعاء الرجوع فقال النسائی ممایدل علی صحۃ ھذا حدیث السائب فذکر مااسند مالک عن ابن شھاب عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب خرج علیھم فقال انی وجدت من فلان ریح شراب فزعم انہ شراب الطلاء وانا سائل عما شرب فان کان مسکرا جلدتہ فجلدہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ الحد تامّاہ ورواہ ایضا الشافعی وعبدالرزاق وابن وھب وابن جریر والطحاوی والبیھقی وتبعہ الزرقانی فی شرح المؤطا فقال تحت حدیث محمود بن لبید المار عن المؤطا کان عمر اجتھد فی ذالک تلک المرۃ ثم رجع عنہ فحد فی شرب الطلاء کما مراھ **اقول** رحم اللہ اباعبدالرحمٰن کان مذھب امیر المومنین تحلیل القلیل والحد فی الکثیر اما سمعت الی قولہ فی جواب المعتذر انما شربتہ من قربتک انما جلدناک لسکرک فان جلد فی السکر فاین الدلیل علی حرمۃ القلیل ولیت شعری متی رجع وقد شربہ فی طعنتہ التی انتقل فیھا الی الفرادیس العُلٰی کما تقدم من حدیث عمرو بن میمون **الثالث** حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما حرمت الخمر بعینھا والسکر من کل شراب اخرجہ النسائی فقال اخبرنا ابوبکر بن علی اخبرنا القواریری ثنا عبدالوارث قال سمعت ابن شبرمۃ یذکرہ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب وھو کما تری سند نظیف نفیس ابوبکر ھو احمد بن علی بن سعید ثقۃ حافظ والقواریری عبیداللہ بن عمر بن میسرہ ثقۃ ثبت من رجال الشیخین وعبدالوارث ھو ابن سعید بن ذکوان ثقۃ ثبت من رجال الستۃ وابن شبرمہ ھو عبداللہ ابو شبرمہ ثقۃ فقیہ من رجال مسلم وعبداللہ بن شداد ثقۃ فقیہ جلیل من رجال الستۃ ولد علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومثلہ اوالنظف واجود مافقدنا من سند الامام

الطحاوی فہد ہو ابن سلیمٰن بن یحیی ثقۃ وابونعیم ہو الفضل بن الدکین ثقۃ ثبت من رجال الستۃ من کبار شیوخ خ بینہ الحافظ ابوبکر بن ابی خیثمۃ اذروی ھذا الحدیث فی تاریخہ فقال حدثنا ابونعیم الفضل بن دکین ثنا مسعر عن ابی عون الخ ا سیأتی ومسعر من لایجہل ثقۃ ثبت فاضل فقیہ من رجال الستۃ وابوعون ہو محمد بن عبید اللہ الثقفی ثقۃ من رجال الستۃ الا ابن ماجہ وعبداللہ عبداللہ بیدان اباعبد الرحمٰن حاول ان یخدشہ فاتی بوجہین **احدھما** ان ابن ابی شبرمۃ لم یسمعہ عن عبداللہ بن شداد **اخبرنا** ابوبکر بن علی ثنا لسیریج بن یونس ثنا ھشیم عن ابن شبرمۃ قال حدثنی الثقۃ عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حرمت الخمر بعینہا قلیلہا وکثیرہا والسکر من کل شراب اھ **اقول** الحمدللہ قد علم الثقۃ اخرج البزار فی مسندہ حدثنا محمد بن حرب ثنا ابوسفین الحمیری ثنا ھشیم عن ابن شبرمۃ عن عمار الدّھبی عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فذکرہ قال وقد رواہ ابوعون عن عبداللہ بن شداد ورواہ عن ابی عون مسعر والثوری وشریک لایعلم رواہ عن ابن شبرمۃ عن عمار الذھبی عن ابن شداد عن ابن عباس الا ھشیم ولا عن ھشیم الا ابوسفین ولم یکن ھذا الحدیث الا عند محمد بن حرب وکان واسطیا ثقۃ اھ **قلت** وابوسفین الحمیری ہو سعید بن یحیی صدوق وسط من رجال البخاری قال الحافظ المنذری فی الترغیب ثقۃ مشہور اھ وقد قال الذھبی فی المیزان فی بیان مجاھیل الاسم اعنی تعیین من ابہم اسمہ عبداللہ بن شبرمۃ عن الثقۃ فی الخمر جاء مبینا انہ عمار الدّھبی اھ وعمار ہو ابن معویۃ ابومعویۃ الکوفی صدوق من رجال الستۃ الا البخاری قال الذھبی وثقہ احمد وابن معین وابوحاتم والناس وما علمت احدا تکلم فیہ الا العقیلی فتعلق علیہ بما سألہ ابوبکر بن عیاش اسمعت عن سعید بن جبیر قال لا قال فاذھب اھ **قلت** وناھیک توثیق الائمۃ وانہ شیخ شعبۃ والسفیانین ولاعلیک من دندنۃ العقیلی فقد اخذ یلین ذاک الجبل الشامخ علی بن المدینی الذی قال فیہ البخاری ما استصغرت نفسہ الا عندہ وقد اورد الامام موسی الکاظم فی الضعفاء فحسبنا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ وبالجملۃ ان کان ابن شبرمۃ یرسلہ

تارۃ ویبھم اخری ویبین مرۃ فتبین العدل فکان ماذا ثم اخذ ابوعبدالرحمٰن یلین
ھٰذا بھشیم قال وھشیم بن بشیر کان یدلس ولیس فی حدیثہ ذکر السماع من ابن شبرمۃ
اقول ھشیم ثقۃ ثبت من رجال الستۃ وقد ثبت سماعہ ھٰذا الحدیث عن ابن شبرمۃ
اخرج ابوبکر بن ابی خیثمۃ قال حدثنا ایوب عن یزید بن ھارون عن قیس ثنا ابی ثنا
ھشیم اخبرنی ابن شبرمۃ عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر
بعینھا قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب وقد علمت من کلام البزار ان عامۃ
الحفاظ انما رووہ عن ابن شبرمۃ عن ابن شداد ولم یدخل بینھما رجلا الا ھشیم حیث
عنعن ووافق الجماعۃ حیث نص علی سماع نفسہ من ابن شبرمۃ وسماع ابن شبرمۃ من
ابن شداد صحیح فاذن انما کان الاولی بالطرح کونہ بواسطۃ انہ لم یثبت بسند یثبت
وثانیھا ان خالفہ ابوعون **اخبرنا** محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن الحکم ثنا محمد یعنی
غندرا ح واخبرنا الحسین بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن
مسعر عن ابی عون عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال حرمت
الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والمسکر من کل شراب لم یذکر ابن الحکم قلیلھا وکثیرھا
اخبرنا الحسین بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا ابراھیم بن ابی العباس ثنا
شریک عن عباس بن ذریح عن ابی عون عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس قال
حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا وما اسکر من کل شراب قال ابوعبدالرحمٰن وھٰذا
اولی بالصواب من حدیث ابن شبرمۃ **اقول** رحم اللہ ھؤلاء المحدثین لو انا
قدمنا روایۃ الامام العابد العادل الفاضل شریک الذی کان یخطی کثیرا وقد تغیر ولم
یحتج البخاری ولا مسلم فی شیئ من الاصول وقال یحیی بن سعید ضعیف جدا وقال
ابن المثنی مارأیت ولا عبدالرحمٰن حدثا عن شریک شیئا وقال عبدالجبار بن
محمد قلت لیحیی بن سعید زعموا ان شریکا انما خلط بآخرۃ قال مازال مخلطا وعن
ابن المبارک قال لیس حدیث شریک بشیئ وقال الجوزجانی سیئ الحفظ مضطرب
الحدیث مائل وقال ابراھیم بن سعید الجوھری اخطاء شریک فی اربعمائۃ حدیث
وروی معویۃ بن صالح عن ابی معین صدوق ثقۃ الا انہ اذا خالف فغیرہ احب الینا منہ
وقال مرۃ ثقۃ الا انہ یغلط ولا یتقین وقال الدارقطنی لیس شریک بالقوی فیما ینفرد بہ

وقال ابو احمد الحاکم لیس بالمتین وکذالک قلت انت مرۃ یا ابا عبدالرحمٰن انہ لیس بالقوی وقال الذہبی کان صدوقا الا انہ سیئ الحفظ کثیر الوھم مضطرب الحدیث کما فی تہذیب التہذیب علی روایۃ ابن شبرمۃ ذاک الامام الشہیر الثقۃ الفقیہ المحتج بہ فی صحیح مسلم وثقہ احمد وابوحاتم فضل عن حدیث الامام الاجل الثقۃ الثبت مسعر لکانوا قاموا باشد الانکار ثم الرجل مدلس قال عبدالحق الاشبیلی کان یدلس وقال ابن القطان کان مشہورا بالتدلیس وقد عنعن فمالکم تنقمون عنعنۃ ھشیم ذاک الجبل الشامخ ثم تعودون تحتجون بعنعنۃ شریک واما شعبۃ فقد تفرد بھن بین الجماعۃ ونقص علیک الامر فی ذالک روی ھذا الحدیث عن ابن عباس سعید بن المسیب[۱] وعون بن ابی جحیفۃ وعکرمۃ[۳] وعبدﷲ بن شداد اما الاولان فروی عنہما الرفع الی النبی صلی ﷲ تعالٰی علیہ وسلم کما تقدم واما عکرمۃ وقال الطبری فی تہذیب الآثار حدثنا محمد بن موسی ثنا عبدﷲ بن عیسی ثنا داود بن ابی ھند عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی ﷲ تعالٰی عنہما قال حرم ﷲ الخمر بعینہا والسکر من کل شراب واما ابن شداد فروی عنہ ابوعون وعمار الذھبی وابوشبرمۃ علی الوجوہ التی علمت وعیاش العامری عند ابی بکر بن ابی خیثمۃ قال حدثنا محمد بن الصباح البزاز اخبرنا شریک عن عیاش العامری عن عبدﷲ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینہا والسکر من کل شراب وقال وعیاش العامری ھو عیاش بن عمر قلت ثقۃ من رجال مسلم وسلیمٰن الشیبانی وعنہ شعبۃ عند ابن ابی خیثمۃ ایضا وبلغہ الی ام المومنین میمونۃ حیث قال حدثنا علی الجعد اخبرنا شعبۃ عن سلیمان الشیبانی۔

عن عبدﷲ بن شداد عن عبدﷲ بن عباس عن خالتہ میمونۃ بنت الحارث رضی ﷲ تعالٰی عنہم ورواہ عن ابی عون الامام الاعظم وسفیٰن[۲] الثوری ومسعر[۳] بن کدام وعبدﷲ[۴] بن عیاش وقد وقعت روایتہم جمیعا فی مسند الامام وشریک[۵] وابوسلمہ[۶] عند البزار ورواہ عن مسعر ابونعیم الفضل بن دکین عند الطحاوی وابن ابی خیثمہ ومن طریقہ القاسم بن اصبغ فقال حدثنا احمد بن زہیر یعنی ابابکر بن ابی خیثمہ ثنا ابونعیم الفضل بن دکین عن مسعر عن ابی عون عن عبدﷲ بن شداد عن

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حرمت الخمر بعینہا القلیل منہا و الکثیر
و السکر من کل شراب قال البدر محمود العینی فی البنایۃ قال ابن حزم صحیح قال
و تابعہ ابانعیم جعفر بن عون فرواہ عن مسعر کذالک الخ وکذا تابعہ قال ابن حزم
صحیح خلاد بن یحیی عند ابی نعیم فی الحلیۃ و سفین الثوری و شعبۃ و سفین و ابراہیم
ابناعیینۃ رفعہ عن مسعر فقال عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الحلیۃ و
بالجملۃ ھؤلاء اربعۃ عن ابن عباس منہم ابن شداد وعنہ خمسۃ منہم ابوعون
وعنہ ستۃ منہم ۔ مسعر عنہ سبعۃ منہم شعبۃ لم یذکر احد منہم والمسکر
بزیادۃ المیم الاشعبۃ قال ابونعیم تفرد بہ شعبۃ عن مسعر فقال و المسکر من کل
شراب اھ فروایۃ الجماعۃ ھی الاحق بالقبول ان فرض التنافی و ابن التنافی فان
المسکر من کل شراب اوما اسکر من کل شراب یحتمل القدر المسکر من کل
شراب احتمالا جلیا واضحا فکیف یقضی بالمحتمل علی المتعین و باللہ التوفیق وبہ ثبت
وللہ الحمد أن اباعون لم یخالف اباشبرمۃ وانما خالف شعبۃ عن مسعر سائر الجملۃ من
مسعر وعن ابی عون وعن ابن شداد وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم والعجب
من الامام ابن الھمام کیف تبع النسائی علی ھذا الکلام وزعم ان لفظ السکر تصحیف
وما التوفیق الا باللہ الخبیر اللطیف و الحمد للہ رب العلمین **الرابع** حدیث الطحاوی
عن علقمۃ سالت ابن مسعود عن قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السکر
قال الشربۃ الاخیرۃ رواہ الدارقطنی فی سننہ عن عمار بن مطر ثنا جریر بن عبدالحمید
عن الحجاج عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم کل مسکر حرام قال ھی الشربۃ التی اسکرتک ثم اسند عن عمار بن مطر
ثنا شریک عن ابی حمزۃ عن ابراھیم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل مسکر حرام قال
ھی الشربۃ التی اسکرتک قال ھذا اصح من الاول ولم یسندہ غیر الحجاج واختلف
عنہ وعمار بن مطر ضعیف وحجاج ضعیف وانما ھو من قول ابراھیم النخعی ثم اخرج
عن ابن المبارک انہ ذکر لہ حدیث ابن مسعود کل مسکر حرام ھی الشربۃ اسکرتک
فقال حدیث باطل اھ وتبعہ المحقق فی الفتح **اقول** سند الطحاوی حدثنا ابن
ابی داؤد ثنا نعیم وغیرہ انا حجاج عن حماد الخ ولیس فیہ عمار کما تری والحجاج ھو ابن

ارطاۃ من رجال مسلم والاربعۃ وھو وان کان من شیوخ شعبۃ وشعبۃ من قد علم فی شدۃ ورعہ واحتیاطہ وقد کان یقول اکتبوا عن حجاج ابن ارطاۃ وابن اسحٰق فانھما حافظان وقد اثنی علیہ غیر واحد منھم الثوری وابوحاتم بید انہ کثیر التدلیس قال الذھبی اکثر ما نقم علیہ التدلیس وقال ابوحاتم یدلس عن ضعفاء فالحدیث وان لم یصح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کما قالہ عبداللہ لکنہ قد صح عن ابراھیم کما قدمناہ عن مسند الامام الاعظم عن حماد عنہ فما کان ینبغی لابی عبدالرحمٰن ان یقول لیس کما یقول دعون لانفھم بتحریمھم آخر الشربہ وتحلیلھم ما تقدمھا اما ما نعلل بہ قائلالاخلاف بین العلم ان المسکر بکلیتہ لایحدث علی الشربۃ الاخرۃ دون الاولی والثانیۃ بعدھا **اقول** ارأیت اذا کان لا یسکر المسک والعنبر والزعفران واشباھھا الا اذا بلغ عشر حبات مثلا فاذا تناول رجل حبۃ فھل تناول الحرام فان قلت نعم فقد اعظمت القول وان قلت لا قلنا فان تناول اخری حتی بلغ تسعا فلابد ان تقول فی الکل بالحل قلنا فاخبرنا اذا تناول العاشرۃ فسکر فان قلت الاٰن ایضا حل فقد اعظمت القول وان قلت حرم فقد قضیت علی نفسک ولاشک ان السکر انما اتی للمجوع لکن الحرمۃ انما ھی للاکلۃ الاخیرۃ دون الاولی والتی تلیھا الی تسع ومن عرف ان المعلول وھی الحرمۃ المعلولۃ بالسکر المعلول بالعشر انما یتحقق عند تحقق الجزء الاخیر من اجزاء العلۃ عرف المرام ولم تذھب بہ الاوھام وبھذا التقریر وللہ الحمد تبین انزھاق ما لمح بہ الشوکانی فی نیل الاوطار ناقلا عن الطبری مانصہ یقال لھم ای لائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنھم اخبرونا عن الشربۃ التی یعقبھا السکر اھی التی اسکرت صاحبھا دون ما تقدمھا ام اسکرت باجتماعھا مع ما تقدم واخذت کل شربۃ بحظھا من الاسکار فان قالوا احدث لہ السکر الشربۃ الاٰخرۃ التی وجد خبل العقل عقبھا قیل لھم وھل ھذہ التی احدثت لہ ذلک الا کبعض ما تقدم من الشربات قبلھا فی انھا لو انفردت دون ما قبلھا کانت غیر مسکرۃ وحدھا وانھا انما اسکرت باجتماعھا واجتماع عملھا فحدث عن جمیعھا السکر اھ فان التقریر بحذافیرہ جار فی الحبۃ العاشرۃ من المسک ونظرائہ والوھم انما نشأ من عدم الفرق

بین الجزء الاخیر و بین سائر العلل الناقصۃ المتقدمۃ علیہ وکذا استبان بحمد اللہ
انجساف مازوق بہ الشوکانی فی تحت حدیث کل شراب اسکر فھو حرام بقولہ ان الشراب
اسم جنس فیقتضی ان یرجع التحریم الی الجنس کلہ کما یقال ھذا الطعام مشبع الماء مر
و یرید بہ الجنس وکل جزء منہ یفعل ذالک الفعل فاللقمۃ تشبع العصفور وما ھو
اکبر منھا لیشبع ماھو اکبر من العصفور وکذالک جنس الماء یروی الحیوان علی
ھذا الحد فکذالک النبیذ **اقول** نعم وقع التحریم علی الجنس مقید ابصفۃ الاسکار فاذا
اسکر حرم والا لا وانما الشدلک اللہ والانصاف اذا قیل لک انھاک عن کل
طعام اشبع ھل یفھم منہ النھی عن الاکل مطلقا ولو لقمۃ او لقیمۃ اصغر ما تکون ما
ھذہ الامکابرۃ الاتری ان الاجماع ماض علی تحریم کل ضار کالسموم والطین وغیر
ذالک ثم لم ینطلق ھذا الحکم الا الی قدر یضرک ایاک لا ما یفر ولو ذبابا ونملۃ وقد
اخرج احمد وابوداود وعن ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنھا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر ومعلوم ان من الادویۃ ماذا اکثر منہ اورث التفتیر
والتحذیر ثم لم یرجع التحذیر الا الی ذالک القدر الکثیر ولو کان الامر کما زعمت لوجب
القول بحرمۃ المسک وامثالہ مطلقا وکل ذالک خلاف الاجماع ھذا ثم اتفقت المراجعۃ
الی البنایۃ فرایت الامام البدر محمود رحمہ اللہ تعالی اتی ھھنا بکلام حسن نقلا عن
الامام تاج الشریعۃ زاد فیہ من النظائر فاحببت ایرادہ قال رح وحد الحرام ھو المسکر
والطلاقہ علی تقدم مجاز وعلی القدح الاخیر حقیقۃ وھو مراد فلا یکون المجاز مرادا وقد قال
تاج الشریعۃ المسکر مایتصل بہ السکر بمنزلۃ المتخم من الطعام وھو مایتصل بہ التخمۃ
فان تناول الطعام بقدر مایغذیہ حلال ومایتخم وھو الاکل فوق الشبع حرام ثم المحرم
منھا ھو المتخم وان کان لایکون ذالک متخما الا باعتبار ماتقدمہ من الاکلات
وکذالک فی الشراب وقد قال ابویوسف رحمہ اللہ ذالک مثل دم فی ثوب مادام قلیلا
فلاباس بالصلاۃ فیہ فاذا اکثر لم یحل ومثل رجل ینفق علی نفسہ واھلہ من کسبہ
فلاباس بذالک فاذا اسرف فی النفقۃ لم یصلح لہ ذالک ولا ینبغی وکذالک النبیذ لاباس
ان یشربہ علی طعامہ والاخیر فی السکر منہ لانہ اسراف واظھر من ذالک ان الضمان
یضاف الی واضع المن الاخیر فی السفینۃ وان لم یحصل الغرق بدون ماتقدم من الامناء

وھذا لانہ لایوجد التلف حکما بما تقدم من الامناء وانما وجد ذالک بفعل فاعل مختار فاضیف الفرق للمن الاخیر کذا ھنا اضیف السکر الی القدح الاخیر الذی یحصل بہ السکر حقیقۃ لاما تقدم من الاقداح اھ ثم ان البیہقی فی المعرفۃ ارادالرد علی حدیث الحجاج بوجہ آخر فذکر ماروا ہ ابن المبارک عن الحسن بن عمرو الفقیمی عن فضیل بن عمرو عن ابراھیم قال کانوا یقولون اذا سکر لم یحل لہ ان یعود فیہ ابدا **قلت** واسندہ النسائی من طریق ابن ابی زائدۃ عن الحسن بن عمر بالسند قال کانوا یرون ان من شرب شرابا فسکر منہ لم یصلح ان یعود فیہ قال البیہقی فکیف یکون عند ابراھیم قول ابن مسعود ھکذا یعنی ماروا ہ الحجاج ثم یخالفہ قال فدل علی بطلان مارواہ الحجاج بن ارطاۃ اھ **اقول** لاننکر ان حدیث الحجاج لایصلح للحجاج لکن فی الرد بھذا الوجہ خفاء لایخفی فان القول وان لم یصلح عن عبداللہ قد صح عن ابراھیم فاذا لم یمنعہ ھذا عن قول نفسہ فکیف یمنع ان یکون عندہ عن عبداللہ مثلہ اما ابو عبدالرحمٰن فجعل ھذا خلافا عن ابراھیم اذ قال ذکر الاختلاف علی ابراھیم فی النبیذ فروی ھذا ثم قال **اخبرنا** سوید اخبرنا عبداللہ عن ابی عوانۃ عن ابی مسکین قال سألت ابراھیم قلت انا ناخذ دردی الخمر اوالطلاء فننظفہ ثم ننقع فیہ الزبیب ثلثا ثم نصفیہ ثم ندعہ حتی یبلغ فنشربہ قال یکرہ اھ فزعم ان فی ھذین خلاف ماثبت عن ابراھیم من تحلیل القلیل **اقول** ولامتمسک لہ فی شیئ منھما فان معنی الاول علی ما نری واللہ تعالٰی اعلم ان من استخفہ الشیطان فی شراب فلم یصبر علی قلیلہ حتی اکثر فاسکر لاینبغی لہ ان یعود فیہ کیلا یستجرہ العدو اخری فیکون معناہ علی وزان قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایلدغ المؤمن من جحر مرتین اویکون المعنی لایعود الی ما اسکر فقد علمہ بالتجربۃ وذٰلک ان من ظن فی شراب انہ لایسکرہ منہ ثلث کؤس مثلا فشرب فسکر لم یحل لہ العود الی الثالثۃ ابدا واما الاثر الآخر فانما الکراھۃ فیہ لاجل دردی الخمر والطلاء بالاشتراک یطلق علی معان بینھا العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام منھا العصیر العنبی الذی ذھب اقل من ثلثیہ وھو البازق والذی ذھب نصفہ وھو المنصف والذی ذھب ثلثاہ وھو المثلث والذی ذھب ثلثہ وھو البازق قال

وسمی بالطلاء کل ماطبخ من عصیر العنب مطلقا اھ والکل غیر المثلث حرام کثیرہ وقلیلہ نجس نجاسۃ غلیظۃ کالخمر عندنا وعند الجمھور خلافا للامام الشافعی والاوزاعی وبعض الظاھریۃ والمعتزلۃ واللہ تعالی اعلم **الخامس** قال النسائی حدثنا عبید اللہ بن سعید عن ابی اسامۃ قال سمعت ابن المبارک یقول ماوجدت الرخصۃ فی المسکر عن احد صحیحا الاعن ابراھیم **اقول** رحم اللہ الامام الجلیل ونفعنا ببرکاتہ فی الدنیا والاخرۃ بلی قد صح عن **امیر المومنین عمر** وقد مرحدیث مالک عن داؤد بن الحصین من رجال الستۃ قال الحافظ ثقۃ الافی عکرمۃ عن واقد بن عمرو ثقۃ من رجال خ عن محمود بن لبید صحابی صغیر وفیہ قول عبادۃ احللتھا واللہ وفیہ ادعی الزہر قانی ان کان عمر اجتھد فی ذالک تلک المرۃ ثم رجع عنہ کما تقدم حدیث ابی حنیفۃ عن ابی اسحق السبیعی ثقۃ من رجال الستۃ ولم یکن ابو حنیفۃ لیذھب الیہ بعد ما اختلط فیاخذ عنہ کما نص علیہ المحقق حیث اطلق وذکرنا فی منیر العین عن عمرو بن میمون مخضرم مشہور ثقۃ عابد نزل الکوفۃ من رجال الستۃ وبہ وبما تقدم من روایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی الاحوص عن ابی اسحق عن عمرو بن میمون ابو الاحوص ھو سلام بن سلیم ثقۃ المصیصی من رجال الستۃ تائید الحدیثین المارّان للطحاوی عن عمرو احدھما حدثنا ابو بکرۃ ثنا ابوداود ثنا زھیر بن معویۃ عن ابی اسحق عن عمرو بن میمون والاخر حدثنا روح بن الفرج ثنا عمرو بن خالد ثنا زھیر ثنا ابو اسحق عن عمرو بن میمون رجالھما جمیعا ثقات اجلاء ابو بکرۃ ھو بکار بن قتیبۃ وابوداود ھو الطیالسی ثقۃ حافظ من رجال مسلم والاربعۃ اھل الستۃ فقد کنی عنہ خ فی تفسیر المدثر حیث قال فی سند حدیث مرفوع حدثنی محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مھدی وغیرہ قالا حدثنا حرب بن شداد الخ غیرہ ابوداود کما بینہ ابو نعیم فی مستخرجہ وزھیر ثقۃ ثبت من رجال الستۃ وروح بن الفرج شیخ الطحاوی ھو القطان المصری ثقۃ وثقہ فی تہذیب التہذیب وعمرو بن خالد شیخ روح وتلمیذ زھیر ھو الحرانی الخزاعی ثقۃ من رجال البخاری فبموافقۃ الامام ومتابعۃ سلام زال ماکان یخشی من سماع زھیر عن ابی اسحق اخیرا وحدیث ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمرا تی باعرابی صحیح علی اصولنا فان الجمھور

علی قبول المراسیل ولاسیما مراسیل ابراھیم فقد قال الامام احمد مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات ابراھیم النخعی لاباس بھا ذکرہ فی التدریب وقد اخرج ابن عدی عن یحیی بن معین قال مراسیل ابراھیم صحیحۃ الاحادیث تاجر البحرین وحدیث القھقھۃ قال فی نصب الرایۃ اما احادیث القھقھۃ فقد عرف واما حدیث تاجر البحرین فرواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ ثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابراھیم قال جاء رجل فقال یارسول اللہ انی رجل تاجر اختلف الی البحرین فامرہ ان یصلی رکعتین یعنی القصر اھ وکذا حدیث کتاب عمر المروی فی المسند بالسند وحدیث الطحاوی حدثنا فھد ثنا عمر بن حفص ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی ابراھیم عن ھمام بن الحارث عن عمر انہ کان فی سفر الحدیث عمر بن حفص ثقۃ من رجال الشیخین وابوہ حفص بن غیاث ثقۃ من رجال الستۃ وابراھیم ھو النخعی وھمام النخعی ثقۃ من رجال الستۃ وحدیثہ حدثنا فھد ثنا عمر بن حفص ثنا ابی عن الاعمش ثنی حبیب بن ابی ثابت عن نافع عن ابن عمر قال اتی بنبیذ الحدیث رجالہ کلھم ثقات حبیب ثقۃ امام جلیل من رجال الستۃ وقد سمع ابن عمرو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم قالہ البخاری قلت وھو من اقران نافع لیس بین موتھما الاسنۃ اوسنتان فلو دلس لامکنہ ان یقول عن ابن عمر لکن اوضح وبین فرحمہ اللہ تعالٰی وحدیثہ حدثنا ابن ابی داود ثنا ابوصالح ثنی اللیث[1] ثنا عقیل عن ابن شہاب اخبرنی معاذ بن عبدالرحمٰن بن عثمٰن التیمی ان اباہ عبدالرحمٰن بن عثمٰن قال صحبت عمر الحدیث ابن ابی داؤد ھو ابراھیم ثقۃ صح لہ الطحاوی فی رفع الیدین وعبدالرحمٰن بن عثمٰن صحابی والبقیۃ کلھم ثقات مشھورون من رجال البخاری فان الصحیح اخرج فی الصحیح لعبداللہ بن صالح ابی صالح کاتب اللیث قالہ المنذری فی الترغیب والذھبی فی المیزان وحدیث النسائی اخبرنا زکریا بن یحیی ثنا عبدالاعلی ثنا سفین عن یحیی بن سعید سمع سعید بن المسیب یقول تلقت ثقیف لخ زکریا ثقۃ حافظ والبقیۃ ثقات مشاھیر من رجال

---

[1] وقع فی نسخۃ طبع اللیثی وانما ھو التیمی کما فی الاصابۃ والتقریب ۱۲ منہ

الستة وحديثه اخبرنا محمد بن عبد الاعلی ثنا المعتمر سمعت منصورا عن ابراهيم عن نباتة عن سويد بن غفلة الخ محمد ثقة نباتة مقبول والبقية كلهم ثقات مشهورون من رجال الستة وبالطريق رواه عبد الرزاق عن منصور وحديثه اخبرنا سويد اخبرنا عبد الله عن هشام عن ابن سيرين ان عبد الله بن يزيد الخطمی قال الخ هم كما ترى كلهم ائمة اجلاء ثقات اثبات مشهورون من رجال الستة غير سويد بن نصر فمن رجال الترمذی والنسائی ثقة معروف راوية الامام الجليل عبد الله بن مبارك وهو المراد بعبد الله وهشام هو الدستوائی وعبد الله بن يزيد صحابي وقدمنا ان الحافظ صححه فی الفتح وحديثه اخبرنا محمد بن المثنی ثنا ابن ابی عدی عن داود سالت سعيد الخ ابن ابی عدی محمد بن ابراهيم وداود هو ابن ابی هند وسعيد هو ابن المسيب والسند كله ثقات من رجال الستة الا داود فلمن عدا البخاری فهذه اكثر من عشرة احاديث صحاح عن امير المومنين رضی الله عنه وكذا صح عن ابن مسعود وعن ابنه عامر ابی عبيدة وعن علقمة وعن حماد فان اباحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله ان لم يفق مالكا عن نافع عن ابن عمر فلا ينزل عنه ولا عن شئ مما قيل اصح الاسانيد عندنا وعند كل من نور الله بصيرته بنور الانصاف وعن ابن عباس كما علمت مر تصحيحه عن ابن حزم وكذا عن عتبة بن فرقد السلمی وكذالك صحت الاثار وحسنت فی الطلاء مثلثا او مصنفا وغيره عن انس بن مالك حديثه الاول عن الوليد بن سريع الكوفی صدوق والثانی عند النسائی قال اخبرنا اسحق بن ابراهيم ثنا وكيع ثنا سعد بن اوس عن انس بن سيرين رجاله كلهم ثقات مشهورون من رجال الستة الا سعد او سعد ان كان هو العبسی الكوفی كما يظن من رواية وكيع فثقة وثقه العجلی ويحيی وابوحاتم وذكره ابنا حبان وشاهين فی الثقات قال الحافظ لم يصب الازدی فی تضعيفه وان كان هو العدوی البصری كما يفهم من تهذيب التهذيب فصدوق لا ينزل حديثه عن درجة الحسن وثقه ابن حبان وغيره والثالث عند ابن ابی شيبة عن وكيع بعين هذا السند وعن ابن سيرين عند النسائی اخبرنا سويد اخبرنا عبد الله عن هارون بن ابراهيم عن ابن سيرين قال بعه الخ هذا كما ترى سند صحيح هارون ثقة وعن علی

امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیثہ عند النسائی اخبرنا سوید اخبرنا عبد اللہ عن جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال کان علی یرزق الخ رجالہ کلہم ثقات وکلہم ما خلا سوید ا من رجال الستۃ جریر ھو ابن عبد الحمید صاحب منصور ومغیرۃ ھو ابن مقسم کوفیان بنیان وشاھدہ عند ابن ابی شیبۃ بسند جید اما حدیث ضربہ الحد من سکر من اداوتہ فطریق الدارقطنی فیہ حسن شریک من قد علمت وفراس من رجال الستۃ وثقہ احمد ویحیی والنسائی قال القطان ما انکرت من حدیثہ الا حدیث الاستبراء وبہ یعتضد طریق ابی بکر فیہ مجالد تکلم فیہ الناس وقال الحافظ لیس بالقوی وقد خرج لہ مسلم والاربعۃ وعن ابی الدرداء وعن امہ حدیثہ عند النسائی اخبرنا زکریا بن یحیی ثنا عبد الاعلی ثنا حماد بن سلمۃ عن داود عن سعید بن المسیب ھذا اسند صحیح نظیف زکریا ھو خیاط السنۃ سکن دمشق وعبد الاعلی ھو ابن مسہر ابو مسہر الدمشقی وحماد من لا یجہل وداود ھو ابن ابی ھند کلہم ثقات جلۃ مشاھیر وحدیثہما عند ابی بکر والسند کما رأیت من اجل الاسانید میمون بن مہران ثقۃ فقیہ وعن ابی موسی الاشعری رواہ النسائی بطریق سوید عن عبد اللہ عن ھشیم اخبرنا اسمعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن ابی موسی ھؤلاء کلہم من اکابر الائمۃ الثقات الاثبات کما لا یخفی وعن سعید بن المسیب بالطریق[1] عن سفین عن یعلی بن عطاء یعلی ثقہ من رجال مسلم وقال اخبرنا احمد بن خالد عن معن ثنا معویۃ بن صالح عن یحیی بن سعید احمد بغدادی ثقۃ معن القزاز ویحیی المدنی کلاھما ثقۃ ثبت من رجال الستۃ ومعویۃ صدوق من رجال الخمسۃ وعن الحسن البصری بالطریق عن بشیر بن المہاجر مختلف فیہ وثقہ ابن معین وغیرہ وقال النسائی لیس بہ بأس واخرج لہ مسلم والاربعۃ وقال ابو حاتم لا یحتج بہ **قلت** وقول احمد منکر الحدیث ربما لا یکون للجرح کما بیناہ فی غیر ھذا الکتاب فاذن حدیثہ فی عداد الحسن وعن عمر بن عبد العزیز بالطریق عن عبد الملک بن طفیل الجزری مقبول وعن ابی عبیدۃ وعن معاذ بن جبل

---

[1] ای طریق سوید عن عبد اللہ ۱۲ منہ

وقد علق عنهما البخاری جازما وعن ابی طلحۃ اسند عن ثلثتهم رضی اللہ تعالٰی عنهم ابوبکر وغیرہ والسند کلہ من جلۃ ثقات رجال الستۃ عن خالد بن الولید۔

مسئلہ (۲۷) از مسجد جامع مسئولہ حامد حسین خاں بن الطاف علی ۶ رجمادی الآخرہ ۲۹ھ

جناب مولوی صاحب معظم ومکرم دام ظلکم یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پیشتر اور جو نبی گزرے ہیں اُن کے وقت میں شراب حلال تھی یا حرام۔ دوسرے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں شراب پی اور حالت نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ صاحب نے حالتِ نشہ میں ایک اونٹنی بلا ذبیحہ کا دل اور جگر کھایا۔ حامد حسین خاں

الجواب

اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعتِ اسلام کی ابتدا میں شراب کی تحریم نہ تھی ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے امیر المومنین سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا اگر اُس سے شان اقدس مرتضوی پر طعن چاہتا ہے تو خارجی ناصبی مردود جہنمی ہے ورنہ بلاضرورتِ شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ احمق بدعقل بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کا ہے بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملا یا ہے اسے توبہ لازم ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعتِ والدین وبرادران واجب ہے یا فرض اور درصورتِ ارتکاب ان کے یہ گناہِ کبیرہ مثلاً زنا کرنا چوری کرنا ڈاڑھی منڈانا یا کتروانا ترکِ اطاعت واجب ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑدو اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ تو ضرور کروں گا اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو کافر ہوا یا نہیں۔

الجواب

اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں اُن کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اُس کے سبب یہ اُمور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی وادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ غیبت میں ان کے لئے دُعا کرے اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک کہ حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت نہ جائے گی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بر وجہ کفر ہو تو وہ مُرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں۔ ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۹) بیجاپور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کٹڑی پرانت مرسلہ حافظ فقیر محمد بن حافظ سلیمان میاں محلہ بھوڑواڑہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب مہوہ سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچتے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہل علم ہے ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکالا جاتا ہے اگرچہ بسبب مسکر کے حرام تو ہے لیکن دوا میں استعمال کرنا یا دوا کے واسطے پینا جائز ہے اور آٹھ قسم فقہ میں جو ہے اُس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں ہاں سُکر کرے جب حرام ہے دوا میں پینا تھوڑا پینا کسی بیماری میں حرام نہیں اور حد اُس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط اور اس پر ایک درمختار کا مسئلہ افیون کا بھی پیش کرتے ہیں الافیون حرام الا لصاحب التداوی وغیرہ کی طرح اس کو بھی سمجھنا یا خمر کے موافق یہ شراب کیسے ہے اور حکم اس کا کیا ہے بینوا توجروا جرکم اللہ اجرا وافیا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکرہ یعنی جتنی چیزیں رقیق و سیال ہو کر نشہ لاتی ہیں خواہ وہ مہوہ سے بنائی جائیں یا گڑ یا ناج یا لکڑی یا کسی بلا سے وہ سب شراب ہیں اُن کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی اور اُن سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی اُن کا استعمال حرام ہی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں جیسے افیون مشک و زعفران وغیرہ کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر سکر مطلقاً حرام ہیں یونہی بقصد لہو و فساد بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر سکر نہ ہو۔ ورنہ مقدار قلیل بغرض صحیح مثل دوا وغیرہ بے تشبہ فاسقین حلال ہے تو درمختار کی اس عبارت کو مہوہ کی شراب سے کوئی تعلق نہیں درمختار میں ہے حرمها محمد

مطلقا قلیلہا وکثیرھا وبہ یفتی وھو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار انہ یحد وبہ یفتی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے والحاصل انہ لا یلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ ولا نجاستہ مطلقا الا فی المائعات لمعنی خاص بہا واما الجامدات فلا یحرم منہا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ الخ درمختار میں ہے المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰) ۴ صفر مظفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین۔ اس مسئلہ میں حرمت بنگ مثل حرمتِ شراب کے ہے یا اُس سے کچھ کم ہے اور پینے والا بنگ کا مرتکب کبیرہ ہے یا صغیرہ اور مستحل اس کا کافر ہے یا مبتدع یا زندیق اگر کوئی طبیب کسی شاربِ خمر کو بجائے شراب کے استعمالِ بنگ تجویز کرے اور اس طبیب کا منشا یہ ہو کہ استعمالِ بنگ سے پینا شراب کا چھوٹ جائے گا تو یہ حلال ہوگا یا حرام اور اس کا مجوز گنہگار ہوگا یا نہیں اور نشہ بنگ کا اس مضمون حدیث میں کہ کل مسکر حرام وایضا ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام داخل ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اس کے رنگ سے کپڑا رنگے اور اس کپڑے سے نماز پڑھے تو جائز ہوگا یا ناجائز عبارت فتاوٰی بزازیہ سے تو صراحتًا اس کے نجاست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے قال محمد رحمۃ اللہ علیہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس وایضا قالوا وبقول محمد ناخذ انتہی۔

الجواب

خمر کی حرمت قطعیہ بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعًا کافر ہے باقی مسکرات میں یہ حکم نہیں۔ ہاں بنگ وغیرہ کسی چیز سے نشہ کی حرمت کا منکر گمراہ ومخالفِ اجماع ہے شراب کی حرمت بعینہا ہے اور بنگ کی حرمت بعلتِ اسکار ہے نشہ بازی بنگ یا افیون کسی بلا سے ہو مطلقا کبیرہ ہے شراب کسی طرح کی ہو صرف حرام ہی نہیں بلکہ اُس کے ایک ایک بوند نجس ناپاک ہے ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی اور بنگ وافیون وغیرہما اشیاء جن کی خشک میں بھی نشہ ہے اُن کا مسکر ہونا اُن کے مائع وسیّال پانی کی مثل بہنے والی ہونے پر موقوف نہیں وہ نجس نہیں ان کا نشہ حرام ہے یہیں سے ظاہر ہوا کہ بنگ کے رنگ سے یا بنگ کپڑے میں بندھی ہو تو نماز جائز ہے وہ کل مسکر حرام میں داخل ہے فانہا عرافیۃ عامۃ ای مادام مسکرا مگر ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا اُن کے سیّال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک وعنبر وزعفران بھی مطلقًا

حرام ونجس ہوجائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے یقیناً نشہ جبکہ مطلقاً اجماعاً حرام قطعی ہے شراب سے ہو خواہ بنگ وغیرہا کسی شئ خراب سے تو شرابی کو بجائے شراب بنگ سے کمی تجویز محض جہالت ہے اور ضرور معصیت ہے حرام کا کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اُسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل ہے و دیانت ہے قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ ردالمحتار میں ہے والحاصل انه لا یلزم من حرمة الکثیر المسکر حرمة قلیله ولا نجاسته مطلقا الا فی المائعات لمعنی خاص بھا اما الجامدات فلا یحرم منھا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمته نجاسته واللہ سبحٰنه تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱) المرسل عبدالحکیم از ملک بنگلہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس بارہ میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ حقہ پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کپڑا پر گرجائے تو ناپاک ہوجائے گا۔

الجواب

حقّے کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے اور حقہ جس طرح بعض جاہل افطارِ رمضان کے وقت پیتے ہیں جس سے کہ حواس میں خلل آتا ہے ضرور ناجائز اور گناہ ہے اور نیکیے وغیرہ کا حقہ جو مدّتوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریہ بدبو دے مکروہ ہے اور عام حقہ جیسا کہ اہل تہذیب پیتے ہیں جس میں بدبو نہیں ہوتی وہ محض مباح ہے وقد فصلناہ فی فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ بنام شیخ امیر احمد۔ ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے جس کو بلا تکلف استعمال کرلیں اور عام فتویٰ ان کا مطلوب ہے، کل ادویات کے نسبت قابلِ استعمال اور ناقابل استعمال آیا کل ادویہ ممنوع ہیں یا وہ صرف جن میں اثر شراب ہے خواہ پینے کا ہو خواہ مالش کی ہو جواب جلد آوے تاکہ استعمال اور عطریات کا بھی معلوم ہوجائے کہ کُل عطر منع ہیں یا جس میں آمیزش شراب کی ہو بظاہر آمیزش شراب معلوم ہونا ہو مگر اس میں خلط ہو اور ایسی عطریات کی مالش کی جاویں یا سونگھیں جاویں اس کی تفصیل بھی ہوجائے۔

الجواب

انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ نجس ہے ان کا کھانا حرام لگانا حرام بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر ملاکر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شئ لگی ہوئی نماز نہ ہوگی ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے اور اگر کسی حرام شئ کا اختلاط معلوم نہ ہو تو کھانے کی بھی اجازت ہے اور افضل احتیاط ہے انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں سوا اس کے کہ بہت بدبو کریہ الرائحہ ہوتی ہیں رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ڈاکٹری نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہٰذا ان سے احتراز ہی چاہیئے اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲) بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز قیامت حُقّہ پینے والے سے حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام رُوئے مبارک پھیر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا یہ بیان غلط ہے یا صحیح بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سب دروغ کاذب ہے اور شریعت مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا حُقّہ تو مباح ہے اگر بفرض غلط حرام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا جس قدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنا کبیرہ شدیدہ ہے جس کے بعد لبس کفر ہی کا درجہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۳) مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرم پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

ع۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُنتے ہیں کہ تاڑی کے خمیر سے ڈبل روٹی پکائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے کھانا کیسا ہے۔

ع۲ اس ملک میں اکثر کھجوروں کا رس نکالتے ہیں اس رس کا گڑھ بناتے ہیں اکثر کھیر بھی پکاتے ہیں اگر تازہ رس جو کہ شیریں ہوتا ہے اور لوگ پیتے بھی ہیں دودھ یا کہ خمیر ملاکر تاڑی بناتے ہیں تاڑی کے پینے سے نشہ ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ کیسا ہے از روئے شرع جواب فرمائیے اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب

ع۱ اگر ثابت ہو تو اس سے احتراز چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع۲ جب تک اُس میں نشہ نہیں حلال ہے اور اس کی کھیر اور گڑھ بھی جائز ہیں اور نشہ لانے کے بعد حرام بھی ہیں اور پیشاب کی طرح نجس بھی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴) مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی وانمباڑ

سوال ع۱ اسپرٹ کا استعمال خوردنی اشیا میں یا رنگ وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں بہت سے لوگ اس کو شراب کہتے ہیں۔

الجواب

اسپرٹ واقعی شراب بلکہ سب شرابوں سے تیز و تند ہے حتّٰی کہ اپنی تیزی کے سبب سم ہوگی مذہب معتمد مفتی بہ یہ ہے کہ ہر مائع مسکر کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے لہٰذا اشیائے خوردنی نیز ادویہ میں اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے انگریزی ٹنچروں میں عموماً اسپرٹ ہو تو کھانے پینے کے سوا رنگنے وغیرہ میں جہاں خود اس کا چھونا لگانا پڑے وہ بھی ممنوع و ناجائز ہے صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموم بلوی حکم طہارت ہے۔ اخذا باصل المذهب و التفصیل فی فتاوینا۔

سوال دوم — پاؤ روٹی جو ہندوستان میں اکثر جگہ تاڑی کے لگاؤ سے پکاتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں اور جو نہ معلوم ہو کہ یہ روٹی تاڑی سے بنی ہے اس کا کھانا کیسا ہے اور جو تاڑی شامل ہو اس کو جان کر جو کھائے اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں اور وہ شخص حرام شے کا حلال سمجھنے والا ہوا یا نہیں۔

الجواب

مسئلہ تحریم حلال کو تو یہاں کوئی تعلق نہیں جب تک نشہ کو حلال نہ جانے لانها فی الحرمة القطعیة ولیست فی تلك المشروبات الا فی الخمر المسکر حرام قطعا اجماعا اور جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں روٹی میں تاڑی پڑتی ہے یا نہیں تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں لان الاصل الاباحة ولا یثبت حکم بالشك ہاں اہل تقوی کو بچنا بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه اور نہ بچیں تو مواخذہ نہیں اشباہ و درمختار میں ہے لیس زماننا زمان اتقاء الشبهات اور جہاں تاڑی پڑنا معلوم ہو اس سے احتراز لازم ہے لان کل مائع مسکر نجس وحرام مگر جب ثابت ہوا کہ اس میں وہ تاڑی ملائی جاتی ہے جو نشہ کی حالت تک نہ پہنچی یا اس طرح ملائی جاتی ہے کہ نمک وغیرہ کی وجہ سے اس کا نشہ قطعاً زائل ہو جاتا ہے اس وقت جواز ہوگا اور نرا احتمال کہ شاید نشہ نہ رہا ہو کافی نہ ہوگا لان الیقین لا یزول بالشك اس صورت میں جو اسے کھائے اس پر توبہ لازم ہے اور ہاتھ اور منہ اور برتن پاک کرنا بھی جبکہ شیر یا شوربا میں کھائی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵) از ڈاکخانہ مہر گنج محلہ چرلکھی ضلع ہریسال ملک بنگالہ مرسلہ محمد حسین صاحب ۶ جمادی الاولی ۳۶ھ

یک جماعت ظاہر شدہ اند تمباکو را حرام گویند وحقہ نوشیدرا حرام زادہ گویند قول امام وصاحبانرا اتباع نکنند۔

الجواب

تمباکو خوردن وکشیدن وشمیدن ہمہ رواست کما حققناہ فی حقۃ المرجان وقد قال فی غمز العیون منہ یعلم حل شرب الدخان وآنکہ حرام زادہ گفت تعدی برشرع کرد وظلم برمسلمانان عجب ست کہ بمقتضائے حدیث حرام زادہ نباشد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما یبغی علی الناس ولد بغی او من فیہ عرق منہ وہر کہ اتباع ائمہ نکند بری از اتباع نتواں بود متبع شیطان ست گو متبع ائمہ مباش واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶) از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت بوڑھا ۹ محرم ۳۹ھ

(۱) کھجور کا رس جو اس کے درخت کو چھیل کر ہنٹی کے پاس سے نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔

(۲) تاڑ کا پھل جس میں رس ہوتا ہے اس رس کو نکال کر تاڑی پیتے ہیں اور نشہ کی وجہ سے بدمست ہوجاتے ہیں لیکن پھل کھانے سے نہیں بدمست ہوتا پھل کا کھانا کیسا ہے۔

(۳) تاڑی جو نشہ کی چیز ہے اس کا سرکہ بنا کر کھانا کیسا ہے۔

الجواب

(۱) جب تک نشہ نہ لائے جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) پھل کھانا جائز ہے اور تاڑی پینا حرام واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جب حقیقۃً سرکہ ہوجائے جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۷) اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۳ صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ، افیون، تاڑی، چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیئے کہ اس سے نشہ نہ آئے وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جزڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کردیتی ہے جو افیون کے

سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۸) شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم تاریخ ۲۱ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ و بازار میں پھرتا ہے اور ہر ایک سے سوال کرتا ہے کہ مجھے اللہ کے واسطے روٹی یا کپڑا یا پیسہ دو۔ بعض دیتے ہیں اور اکثر نہیں دیتے اوّل اکثروں کے واسطے جو نہیں دیتے ہیں کیا حکم ہے۔ و نیز ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ تو اپنی بیٹی کا اللہ کے واسطے میرے ساتھ نکاح کر دے لیکن وہ نہیں کرتا اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ و نیز ایک شخص کسی صاحب ریاست و امارت سے کہتا ہے کہ ایک ہزار روپیہ مجھے اللہ کے واسطے دے دے مگر وہ نہیں دیتا اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ بعض سائل ان الفاظ میں سوال کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے کچھ دو یا کوئی شخص کسی سے کہہ بیٹھے کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھے معاف کرو۔ ان پر ہر شخص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے بالتفصیل جواب عنایت ہو۔ یہ سوالات خالصاً لوجہ اللہ ہیں اس میں رُو رعایت کسی کی نہ پائی جاوے۔ جو شرع شریف کا حکم ہو وہ بیان فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من سائل بوجہ اللہ وملعون من سئل بوجہ اللہ ثم منع سائلہ مالم یسأل ھجرا ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جبکہ اُس نے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی وسلم من سئل باللہ فاعطی کتب لہ سبعون حسنۃ جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے دے تو اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جائیں رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سألکم باللہ فاعطوہ وان شئتم فدعوہ یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے رواہ الامام الحکیم الترمذی فی النوادر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یسئل بوجہ اللہ الا الجنۃ اللہ کے واسطے سے سوا جنّت کے کچھ نہ مانگا جائے رواہ ابوداؤد والضیاء عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح علمائے کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث یہ حکم منقح فرمایا کہ اللہ عزّ وجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی

دینی شیئ کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شئی کے دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و موکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہوگیا جو خدا کا واسطہ دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح واصلح کا لحاظ اُس بیباک سے اہم واعظم ہے اور روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ سائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے کہ اسے سوال حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گنہ گار ہوگا اور اگر صاحب حاجت ہے اور جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی حاجتمند ہے اور اُس کے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے تو اقربا کی تقدیم لازم ہے ورنہ بقدر طاقت و وسعت ضرور دے اور رد گر دانی نہ کرے۔ یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہیئے سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اور آخر میں ہدایت یہ کی جائے کہ رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے یہ کھلی دریدہ دہنی ہے علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کو کسی کی رو رعایت سے کیا تعلق جو احکامِ الٰہیہ ہیں بتاتے ہیں جو کسی کی رو رعایت سے معاذ اللہ قصداً غلط حکم بتائیں وہ علمائے دین کب ہوئے نائبانِ شیاطین ہوئے عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا المنافق ذوالشیبۃ فی الاسلام و الامام المقسط و معلم الخیر تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق از انجملہ ایک بوڑھا مسلمان دوسرا عالم کہ مسلمانوں کو نیک بات بتائے تیسرا بادشاہ مسلمان عادل رواہ ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنھما پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و توبیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اب یہ دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہینِ علما پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے الفاظ چاہے لکھے واللہ الھادی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتاب الوصایا

مسئلہ ۳۹ ۔ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سیدنا سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ۱۲۹۸ھ ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العزیزہ سے ایک بزرگ نے اپنے آباء کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیۂ درگاہ و خانقاہ وقف کردہ امراء اسلام کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور اپنے نبیرہ احمد بن محمد کے لئے وصیت فرمائی یہ دونوں بعد میرے متولی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی و خانقاہی میں شریک مساوی رہیں اور میری جائداد مملوکہ سے احمد بن محمد نبیرہ میرا ثلث حصہ بموجب وصیت شرعیہ پائے اور اس وصیت کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا اور جناب ممدوح نے اپنی صاحبزادی کو اوس قدر حصہ کہ بعد وفات انہیں پہونچنا تصور کیا جاتا خواہ اس سے کم اپنی حیات میں اس شرط پر دیکر قبض و دخل کرادیا کہ اب اون کے لئے میراث میں حق نہ ہو اور یہ تخارج برضامندی اون کی واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے حکام کے یہاں تصدیق اس مضمون کی گذر گئی کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اب مجھے بعد انتقال حضرت مورث کچھ دعوٰی ترکہ میں نہ رہا جناب ممدوح نے یہ مضمون بھی اوسی وصیت نامہ میں ذکر فرمایا آیا اس صورت میں وہ وصیت کہ حضرت موصوف نے دربارہ تولیت فرمائی اور وصیت ثلث مال مملوک نسبت احمد بن محمد شرعًا جائز اور نافذ ہے یا نہیں اور یہ تخارج کہ حضرت ممدوح اور صاحبزادی صاحبہ میں واقع ہوا شرعًا معتبر ہے یا نہیں اگر نامعتبر ہو تو وصیت نامہ مذکورہ میں اس کا ذکر آجانا کل وصیت نامہ کو باطل کردیگا یا صرف اسی قدر نامعتبر اور باقی وصایائے مذکورہ صحیح اور مقبول رہیں گے اسی طرح اوس کاغذ میں یہ بھی ذکر فرمایا تھا کہ بعد میرے اگر اہل خانہ میری زندہ رہیں تو خبر گیری اونکی جائداد اور احمد بن محمد بقدر معتد بہ کرتے رہیں یہ امر اون دونوں کے ذمہ ہے مگر بی بی صاحبہ مورث کے سامنے ہی گذر گئیں آیا یہ کلمات بھی کچھ منافی صحت وصیایائے مذکورہ ہیں یا نہیں اور بی بی صاحبہ اگر بعد کو زندہ رہتیں تو عام اس سے کہ یہ فقرہ اونکی رضا سے تحریر ہے یا بے رضا بہر تقدیر وہ اس تحریر کی بناء پر

ترکہ سے محروم رہتیں یا نہیں اگر نہ رہتیں تو دعوے اون کا حامد پر تھا کہ بعد اخراج ثلث وصیت کل جائداد متروکہ پر وہی قابض ہوا یا احمد موصی لہ پر بھی کہ ثلث بحکم وصیت اس نے پایا یا بعد وصال حضرت ممدوح کے حامد اور احمد دونوں نے اس وصیت نامہ کو معتبر اور مقبول رکھا اور باہم بطریق مصالحت یہ اقرار پایا کہ جس طرح جائداد مملوکہ میں احمد بن محمد کے لئے ثلث ہے یونہی تولیت اوقاف بھی اثلاثا رہے کہ دو ثلث میں حامد اور ایک میں احمد متولی اور متصرف ہوں آیا برتقدیر وفرض بطلان کلی وصیت نامہ مذکورہ یہ مصالحہ کہ باہم حامد اور احمد میں واقع ہوا معتبر ہے یا نہیں اور درصورت صحت وصیت نامہ اس صلحنامہ کا کیا حکم ہے اور اگر متولی درباره اوقاف دو امر کی وصیت کرے کہ ایک اُن میں سے مطابق تعامل قدیم ہے اور دوسرا مخالف تو اس مخالف کے بطلان سے کل وصیت باطل قرار پائے گی یا صرف یہی امر مخالف اور اگر متولی وقف کسی شخص کے نام تولیت کرے تو یہ وصیت اُسکی مطلقا معتبر رہے گی یا متولیاں سابق کا تعامل یہاں بھی دیکھا جاوے گا اور اگر اُن میں آج تک وصیت تولیت کا رواج نہ تھا تو متولی حال کی وصیت بسبب مخالفت تعامل باطل ہوجاوے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ درباره تولیت اوقاف مذکورہ حامد اور احمد کے نام بزرگ ممدوح کی وصیت کہ دونوں شریک مساوی ہوں۔ صحیح و نافذ ہے اور تولیت محل جریان ارث نہیں جس میں حق وارث کا لحاظ ہو کر ثلث سے زائد میں وصیت بے اذن ورثاء نفاذ نہ پائے۔ فی الوجیز ان ملت القیم وقد اوصی الی احد فوصی القیم بمنزلۃ القیم۔ وفی وقف العالمگیریۃ عن الحاوی۔ ان مات احد الوصیین واوصی الی جماعۃ لم ینفرد واحد بالتصرف ویجعل نصف الغلۃ فی ایدی الجماعۃ الذین قاموا مقام الوصی الھالک پس دونوں صاحب شرعا متولی اوقاف مذکورہ ہوئے اور ایسے ہوئے کہ ایک بے دوسرے کے تصرفات تو امت میں مستقل نہیں ہوسکتا فقد صرحوا فی الوقف والوصایا ان القوامۃ والوصایۃ اذا کانت الی اثنین لم یجز ان ینفرد احدھما عن الاخر اور احمد بن محمد کے نام جائداد مملوک میں ثلث کی وصیت تو بدیہی الصحت والنفاذ ہے۔ فلقد قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی تصدق علیکم بثلث اموالکم فی اخر اعمارکم اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ نہ احمد بن محمد باوجود حامد وارث نہ وصیت قدر ثلث سے متجاوز کہ کل یا مقدار زائد میں اجازت ورثا کی احتیاج ہوتی۔ فی تنویر الابصار۔ وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک الخ

رہا مسئلہ تخارج بحالت حیات مورث کہ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ

عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اُسے علامہ ابوالعباس ناطفی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابوجعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتوی دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابوعمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا کما قال العلامۃ زین قال الشیخ عبدالقادر فی الطبقات فی باب الھمز فی احمد قال الجرجانی فی الخزانۃ قال ابوالعباس الناطفی رأیت بخط بعض مشائخنا رحمھم اللہ فی رجل جعل لاحد بنیۃ دارا بنصیبۃ علی ان لا یکون لہ بعد موت الاب میراث جاز وافتی بہ الفقیہ ابوجعفر محمد بن الیمانی احد اصحاب محمد بن شجاع البلخی وحکی ذلک اصحاب احمد بن ابی الحارث وابوعمرو الطبری انتھی انتھی قال الفقیر المجیب غفر اللہ تعالٰی لہ مستند ذلک الی خط بعض المشائخ وھذا و ان لم یرد علیہ ان الخط لایعمل بہ الافی بعض صور مستثناۃ کما فی عامۃ الکتب وذلک لان خط المفتی من الصور المستثناۃ فقد قال العلامۃ الحموی فی شرح احکام الکتابۃ من غمز العیون والبصائر یجوز الاعتماد علی خط المفتی اخذا من قولھم یجوز الاعتماد علی اشارتہ فالکتابۃ اولی انتھی۔ لکن فیہ جھالۃ الا ان یقال ان المشائخ کلھم ممن یستند بقولہ فلا تضر جھالتہ کما فی کثیر من المسائل قال بعضھم یجوز وبعضھم لا وان سلم فعمدتنا تقریر تلک الفحول التحاریر واما قول العلامۃ الحموی فی شرح ما نحن فیہ قولہ علی ان لا یکون لہ بعد موت الاب میراث جاز ای صح اقول یتامل فی وجہ صحۃ ذلک فانہ خفی انتھی فاقول ھذا کما تری صریح فی القبول اذ اذعن رحمہ اللہ ان لہ وجھا صحیحا ولکنہ خفی حری بالتامل ولولا ذلک لقال ھذا مما لا وجہ لہ فلا یعول علیہ وھذا مما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام۔ پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر وافتار و حکایت کی بنا پر یہ تخارج بھی صحیح اور جائز واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعوٰی نہیں پہونچتا اور اگر یہ روایت بوجہ قلت شہرت یا عدم ظہور علت پایۂ اعتبار سے ساقط مانی جائے تو ضرور یہ تخارج باطل قرار پائے گا مگر اس کے کاغذ وصیت میں مذکور ہونے سے وصایائے مذکورہ کیوں باطل ہونے لگیں۔ ھذا باطل صریح علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شے کی وارث اور اجنبی کے لئے بالمناصفہ وصیت کی وہ وصیت وارث کے حق میں باطل اور اجنبی کے نصف میں صحیح اور نافذ رہے گی۔ ففی تنویر الابصار ولاجنبی و وارثہ او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ و بطل وصیتہ للوارث والقاتل انتھی وبمثلہ فی عامۃ الکتب۔ سبحان اللہ جب عقد

واحد ولفظ واحد وقت واحد میں شے واحد کے دو شخصوں کے نام وصیت کی اور ایک کے لئے شرع نے اجازت نہ دی صرف اسی کے حق میں باطل ہوئی اور اس بطلان نے نصف باقی تک سرایت نہ کی تو جہاں عقد متعدد ولفظ متعدد ومعقود علیہ متعدد اور ایک عقد ان میں سے باطل ہو ان دونوں کے ایک کاغذ میں ذکر کر دینے سے کیوں کر اس کا بطلان اوس تک ساری ونافذ ہو جائے گا ایسی بے اصل وجہ سے وصایائے مذکور کا ابطال کوئی عاقل تجویز نہیں کر سکتا اور یہیں سے ظاہر ہو گیا۔ سوال آخر کا جواب کہ اوقاف صحیحہ شرعیہ میں جب بوجہ جہالت شرط واقف معمول قدیم پر مستقر اعتبار ہے تو جو وصیت اس کے مطابق ہو گی جائز اور جو مخالف ہو گی باطل اور باطل کا بطلان جائز تک سرایت نہ کرے گا۔ کما اوضحناہ مع انہ کان واضحا اور انہیں وجوہ سے وہ فقرہ کہ وصیت نامہ میں جناب بی بی صاحبہ کی نسبت تحریر ہو صحت وصایائے سابقہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کی تحریر بی بی صاحبہ کو بر تقدیر حیات بعد مورث ترکہ سے حاجب نہ تھی گویہ تحریر ان کی رضا سے واقع ہوئی فان الارث سبب ضروری للملك حتی ان الوارث یرث ویملك سھمہ ولو قال الف مرۃ انی ترکت حقی والمسئلۃ فی الاشباہ وغیرھا ہاں اگر وہ زندہ رہتیں تو اون کا دعوی حامد پر تھا جس نے بعد اخراج وصیت کل متروکہ پر قبضہ کیا کہ حق ورثہ صرف انہیں دو ثلث میں تھا ثلث وصیت اون کے حق سے جدا ہے تو احمد بن محمد حسن نے بحکم وصیت ثلث پایا بر تقدیر حیات بی بی صاحبہ اور بر تقدیر بطلان تخارج صاحبزادی صاحبہ دونوں کے دعوے سے بایں معنے بری ہے کہ ان کے ظہور حصص سے اس کے ثلث میں کمی نہیں آسکتی بلکہ بحکم وصیت کل جائداد سے ثلث کامل اسے دینگے اور دو ثلث باقی ماندہ ورثہ بحصص شرعیہ تقسیم کرلیں گے۔ وذلك لان الوصیۃ مقدمۃ علی الارث ومعلوم انہ لایزاحم شیئ شیئا الا اذا کانا فی مرتبۃ واحدۃ ولو سلمت مزاحمۃ المتاخر للمقدم لم یبق المتقدم مقدما والمتاخر متاخرا ھذا خلف فثبت ان الموصی لہ ملك الثلث من دون المزاحم الاتری ان الوصیۃ لاتزاحم الدیون لتقدم الدیون علیھا فکذلك المیراث لایزاحم الوصیۃ بعین ذلك الوجہ وھذا ظاھر جدًا۔ اب باقی رہا مسئلہ صلحنامہ پر کلام جب وصیت بزرگ موصوف دربارہ تولیت بھی صحیح قرار پائی اور حامد اور احمد دونوں نصف نصف جائداد کے قسیم ٹھہرے تو نظر فقہی اسے مقتضی ہے اگر احمد کے لئے تفویض عام اور نقل تولیت کا مطلقا اختیار شرط واقف خواہ تعامل قدیم سے ثابت نہ ہو تو یہ صلحنامہ وجہ صحت نہیں رکھتا اور احمد اگرچہ لاکھ بار ثلث خواہ ربع خواہ سدس پر مصالحہ کرے شرع ہرگز قبول نہ فرمائے گی۔ اور اسے نصف کامل کا متولی رکھے گی کہ احمد کی طرف سے یہ صلح اور نصف چھوڑ کر ثلث پر راضی ہونا درحقیقت تولیت سدس سے

اپنے نفس کو عزل کرنا ہے اور متولی کو بے علم و اطلاع قاضی عزلِ نفس کا اختیار نہیں اور اگر ہزار بار عزل کرے گا معزول نہ ہوسکے گا وان القاضی واین العلم بحر الرائق میں ہے اذا عزل نفسہ عند القاضی فانہ ینصب غیرہ ولاینعزل بعزل نفسہ مالم یبلغ القاضی وبمثلہ فی اسفار اخر۔ اگر بفرض باطل وتقدیر غلط وصیت نامہ کو مہمل وکان لم یکن ٹھہرایا جائے تاہم یہ اجازت شرع حامد اور احمد بن محمد سے جو متولی قرار پائے گا اُسے ترک تولیت بعض بر مصالحہ صرف بشرائط مذکورہ جائز ٹھہرے گا۔ والا لا بالجملۃ وصیت نامہ صحیح ہو کما ھو الحق یا باطل کما فرض، بہرطور صحت صلحنامہ وترک تولیت بعض اُسی تفویض عام اور اختیار تام کے ثبوت پر متوقف لما تقرر من ان النظار اذا لم یکونوا مرضی بمرض الموت فھم کمثل الوکلاء لیس لھم ان یعزلوا انفسھم الا بخیرۃ من الواقف او القاضی اوثبوت التفویض العام الیھم کما صرح بہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار وھذا کلہ جلی واضح عند من لہ اجالۃ نظر فی کلمات القوم اور متولی وقف کو وصیت تولیت کا مطلقا اختیار ہے خواہ نظار پیشین میں ایسی وصیت کا رواج ہوا یا نہ ہو حتی کہ یکے بعد دیگرے ہزار متولی گزرے اور ان میں کسی نے تولیت کی وصیت نہ کی تاہم متولی حال کو اختیار وصیت حاصل ہے۔ فتح القدیر و بزازیہ والواجیہ ومجتبی وسراجیہ وخانیہ وتاتارخانیہ وذخیرہ برہانیہ واشباہ النظائر وشرح حموی وبیری ودرمختار وحواشی طحطاوی وشامی وعقود دریہ وفتاوی خیریہ وہندیہ وغیر ذلک عامہ کتب میں اس مسئلہ کی تصریح اور اس سے بحث کرتے ہیں کوئی تحقیق تعامل کی قید نہیں لگاتا۔ والفتاوی الخیریہ افصح بیانا واوضح تبیانا لذلك حیث قال بعد نقل المسئلۃ عن التتارخانیۃ والبزازیۃ وعزوہ الی کثیر من الکتب حتی قال فی الخانیۃ والظھیریۃ وغیرھما والعبارۃ للخانیۃ ولو ان الواقف جعل رجلا متولیا وشرط انہ ان مات ھذا المتولی لیس لہ ان یوصی الی غیرہ جاز ھذا الشرط انتھی۔ والفقیہ یفھم من ھذہ العبارۃ الابلغیۃ فی اثبات الولایۃ لوصی الناظر المذکور اذ التنصیص علی جواز الشرط لدفع توھم یطرؤ علیہ بعدم الجواز کما یدریہ من اکثر من معاشرۃ نفائس ابکار عباراتھم ومثل ذلك یقال فی مثل ھذہ المسائل التی کثر نقلھا ودورانھا بینھم حتی کانھا مقررۃ فی علم کل فقیہ فیستغنی عن ذکرھا بذکر ما یتفرع علیھا ویتشعب منھا وھذہ المسئلۃ کذلك فان کتب المذھب طافحۃ بھا الخ تقریر علماء سے واضح کہ اگر شروط واقف اس کے ذکر سے عاری ہوں تاہم یہ اختیار قیم کو حاصل پھر عدم تعامل کیا مضر ہوسکتا ہے۔ لان التعامل لا یعتمد علیہ الا لکونہ مظن شرط الواقف کما صرح بہ فی الذخیرۃ والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا من الاسفار بلکہ کلمات علماء موضح کہ یہ اختیار دلالۃً مشروط ہے گو صراحۃً مذکور نہ ہو پھر

تعامل وعدم تعامل کی کیا حاجت ہے قال العلامۃ السید الطحطاوی فی حاشیۃ علی الدر المختار وجہ الاستحسان ان الاول لما اوصی الیہ فقد علم ان الوصی لایعیش ابدا ولم یجب ان تکون امورہ ضائعۃ فصار کانہ اذن لہ بان یوصی الی غیرہ بطریق الدلالۃ وان لم یاذن لہ بالافصاح ولوکان اذن لہ بالافصاح جازلہ ان یوصی الی غیرہ فکذلک اذا اذن لہ بالدلالۃ الخ قلت ومعلوم ان المتولی کالوصی کما فی جامع الفصولین والاشباہ وکذابالعکس کما فی العقود الدریۃ والوقف والوصیۃ اخوات یستقیان من مورد واحد وینزع مسائل احدھما من الآخر کما فی عدۃ مواضع من الخیریۃ والعقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ اور نظر دقیق حاکم کہ اس نفس وصیت کو مخالف تعامل سمجھنا ہی محض باطل کہ منافات فعل اور کف میں ہے نہ فعل و ترک بمعنی عدم وقوع فعل میں۔ کما ھو المقرر فی اصولنا معشر اھل السنۃ والجماعۃ۔ یہاں تک کہ ہمارے ائمہ کا لعلامۃ المحقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الھمام والفاضل الشیخ زین بن نجیم المصری وغیرھما تصریح فرماتے ہیں کہ ترک بمعنی مذکور زیر قدرت عبد داخل نہیں وھذا نص الاشباہ فی المبحث الاوّل فی حد النیۃ من القاعدۃ الثانیۃ بعد ذکر معناھا اللغوی وفی الشرع کما فی التلویح قصد الطاعۃ والتقرب الی اللہ تعالٰی فی ایجاد الفعل انتھی ولا یرد علیہ النیۃ فی التروک لانہ کما قدمناہ لایتقرب بھا الا اذا صار الترک کفا وھو فعل وھو المکلف بہ فی النھی لا الترک بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرۃ للعبد کما فی التحریر انتھی۔ اور جب ایسا ہو تو اوس میں اتباع غیر مقدور اور جہاں اتباع ناممکن مخالفت کا کیا محل۔ قلت ولھذا لم یحرم علینا فعل کل مالم یفعلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا الاصحاب ولا التابعون اذ لیس کل ترک کفا، وانما التاسی فی الکف فالمعیار ھو الغرض علی قواعد الشرع فما حسنہ فھو حسن وما قبحہ فھو قبیح ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

ہاں اگر شرط واقف میں تصریح منع ہے کہ متولیوں کو اختیار وصیت نہیں تو بے شک اب وصیت روا نہ رہے گی لان الصریح یفوق الدلالۃ کما مر عن الخانیۃ والظھیریۃ وغیرھما قلت یعنی اذا کان الوقف صحیحا شرعیا بحسب مراعاۃ شروطہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج ایک سال کے بعد مرض الموت رہتا ہے یا نہیں اور بعض کتب میں جو عدم خوف موت کی قید ہے اوس کے کیا معنی ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ جمہور ائمہ کے نزدیک فالج ودق وسل وغیرہا امراض مزمنہ جب ایک سال تک تطاول کریں مرض الموت نہیں رہتے اور ایسے مریض کے تمام تصرفات شرعًا مثل صحیح کے ہیں مختصر امام مجتہد علامہ ابوجعفر

طحاوی اور فتاوی امام قاضی خاں اور فتوی امام ابوالعباس شماس اور امام ابوعبداللہ جرجانی اور امام شمس الائمہ حلوانی اور فتاوی التمرتاشی اور جامع الفتاوی اور فصول عمادیہ اور درر علامہ خسرو اور مفتاح اور غمز العیون علامہ احمد حموی اور مجتبی زاہدی اور فتاوی خیریہ اور درمختار اور حاشیہ علامہ حلبی اور ردّ المحتار علامہ شامی اور فتاوی حامدیہ اور عقود الدریہ اور فتاوی ہندیہ وغیرہا عامہ متون وشروح وفتاوی میں اس مسئلہ کی تصریح ہے یہاں تک کہ علامہ محمد بن عابدین افندی شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے متون وشروح کے اطلاق وعموم پر نظر فرماکر حاشیۂ درمختار میں تصریح کردی کہ اگر فالج وغیرہ امراض مذکور ایک سال کے بعد صاحبِ فراش بھی کردیں اور مریض چلنے پھرنے سے معذورِ مطلق ہوجائے جب بھی اُسے مرض موت نہ کہا جائے گا کیونکہ ایک سال تک تطاول ہوگیا حیث قال قال فی المعراج وسُئل صاحب المنظومۃ عن حدِ مرض الموت فقال اعتمادنا فی ذلك علی ان لایقدر ان یذھب فی حوائج نفسه خارج الداء اھ اقول والظاھر انه مقید بغیر الامراض المزمنۃ التی تطاولت ولم یخف منه الموت کالفالج ونحوہ وان صیرته ذا فراش ومنعته عن الذھاب فی حوائجه فلا یخالف ماجرے علیه اصحاب المتون والشر ح ھنا تامل انتھی ملخصًا۔ اور وہ جو بعض کتب میں عدم خوف موت کی قید ہے۔ بہت علماء مثل صاحب مفتاح وعلامہ احمد حموی شارح اشباہ وعلامہ ابراہیم حلبی وعلامہ امین الملۃ والدین شامی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قید احترازی نہیں بلکہ بعد تطاول ان امراض کے حال کی شرح ہے یعنی جب سال گذر جاتا ہے تو ان امراض سے وہ خوف نہیں رہتا جسے شرع مرض الموت میں اعتبار کرتی ہے۔ قال فی المفتاح ان تطاول ذلك فلم یخف منه الموت ھذہ الجملۃ ای الاخیرۃ وقعت موضحۃ للجملۃ الشرطیۃ اھ۔ ونقله الائمۃ المذکورون واقروا علیه علامہ شامی فرماتے ہیں۔ لیس قوله ولم یخف منه الموت تقییدا بل بیانا لحال ذلك المرض عند طوله اور اسی طرح فتاوی عالمگیری میں تخصیص کی کہ فالج وغیرہ امراض جو اول اول شروع ہوتے ہیں تو اوس وقت خوف ہلاک ہوتا ہے حیث قال والمقعد والمفلوج والاشل والمسلول اذا تطاول ذلك فصار بحال لایخاف منه الموت فھو کالصحیح حتی تصح ھبتہ من جمیع المال واما فی اول ما اصابه اذا مات من ذلك فی تلك الایام وقد صار صاحب الفراش فھو مریض یخاف به الھلاك انتھی ملخصًا قوله فصار بحال لایخاف منه الموت الفاء للتفریع یعنی ان التطاول یتفرع علیه عدم الخوف بل اذا قید فی الاخر باول ما اصابه۔ اور اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسے بعض کا قول ہے تاہم نفس خوف موت بالاجماع کافی نہیں کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج ومدقوق ومسلول کبھی خالی نہیں ہوتا اگرچہ سالہا سال گذر جائیں پھر اس قید کے لگانے سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ اعلی درجہ کا خوف واندیشۂ شدیدہ درکار ہے۔ فی ردالمحتار عن

عن الکفایۃ ثم المراد من الخوف الغالب منہ لانفس الخوف اور اس خوف کو امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی وغیرہ علماء نے یوں تفسیر کی کہ جب ان امراض سے یہ نوبت پہونچے کہ اپنی حوائج کے لئے گھر سے باہر نہ نکل سکے تو اوس وقت خوف موت کہا جائے گا فی تنویر الابصار من غالب حالہ الھلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت درمختار میں ہے ھو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد اور اس قید کے لگانے کے بعد بھی امام شامی فرماتے ہیں فان قلت ان مرض الموت ھو الذی یتصل بہ الموت فما فائدۃ تعریفہ بما ذکر قلت فائدتہ ان قد تطول سنۃ فاکثر کما یاتی فلا یسمی مرض الموت وان اتصل بہ الموت اور اس خوف کی دو تمثیلیں درمختار میں یہ لکھیں کہ جہاز پر سوار تھا جہاز ٹوٹ گیا ایک تختہ پر بہتا رہ گیا یا شیر نے حملہ کیا اور اُسے اپنے منہ میں لے لیا تو جب تک اوس کے مونہہ میں ہے وہ وقت اس خوف کا ہے حیث قال او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ بالجملہ مجرد خوف بالاجماع کافی نہیں بلکہ اس قسم کا خوف ہونا چاہئے جیسے گھڑی ساعت کا نقشہ کہتے ہیں وہ مرض مرض الموت گنا جائے گا اور یہ بات اوسی وقت ہے جب صاحب فراش ہو جائے یا گھر سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی مثلاً عالم ہو تو مسجد تک نہ جا سکے۔ اسی طرح رد المحتار میں اسمٰعیلیہ سے نقل کرتے ہیں۔ من بہ بعض مرض یشتکی منہ وفی کثیر من الاوقات یخرج الی السوق ویقضی مصالحہ لا یکون بہ مریضا مرض الموت وتعتبر تبرعاتہ من کل مالہ واذا باع لوارثہ او وھبہ لا یتوقف علی اجازۃ باقی الورثۃ اور فتاوی خیریہ میں ہے حیث کان بالوصف المذکور وھو انہ ای المرض لا یمنع الخروج لقضاء حوائجہ فھبتہ لاحد اولادہ وبیعہ لبقیتھم بالغبن مطلقا صحیح نافذ صرحوا بہ فی کل مرض یطول کالدق والسل والفالج واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہو اور وہ عروض عارضہ کے ساڑھے تین برس بعد بیع یا ہبہ یا کوئی تصرف وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً جائز رہے گا یا نہیں اور مرض شرعاً مرض الموت قرار پائے گا یا غیر۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ہمارے ائمہ کرام نے فالج و دق و سل وغیرہا امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کیلئے سال بھر کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے تجاوز ہو جائے تو اوس مریض کا حکم شرعاً بعینہ مثل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و

نافذ قرار پاتا ہے۔ فی الفتاوی للامام قاضی خان اذا تصرف بعد سنۃ فھو کالصحیح یجوز تصرفاتہ انتھی وفی الفتاوی العالمگیریۃ عن فتاوی التمرتاشی فسّر اصحابنا التطاول بالسنۃ فاذا بقی علی ھذہ العلۃ سنۃ فتصرفہ بعد سنۃ کتصرفہ حال صحتہ وفی الطحاوی فی مختصرہ وفی العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ للعلامۃ الشامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فسر التطاول بسنۃ فلو تصرف بعد سنۃ من مرضہ فھو کتصرفاتہ حال الصحۃ ھکذا کان شیخنا ابو عبداللہ الجرجانی یقول ھذا لفظ الواقعات وبھذا اللفظ اوردہ فی جامع الفتاوی عمادیۃ الخ۔ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ المصرح بہ فی غیر ما کتاب من کتب ابی حنیفۃ ان المقعد والمفلوج والمسلول اذا اتصف کل داء منھم بالطول فحکم تصرف کل واحد منھم حکم تصرف الصحیح کما صرح بہ فی الجامع الصغیر فکان ھو الصحیح فاذا علمت ذلک علمت ان المدۃ المذکورۃ فوق ما قدروہ اضعافا فان اصحابنا قدروا المرض الذی یطول بعام والمدۃ سبعۃ اعوام والاشھر لزوائد وقع زائدھا الیھا مضافا الاسیما مع کونہ یخرج ویجیئ فی حوائجہ ویقضی من ذلک بعض مصالحہ فاذا ثبت ذلک لدی الحاکم الشرعی صح جمیع ما صدر منہ مع زوجتہ واذا تعارضت بنیتہ الصحۃ والمرض فالبینۃ الصادرۃ من الزوجۃ بانہ کان فی صحتہ مرجحۃ لانھا المدعیۃ والورثۃ ینکرون والبینۃ للمدعی لا للمنکر صرح بہ غیر ما واحد من علمائنا وحیث طال ما بہ واتصف بما فھمنا بہ نفذ جمیع تصرفہ مع الزوجۃ باتفاق اھل المذھب وائمتہ والنظر الی العمل بعبارۃ المکلف اولی من اھدارھا والحاقہ بالحیوانات وکلامہ بجوازھا واللہ اعلم۔ وفی الدرر للعلامۃ خسرو ھذہ امراض مزمنۃ فمن عرض لہ واحد منھا وتصرف فی شیئ من التبرعات ثم مات قبل تمام سنۃ مشتملۃ علی الفصول الاربعۃ کان المرض مرض الموت یعتبر تصرفاتہ من الثلث وان مات بعد تمامھا لم یتبین مرض الموت لانہ اذا اسلم فی فصول وفی کل منھا مظنۃ الھلاک صار المرض بمنزلۃ طبع من طبایعہ وخرج صاحبہ من احکام المرض حتی لا یشتغل بالتداوی۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ۴۸۶/۹۲ میں کہ اگر ایک شخص کو فالج ہو کہ ہاتھ پاؤں بالکل رہ جائیں اور زبان تکلم پر قادر نہ ہو پھر علاج سے دست و پا مطلقاً صحیح ہو جائیں اور زبان بھی تعبیر مطلب سے عاجز نہ ہو اپنی حوائج کے لئے اندر باہر آئے جائے چلے پھرے سفر کرے صرف زبان پر لقبیہ

مرض کے سبب گونہ ثقل تکلم باقی ہو اور حدوث مرض کو ساڑھے تین برس گذر چکے ہوں ایسی حالت میں وہ کوئی تصرف بیع یا ہبہ یا کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً صحیح و نافذ قرار پائے گا یا نہیں اور ایک سال گذرنے کے بعد فالج مرض الموت رہتا ہے یا نہیں اور بعض نے جو قید عدم خوف موت کی کی ہے اوس کے کیا معنی ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں وہ شخص بالاجماع شرعاً صحیح و تندرست ہے اور اسکے تمام تصرفات کیسے ہی ہوں اور کسی کے ساتھ ہوں مثل تصرفات صحیح مطلق صحیح نافذ کہ اول عامہ کتب میں سال گذرنے کے بعد فالج و دق و سل وغیرہ کو مرض موت قرار ہی نہ دیا اور سائل کہتا ہے کہ یہاں ساڑھے تین برس گذر چکے تھے۔ فی فتاوی الامام قاضیخان اذا تصرف بعد سنة فهو کالصحیح یجوز تصرفاته انتهی۔ وفی الفتاوی العالمگیریة عن فتاوی التمرتاشی فسر اصحابنا التطاول بالسنة فاذا بقی علی هذه العلة سنة فتصرفه بعد سنة کتصرفه حال صحته وفی العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة معنی قوله طال ذلك اراد به سنة وکن اصحاب السل اذا اتی علیه سنة فهو بمنزلة الصحیح هکذا ذکر عن ابی العباس الناطفی وکذا ذکر الطحاوی فی مختصره وفی العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة للعلامة الشامی رحمة الله علیه فسر التطاول بسنة فلو تصرف بعد سنة من مرضه فهو کتصرفاته حال الصحة هکذا کان شیخنا ابو عبد الله الجرجانی یقول هذا لفظ الواقعات وبهذا اللفظ اورده فی جامع الفتاوی عمادیة الخ۔ وفی الفتاوی الخیریة لنفع البریة المصرح به فی غیر ما کتاب من کتب الحنفیة ان المقعد والمفلوج والمسلول اذا اتصف کل داء منهم بالطول فحکم تصرف کل واحد منهم حکم تصرف الصحیح کما صرح به فی جامع الصغیر فکان هو الصحیح فاذا علمت ذلك علمت ان المدة المذکورة فوق ما قدروه اضعافا فان اصحابنا قدروا المرض الذی یطول بعام والمدة سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع زائد ها الیها مضافا لاسیما مع کونه یخرج ویجیئ فی حوائجه ویقضی من ذلك بعض مصالحه فاذا ثبت ذلك لدی الحاکم الشرعی صح جمیع ما صدر منه مع زوجته واذا تعارضت بینة الصحة والمرض فالبینة الصادرة من الزوجة بانه کان فی صحة مرجحة لانها المدعیة والورثة ینکرون والبینة للمدعی لا للمنکر صرح به غیر ما واحد من علمائنا وحیث طال ما به واتصف بما قلنا به نفذ جمیع تصرفه مع زوجته باتفاق اهل المذهب وائمته والنظر الی العمل بعبارة المکلف اولی من اهدارها والحاقه بالحیوانات وکلامه بجوارها۔ والله اعلم۔ وفی الدر للعلامة خسر وهذه امراض مزمنة

فمن عرض له واحد منها وتصرف فی شیئ من التبرعات ثم مات قبل تمام سنة مشتملة علی الفصول الاربعة کان المرض مرض الموت فیعتبر تصرفاته من الثلث وان مات بعد تمامها لم یتبین مرض الموت لانه اذا سلم فی الفصول وفی کل منها مظنة الهلاك صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احکام المرض حتی لایشتغل بالتداوی یہاں تک کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاق متون وشروح پر نظر کرکے تصریح فرمادی کہ فالج وغیرہ کو بعد تطاول ازمان مرض موت نہ کہنا چاہئے اگرچہ صاحب فراش ہو اور چلنے پھرنے سے معذور کردیں حیث قال فی المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا فی ذلك علی ان لایقدر ان یذهب فی حوائج نفسه خارج الدار اه اقول والظاهر انه مقید بغیر الامراض المزمنة التی طالت ولم یخف منه الموت کالفالج ونحوه وان صیرته ذا فراش ومنعته عن الذهاب فی حوائجه فلا یخالف ماجری علیه اصحاب المتون والشروح هنا تامل انتهی ملخصًا۔
اور بعض کتب میں کہ عدم خوف موت کی قید کرکے اکابر علماء ارشاد فرماتے ہیں یہ کوئی قید جدا گانہ نہیں بلکہ مجرد ایضاح وبیان واقع ہے یعنی طول سنہ کے بعد مریض کا یہ حال ہوجاتا ہے کہ وہ مرض طبعی ہوجاتا ہے اور خوف موت کا غلبہ نہیں رہتا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں والظاهر ان قوله کالفالج الخ تصویر للمرض اذا الحال ولم یخف منه الموت ولیس قوله ولم یخف منه الموت تقییدا بل بیانا لحال ذلك المرض عند ظهوره ثم رأیت الحموی فی شرحه قال ان تطاول ذلك فلم یخف منه الموت هذه الجملة ای الاخیرة وقعت موضحة للجملة الشرطیة ونقله عن المفتاح انتهی۔
حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ قوله ولم یخف موته منه هذه الجملة وقعت موضحة للجملة الشرطیة حموی عن المفتاح آخر نہ دیکھا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سال گذرنے کے بعد فالج وغیرہ کو لم یخف منه الموت کی مثال میں داخل فرمایا اگرچہ اس حد کو پہونچ گئے ہوں کہ چلنے پھرنے سے معذور اور صاحب فراش کردیں کما سبق نقله انفا فافهم وتدبر اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم ابھی درر علامہ خسرو سے نقل کر آئے۔ عالمگیریہ میں تصریح ہے کہ شروع مرض فالج میں خوف ہلاک ہوتا ہے اور بعد تطاول کے وہ مریض مثل صحیح کے گنا جاتا ہے حیث قال والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ذلك فصار بحال لایخاف منه فهو کالصحیح حتی تصح هبته من جمیع المال واما فی اول ما اصابه اذا مات من ذلك فی تلك الایام وقد صار صاحب الفراش فهو مریض یخاف به الهلاك۔ انتهی ملخصا۔
ثانیا۔ اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسا کہ فاضل قہستانی کا گمان ہے تاہم مجرد خوف اندیشہ سے مرض الموت نہ ہوجائے گا کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج ومدقوق ومسلول خالی کبھی نہیں ہوتے اگرچہ دس برس گذر

گذر جائیں بلکہ خوف غالب واندیشہ شدید درکار ہے فی ردالمحتار عن الکفایۃ ثم المراد من الخوف الغالب منہ لانفس الخوف اور اس خوف کو حسن فاضل قہستانی نے یوں تفسیر کیا کہ اگر روز بروز حال اوس کا بدتر اور مرض ترقی پذیر ہوتا جائے تو اوسے مرض کہیں گے حیث قال وان لم یکن واحد منھا بان لم یطل موتہ بان مات قبل سنۃ او خیف موتہ بان یزداد یوما فیوما انتھی بالجملہ اگر اطلاق و توجیہ جماہیر علماء کی طرف لحاظ کریں جب تو ساڑھے تین برس گذرنا ہی صحت ونفاذ تصرفات کے لئے بس ہے اور اگر رائے فاضل قہستانی پر عمل کیا جائے تو صورت مستفسرہ میں جو معنی خوف موت کے علماء نے قرار دیئے ہیں ہرگز موجود نہ تھے کہ مرض پہلے سے بہت کم تھا اور اپنے حوائج کے لئے آنا جانا چلنا پھرنا سفر کرنا علاوہ فی ردالمحتار عن الاسمٰعیلیۃ من بہ بعض مرض یشتکی منہ وفی کثیر من الاوقات یخرج الی السوق ویقضی مصالحہ لایکون بہ مریضا مرض الموت وتعتبر تبرعاتہ من مالہ واذا باع لوارثہ او وھبہ لایتوقف علی اجازۃ باقی الورثۃ وفی العقود الدریۃ سئل فی مفلوج تطاول بہ فلجہ قدر ثلث سنین فوھب فی ھذہ الحالۃ جمیع مالہ من زید وارثہ وسلمہ ذلک ثم مات بعد عدۃ اشھر عنہ لاغیر فھل الھبۃ صحیحۃ الجواب نعم والمفلوج الذی لایزداد مرضہ کل یوم فھو کالصحیح کما فی الخانیۃ وفی الفتاوی الخیریۃ حیث کان بالوصف المذکور وھو انہ ای المرض لایمنع الخروج لقضاء حوائجہ فھبتہ لاحد اولادہ وبیعہ لبقیتھم بالغبن مطلقا صحیح نافذ صرحوا بہ فی کل مرض یطول کالدق والسل والفالج الخ پس باتفاق روایات وباجماع ائمہ صورت مسئولہ میں وہ مرض مرض موت نہ تھا اور وہ تصرفات بیع ہوں خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث کے ساتھ ہوں خواہ غیر وارث کے ساتھ ہوں قطعاً مطلقاً صحیح ونافذ ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دوکان کہ قریب سولہ سو ۱۶۰۰ روپیہ کی قیمت کی تھی چھ سو ۶۰۰ روپیہ کو اپنے شوہر ودختر کے ہاتھ بیع کی پندرہ روز کے مرگئی اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرض موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ ناجائز ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک جائز نہیں۔ فی التلویح لو باع احد الورثۃ عینا من اعیان الترکۃ بمثل القیمۃ فلایجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی انتھی ملخصا۔

مسئلہ ۳۴۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں کل مہر اپنا اپنے

شوہر کو بخشد یا صرف اوس میں سے پانسو روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی اسکی مالک بعد میرے میرے والدین ہیں پس ازاں ہندہ نے زوج و والدین و چار خواہر چھوڑ کر انتقال کیا اب مادر و پدر ہندہ معافی مہر اور شوہر ادن پانسو روپیہ پانچ دینار کے والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت میں ترکہ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہوگا اور اوس قدر مہر معاف اور باقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی صحیح ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں ہبۂ مہر شوہر کو کہ ہندہ سے اوس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثۂ باقین اوسکی اجازت نہیں دیتے باطل ہوگیا اسی طرح اون پانسو روپیہ پانچ دینار کی وصیت کہ والدین کے لئے کی تھی اسی وجہ سے صحیح نہ رہی۔ کما ھو مصرح فی کتب الفقہ۔ پس کل مہر ہندہ ذمۂ شوہر لازم اور اس کے ترکہ میں سب وارث مشترک برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصحیحۃ کل مہر ہندہ اور جو کچھ اوس کا ترکہ ہو چھ سہام پر منقسم ہوکر تین سہم زوج اور ایک مادر اور دو پدر کو ملیں گے اور خواہروں کو کچھ نہ پہونچے گا۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۴۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قریب موت کے ایک وارث کو منجملہ اور ورثہ کے زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے یہ وصیت درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اگر وصیت مذکورہ کو ورثہ میت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اوس وارث موصی لہ کے حصہ میں باطل محض ہوگئی اور اون وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں تو وصیت مذکورہ حق موصی لہ میں تمام و کمال جائز و نافذ ہو جائے گی پس بعد ادائے دیون مقدمہ علی الوصایا اگر ذمہ میت ہوں کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیت کی ہے اوس وارث موصی لہ کو دیا جائے گا اور جو اون میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدر ان کے حصص کے وصیت نافذ ہو جائے گی اور بقدر حصول اجازت نہ دینے والوں اور اطفال و مجانین کے اگرچہ وہ جائز بھی رکھیں باطل وکان لم یکن تصور کی جائے گی اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے محض لغو و عبث ہے توریث ورثہ بحکم شرع ہے کہ کسی کے ابطال سے اوس کا بطلان ممکن نہیں۔ حتی کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ حق ارث سے دست بردار ہو۔ کما صرح بہ العلماء قاطبۃ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی قدر روپیہ اپنے برادر حقیقی عمرو

کے پاس کسی مقام سے حالت صحت خود مرض الموت میں بطور امانت بھیجا اور بذریعہ خطوط واسطے نگہداشت امانت کے اکثر تاکید کو دم واپسیں تک کام فرمایا اور دو ایک خط میں عمرو اور بکر برادرزادے اپنے کو یہ بھی لکھا کہ تم دونوں اس روپیہ کو آپس میں تقسیم کر لینا اور اوسی طرح حفظ امانت کی تاکید کی۔ اب زید نے انتقال کیا اور سوا عمرو کے کوئی وارث اوس کا نہیں پس عند الشرع زر امانت کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں یہ وصیت بکر و عمرو دونوں موصی لہما کے حق میں صحیح ہوگئی۔ فی الدر عن ابن الکمال والوالجبیۃ لو اوصی لزوجتہ او ھی لہ ولم یکن ثمہ وارث اخر تصح الوصیۃ الخ۔ پس اگر نصف اس زر امانت کا کل متروکہ زید کے بعد ادا باقی رہا ہو ثلث سے زائد نہیں یا زائد ہے مگر عمرو اوس زیادت کو حق بکر میں جائز رکھتا ہے تو وہ زر امانت عمرو و بکر میں بالمناصفہ تقسیم ہو جائے گا ورنہ اس روپیہ سے بقدر ثلث متروکہ مذکورہ کے بکر کو دیا جائے باقی ماندہ سب عمرو کا ہے واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جائداد اور چند اولاد نابالغ اور ایک پسر جوان لائق نیک اطوار چھوڑا جس نے بعد پدر اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو مثل اپنے بچوں کے پرورش کیا اور ان کے مال کی نگہداشت اور ان کی غور و پرداخت میں بجان و دل مصروف رہا مگر زید نے اپنے بچوں یا اون کے مال کی نسبت کسی کو وصیت نہ کی تھی اس صورت میں ہمارے بلاد میں ابن کبیر اون نابالغوں کے اموال میں دیانت و امانت کے ساتھ تصرفات جائزہ و شرعیہ کا اختیار رکھے گا اور مثل وصی ماذون و مختار سمجھا جائے گا یا نہیں اگر نہیں تو اون اولاد و جائداد کا اختیار کسے دیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اقول متوکلا علی العلیم الخبیر الکریم الاکرم مستجیرا بذیل کرمہ عن زیغ البصر و زلۃ القدم۔ ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وصی ہو نہ حقیقی دادا نہ دادا کا وصی تو اون کا حقیقی جوان بھائی اگر لائق و امین ہو مثل وصی سمجھا جائے گا۔ اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ جن تصرفات کا شرعًا وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہوگا اگرچہ صراحتًا باپ نے اسکو وصی نہ بنایا ہو کہ یہاں عرفًا و دلالۃً وصایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے بعد جوان بیٹے اموال و جائداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبرگیری میں مصروف رہتے ہیں لوگ اگر نابالغ بچوں کے

ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد ان کا خبر گیراں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کریگا یہ عادت دائرہ سائرہ دلالۃً اذن تعہد وتصرف ہے والثابت عرفاً کالثابت شرطاً فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے لوان رجلا من اھل لسکۃ تصرف فی مال المیت من البیع والشراء ولم یکن لہ وارث ولا وصی الا ان ھذا الرجل یعلم انہ لو رفع الامر الی القاضی ینصبہ وصیا فاخذ ھذا الرجل ولم یرفع الامر الی القاضی وافسدہ حکی عن ابی نصر الدبوسی رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان یجوز تصرف ھذا الرجل اھ اقول جواز تصرفہ من دون وصایتہ بناء علی علمہ ان لو رفع الی القاضی لنصبہ لیس الا اعتماداً علی صلاحیۃ الاذن عند القاضی مع عدم تحقق الاذن اصلا فالاعتماد علے اذن نفس المورث الواقع المتحقق دلالۃ بحکم العادۃ الفاشیۃ المطردۃ ومقاصد الناس المعروفۃ المعھودۃ اولٰی واجدر اور بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال واولاد صغار وکبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ یوہیں ہمارے بعد بھی ولد کبیر تعہد جائداد و پرورش اولاد میں ہمارا قائم مقام ہوگا بلکہ اسی امر کی آرزو وتمنا رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر اون سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائداد اور چھوٹے چھوٹے بچے اون کے شقیق وشفیق یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کردیے جائیں جسے نہ مال کا درد ہو نہ بچوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً ودلالۃً اذن وتفویض متحقق اور بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد وقلب مقصود وذلک لان عامۃ الناس فی بلادنا یموتون من دون تصریح بایصاء ویخلفون اموالا وعقارا واولادا صغارا لاجد لھم وربما تکون فیھم بنات قاصرات فلو لم تعتبر الوصایۃ المعھودۃ التی یعلم کل احد اذا رجع الی وجدانہ الصحیح ان المورث کان راضیا علیھا وان لو سئل عنھا لافصح بھا لزم تلف الاموال والضیاع و ضیاع الاولاد اذ لم یبق من یقوم بامرھم بحکم الشرع فاما ان یترک المال سائبۃ و الاولاد ھملا فھذا انضیاع المردود واما ان ینزع الامر من ید الشقیق الشفیق ویفوض الی اجنبی سحیق فھذا ھو قلب المراد وعکس المقصود فوجب المصیر الی ما قلنا والتعویل علی دلالۃ الاذن کما عولنا واللہ الموفق بلکہ غمز العیون والبصائر میں ہے روی ان جماعۃ من اصحاب محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ حجوا فمات واحد فاخذ واما کان معہ فباعوہ فلما

وصلوا الی محمد سالہم فذکر ولہ ذلك فقال لولم تفعلوا ذلك لم تکونوا فقہاء وفرہ واللہ یعلم المفسد من المصلح اھ اقول فاذا ساغ تصرف احد من الرفقۃ لعدم تیسر الرجوع الی القاضی فی الطریق فالاخ الماذون لہ دلالۃ مع انعدام القاضی الشرعی اصلا اولٰی فتاوی کبری پھر فتاوی عالمگیری میں ہے اذا تصرف واحد من اھل السکۃ فی مال الیتیم من البیع والشراء ولا وصی للمیت وھو یعلم ان الامر لو رفع الی القاضی حتی ینصب وصیا انہ یاخذ المال ویفسدہ افتی القاضی الدبوسی بان تصرفہ جائز للضرورۃ قال قاضیخاں وھذا استحسان وبہ یفتی۔ فصول عمادی پھر جامع الرموز پھر درمختار میں ہے لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی درمنتقی پھر ردالمحتار میں ہے انما لم یحصر التصرف فی الوصی اشارۃ الی جواز تصرف غیرہ کما اذا خاف من القاضی علی مالہ ای مال الصغیر فانہ یجوز لواحد من اھل السکۃ ان یتصرف فیہ ضرورۃ استحسانا وعلیہ الفتوی اھ اقول فاذا اجاز التصرف لواحد من الجیران لمکان الضرورۃ مع وجود القاضی من دون اذن مورث ولا قاضی اصلا فلان یجوز للشقیق الشفیق عند عدم القاضی الشرعی مع تحقق اذن المورث دلالۃ لکان احری واحد رواجدی واولٰی غرض فقیر بحول القدیر جزم کرتا ہے کہ ایسی صورت میں ابن کبیر کی صحت تصرف وثبوت وصایت بحکم دلالت میں کوئی محل شبہ نہیں۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اھل زمانہ ولم یراع فی الفتیا حال مکانہ فھو جاھل مبطل فی قولہ وبیانہ والجوان لوعرض کلامی ھذا علی الفقہاء الفحول لنظروا الیہ بعین الرضا وتلقوہ بالتحسین والقبول واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں جب وہ بالغ ہوئیں تو بکر نے اون کی شادیاں معمولی خرچ سے کردیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اوسکی شادی زید

لکن فی وصایا الانقروی ص۲۱۸ مانصہ وعن محمد فیمن مات عن ابنین صغیر وکبیر وترك الفا فانفق الکبیر علی الصغیر خمسمائۃ وھو لیس بوصی قال ھو متطوع فی ذلك وان کان ترك طعاما او ثوبا فاطعمہ والبسہ الصغیر لا یضمن الکبیر استحسانا من وصایا البزازیۃ قبیل نوع فی تصرف المریض اھ قلت الجواب ان ھذا ھو حکم الاصل وکلامنا فی الضرورۃ کما تری فافھم ۱۲ منہ

نے خود اپنی زندگی میں کردی تھی اوسکی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہوا) صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش وشادی اپنے مال متروکہ ومشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ یہاں تین چیزیں ہیں ۱ خرچ پرورش ۲ شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا خدمتیوں کا انعام سمدھیانہ کے جوڑے دولھا کی سلامی سواریوں کا کرایہ برات کے پان چھالیہ وغیر ذلک ۳ دلہن کا جہیز۔ بتوفیق اللہ تعالٰی ہر ایک کا حکم علیحدہ سنئے

خرچ پرورش۔ بے شک بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور اون کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اون کے لئے خریدنا اور ان امور میں اون کا مال بے اسراف وتبذیر اون پر اوٹھانا شرعًا جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ اون پر وصایت وولایت مالیہ نہ رکھیں۔ تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے۔ جاز شراء مالا بد للصغیر منه (کالنفقة والکسوة واستئجار الظئر منح) و بیعه ای بیع مالا بد للصغیر منه لاخ وعم وام وملتقط هو فی حجرهم ای فی کنفهم و الالا۔ علامہ شامی قول درمختار لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته الا فی مسائل کی شرح میں بضمن مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں کذا لو انفق بعض اهل المحلة علی مسجد لا متولی له من غلته لحصیر ونحوه او انفق الورثة الکبار علی الصغار و لا وصی لهم فلا ضمان فی الکل دیانة اھ ملخصا۔ اقول ولا یخالفه بل ربما یؤیده مافی شهادة الاوصیاء عن الطحطاوی عن الفصول حیث قال ورثة صغار وکبار وفی الترکة دین و عقار فهلك بعض المال وانفق الکبار البعض علی انفسهم وعلی الصغار فما هلك فهو علی کلهم وما انفقه الکبار ضمنوا حصة الصغار ان کانوا انفقوا بغیر امر القاضی او الوصی وما انفقوه بامر احدهما احتسب لهم الی نفقة مثلهم اھ فان هذا عند وجود الوصی وما نعنه عند عدمه لاسیما فی بلادنا فافهم پس جو کچھ بکر نے اون لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقۂ مثل کا دعوی کرے تو بے شک دیانۃً مجرا پائے گا۔ فانه کان ماذونا له فی ذلك من جهة الشرع فلا یکون ضمینا بل امینا مقبول القول مالم یدع مایکذبه الظاهر الا تری الی ما قدمنا عن الفصول حیث حکم بالاحتساب الی نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن کالوصی والقاضی والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا

وان لم یوجد من وصی او قاض لفقدانهما هنا او سائر انت تعلم ان المفتی انما یفتی بالدیانة بل قد اثبتنا غرش لتحقیق بتوفیق المولی سبحنه وتعالی فی کتاب الوصایا من العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة ان الابن الکبیر فی امصارنا هذه فی اعصارنا هذه یقوم مقام وصی ابیه علی الاولاد الصغار من دون حاجة الی تصریح بالوصایة لوجود الاذن والتفویض دلالة بحکم العرف الفاشی المطرد مع تحقق الضرورة الملجئة الی اعتبار تلك الدلالة والله یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اهل زمانه ولم یراع فی الفتیا حال مکانه فهو جاهل مبطل فی قوله وبیانه وقد بینا المسئلة بحول القدیر جل مجده بما یتعین المراجعة الیه وحینئذ فالامر اظہر اور نفقۂ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی واسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائیگا۔ عالمگیری میں ہے نفقة المثل مایکون بین الاسراف والتقتیر کذا فی المحیط ردالمحتار میں ہے۔ ماینفق علی مثلهم فی تلك المدة۔

مصارف شادی ۔ عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی وجہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کیے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں اون کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں نہ اون سے در بارۂ صرف کوئی استفسار ہوا تھا نہ اون کا کوئی اذن تھا نہ اون قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا یہ جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کو آریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ اون سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دلہن کے حصہ میں مجرا نہیں ہوسکتے ۔ لاناوان قلنا بوصایة بکر دلالة کما اشرنا الیه فقد انقطعت الولایة بالبلوغ ردالمحتار میں عنایہ سے ہے انهم یعنی الورثة الکبار اذا کانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکة اصلا الا اذا الخ تو ان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جیسے کسی سے مجرا نہ پائیگا سب صرف اسی کے حصے پر پڑے گا خواہ ضمانا خواہ قصاصًا دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا یہ بری رہیں گے اگرچہ انہوں نے صرف ہوتے دیکھا وہ خاموش رہے ہوں۔ اذلاینسب الی ساکت قول اشباہ میں ہے لورأی غیرہ یتلف ماله فسکت لایکون اذنا باتلافه خصوصًا اگر اون میں کوئی اوس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں فانه

لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من ماله بزازیہ وبحرالرائق وردالمحتار و تنویرالابصار وسراج وہاج وغیرہ میں ہے الھبۃ والقرض وما کان اتلافا للمال او تملیکا من غیر عوض فانه لایجوز ما لم یصرح به نصا اھ اقول ھذا افادوہ فی شریکی العنان والمفاوضۃ مع ان کلا منھما وکیل عن صاحبه وماذون التصرف فی المال من جانبه فکیف بالشریك شرکۃ العین فانه اجنبی صرف عن حصۃ اخیه لیس له التصرف فیه کما نصوا علیه۔ حاشیۂ طحطاویہ میں ہے التجھیز لایدخل فیه الجمع و المؤاید فالفاعل لذلك ان کان من الورثۃ یحسب علیه من نصیبه و یکون متبرعًا وکذا ان کان اجنبیا اھ ملخصًا۔

دولہن کا جہیز۔ وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو ہبہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کریگا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصّہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں ان کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصّہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دولہن کا حصّہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اوس کے حصہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرہ کے اوس کیلئے جدا کرلیا اور وہی اوس کے جہیز میں دیا ہو فضلا عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاستبداد بالاستبدال فی القیمیات نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اوس کا اختیار نہیں کما نصوا علیه فی الکتب جمیعا تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دلہن کے حصے میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہوسکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر تمام صلح وتخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اوسکی قسم سے حصہ دولہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دولہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعوی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے نہ ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے فان العقد ربط ولابد فی الربط من شیئین معھذا عندالحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح وتخارج کی وضع ہے حاصل نہوا وما من شئی خلا عن مقصودہ الا بطل وجھالۃ المصالح عنه انما لاتمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی منازعۃ والا منعت۔ درمختار میں ہے الصلح شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ۔ نہایہ میں ہے جھالۃ تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح اھ ملخصین۔ رہی بیع وہ اگر بتصریح ایجاب وقبول بھی ہوتی مثلا بکر کہتا میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں

آئیں بیع کیا اور دولہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصۂ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اوس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں ومعلوم انہ لیس من عقد یتم بالنیۃ۔ بل لابد من شیئ یظہر القصد القلبی ویکون دلیلا علی الرضاء النفسی۔

فتح القدیر میں ہے رکنہ الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول اوفعل اھ نعم المظہر قد یکون نصا وہو اللفظ المقرر للایجاب والقبول وقد یکون دلالۃ کالمساومۃ و اخذ الثمن بعد بیان الثمن فی بیع التعاطی وحیث لاحاجۃ الی البیان للعرف العام کالخبز مثلا حیث یکون لہ قیمۃ معلومۃ لاتختلف ففتح البائع الدکان وجلوسہ للبیع واعدادہ الخبز لذلک دلیل علی البیع واخذ المشتری علی الشراء اما ھٰہنا فان فرضت دلالۃ من بکر فلا دلالۃ اصلا من قبل العروس ولئن سلمت الرضا فالتعاطی ھہنا من احد الجانبین وھو وان جاز عند البعض وبہ یفتی وھو ارجع التصحیحین فلابد فیہ عند مجیزہ من بیان البدل والبدل ھہنا کما علمت مجھول فلم ینعقد البیع اجماعا

فتاوی عالمگیری میں ہے الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ہو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدھما کاف لنص محمد رضی اللہ تعالی عنہ علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النہر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع تسلیم المبیع وھکذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذا فی المحیط۔ پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلا کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کریگا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اوسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلا زیور برتن کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ جہیز میں دیئے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہینگی اور جو اشیاء بکر نے خرید کردیں وہ سب مطلقا ملک بکر تھیں اور اب بھی خاص اوسی کے ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں۔ لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا۔ کما نقلنا فی مواضع من فتاوینا عن رد المحتار پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دولہن کا قبضہ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط

المالك پس جس چیز کو دولہن نے استہلاک نہ کیا بغیر اوس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اوس کا تاوان دولہن پر نہ آئے گا اور جو اوس کے فعل وتعدی سے تلف ہوئی اوس کی قیمت بکر کے لئے دولہن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی اور جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اوس پر دولہن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اس کے پاس ہلاک ہوجائے مطلقاً تاوان آئے گا۔ وذلك لان بكرا قد تعدی علی حصص لشركاء بتجهيز الاخت من مال مشترك وتسليمه اليها جهازا التلبس وتستعمل وبالتصرف تستقل وكل يد مترتبة علی يد ضمان يد ضمان پس باقی ورثا جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں۔ لانه الغاصب چاہیں دولہن سے لانها كغاصبة الغاصب فتاوی خیریہ میں ہے الید المترتبة علی ید الضمان ید ضمان فلرب البهيمة ان يضمن من شاء الخ اور وہ بکر یا دولہن جس سے ضمان لیں اوسے دوسرے پر دعوی نہیں پہونچتا اما بكر فلانه الغاصب وانما قبض العروس بتسليطه واما العروس فلانها قبضت لنفسها لا لبكر۔ ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے وهب الغاصب المغصوب اوتصدق او اعار وهلك فی ايديهم وضمنوا للمالك لا يرجعون بما ضمنوا للمالك علی الغاصب لانهم كانوا عاملين فی القبض لانفسهم بخلاف المرتهن والمستاجر والمودع فانهم يرجعون بما ضمنوا علی الغاصب لانهم عملوا له الخ اور جو کچھ باقی ہوں وہ دولہن سے واپس لیکر فرائض الٰہیہ پر تقسیم ہوجائیں یہ سب احکام اوس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بے شک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ لانه الدافع فهو ادری بجهة الدفع كما فی الاشباه وجامع الفصولين والفتاوی الخيرية وغيرها ماكتاب وقد نصوا عليه فی مسائل كثيرة اقول وليس فی تجهيز الاخوة الاخوات اذا كن ذوات مال شريكات فی مابايدی الاخوة من التركة عرف فاش يقضی بالهبة بخلاف الأباء والامهات فی بلادنا وكيف يكون الظاهر قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاهر ح انهم يريدون الاحتساب عليهن من الفرائض۔ اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دولہن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا حصے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہوں گے کہ اس صورت میں دولہن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا۔ فان القبول فرع العلم وهی اذا لم تحسبه هبة كيف يتصور انها قبلت الهبة۔ بحرالرائق میں ہے۔ وكذا بقوله اذنت للناس جميعًا فی ثمر نخلی من اخذ شيئا فهوله نبلغ الناس من اخذ شيئا يملكه كذا فی المنتقی وظاهره ان من اخذه ولم يبلغه مقالة الواهب لا يكون له كما لا يخفی اھ۔ اقول

ومثله مافی الهندیة عن الخلاصة رجل سیب دابته فاصلحها انسان ثم جاء صاحبها واقر وقال قلت حین خلیت سبیلها من اخذ فهی له اوانکر فاقیمت علیه البینة او استحلف فنکل فهی للاخر سواء کان حاضرا سمع هذه المقالة اوغاب فبلغه الخبر اھ ووجهه ظاهر فانه اذا علم بمقالة الواهب فیکون الاخذ علی جهة الاتهاب ویقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم یعلم فانه لم یتحقق القبول قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعا سواء جعل رکنا کما نص علیه فی التحفة والولوالجیة والکافی والکفایة والتبیین والبحر ومجمع الانهر والدر المختار وابی السعود وغیرها من کتب الکبار وهو ظاهر الهدایة وملتقی الابحر وغیرهما من الاسفار الغر او شرطا کما نص علیه فی المبسوط والمحیط والهندیة وغیرها وافاد فی البدائع انه الاستحسان وان الاول قول زفر علی کل فاتفق القولان علی انه لا تملك فیها بدون القبول وهو الذی نص علیه فی الخانیة وغیرها وقد حققنا المسئلة بتوفیق الله تعالٰی علی هامش رد المحتار بما لامزید علیه۔ تو اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر آئیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء، اور احکام سابقہ عود کریں گے ہاں اگر بکر کا ارادۂ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب دولہن نے اوسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب وقبول دونوں متحقق ہو گئے۔ فان القبض بوجه الاتهاب قبول وان ناقصا کما فی مشاع یقسم لاستواء الکل فی الدلالة علی الرضا کما لایخفی ولوالجیہ میں ہے القبض فی باب الهبة جار مجری الرکن فصار کالقبول پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دولہن اون کی مالک مستقل ہو گئی اور بکر پر اوس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شراء واقع ہوا یہاں تک کہ خود اوس دولہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا۔ فان البدل وان الیها وصل لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملك له وتم الضمان ثم العطاء للعروس هبة علٰی حدة من مال نفسه فلا یرتفع به ضمان قسط العروس اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا۔ اذ لا اذن منهم ولا ولایة علیهم تو اون کے حصے تو ہر حال دولہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ اونہیں اختیار رہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دولہن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرانہ پائے گا۔ کما قدمنا عن البزازیة رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اوس کے حصے کیجئے تو وہی انتفاع اوس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا جب تو بکر کے حصے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہوا لانها هبة مشاع فیما یقسم اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دولہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہو گا اوس میں حصۂ بکر کا تاوان خاص دولہن

پر پڑیگا۔ فتاوی خیریہ میں ہے لاتصح ھبۃ المشاع الذی لایحتمل لقسمۃ ولایفید الملك فی ظاھر الروایۃ قال الزیلعی ولو سلمہ شائعا لایملکہ فیکون مضمونا علیہ الخ ملخصا وتمامہ فیھا وفی ردالمحتار اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دولہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دولہن پر آئے گا۔ بحرالرائق میں ہے یشترط فی صحۃ ھبۃ المشاع الذی لایحتملھا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وھب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ بہ لم یجز۔ محیط امام سرخسی میں ہے واذا علم الموھوب لہ نصیب الواھب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی نقلھما فی الفتاوی الھندیۃ۔ جامع الفصولین میں فتاوی امام فضلی سے ہے اذا ھلکت افتیت بالرجوع للواھب ھبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ الفاسدۃ مضمونۃ علی مامر۔ اور اگر دولہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہوگیا اور ان اشیا میں دولہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصے بدستور دست عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بارہا گذرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دولہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں اون میں دولہن اپنے حصے کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اوس کا مال اوسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اوس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی۔ فانہ انما سلم الملك لید من ملك فما ھلك فی یدھا فعلیھا ھلك ھذا کلہ مزاولۃ الی اٰخرہ مما فیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذتہ تفقھا من کلمات العلماء اعظم اللہ اجورھم یوم الجزاء فما اصبت فمن اللہ تعالٰی ولہ الحمد علیہ وما اخطأت فمن قصور نفسی وانا اتوب الیہ اتقن ھذہ اتقانا کبیرا فان المسائل مما تمس الیہ الحاجۃ کثیرا فاغتنم ھذا التفصیل الجمیل والحمد للہ علی فیضہ الجلیل واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸۔ از شہر کہنہ ۲، ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مجید اللہ خاں ولد کالے خاں ساکن شہر کہنہ نے اپنی جائداد موروثی دین مہر میں زوجہ کو دی یعنی مسماۃ امیر بیگم کو بعدہ مجید اللہ خاں مذکور کا انتقال ہوگیا بعد ازاں جائداد مرقومہ بالا کا داخل خارج مسماۃ امیر بیگم کے نام بذریعہ گواہاں کے ہوا ایک شخص گواہ تھے عنایت اللہ خاں صاحب ولد کالے خاں صاحب دیگر گواہ شفیع علی خانصاحب ولد کالے خاں صاحب مجید اللہ خاں مرقومہ بالا کی ایک لڑکی تھی امیر بیگم والدہ دختر نے اوسکی شادی کردی چند عرصہ کے بعد نصف جائداد جو بذریعہ مہر کے شوہر اپنے سے پہونچتی تھی دختر مذکورہ کو دیدی اور اوس کا داخل خارج بھی کرا دیا بگواہی عنایت اللہ خاں صاحب و شفیع علی خانصاحب

اور بٹی بانٹ اس وجہ سے نہیں ہوسکا کہ اوس زمین میں جگہ جگہ غار تھے دوسرے یہ کہ والدہ اور دختر میں اتفاق بھی بہت تھا حتی کہ تا حیات دختر سے جدا نہیں ہوئی بعدہ مسماۃ امیر بیگم کی حیات میں دختر جس کے نام نصف جائداد کی تھی فوت ہوگئی مگر مسماۃ امیر بیگم نے وہ جائداد واپس نہیں لی اوس پر قابض اور دخیل داماد رہا اور ہے اور جس وقت امیر بیگم کی علالت تھی اوس وقت میں داماد مذکورہ سے وصیت کی کہ برخوردار من میری تیمارداری کرو اور بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو اور جو کچھ تیمارداری میں خرچ ہو وہ روپیہ نصف جائداد باقی ماندہ جو میرے نام ہے اوس سے وصول کیجیو ورنہ میں حشر میں دامن گیر ہونگی اور جو جائداد میں نے اپنی دختر کے نام کی تھی وہ تمکو بخوشی بخشی چونکہ تم نے میری خدمت مثل فرزند بطن کیے کی ہے اور کرتے ہو وصیت کے بعد مسماۃ امیر بیگم کا انتقال ہوگیا داماد مذکور نے قرض دام کرکے تجہیز وتکفین کی اور خرچ تیمارداری کیا اب مسماۃ امیر بیگم کو انتقال کئے ہوئے عرصہ چند ہوا اور مسماۃ امیر بیگم کے وارث یہ ہیں دو بھائی چچا زاد اور دو شوہر کی ہمشیرں حیات ہیں یہ جائداد جس کا ذکر ہے کس طرح پر تقسیم ہوگی اور قرضہ جو داماد مذکور نے خرچ تیمارداری میں اور تجہیز و تکفین میں کیا کس طرح وصول کرے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مسئولہ میں وہ ہبہ کہ امیر بیگم نے بنام اپنی دختر کے کیا بوجہ مشاع وغیر منقسم ہونے زمین کے محض باطل ہوگیا۔ تتمۃ الفتاوی پھر مشتمل الاحکام پھر فتاوی خیریہ میں ہے هبة المشاع باطلة وهو الصحیح اور داخل خارج کہ ایک عقد باطل پر مبنی ہوا خود باطل و بے اثر اسی طرح اوس کا موہوب مذکور کی نسبت اپنے داماد سے کہنا میں نے تجھ کو بخوشی بخشی کہ وہ بھی ہبہ ہے اور بوجہ شیوع باطل فی الشامی عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضی خان وغیرہ هبة المریض هبة حقیقة وان کانت وصیة حکما۔ پس وہ زمین تمام وکمال ملک وترکہ امیر بیگم ہے جسمیں وارثان دختر یا خواہران شوہر کا اصلا کچھ حق نہیں صرف امیر بیگم کے دونوں چچا زاد بھائی بر تقدیر عدم موانع ارث وانعدام وارث دیگر اوس کے مستحق ہیں کہ بعد ادائے دین و وصیت آپس میں نصف نصف کرلیں داماد مورثہ نے جو کچھ اوس پر اسکی بیماری وتیمارداری میں اوٹھایا وہ امیر بیگم پر اوس کا قرض ہے کہ ترکہ امیر بیگم سے لے سکتا ہے فانه لما انفق بامرها وقد افصحت بالرجوع له یکن متبرعا اسی طرح جو کچھ کفن ودفن بطریق سنت میں صرف کیا ہو وہ بھی اوس کا دین ہے بشرطیکہ امیر بیگم کے حال کے مناسب عرف وعادت کے لحاظ سے جس قیمت کا کفن دینا چاہئے تھا اوس سے بیش قیمت نہ دیا ہو ورنہ قیمت کفن اصلا مجرا نہ پائے گا۔ تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار میں ہے لو زاد الوصی علی کفن مثله فی العدد ضمن الزیادة والا اذا اوصی بها وکانت تخرج

من الثلث) وفی القیمۃ وقع الشراء لہ (لانہ متعد فی الزیادۃ وھی غیر متمیزۃ فیکون متبرعا بتکفین المیت بہ رحمتی) اسیطرح جو کچھ کفن دفن کے سوا فاتحہ درود سوم چہلم عورتوں کے جمع ہونے اون کے پان چھالیہ کھانے پینے وغیرہ معمولی باتوں میں صرف ہوا اوس کا بھی ایک حبہ مجرا نہ ملے گا لوجوہ کثیرۃ وحسبك ان قول امیر بیگم بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو وصیۃ مھملۃ باطلۃ لانفاذ لھا اصلا علامہ شامی کا مسئلہ تنویر الابصار وغیرہ اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کی تعلیل میں لکھتے ہیں انھا وصیۃ للناس و ھم لایحصون کما لو قال اوصیت للمسلمین ولیس فی اللفظ ما یدل علی الحاجۃ فوقعت تملیکا من مجھول فلم تصح اھ ش۔ پھر جس قدر دین اس کا ذمہ امیر بیگم ثابت ہوا اوسی کے لائق زمین کا ٹکڑا بیچ کر اپنا دین وصول کرسکتا ہے یا وارثان امیر بیگم اپنے پاس سے اوس کا دین ادا کر کے ترکہ خالص کرلیں۔ رد المحتار کے باب الوصی میں ہے۔ اذا کان علی المیت دین او اوصی بوصیۃ و لم تقض لورثۃ الدین ولم ینفذ واالوصیۃ من مالھم فانہ یبیع الترکۃ کلھا ان کان الدین محیطا وبمقدار الدین ان لم یحط ولہ بیع ما زاد علی الدین ایضا عند ابی حنیفۃ خلافا لھما قال فی ادب الاوصیاء وبقولھما یفتی کذا فی الحافظیۃ والقنیۃ و سائر الکتب اھ ومثلہ فی البزازیۃ اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۴۹ ۔ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خانصاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ میفرمایند علماء رحمھم اللہ تعالی در وصیت مطلقہ لاموصی لھم مرد و زن باشند تقسیم ایشاں مساوی شود یا للذکر ضعف الانثی

الجواب ۔ چوں صراحۃً واشارۃً بہیچ گونہ تفصیل وتفضیل احد النوعین علی الآخر مستفاد نباشد بہر ہر ہمہ علی السویہ بخش کنند۔ لعدم الفضل بعدم الفصل پس اگر مثلا برائے اولاد زید وصیت کند پسران و دختران ہمہ برابر باشند واگر برائے ورثہ زید پس للذکر مثل حظ الانثیین زیراکہ تعبیر بلفظ ورثہ دلیل است برآنکہ حیثیت وراثت او ملحوظ داشتہ پس ہم بحساب وراثت خواہند یافت وتمامہ فی رد المحتار من الوصیۃ للاقارب۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۰ ۔ از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ جناب مولوی محمد عبد السمیع صاحب ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقق جناب مولینا محمد احمد رضا خانصاحب ادام اللہ فیوضہ وبرکاتہ وضاعف اجورہ وحسناتہ بعد اتحاف ہدیہ سلام مرفوع۔ برائے خورشید انجلائے باد اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے۔ کہ ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ ایک شخص کو کہ یہ

سو پچاس روپیہ میرا ہے اس کا یہ بند وبست کیجیو کہ جب کوئی موسم کا میوہ چلا کرے میری فاتحہ اس پر دلا کر تقسیم کر دیا کرو وصی نے ایسا ہی کیا لیکن ایسا بھی کیا کہ اوس مال مذکور سے کوئی کتاب دینی غریب طالب علم کو دلوا دی اور یہ بھی کیا کہ دہم وچہلم کی تواریخ معینہ میں مساکین کو کھانا کھلا دیا فاتحہ دلا کر اور ایک دو خرچ ایسے کئے کہ اوس عورت کے مرنے کی خبر سنکر جو دو ایک جگہ سے آدمی آئے تھے اور اوس عورت کا کوئی ولی نہ تھا جو اون کی مہمانی کرتا اون کی مہمانی میں بھی روپیہ مذکورہ سے کچھ صرف ہوا اب یہ سب اخراجات بقیاس قاعدہ نذر کا اوس میں تعین زمان ومکان ومال وانفاق کی قید پر نظر رکھنا واجب نہیں ہے جائز ہوئی یا نہیں وصی نے ان سب کو مصرف خیر سمجھ کر صرف کر دیا کہ مقصود فاتحہ میوجات سے ایصال ثواب ہے ایصال ثواب ہوگیا اب جو دس بیس روپیہ باقی ہے اوس کا ارادہ ہے کہ مدرسہ میں دیدوں اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں میرا رجحان تو جواز کی طرف ہوتا ہے

الجواب۔ رائے سامی قرین صواب ہے اس لفظ میں کہ تقسیم کر دیا کیجو نہ کسی قوم محصورین کے لئے وصیت ہے نہ لفظ متبنی حاجت تو ظاہر بطلان وصیت کما ھو مقتضی لضابطۃ المعروفۃ فی الوصایا قال فی الدر المختار والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علے ما مر لو قوعہا للہ تعالٰی وھو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ فی الاختیار" مگر اوس کا کہنا "میری فاتحہ دلا کر" یہ بتا رہا ہے کہ تقسیم مساکین پر مقصود تو لفظ میں اشعار بحاجت و قربت موجود گویا یوں کہا کہ ہر موسم میں اس کا میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرو یہ قطعًا وصیت صحیحہ جائزہ ہے کذا فی الھندیۃ عن الخانیۃ مریض قال بالفارسیۃ صد درھم از من بخشش کنید قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالٰی ھی باطلۃ لان ھذا للاغنیاء والفقراء جمیعًا ولو قال صد درھم از من سود ان کنید قال کانت الوصیۃ جائزۃ لان ھذا اللفظ یراد بہ القربۃ اور مذہب صحیح اور مفتی بہ میں موصی جس چیز کی مساکین کے لئے وصیت کرے وصی کو اختیار ہے کہ وہ نہ دے اوس کی قیمت تصدق کر دے وبالعکس یعنی روپے خیرات کرنے کی وصیت ہو تو چیز خرید کر صدقہ کر سکتا ہے فیھا عنھا رجل اوصی بان یتصدق عنہ بالف درھم فتصدقوا عنہ بالحنطۃ او علی العکس قال ابن مقاتل یجوز ذلک قال الفقیہ ابو اللیث وبہ ناخذ ولو اوصے بان یباع ھذا العبد و یتصدق بثمنہ علی المساکین جاز لھم ان یتصدقوا بنفس العبد ولو قال اشتر عشر اثواب وتصدق بھا فاشتری الوصی عشرۃ اثواب لہ ان یبیعھا ویتصدق بثمنھا اھ ملخصًا

یوہیں اوس کلام سے اس صدقہ کا چند موسم بدفعات اداکرنا نکلتا ہے اس کا اتباع بھی ضرور نہیں وصی کو اختیار ہے کہ ایک وقت میں سب روپیہ تصدق کر دے فیھا عنھا لو قال اوصیت بان یتصدق من ثلثی کل سنۃ مائۃ درھم فالوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولی ولا یوزع علی السنۃ اھ وفیھا عن الخلاصۃ عن النوازل لو اوصی بان یتصدق فی عشرۃ ایام فتصدق فی یوم جاز پس وصی نے جو کتاب اوس مال سے خرید کر کے مسکین کو دی یا مساکین کو کھانا کھلایا سب جائز وبجا واقع ہوا یوہیں اب جو روپیہ باقی ہے جائز کہ مدرسہ کے طلبۂ مساکین کو نقد یا کپڑا یا کھانا یا کتابیں خرید کر دیدے خواہ امداد طلبۂ مساکین کو جو تنخواہ مقرر ہو اوس میں صرف کر دے غرض جس قدر وجوہ تصدق ہیں سب کا اختیار رکھتا ہے رہا وہ کھانا کہ اہل تعزیت کو کھلایا اگر وہ محل تصدق تھے اور انہیں بطور تصدق کھلایا جائز ہوا اور اگر اغنیار تھے ناجائز اور اس قدر روپے کا تاوان ذمۂ وصی لازم مگر یہ کہ اوسے دھوکا ہوا اور اپنے نزدیک محل صدقہ جان کر تصدق کیا ہو فیھا عن التاتارخانیۃ سئل عن رجل اوصی بثلث مالہ للفقراء فاعطی لوصی الاغنیاء وھو یعلم قال محمد رحمہ اللہ تعالی لا یجزیہ والوصی للفقراء ضامن فی قولھم جمیعا اسی طرح اگر کھانا بطور تملیک نہ تھا بلکہ جس طرح دعوت میں برسبیل اباحت کھلایا جاتا ہے کہ کھانے والوں کو طعام کا مالک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ملک مالک پر اسکے اذن سے تصرف کرتے ہیں۔ تو بھی ناجائز اور تاوان لازم ہوگا فانہ انما کان[1] مامورا بالتصدق ولا تصدق الا بالتملیک ولا تملیک فی الاباحۃ وکل ذلک ظاھر عند من لہ المام بالفقہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بحالت شدت مرض میں کہ امید حیات قطع ہوچکی تھی اور طاقت حس وحرکت بالکل نہ تھی مگر ہوش وحواس باقی تھے ایک دستاویز ہبہ نامہ اپنی دختر کے نام اس طور پر لکھی کہ اوس میں ایک دوکان خاص اپنی مملوکہ اور ایک مکان کہ واقع میں مملوک دختر ہی تھا شامل اور اسی حالت میں ایک حویلی اپنی ماں کو بقدر سہام شرعی اوس کے لائق ہوگی ہبہ لکھدی اور زرثمن معاف کر دیا اور اپنے خرچ دفن کفن کیلئے تیئس روپیہ اپنی بیٹی کے سپرد کر دیئے اور وصیت کر دی کہ یہ روپے میری تجہیز وتکفین میں خرچ کرنا اگر زیادہ ضرورت ہو تو میرے زیور سے کوئی چیز بیچ کر ڈالنا اور ایک دوکان جو میرے مال سے باقی ہے اوس میں سے ڈھائی سو روپے جو مجھ پر قرض ہیں ادا کرنا اور کچھ مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور میرے بھائیوں کو دینا اسوقت کسی شخص نے

---

[1] ھھنا سقط ولعلہ عند صح ۱۲ اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

کیا تمہارے بھائی مسکین ہیں اور حاجت مند ہیں ان کا حق پورا ادا کرنا خرچ مسجد وغیرہ سے اولی ہے تو کیا جو شریعت سے ہو اور بہتر ہو بعدہ ہندہ نے ایک دختر اور تین برادر حقیقی اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اشیاء منقولہ وغیر منقولہ کس طرح تقسیم ہوں گی اور ہر ایک کو کتنا کتنا پہونچے گا اور وہ دستاویز جائز یا ناجائز اور بھائیوں کا حق پورا دیا جائے گا یا نہ اور خرچ تجہیز وتکفین میں کیا کیا داخل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ سائل مظہر کہ ہندہ نے اوسی حالت میں دو ایک روز بعد وفات پائی تو صورت مستفسرہ میں وہ مرض بلاشبہ مرض الموت تھا فی الدر المختار قیل مرض الموت ان لایخرج لحوائج نفسه وعلیه اعتمد فی التجرید بزازیه رد المحتار انه کان الغالب منه الموت وان لم یکن صاحب فراش قهستانی عن هبة الذخیرة اگرچہ ہوش وحواس بالکل صحیح ہوں کہ اختلال کچھ مرض الموت کے لئے شرط نہیں والا لم تکن تبرعاته نافذة فی الثلث موقوفة فی الزائد مثلا بل بطلت عن آخرها کما لایخفی۔ پس ہندہ نے جو مال اپنا اپنی دختر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اپنی زندگی میں دختر کا قبضہ کاملہ کرا دیا ہو اور جو کچھ اپنی ماں کے ہاتھ بیچا اور وہ زرِ ثمن کہ ماں کو معاف کیا اور دوکان باقی ماندہ سے بعد ادائے قرض جو بھائیوں کو کچھ دینا کہا چاروں تصرف اجازت باقی ورثہ پر موقوف ہیں ہبہ بنام دختر میں مادر وبرادران کی اجازت درکار ہے اور بیع وہبۂ ثمن بنام مادر میں دختر وبرادران اور بھائیوں کو کچھ دینے کے باب میں مادر ودختر کی اجازت چاہیے جس تصرف کو باقی سب ورثہ جائز رکھیں گے بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں پورا نافذ ہو جائے گا جسے باقی ورثہ سے کوئی اجازت نہ دے بالکل باطل ہو جائے گا اور جسے بعض اجازت دیں بعض نہ دیں تو صرف اجازت دہندہ عاقل بالغ کے حصہ میں نفاذ پائے گا باقی کے حق میں باطل وبے اثر ہوگا تو جس چیز میں باقی سب ورثہ کی اجازت معتبر شرعیہ ہو گئی وہ تمام وکمال اوسی کو ملے گی جس کے نام ہندہ نے کر دی دوسرے ورثہ اوس میں سے اصلا حصہ نہ پائیں گے اور کسی کی اجازت نہ ہوئی تو وہ کل ترکہ میں شامل کی جائیگی اور بعض کی ہوئی اور بعض کی نہ ہوئی تو اجازت نہ دینے والے اوس میں سے حصہ پائیں گے اور دینے والوں کا حصہ اوسے جس کے نام وہ چیز کی گئی تھی اور بھائیوں کے نام وصیت میں کچھ دینا ہے جس کی مقدار ہندہ نے معین نہ کی تو اون کی تعین مقدار مادر ودختر کے متعلق ہوگی اگر دونوں اس وصیت کو جائز رکھیں تو دونوں سے کہا جائے گا بنام وصیت جو چاہو بھائیوں کو دیدو ترکہ میں ان کا حصہ شرعیہ الگ رہا اور اگر ایک اجازت دے اور دوسری ناجائز رکھے تو اوس دوسری کے حصہ پر اس وصیت کا کچھ اثر نہ ہوگا اجازت دینے والی سے کہا جائے گا تو اپنے حصہ سے جو مناسب سمجھے بنام وصیت انھیں دے اور ان سب صورتوں میں اجازت وہ معتبر ہوگی

جو بعد موت ہندہ واقع ہوئی ہو مثلاً حیات ہندہ میں کسی تصرف کو کوئی وارث تسلیم کرچکا تھا اوس کی موت کے بعد اب جائز نہیں رکھتا تو وہ اجازت نہ دینا ہی ٹھہریگا مگر بعد موت اجازت دے کر پھرنے کا کسی کو اختیار نہیں مثلاً موت ہندہ پر کسی وارث نے اون میں سے کسی تصرف کی اجازت دیدی تو اوسکی طرف سے اجازت ہوگئی اور اوس کے حق میں نافذ ہوچکا اب اوس سے رجوع نہیں کرسکتا۔ رہی مسجد وغیرہ کیلئے وصیت جبکہ ہندہ نے اوسے قائم نہ رکھا بلکہ کہدیا جو شریعت میں بہتر ہو تو حکم شرع یہ ہے کہ تہائی مال سے کم کی وصیت اگرچہ مستحب ہے مگر جب ورثہ محتاج ہوں اور انھیں اس کے متروکہ سے ہر ایک کو اتنا نہ پہونچتا ہو جو اوسے غنی کردے تو وصیت کا ترک ہی اولیٰ ہے اور غنی ہونیکی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر مال پہونچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس روپے ہوتے ہیں پس اگر ہندہ کا مال جو شرعاً بعد لحاظ مسائل مذکورہ بالا اوس کا ترکہ قرار پائے بعد ادائے دین واخراج وصیت دس ہزار اسی روپے کی مالیت کا رہے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ نافذ کی جائے گی اور اس کے مقدار کا بیان پانچوں وارثوں کے متعلق ہوگا جو اون کا جی چاہے دیدیں جب اتنی مالیت قابل تقسیم ورثہ رہے تو ہر بھائی کو گیارہ سو بیس کا پہونچے گا جو اوسے غنی کردیگا اور ایسی حالت میں وصیت افضل ہے اور اگر اتنی مالیت نہ بچے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ منسوخ ہوگئی کہ اس صورت میں افضل ترک وصیت ہے اور تجہیز وتکفین سے مصارف غسل وکفن ودفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ درود کے خرچ اوس میں شامل نہیں فی الدرالمختار اعتاقہ ومحاباتہ وھبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذٰلک حکمہ کحکم وصیتہ اھ۔ فی ردالمحتار قولہ ھبتہ ای اذا اتصل بہ القبض قبل موتہ اما اذا مات ولم یقبض فتبطل لوصیتہ لان ھبۃ المریض ھبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃً حکما کما صرح بہ قاضیخان وغیرہما ط عن المکی اھ وفی الدر لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ وھم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اھ وفیہ وتقف بیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی فی ردالمحتار ولو بمثل القیمۃ فان مات منہ ولم تجز الورثۃ بطل فتح اھ وفی الدر ولا تعتبر اجازتہم حال حیاتہ اصلا بل بعد وفاتہ اھ وفیہ اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازتھا الورثۃ لا یکون لھم المنع بعد الاجازۃ بل یجبروا علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز اھ وفیہ ویجزء او سھم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ما شئتم اھ فی ردالمحتار مثلہ الحظ والشقص والنصیب والبعض جوھرہ اھ وفی الدر ندبت باقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم

بحصتهم لما ندب تركها بلا غنى واستغناء لانه صلة وصدقة اھ فی رد المحتار صیرورتهم اغنیاء بان یرث کل منهم اربعة آلاف درهم علی ما روی عن الامام او یرث عشرة آلاف درهم علی ما روی عن الفضلی لقهستانی عن الظهیریة واقتصر الاتقانی علی الاول اھ وفی الدر وللموصی الرجوع عنها بقول صریح او فعل الخ وفی الطحطاوی علی الدر التجهیز لا یدخل السبح والصمدیة والجمع والموائد لان ذلک لیس من الامور اللازمة الخ ان سب مسائل مذکورہ کے بعد جو متروکہ ہندہ ٹھہرے بعد خرچ تجہیز و تکفین و ادائے دین و اجرائے وصیت بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین اٹھارہ سہام پر منقسم ہو کر تین سہم مادر اور نو دختر اور دو دو ہر برادر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مری اوس نے اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا جو کچھ ہے وہ سب راہ خدا یعنی تعمیر مسجد وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اب ازروئے شرع کے جو حکم ہو وہ کیا جائے اور اس کے وارثوں میں ایک زوج اور دو دختر اور ماں باپ اور ایک برادر اور ایک ہمشیر اوس نے چھوڑی اور زیور ساختہ زوج کا وہ زوج کے پاس ہے کس کا حق قرار پائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ سائل مظہر کہ اون وارثوں میں دونوں لڑکیاں نابالغہ ہیں اور زیور کہ زوج نے بنایا صرف پہننے کو دیا تھا عورت کو ہبہ نہ کیا تھا نہ وہاں تملیک کا عرف ہے بلکہ یونہی پہننے کو بنا دیتے ہیں۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر سب بیان واقعی ہیں تو زیور ساختہ زوج ملک زوج ہے اس میں ورثہ زوجہ کا کچھ حق نہیں اور متروکہ عورت سے اگر اس پر کوئی دین ہو ادا کیا جائے اوس کے بعد جو باقی بچے اوس کا ایک ثلث تعمیر مسجد وغیرہ میں حسب وصیت صرف کر دیں اگرچہ ورثہ راضی نہ ہوں دو ثلث کہ باقی رہے اوسکی تقسیم بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین پندرہ سہام میں سے زوج کے تین ماں باپ کے دو دو ہر دختر کے چار چار اور برادر و خواہر کا کچھ نہیں پھر ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد دو ثلث باقی ماندہ سے دونوں بیٹیوں کا حصہ تو ضرور ہے دیا جائیگا کہ بوجہ نابالغی ان کے حق میں وصیت کسی طرح عمل نہیں کر سکتی باقی تینوں وارثوں میں جو شخص وصیت کی اجازت نہ دے اوس کا حصہ اوسے دیا جائے گا اور جو جائز رکھے اوس کا حصہ بھی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ ۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محبوب علی نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات میں اپنی جائداد مملوکہ مقبوضہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام بعوض اوس کے دین مہر کے منتقل کر دی بعدہ

محبوب علی کا انتقال ہوا اب ہندہ نے ایسی حالت میں کہ اوسے مرض فالج ہو چکا تھا جسے ایک سال سے زائد گذرا اور اب کوئی حالت اوس کی ترقی روزانہ اور اس سے غلبہ خوف ہلاک کی نہ تھی بلکہ مزمن ہو چکا تھا وہ جائداد اپنے شوہر کے بھانجے کو اوس کے حسن خدمت کے صلہ میں ہبہ کی اور شرعی اور نیز قانونی تکمیل کر دی ہندہ ہنوز زندہ ہے اب زید کہ محبوب علی کے چچا کی اولاد میں اور اس کا عصبہ ہے اس ہبہ پر معترض ہوتا اور جائداد میں اپنا حصہ بتاتا ہے اس صورت میں اوس کا یہ دعوی مسموع اور ہبہ مذکورہ باطل و مرفوع ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں ہبۂ مذکورہ تام و کامل اور دعوی زید نامسموع و باطل محبوب علی نے جو جائداد اپنی صحت میں اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر دیدی محبوب علی و ورثۂ محبوب علی کو اوس سے کچھ تعلق نہ رہا ہندہ اوسکی مالک مستقل ہوگئی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی صحت میں اپنا مال جسے چاہے دیدے کسی کو اوس پر اعتراض نہیں پہونچتا زید اگر بذریعہ وراثت محبوب علی مدعی ہے تو وراثت محبوب علی کو مال ہندہ سے کیا علاقہ اور اگر وہ ہندہ کا بھی وارث شرعی اور اس بنا پر مدعی ہے تاہم حیات مورث میں دعوی وراثت کیا معنی ہاں اگر کوئی شخص مرض موت میں اپنا مال کسی کو ہبہ کرے تو وہ ہبہ بمنزلہ وصیت ہوتا ہے جس کا اثر یہ کہ بعد موت واہب اوس کے ورثہ کو ثلث کل متروکۂ واہب کے لحاظ سے اگر ہبہ میں کچھ زیادت ہوئی ہو تو صرف اوس مقدار زائد میں اختیار اعتراض ہے زندگی واہب میں یہ اعتراض بھی نہیں پہونچتا کہ ابھی اوس مرض کا مرض موت ہونا ہی معلوم نہیں کیا معلوم کہ شفا ہو جائے تو مرض موت نہ رہے کہ مرض موت تو وہ مرض مہلک ہے جس میں موت واقع ہو جائے معہذا حیات مورث میں اوس کے ثلث مال کی تعیین بھی ناممکن جس سے خیال کر سکیں کہ یہ ہبہ اوس حد کے اندر یا اوس سے زائد ہے کیا معلوم کہ جو مال اب ہے اس سے زائد اسے کسی وجہ سے اور حاصل ہو جائے کہ جسے اوسوقت ثلث سے زائد تصور کرتے ہیں ثلث سے کم رہ جائے۔ پھر ہندہ کا مرض مذکور تو مرض موت کی اصل جنس ہی سے خارج کہ جو مرض مزمن ہو جائے وہ مرض موت نہیں رہتا اگرچہ اس میں موت واقع ہو۔ بالجملہ۔ دعوی زید اصلا کسی طرح کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا۔ درمختار کتاب الاقرار میں ہے تصرفات المریض نافذۃ وانما تنقض بعد الموت۔ ہدایہ میں ہے۔ لا معتبر باجازتھم فی حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق اذا الحق یثبت عند الموت۔ عالمگیری میں ہے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ۔ درمختار میں ہے۔ ھبۃ مقعد و فالج و مسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ لانھا امراض مزمنۃ اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں ہے المراد من الخوف الغالب منہ لا نفس الخوف کفایہ اوسی میں ہے المانع من التصرف مرض الموت وھو ما یکون سببا للموت غالبا وانما یکون کذلک

اذا کان بحیث یزداد حالا فحالا الی ان یکون اٰخرہ الموت۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴ ـ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ مرسلہ جمیل احمد صاحب بیلی بھیت محلہ بکریا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد سے بقید حیات اپنے عمرو کے واسطے اور بعد انتقال عمرو کی زوجہ کے واسطے مبلغ دو روپیہ مشاہرہ مقررہ کیا تھا بقضائے الٰہی زید اور عمرو نے انتقال کیا اور زوجۂ عمرو متوفی موجود ہے اس حالت میں زوجۂ مذکورہ اسی مشاہرہ مقررہ کی جو زید نے یعنی بقید حیات مقرر کیا تھا شرعًا ورثا زید سے مستحق پانے کی ہے یا نہیں۔

الجواب ـ سائل مظہر کہ بعد انتقال سے مراد بعد انتقال عمرو ہے تو یہ وصیت نہ ہوئی فان الوصیۃ انما تکون مضافۃ الی ما بعد الموت بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولا جبر علی تبرع و لا علی وفاء وعد۔ اور سائل مظہر کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا انتقال عمرو سے پیشتر ہوا غرض صورت مذکورہ میں خواہ وفائے وعدہ ہوا یا نہ ہوا زوجۂ عمرو اس مشاہرہ کا مطالبہ نہ ورثائے زید سے کرسکتی ہے نہ ترکۂ زید سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵ ـ مسئولہ نواب محمد میاں خاں صاحب۔ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ کے اور میرے وقت سے جو جو جس جس کا مقرر ہے وہ اسکی توفیر سے ادا ہوتا رہے خالد نے موضع مذکور کا ٹھیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اوس نے بالکل بند کر لیا شرعًا خالد کا زندۂ زید کو ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں اور وصیت مذکورۃ الصدر شرعًا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ـ وصیت جبکہ ثلث کل متروکہ موصی بعد ادائے دین سے زائد نہ ہو تو واجب النفاذ ہے وارث بھی اوسے بند نہیں کرسکتے نہ کہ کارندہ یا ٹھیکیدار تو کل موضع مذکور اگر ثلث متروکۂ زید سے زائد نہیں تو یہ وصیت تمامہا ہمیشہ نافذ رہے گی۔ فی التنویر تجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی۔ ۱۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپے اور بعض چیزیں اپنی بہن کو دیکر یہ کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو یا تو وقتًا فوقتًا ہم لے لیا کریں گے یا اگر ہمارا انتقال ہوگیا تو تم اس کو ہمارے نام پر صدقہ کر دینا ہم کو تم سے امید ہے کہ تم ہمارے بعد صدقہ کر دوگی بخلاف باپ کے کہ اون سے امید نہیں اس کے بعد وہ شخص کچھ دن پیچھے مرگیا اب وارث اوسکی بی بی اور اوس کا باپ ہے تو آیا بہن حسب وصیت بھائی کے ان روپوں اور چیزوں کو بلا اطلاع ورثہ صدقہ کر دے یا ورثہ کے حوالے کر دے

خواہ وہ صدقہ کریں یا نہ کریں مگر امید صدقہ کی نہیں پائی جاتی۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اگر وہ مال کل متروکۂ شخص مذکور بعد ادائے مہر و دیگر دیون کے ثلث سے زائد نہیں تو وصیت بلا اجازت ورثہ نافذہ ہے بہن کہ وصیہ ہے بلا اطلاع ورثہ صدقہ کرسکتی ہے اور اگر زائد ہے تو صرف قدر ثلث تصدق کرسکتی ہے زیادہ میں حاجت اجازت ورثہ ہے اگر اجازت نہ دیں قدر زائد اونھیں واپس دے اور اگر مہر یا اور کوئی دین تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیت اصلاً نافذ نہیں سب مال دین میں دیا جائے گا مثلاً مورث نے تین سو روپے کا مال وصیہ کے پاس رکھوایا اور سات سو روپے کا اور متروکہ ہے اور اس پر مہر وغیرہ کوئی دین نہیں تو ظاہر ہے کہ تین سو روپے ہزار روپے کے ثلث سے کم ہیں یا اس صورت میں مثلاً سو روپے کا مہر وغیرہ دین ہے تو ہزار میں سے دین کے سو نکل کر نو سو رہے یہ تین سو روپے ان کے ثلث سے زائد نہیں ان دونوں صورتوں میں پورا تین سو کا مال بہن تصدق کردے اور اگر مہر وغیرہ دیون کی مقدار چار سو روپے ہے تو بعد ادائے دیون چھ سو بچیں گے تین سو میں اوس کے ثلث سے سو روپے زائد ہیں لہذا دو سو تصدق کرے اور سو کا تصدق اجازت ورثہ پر موقوف ہے اور اگر ہزار روپے یا اس سے زائد مقدار مہر و دیون ہے تو کچھ تصدق نہ کرے سب ان کی ادا میں صرف کیا جائے۔

والاحکام کلہا واضحۃ جلیۃ معلومۃ متداولۃ فی عامۃ الکتب الفقہیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷۔ ۲۶ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ما صہ روپے بکر کے جمع ہیں اور بکر مرگیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اوس نے اب دوسرا نکاح کرلیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچازاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے اور سوائے اس کے ارادہ بکر کا حج کا تھا اور حج اوس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اوسکی طرف سے حج بھی کرا سکتا ہے یا نہیں فقط نکر رہے کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زید کو اوس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اوس امانت کے مالک وارثان بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے قال اللہ تعالٰی ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا بےشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو روپے اور جو کچھ ترکۂ بکر ہو بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دین و مہر و وصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے چچازاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں نکاح ثانی کرلینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت فوت گواہوں کے روبرو کہا کہ میرا کچھ قرض میری بہنوں پر آتا ہے وہ میں نے بعوض اون کے حصے کے اپنے ترکہ میں معاف کیا اب وارث میری صرف دُو دختر ہیں بعدہٗ چاروں وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوا اس صورت میں ترکہ اس کا کس طرح منقسم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب۔ تخارج وغیرہ کوئی عقد نسبت ترکہ کہ حیات مورث میں ہو صحیح نہیں تو یہ قول زید کا کاٴن لم یکن۔ اب اگر خواہریں اسکی اس بات پر راضی ہو جائیں کہ بدلہٗ[a] قرضہ کے ترکہ سے دست بردار ہوں تو سب ترکۂ زید بالمناصفہ اوس کے دختروں کو پہونچیگا اور خواہروں کو کچھ نہ ملیگا اور اگر نہ راضی ہوں تو کل ترکہ اس کا مع اس قرضہ کے جو خواہروں پر ہے برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وتقدیم امور مقدمہ کاداء الدین واجراء الوصیہ وانحصار ورثہ فی المذکورین چھ سہام پر منقسم ہوکر دُو دُو سہم دختروں اور ایک ایک خواہروں کو ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر یتامٰی کے اولیاء واوصیاء اون کے مال سے قدرے شیرینی وغیرہ کوئی چیز ہدیۃً کسی کو بھیجیں تو اُسے لینا جائز یا ناجائز اور اگر بغرض تالیف قلوب ومحابت یا بجہت قرابت رحمی اس شرط پر لے کہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ معاوضہ کروں گا تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں باپ کا وصی دادا۔ دادا کا وصی ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر وعم وخواہر ہوں انھیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں فی الدر المختار ولیہ احد اربعۃ الاب ثم وصیہ والجد ثم وصیہ اھ ملخصا اب رہے اولیائے ثلثہ انہیں بھی یہ مجال نہیں کہ مال یتیم کسی کو بخشدیں یا ہدیۃً دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں نہ مہدی الیہ یا موہوب لہ کو اوس کا لینا جائز اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف ومحابت کا قصد کرتا ہو قال تبارك وتعالٰی ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا ○ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یوہیں ہے کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد پیٹھیں گے دہکتی آگ میں۔ اور شرط عوض بھی کچھ نافع نہیں کہ ہبہ بشرط العوض اگرچہ انجام میں بیع ہو جاتی ہے مگر ابتداءً ہبہ ہے اور وہ یہاں محض ناجائز یہاں تک کہ ہمارے امام کے نزدیک

---

[a] لعل الصواب قرضہ کے بدلہ ۱۲ ازہری غفرلہ

باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچہ کا مال بشرط عوض کسی کو دے فی الدر المختار من الھبۃ عن الخانیۃ لایجوز ان یھب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع فیہ ایضا لایخفی ان ماھو تبرع ابتداءً فلا یصح باذن ولی الصغیر کقرض اھ البتہ اگر وصی یتیم مال یتیم کو ان لفظوں سے ہدیہ کر دے کہ میں نے یہ چیز تجھے بعوض اتنے مال کے ہدیہ دی اور اس مال کا تعین و تبیین کر دے اور مہدی لہ قبول کرے اور وہ شخص جسے ہدیہ دیا گیا نہ میت کا وارث ہو نہ اس وصی کا ایسا قریب کہ اسکی گواہی اس کے لئے جائز ہو یعنی اصول و فروع ماں باپ دادا دادی نانا نانی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اوس میں غبن فاحش نہو کہ ہبہ بالعوض ابتداءً و انتہاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع وصی بشرائط مذکورہ روا فی الدر المختار الھبۃ بشرط العوض المعین ھبۃ ابتداء و بیع انتھاء و ھذا اذا قال و ھبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال و ھبتک ھکذا فھو بیع ابتداء و انتھاء و قید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجھولا بطل اشتراطہ فیکون ھبۃ ابتداء و انتھاء اھ ملخصا وفی تنویر الابصار صح بیعہ و شراءہ من اجنبی بما یتغابن الناس اھ فی رد المحتار قولہ من اجنبی ای عن المیت وعن الوصی فلو باع ممن لاتقبل شھادتہ او من وارث المیت لایجوز۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد یوسف کی حیات میں اسکی زوجہ نے انتقال کیا ایک پسر اور ایک دختر وارث چھوڑے مہر اوس کا ذمہ محمد یوسف کے رہا محمد یوسف نے نکاح ثانی کیا طرفداران زوجہ ثانیہ نے محمد یوسف کے مرض موت میں سب مال و اسباب اوس کا بنام زوجہ ثانیہ محمد یوسف کے لکھوا کر رجسٹری کرادی وہ عورت اب اس پر قابض ہے اس صورت میں شرعاً وہ تحریر محمد یوسف کی بنام زوجہ ثانیہ جائز ہے یا نہیں اور مہر زوجہ اولی کا ترکہ محمد یوسف سے جس پر زوجہ ثانیہ قابض ہے ادا کیا جائیگا یا نہیں اور اس کے پسر و دختر کو بھی اوس میں سے کچھ ملے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب وہ عقد کہ محمد یوسف سے اوس کے مرض موت میں صادر ہوا اگر ہبہ نہیں تو بدون اجازت اور وارثوں کے صحیح نہیں کہ ہبہ مرض موت کا مثل وصیت کے ہے اور وصیت وارث کے لئے وقت وجود دیگر ورثہ کے بلا اجازت اوروں کے نافذ نہیں فی فتاوی قاضیخاں لان ھبۃ المریض وصیۃ والوصیۃ للوارث باطل اور اگر بیع ہے تو یا کم قیمت کو ہے پس وارث سے بغیر اجازت اور ورثہ کے اتفاقاً یا قیمت مساوی کو ہے تو مذہب امام اعظم میں خلافا للصاحبین جائز نہیں بہر تقدیر جب یہ عقد ناجائز ٹھہرا تو اول مہر زوجہ اولی اور اسی طرح ثانیہ کا اگر ثابت ہو تو ترکہ سے

علی السویہ اگر برابر ہوں ورنہ رسدی ادا کیا جائیگا ما بقی برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم باقی امور مقدمہ علی المیراث کاجراء الوصیۃ واداء الدین چوبیس۲۴ سہام پر منقسم ہوکر تین سہام زوجہ ثانیہ کو اور چودہ پسراور سات دختر کو پہونچیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں اگر محب اللہ کا اپنی بھانجی کے لئے یہ الفاظ کہنا اور وصیت کرنا ثابت ہوتو درصورت عدم اجازت ورثہ برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد ادائے قرض ومہر زوجہ اگر ذمہ محب اللہ ہوں جو مال باقی بچے گا اوس کا تہائی جگا کو ملے گا اور دو تہائی باقی چار سہام پر منقسم ہوکر ایک سہم اعجوبہ اور تین چھدا کو پہونچیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائداد سے ایک حقیت کی بنام اپنی نواسی سلمی بنت لیلی اور ایک حقیت اور پانچ روپیہ ماہوار ملا کرنے کی اپنے پانچ بھتیجوں کے نام وصیت کی اور ایک بیٹی لیلی اور پھر پانچ بھتیجے حقیقی اور ایک بھتیجی علاتی اور بھاوج اور بھتیجیاں اور ایک بھائی کہ پہلے سے مفقود الخبر ہے وارث چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں ترکہ اوس کا شرعاً کس طرح منقسم ہوگا اور برادر مفقود کے لئے اگر کچھ حصہ امانت رکھا جائے گا تو وہ حصہ اوسکی بی بی بیٹی کے قبضہ میں دیدیں گے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اول ہندہ پر جو دین ہو ادا کیا جائے بعدہ جو باقی بچے اوس کے تین حصے مساوی کئے جائیں کہ ایک حصہ میں دونوں جائداد موصی بہا جنکی وصیت بنام سلمی دختر لیلی و بنام برادرزادگان ہوئی ہے داخل ہوں اور اس حصہ کا نام مثلاً "ثلث وصیت" رکھیں دو ثلث باقیماندہ سے بالفعل ایک ثلث لیلی کو دیدیا جائے اس کا نام "ثلث وراثت" فرض کیجئے تیسرا حصہ کہ باقی رہا اوسے "ثلث موقوف" سے نامزد ٹھہرائیے اب ثلث وصیت ہے کہ حسب اظہار زبانی سائل ان وصایا کے لئے کافی بلکہ زائد ہے جس قدر جائداد کی وصیت بنام سلمی بنت لیلی کی ہے بالفعل اوس کا نصف سلمی کو دیا جائے باقی کل جائداد تا ظہور حیات مفقود کسی ایسے امین دیانتدار کے ہاتھ میں امانت رہے جس سے کسی طرح اس میں تصرف بے جا اور ایک پیسہ ناحق لینے کا گمان نہ ہو قال العلامۃ البدر العینی رحمۃ اللہ علیہ فی البنایۃ ویوضع علی ید عدل الی ان یظہر المستحق۔ اب اس امین کے ہاتھ میں ثلث موقوف تو تمام وکمال ہے اور ثلث وصیت سے نصف وصیت سلمی نکال کر باقی ماندہ اوسکی امانت میں ہے اس باقی ماندہ کی جائداد تین نوع پر ہے۔ ایک تو وصیت سلمی کا نصف ثانی اسے حصہ نمبر اول کہئے۔ دوسری جائداد وصیت شدہ بنام برادرزادگان اسے حصہ نمبر دوم ٹھہرائیے۔ تیسرے پارۂ حال تعیین وصیت ہے اسے

حصہ نمبر سوم قرار دیجئے تو امانت امین میں چار قسم کی جائداد ہوئی تینوں حصے یہ اور ایک ثلث موقوف بالاشتراک اب یہ امین فصل بفصل ان چاروں قسم کی جائداد کا حساب دخل وخرج جدا جدا تفصیل وار لکھتا رہے اور ہر حصہ کا خرچ و مالگذاری اوسی کی آمدنی سے نکالے جو بس انداز ہو اوسے تفریق سے جمع کرتا رہے یہاں تک کہ مفقود کا حال ظاہر ہو یا شرع اوس کے حق میں کچھ حکم فرمائے اور ظہور حال مفقود کی نسبت دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اوسکی زندگی بعد موت ہندہ کے ثابت ہو اگرچہ اوس کے بعد ایک آن جی کر انتقال کر گیا یا اب تک زندہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ہندہ سے ایک آن پہلے سے اوس کی وفات تحقیق ہو اس قدر زمانہ تک اوس کا کچھ حال مرنے جینے کا نہ کھلے کہ اوس کے شہر وطن میں اس کے ہمعمروں سے کوئی زندہ نہ رہے اس وقت ایک شخص کو پنچ قرار دے کر مقدمہ اس کے حضور پیش کریں اور وہ بوجہ مرور مدت مذکور اوس کی موت کا حکم کردے (پچھلی صورت میں)، تو کچھ دقت نہیں ثلث وصیت کا حصہ نمبر اول اور آج تک جو اس حصہ کے واصلات ہوں سب سلمٰی کو دیکر اوس کی وصیت پوری کردی جائے اور بھتیجے اس صورت میں بحکم وصیت کچھ نہ پائیں گے کہ جب مفقود کا انتقال ہندہ سے پہلے ٹھہرا تو یہ وارث ہوئے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل پس بعد ادائے دین واخراج وصیت سلمٰی جس قدر متروکہ ہندہ باقی رہے معہ ثلث وارثت وثلث موقوف وواصلات حصہ ۲ وحصہ ۳ وواصلات ثلث موقوف سب بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین دس سہم پر منقسم ہو کر پانچ سہم لیلٰی اور ایک ایک ہر برادر زادہ حقیقی کو دیا جائے (اور پہلی صورت پر، یعنی جبکہ بعد ہندہ مفقود کا زندہ رہنا ثابت ہو اس تقدیر پر ثلث موقوف معہ اس کے واصلات کے مفقود یا اس کے ورثہ کو دیدیا جائے اور ثلث وراثت تو لیلٰی نے پہلے ہی پالیا تھا باقی رہا ثلث وصیت اوس میں سے حصہ نمبر دوم معہ واصلات اون بھتیجوں کو دیدیا جائے اور حصہ ۱ و ۳ بدستور امین کے ہاتھ میں رہیں اور اون کی واصلات جمع شدہ سے روز موت ہندہ سے آج تک حساب پانچ روپیہ ماہواری کا لگا کر جو روپیہ حساب سے نکلے بھتیجوں کو دیا جائے اور زر واصلات سے جو باقی بچے دست امین میں رہے اور ہمیشہ ان دونوں حصص کی توفیر سے پانچ روپیہ ماہوار بھتیجوں کو دیا کرے اگر کمی پڑے تو واصلات باقی ماندہ سے پورا کرے اور بچ رہے تو اپنے پاس امانت رکھے یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اجل کو پہونچکر انتقال کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اوس کا حصہ ماہوار اوس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقی ماندہ بھتیجوں پر بٹتا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالاستیعاب پاتا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہ ۱ جو وصیت سلمٰی میں سے دست امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سلمٰی کو دے کہ اس کی وصیت پوری کردی جائے اور حصہ ۳ معہ اوسکی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو لیلٰی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہوجائے

اوس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہونچ جائے گا اور بھاوج بھتیجیاں علاتی بھتیجا ہر صورت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اوس کو عورت یا دختر اپنے قبضہ میں کرسکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اوسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا یہ ہے حکم شرع کا اور شرع ہی کے لئے حکم ہے والوجہ فی ذلك ان الترکۃ اذا انتظرت مفقودا لایعطی منہا احد من المستحقین ورثۃ کانوا او موصی لہم الا اقل نصیبہ المتیقن بہ علی کل من حالتی حیاۃ المفقود ومماتہ وامر لعصبات اعنی بہم ابناء اخیہا دائر بین ان یکون المفقود حیا فیحجبہم ویستحقوا منہ ما اوصی لہم بہ وان یکون میتا فیرثوا فلا تنفذ لہم الوصیۃ من دون اجازۃ الورثۃ الباقین فوصیتہم وورا ثتہم کلاھما مشکوك فیہما بالمرۃ فلا یعطوا بالفعل شیئا ولا تسمع دعوی الملك الا بتفسیر السبب والتفسیر غیر ممکن فتعین التاخیر۔

مسئلہ ۶۳ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو دختر اور ایک ہمشیرہ حقیقی چھوڑی اور نیز بحالت صحت وثبات عقل یہ وصیت کی کہ میری جو دختر کلاں میرے سامنے مرگئی ہے اور اس سے ایک پسر اور ایک دختر باقی ہے میری جائداد سے جو حصہ شرعی کہ میری بڑی بیٹی کو پہونچے اوس جائداد کے مالک اُس مرحومہ کے بچے ہیں اگر اس وصیت میں فرق ہوگا تو بروز حشر دامن گیر ہوں گا۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں اگر الفاظ وصیت یہی تھے تو وہ باطل و بے اثر ہے کہ وصیت اوس حصۂ شرعی کی نسبت ہے جو ترکہ موصی سے دختر کلاں کو پہونچے اور صورت واقعہ میں دختر کلاں کو شرعًا کچھ نہیں پہونچتا تو وصیت اصلاً کسی شئے سے متعلق نہ ہوئی اور موصی لہا کا کوئی استحقاق نہ ہوا۔
اوصی بعین من مالہ کثلث عنہم فہلك قبل موتہ بطلت الوصیۃ ولا یتعلق حق الموصی لہ بشیئ کما فی العالمگیریۃ وغیرہا لعدم ما یتعلق بہ فکیف اذا لم یوجد اصلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴ ۔[ـہ]

الجواب ۔ وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں البتہ اگر دین مہر واجب الادا ہے تو وہ تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگا پس برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر چالیس سہام پر منقسم ہو کر پانچ سہم وکالت بیگم اور چودہ چودہ کریم الدین و نصیر الدین اور سات فضیلت بیگم کو ملینگے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنو نے اپنی جائداد

ـہ ۔ سوال دستیاب نہ ہوا۔ ازہری غفرلہ

اپنی زوجہ اگھانی کے ہاتھ بعوض دین مہر کے بیع کی پھر اگھانی ورثہ حسب تفصیل ذیل چھوڑ کر فوت ہوئی اب سنو نے اپنی موت کے دو ایک روز پیشتر بحالت علالت ایسی کیفیت میں کہ صاحب فراش ہو گیا تھا اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی اپنی بیٹی معصومہ کے ہاتھ بیع کی اور مر گیا اور باقی ورثہ بیع ثانی کی اجازت نہیں دیتے اس صورت میں وہ انتقال سنو کا کہ اوس نے اپنی زوجہ کے ہاتھ کیا شرعاً صحیح و نافذ ہے یا نہیں اور اس انتقال ثانی کا کیا حکم ہے اور ترکہ اگھانی کا اس کے ورثہ پر کس طرح منقسم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ سنو نے کہ اپنی جائداد بعوض دین مہر اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کی اوسکی صحت میں شبہ نہیں بعد اس انتقال کے اوس کی جائداد کی مالک اگھانی قرار پائے گی اور وہ اوسی کا ترکہ ٹھہریگا پھر اس کی وفات کے بعد سنو نے جو اپنا حصہ اپنی بیٹی کے ہاتھ مرض موت میں بیع کیا اور باقی وارث اسے روا نہیں رکھتے تو وہ بیع باطل محض ہوگئی اور وہ حصہ بھی حسب فرائض کل ورثہ پر منقسم ہو جائے گا۔ فی الخانیۃ ومن الموقوف اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثہ عینا من اعیان مالہ ان صح جاز بیعہ وان مات من ذلک المرض ولم یجز الورثۃ بطل البیع۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نذر علی کے تین زوجہ اور تین پسر اور تین دختر زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ذوالفقار علی اور زوجہ ثانیہ سے دو پسر اور دو دختر اور زوجہ ثالثہ سے ایک دختر۔ ذوالفقار علی نے روبرو شیخ نذر علی کے انتقال کیا ایک زوجہ اور ایک پسر محمد باقر وارث چھوڑے شیخ نذر علی نے اپنی حیات میں روبرو دیگر ورثہ کے محمد باقر پسر ذوالفقار علی کو کہ عندالشرع محجوب تھا عوض دین مہر اپنی زوجہ یعنی والدہ ذوالفقار علی کے جو ترکہ کہ شیخ ذوالفقار علی کو بواجب شرع بعد شیخ نذر علی کے ملتا وہ بنام نہاد محمد باقر کر دیا اور جملہ ورثاء نے قبول کر لیا حیات شیخ نذر علی میں زوجہ اولیٰ و ثانیہ نے بھی رحلت کی اور بعد انتقال شیخ نذر علی کے ایک زوجہ کے دو پسر تین دختر ایک محمد باقر پسر ذوالفقار علی وارث رہے۔

الجواب ۔ پسر کے لئے وصیت بشرطیکہ پسر موجود نہ ہو جائز ہے کہ یہ تقدیر و اندازہ ہے نہ وصیت بمال الغیر اذ لاحق لابن مات قبل ابیہ فی ترکۃ ابیہ ہدایہ میں ہے اذا اوصی بنصیب ابنہ فالوصیۃ باطلۃ ولو اوصی بمثل نصیب ابنہ جاز لان الاول وصیۃ بمال الغیر لان نصیب الابن مایصیب بعد الموت والثانی وصیۃ بمثل نصیب الابن ومثل الشیئ غیرہ وان کان یتقدر بہ فیجوز۔ اھ قلت وقیدہ الشراح بما اذا کان الابن موجودا قالوا وان لم یکن موجودا صحت الوصیۃ وبھذا التفصیل اتی فی الدرالمختار معزیا للعنایۃ حاشیۃ الہدایۃ والجوھرۃ وشرح التکملۃ۔ پس

بلاشبہہ یہ تصرف صحیح اور بوجہ قبول محمد باقر نافذ ہوکر سہام موصی لہا بعد محمد باقر کے اوس کے ورثۂ شرعی کی طرف منتقل ہوگئے اما النساء اون سے اپنے حصہ کی مالک ہوئی اب کہ بوجہ کبرسن و پیرانہ سالی اوس کے عقل میں قصور اور حواس میں فتور اس وجہ ہوگیا کہ نجاست وطہارت میں تمیز نہیں کرتی اور قلت فہم واختلاط کلام وفساد تدبیر اوسے لازم تو وہ معتوہہ ہے اور کل تصرفات قولیہ سے محجورہ۔ قال الفاضل المحقق محمد بن علی بن محمد علاؤ الدین الدمشقی الحصکفی فی الدر المختار فی تفسیر الحجر ھو منع من نفاذ تصرف قولی وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ اھ ملتقطا قال شیخہ العلام خیر الملۃ والدین الرملی فی فتاواہ ان کان قلیل الفھم مختلطا فاسد التدبیر لکن لایضرب ولایشتم فھو المعتوہ ومثلہ فی العالمگیریۃ وغیرہ۔ پس ایسی حالت میں اگر اس نے کسی کے آمادہ کرنے خواہ اپنی خواہش سے وصیت کی تو ہرگز نافذ نہ قرار پائیگی اور توریث ترکہ امام النساء حسب بیان مجیب اول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم

مسئلہ ۶۷ ۔ ازنجیب آباد ضلع بجنور محلہ رمپورہ مرسلہ شیخ عبدالمجید صاحب سب سرویر ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین نسبت مسائل ذیل کے زید کی منکوحہ اولٰی متوفی سے ایک پسر بالغ اور منکوحہ ثانی موجودہ سے دو پسر عمرو وسعد نابالغ بعد وفات زید باقی ہیں زید پر جو قرض تھا بکر نے ادا کیا اور نیز واسطے خرچ شادی وخورد ونوش نابالغان کے اپنے نام یا بشمول نام مادر قرض لیکر صرف کیا اس قرضہ سے کچھ ادا ہوا کچھ باقی ہے اب عمرو وسعد بھی بالغ ہیں اور درباب تقسیم جائداد وادائے قرضۂ سابق وحال تنازع ہے لہذا علمائے شریعت مطلع فرمائیں کہ مکانات موروثی کس طرح تقسیم ہوں اور قرضۂ سابق وحال حسب سہام کل شرکاء پر چاہئے یا قرضۂ سابق وحال میں کچھ تفریق ہے اور جو مکان بکر نے اپنے روپے سے خریدا اوس میں دوسرے برادران کو حصہ پہونچتا ہے یا نہیں اور منکوحہ اولٰی جو زید کے حیات میں فوت ہوگئی اوس نے اپنی وفات کے وقت زید کو مہر معاف کردیا تھا اور منکوحہ ثانیہ نے کہ اب زندہ ہے وقت وفات زید مہر معاف کردیا اور ہماری برادری میں مہروں کا یہی دستور ہے یہ بھی واضح ہو کہ بعد وفات زید کھانا جملہ شرکاء کا یکجا رہا۔ جب نابالغ بالغ ہوئے علیحدہ ہوگیا۔ بینوا توجروا العبد عبدالمجید سائل

الجواب ۔ قرض مورث کہ بکر پسر بالغ نے ادا کیا تمام وکمال ترکۂ مورث سے مجرا پائے گا جبکہ وقت ادا تصریح نہ کردی ہو کہ میں مجرا نہ لوں گا۔ فی فتاوی قاضیخان والعالمگیریہ وغیرہما بعض الورثۃ اذا قضی دین المیت کان لہ الرجوع فی مال المیت والترکۃ انتھی مختصرا۔ وفی جامع الفصولین الفصل ۲۸ والاشباہ وغیرھما لواستغرقھا دین لایملکھا بارث الا اذا ابرء المیت غریمہ

او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء اما لو اداہ من مال نفسہ مطلقا بلا شرط تبرع او رجوع یجب لہ دین علی المیت فتصیر الترکۃ مشغولۃ بدینہ فلا یملکھا جو روپیہ بکر یا زوجۂ زید نے قرض لیکر شادی نابالغان میں صرف کیا اوس کا مطالبہ صرف اوس قرض لینے والے پر ہے نابالغوں کے ساتھ اوس کا احسان سمجھا جائے گا اسی طرح جو کچھ قرض لیکر خورد و نوش نابالغان میں اٹھایا وہ بھی اون سے مجرا نہ ملے گا جبکہ یہ قرض لینے والا مورث کی جانب سے ان نابالغوں کا وصی نہ تھا یعنی زید اسے کہہ نہ مرا تھا کہ جائداد یا نابالغ اولاد تیری سپردگی میں دیتا ہوں یا انکی غور و پرداخت تیرے تعلق ہے یا اس کے مثل اور الفاظ جو دلیل وصایت ہوں فی ردالمحتار عن الحاوی المختار للفتوی ما فی وصایا المحیط بروایۃ ابن سماعۃ عن محمد مات عن ابنین صغیر وکبیر والف درھم فانفق علی الصغیر خمسمائۃ نفقۃ مثلہ فھو متطوع اذا لم یکن وصیا الخ وفی لقطۃ الدر المختار ھو متبرع لقصور ولایتہ اھ وثمہ فی ردالمحتار عن البحر ان الامر متردد بین الحسبۃ والرجوع فلا یکون دینا بالشک اھ جو مکان بکر نے اپنے روپے سے اپنے نام خریدا اوس میں سے دوسرے کا کچھ حق نہیں۔ مہر کہ زوجہ اولیٰ نے اپنے مرتے وقت شوہر کو بخشا اوس کی معافی بکر وغیرہ دیگر وارثان زوجہ اولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے اگر انھوں نے جائز نہ رکھا تو معاف نہ ہوا اور اس کا مطالبہ ترکۂ زید سے ہوسکتا ہے فی العالمگیریۃ مریضۃ وھبت صداقھا من زوجھا فان کانت مریضۃ مرض الموت لا یصح الا باجازۃ الورثۃ ہاں زوجۂ ثانیہ نے کہ وقت وفات زید اپنا مہر معاف کیا وہ معاف ہوگیا پس صورت مستفسرہ میں ترکۂ زید سے قرضۂ بکر (جو بابت ادائے قرضۂ سابقہ اوس کے لئے ترکہ پر لازم ہوا) اور زوجۂ اولیٰ کے مہر سے بعد اسقاط چہارم کہ خود حصۂ زید ہوا کل یا بعض (جسقدر بوجہ عدم اجازت وارثان زوجہ ذمۂ زید لازم رہا) اور اسی طرح اور دیون جو زید پر ہوں ادا کر کے ثلث باقی سے اوسکی وصیتیں (اگر کی ہوں) نافذ کر کے جو بچے بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین چوبیس[۲۴] سہام پر تقسیم کریں تین سہم زوجۂ ثانیہ اور سات سات ہر پسر کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸۔ از بجناتھ باڑہ رائے پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد ودبیر مجلس انجمن نعمانیہ۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فیض النساء بیگم سوتیلی ماں نے خدیجہ بی بی کا نکاح حسام الدین داروغۂ جنگل کے ساتھ کیا والدین خدیجہ مرچکے تھے فیض النساء بیگم بعض اموال اپنے خدیجہ بی کے پاس عاریت بتاتی ہے حسام الدین کہتا ہے کہ خدیجہ بی بہت دنوں بیمار رہی اوسکی بیماری میں میرا ذاتی روپیہ بہت سا خرچ ہوا متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہوا

اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوا متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں لہذا مفتیان شرع متین سے سوال ہے کہ حسب فہرست صرفہ حسام الدین نے وقت بیماری وغیرہ میں جو صرفہ کیا وہ حسام الدین پانے کا حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب - اگر خدیجہ بی کے کوئی اور وارث نہ تھا نہ اوس پر اس بیان شوہر کے سوا کسی اور کا ایسا دین ہے جو اس سے ملا کر مقدار ترکہ سے بڑھ جائے نہ اوس کے پسر متوفی پر کسی کا اتنا دین آتا ہے کہ ترکۂ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کرکے باقی سے جو حصہ پسر کو پہونچے اوس کی مقدار سے زائد ہو جب تو یہ شوہر کا دعوی محض بے معنی ہے کہ خدیجہ بی کے پاس کا اگر کچھ مال حسب بیان فیض النساء بیگم ملک فیض النساء بیگم ہونا ثابت ہو تو اوس میں سے خرچ دوائے خدیجہ بی پانے کے کوئی معنی نہیں وہ تو فیض النساء بیگم کو واپس دیا جائیگا اور جب خدیجہ کا سوائے پسر و شوہر اور اس پسر کا سوائے پدر کوئی وارث نہ رہا تو جو مال خدیجہ بی کا ٹھہرے اوس کا وارث صرف حسام الدین ہے دوسرے کسی دائن کا اگر خدیجہ بی پر کچھ آتا ہو تو جس حالت میں ترکہ اوس کے دین کو گھٹا سکے نہ کم نا بڑھا سکے اسی طرح جبکہ ترکۂ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کرکے بھی جو بچتا ہے اوس میں سے حصۂ پسر دین پسر کو کافی ہے تو شوہر کا ترکہ پر دین کا دعوی نہ اپنے استحقاق کو بڑھا سکے نہ نہ کم نا گھٹا سکے بہرحال دعوی و عدم دعوی ہر صورت میں اس کا استحقاق ایک ہی مقدار پر رہتا ہے خواہ اس پر دین ثابت کرکے قرض میں لے لے یا بے ثابت کئے میراث میں ایسا فضول دعوی قابل سماعت نہیں ہوتا ہاں اگر خدیجہ بی کے بعد اوس کا کوئی وارث بھی رہا (کہ نظر بتقریر سوال وہ اس کی نانی ہی ہوسکتی ہے) تو دعوی شوہر نافع ہے تاکہ میراث سے پہلے یہ بذریعۂ دین بعض یا کل متروکہ لے یوہیں اگر دوسرے دائن کا دین ایسا ہے کہ اس کے دعوی سے ملکر مقدار ترکہ سے زائد ہو جائے گا تو نافع ہے کہ ترکہ دونوں دین پر حصہ رسد بٹ جائے اسی طرح اگر پسر متوفی پر ویسا دین ہو تو نافع ہے کہ اول شوہر کا دین ترکۂ خدیجہ بی سے ادا کیا جائے گا۔ اگر کچھ نہ بچے گا دائن پسر کچھ نہ پائے گا اور بچیگا تو باقی سے جس قدر حصۂ پسر ہے وہ اوس میں سے لینے کا مستحق ہوگا۔ اور بے دعوی زائد میں سے پاتا وھذا کلہ ظاھر بادنی حساب۔ ان صورتوں میں دعوی شوہر البتہ قابل سماعت ہے اب حکم مسئلہ یہ کہ اگر حسام الدین نے بطور خود اپنی زوجہ کے دوا دارو میں اپنا مال صرف کیا تو دعوی باطل ہے اور واپسی کا مستحق نہیں۔ فان من انفق فی امر غیرہ بغیر امرہ غیر مضطر الیہ فلا یرجع علیہ اذا لم یکن نافذا متصرف فیما لدیہ کما ابانت عنہ فروع جمۃ مصرح بھا فی کلمات الائمۃ بلکہ اگر خدیجہ بی نے درخواست بھی کی کہ میرا علاج کرو اور اس کے سوا کوئی شرط رجوع و واپسی درمیان نہ آئی نہ وہاں عرف عام سے ثابت ہو کہ ایسی صورت میں شوہر جو کچھ معالجۂ زوجہ میں اوٹھائے اوس سے واپس پائے تو بھی حسام الدین کو دعوی نہیں پہونچتا لعدم ما یوجبھا من نص

اوعرف۔ ہمارے بلاد کا توعرف یہ ہے کہ شوہر جو اپنی بی بی کے علاج میں صرف کرتا ہے وہ یا عورات کسی کے خیال میں واپسی کا وہم بھی نہیں گذرتا ہاں اگر خدیجہ بی سے صراحۃً واپسی کی شرط ہوگئی تھی یا وہاں کے عرف عام کی رو سے استحقاق واپسی ثابت ہے تو ضرور اختیار واپسی ہوگا۔ فان المعھود عرفا کالمشروط لفظا درمختار میں ہے لارجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التفویض بخلاف قضاء الدین رد، الاصل ان کل مایطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالافلا، الااذا اشترط الضمان ظہیریۃ الخ قلت وانت تعلم ان الدواء مما لایجب اصلا فضلا عن ان یکون لہ مطالب من جہۃ العبد فضلا عن ان یکون طلبہ بحبس اوملازمۃ فلا رجوع فیہ من دون شرط شیئ من ھذہ الاصول۔ عقود الدریہ میں ہے ماجری بہ العرف فی الرجوع علی الامر یرجع اھ اقول ھذہ مسئلۃ اضطربت فیہا اقوال العلماء اصلا وفرعا فاصلوا اصولا لاتنضبط وفرعوا فروعا لاتلتئم واراد العلامۃ الشامی تحریرھا فی العقود فلم یتھیألہ الا الاقتصار علی بعض فروع نقلت مع طرح جمیع الاصول التی اصلت وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ فیما علقت علیہا وھذا الذی اخترتہ ھنا واضح جلی لاخفاء بہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹ ازریاست مرسلہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۱۲۷۸ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے چاروں بیٹے محمد زکریا محمد یحیٰی محمد عیسٰی محمد موسٰی بالغ ونابالغ اور بیٹی بالغہ اور حافظ محمد عظیم صاحب خسر اپنے صاحبزادہ

۳۸ سال ۲۰ سال ۱۸ سال ۱۲ سال

کے سامنے یہ وصیت کی اس وصیت کو سب ورثار نے تسلیم کیا اور اس پر عملدرآمد کیا اب یحیٰی وعیسٰی اپنا بقیہ ورثہ تقسیم کراتے ہیں اور بڑا بھائی مصرف خورد ونوش وپارچہ وخرچ شادی یحیٰی وعیسٰی جو اس نے اپنے پاس سے زید کے انتقال کے بعد سے ان پر کیا ہے طلب کرتا ہے یحیٰی وعیسٰی یہ عذر کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ہم پر صرف کیا تبرعا واحسانا تھا یہ ہم سے مجرا نہ ہونا چاہئے ونیز بوقت وصیت ہم نابالغ تھے اور قطع نظر اس ۱۳۰۳ھ میں جو تحریر فیما بین برادران ہوئی جس میں محمد یحیٰی نے آمدنی کا حساب سمجھ کر ۳ روپیہ ماہوار اپنے حصے کے لئے منظور کئے ہیں اور اب تک لیتے ہیں اور وصیت پر عملدرآمد ہوا تو ہم میں کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم وقبول تحریری موجود ہے چنانچہ نقلی وصیت نامہ ونقلی تحریر دیگر حسب ذیل ہے زید کی جائداد جو الور میں ہے وہ اب تک غیر منقسم اور ایک ہی مکان میں سب ورثار رہتے ہیں اور اس کی تقسیم بھی چاہتے ہیں زکریا تقسیم پر راضی ہے مگر کہتا ہے کہ جو لاگت بعد انتقال زید میں نے

اپنے پاس سے اس پر لگائی ہے مجھکو ملنی چاہئے یحیٰی و عیسیٰ کہتے ہیں کہ تم نے بلا وجہ پہلی عمارت کو ڈھایا اور نئی عمارت بنائی ہم اوس کے ڈھانے کا نقصان تم سے لیں گے نئی عمارت بنانے کا تم کو بلا رضامندی ہمارے اختیار نہ تھا زکریا جواب دیتا ہے کہ بوجہ بوسیدگی تم سب کے سامنے ہنگام شادی محمد عیسیٰ جس میں اب تک وہی رہتا ہے ایک ضلع خام تھا از سر نو پختہ میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنایا اور ضلع اپنے واسطے پختہ بنایا اوس وقت تم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اب تک تم ہم سب وہیں رہتے ہیں از روئے شرع شریف ان سب امور کا جواب مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

نقل وصیت نامہ

والد ماجد حکیم غلام نجم الدین مرحوم نے اپنے انتقال سے تخمیناً اٹھائیس[۲۸] روز پہلے روبروئے جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب و برادران عزیز محمد یحیٰی۔ محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کہ مجھکو جو وصیت فرمائی میں اوسوقت مضمون وصیت روبروئے جناب ماموں صاحب موصوف و برادران عزیز مذکور کے بیان کرتا ہوں اگر میرے بیان میں کچھ خلاف ہے تو اصلاح فرمادیں اور اگر میرا بیان صحیح ہے تو اس کاغذ کو تصدیق کریں فقط

میرے والد نے مجھ محمد زکریا سے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اور تمہاری ہمشیرہ کی شادی کردی تم دو کے فرض سے میں ادا ہو احمد یحیٰی و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کی شادی باقی ہیں دہلی کی محلسرا اور دیوان خانہ فروخت کرکے ان کی شادی کردینا اور تمہاری والدہ کا جو زیور ہے وہ ان تینوں کے چڑھاوے میں چڑھادینا۔ باقی مکانات دہلی کے اور ظروف اور پارچہ وغیرہ جو ہے اوس کو بموجب شرع شریف کے تم پانچوں بہن بھائی تقسیم کرلینا فقط۔

مبلغ دو صد روپیہ دو شخصوں کو دیکر ایک کو میرے واسطے اور دوسرے کو اپنی والدہ کے واسطے بھیجنا۔ باقی مکانات اور چاہ و آراضی و باغ و تنخواہ جو الور میں ہے اوس کا تو مختار ہے اگر محمد یحیٰی و عیسیٰ و موسیٰ تیری تابعداری کریں تو تم فرزندوں کی طرح اونکی پرورش کرتے رہنا اگر تیری تابعداری نہ کریں تو اپنا سر کھاویں فقط ۲۳ ستمبر ۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ ہجری بقلم بندہ امراؤ علی۔

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔

العبد محمد عظیم | العبد محمد موسیٰ | العبد محمد یحیٰی | العبد محمد عیسیٰ | العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم | گواہ نوشتہ محمد عبدالرحمن علی

جو کچھ مجھ محمد زکریا نے بموجب وصیت والد ماجد کے تعمیل کی اور کرتا رہوں گا وہ مراتب اس صفحے پر درج ہیں اور آپ صاحب اس سے رضامند ہیں تو اس پر اپنے اپنے دستخط کریں۔ فقط مرقوم

۲۳ ستمبر ۷۹ء مطابق پنجم شوال ۹۶ھ

والدہ ماجدہ کا زیور برادران عزیز محمد یحیٰی و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کو میں نے تقسیم کر دیا اور ظرف و پارچہ مجھ محمد زکریا و محمد یحیٰی و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ و ہمشیرہ عزیزہ نے حسب وصیت والد مغفور باہم تقسیم کر لیا اور مجلسرا اور دیوان خانہ کو تو میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے عزیز محمد یحیٰی و محمد عیسیٰ کی تو میں نے شادی کر دی اور محمد موسیٰ کا حج ہوگیا اور باقی مکانات واقعہ دہلی بھی حسب وصیت تقسیم کئے جائیں گے انشاء اللہ تعالٰی اور باقی مکانات و تھورا و چاہ و آراضی و باغ و تنخواہ الور کی جو بلاشرکت غیرے حسب وصیت والد ماجد میرے قبضے میں ہے مگر حویلی میں جس طرح ہم سب بھائی رہتے ہیں اوسی طرح میں اور میری اولاد اور وہ اور انکی اولاد بدستور رہیں اور کھانے پینے کو جو خدا مجھکو دیوے جس طرح آج تک محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کھاتے پیتے رہے ہیں اوسی طرح کھلاتا پلاتا رہوں گا اور محمد یحیٰی کو دو روپیہ اور محمد عیسیٰ کو ہے اور محمد موسیٰ کو ۱۲ ماہوار دیتا رہوں گا مبلغ دو صد روپیہ جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب کی معرفت دو شخصوں کو دیکر حج کو بھیجدیے فقط مرقوم اصدر بقلم امراؤ علی

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔

العبد محمد عیسیٰ — العبد محمد یحیٰی عفی عنہ — العبد محمد موسیٰ عفی عنہ — العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم

العبد محمد عظیم

گواہ شد ——— نقل تحریر

محمد عبدالرحمن

سابق میں ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ کو جو وصیت نامہ والد مرحوم کا روبرو دے جناب ماموں صاحب حاجی حافظ محمد عظیم مرحوم کے تحریر ہوا تھا اوسوقت عزیز محمد یحیٰی کو دو روپیہ ماہوار دینا تجویز ہوا تھا چنانچہ آج تک دیا گیا اب پھر عزیز مذکور نے کہا کہ میرا گزارہ اس میں نہیں ہوتا کچھ زیادہ مقرر ہو جائے اس واسطے مجھ محمد زکریا نے اراضی و بارانی و چاہ جال والا و چاہ تاج خاں والا کی آمدنی بوتوف عزیز محمد یحیٰی دو سو ساٹھ روپیہ مشخص کرا کر عزیز مذکور کا حصہ للعہ ماہوار کا قرار پایا مگر عزیز مذکور نے چار روپیہ چار آنے ماہوار اوس میں سے لینے منظور کئے بشرط اس کے کہ مجھ سے چاہت کی مرمت وغیرہ کا مصارف نہ لیا جائے۔ مجھ محمد زکریا کو یہ بھی منظور ہے کہ میں للعہ ماہوار جب تک اراضی عطیہ سرکار ہمارے قبضے میں ہے خواہ آمدنی میں کمی ہو یا بیشی عزیز محمد یحیٰی کو اپنی زیست بھر دیتا رہوں گا اور بعد میرے آمدنی یہ دو چاہات مذکورہ و آراضی بارانی و باغ یعنی جملہ آمدنی ان مواضعات کی و جملہ مصارف شکست ریخت مرمت وغیرہ متعلقہ اون کے کلی دس حصوں مفصلہ ذیل پر تقسیم ہو جائے اور جو حصہ دار مر جائے تو اوس کے حصہ دار اوس کے وارث یعنی فرزند یا دختر یا زوجہ کو ملتا رہے اور جو حصے دار بلا وارث فوت ہو اوس کا حصہ سب پر تقسیم ہو جائے تفصیل حصص یہ ہے۔ محمد زکریا۔ محمد یحیٰی۔ محمد عیسیٰ۔ محمد موسیٰ۔ ہمشیرہ عزیزہ

پھوپھی صاحبہ ان میں سے دو دو حصے چاروں بھائی لیتے رہیں اور ایک ایک حصہ ہمشیرہ عزیزہ اور پھوپھی صاحبہ لیتی رہیں فقط

بقلم احقر العباد امراؤ علی مرقومہ ہشتم جمادی الاولیٰ ١٣٠٢ھ مطابق ١٣ فروری ١٨٨٦ء

العبد	العبد	العبد	العبد		گواہ شد
محمد زکریا	بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ	محمد عیسیٰ عفی عنہ	محمد موسیٰ عفی عنہ		محمد فضل حق عفی عنہ

الجواب ۔ (اول) تنخواہ پر بھائیوں کا دعویٰ محض باطل وبیجا ہے کہ وہ اجرت ہے اور اجرت میں غیر اجیر کا حق نہیں عقد اجارہ جو اون کے باپ سے تھا موت پدر پر ختم ہوگیا۔ فان الاجارۃ لامعنی لبقائھا بعد ھلاک الاجیر۔ اب کہ برادر سے عقد جدید ہوا اس میں کیا حق تو ایک ہوسکتا ہے بلکہ اگر اس تنخواہ کو بطور منصب ہی فرض کیجئے تو بتصریح علماء منصب وپنشن بھی موروث نہیں بعد فوت منصب دار رئیس جس کا نام مقرر کردے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں فتح القدیر ورد المحتار میں ہے العطاء صلۃ فلا یورث ویسقط بالموت

(دوم) محمد زکریا نے جو کچھ محمد یحییٰ ومحمد عیسیٰ کی شادیوں میں اپنے پاس سے صرف کیا اگر یہ صرف بعد بلوغ محمد موسیٰ تھا جبکہ وہ بھی اجازت وصیت میں شامل ہولیا تو تمام کمال ترکہ سے مجرا پائے گا کہ زکریا وصی تھا اور یہ مورث کی وصیت جسے بقیہ ورثہ نے نافذ رکھا اور بوجہ بلوغ اون سب کی تنفیذ شرعاً معتبر تھی تو وصیت کا وارثوں کے لئے ہونا مضر نہیں لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الا لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ اور وصیت میں جبکہ اوس کی تنفیذ کسی شے کو بیچنے کے ساتھ مذکور ہو تو وصی پر اس کا اتباع لازم نہیں اوسے روا ہے کہ وہ شے نہ بیچے اور دوسرے مال سے وصیت نافذ کرے ادب الاوصیاء میں ہے فی المحیط والظھیریۃ والخلاصۃ اوصی بان یکفنہ من ثمن ھذا العین قال ابوالقاسم للوصی ان یکفنہ من ثمن عین اخر ولا یبیع تلک العین وتلک العین تکون للورثۃ وان وجد لما اوصی ببیعہ مشتریا ولا یضمن الوصی اوسی میں ہے فی الخاصی اوصی بان یتصدق منہ کذا وکذا وقرا من الحنطۃ وعین لثمن تلک الحنطۃ نوعا من احوالہ کثمن دارہ فجعل الوصی من غیر ذلک المال قال جازلہ ذلک الا ان یکون فیما عینہ دلیل علی لتعیین کان یکون ما عینہ معروفا بالطیب وسائرہ بالخبث فیختص لطیب بالوصیۃ فلا یشتری من المال الخبیث اور قطع نظر اس سے کہ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے تو قول مفتی بہ پر اسے مطلقاً حق رجوع دوا لیسی ہے یہاں کہ وصیت عباد کے لئے تھی اور وصی وارث ہے باتفاق علماء اوسے حق رجوع حاصل ہوا خانیہ وہندیہ

وغیرہما میں ہے وصی انفذ من مال نفسہ قالوا ان کان ھذا الوصی وارثا یرجع لان لہا مطالبا من جہۃ العباد وکان کقضاء الدین وان کانت الوصیۃ للہ تعالٰی لایرجع وقیل انہ ان یرجع فی الترکۃ علی کل حال وعلیہ الفتوی اور اگر قبل بلوغ محمد موسیٰ ہوا تو حصہ محمد موسیٰ اس صرف سے بری رہے گا کہ نابالغ کی اجازت کوئی چیز نہیں نہ اوس کی طرف سے کوئی ولی یا وصی خواہ کوئی شخص اسے تصرف کی اجازت دے سکتا ہے لکونہ ضررا محضا اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بعد بلوغ محمد موسیٰ کا اوس تصرف گذشتہ پر راضی ہونا یا اوسے جائز کرنا بھی بکار آمد نہ ہوگا لکونہ وقع ولامجیز وکل تصرف کذا فہو باطل کما فی الدر وغیرہ والاجازۃ انما تلحق الموقوف لاالباطل کما بینہ فی الفتح وغیرہ۔

(سوم) خورد ونوش برادران میں جو کچھ محمد زکریا نے اپنے پاس سے صرف کیا اوس میں سے محمد موسیٰ نابالغ کے مصارف زمانہ نابالغی کے مجرا پائے گا فی الخانیۃ والہندیۃ بعد العبارۃ المذکورۃ وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر واشتری ماینفق علیہ من مال نفسہ لایکون متطوعا اور بالغوں پر جو صرف کیا اگر بطور خود بے ان کے امر کے تھا نہ شرط رجوع کرلی تھی جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے تو محمد زکریا کا تبرع واحسان تھا جس کا معاوضہ اون سے نہیں لے سکتا۔ لعدم الولایۃ علیہ بالبلوغ ولم یکن مضطرا فیما فعل ولا امرہ ولا شرط الرجوع فغیم یرجع وھذا ظاھر جدا عند من خدم نفائس کلامھم۔ خانیہ میں ہے لو قال انفق من مالک علی عیالی او فی بناء داری یرجع بما انفق وکذا لو قال اقض دینی یرجع علی کل حال ولو قضی نائبۃ غیرہ بامرہ رجع علیہ وان لم یشترط الرجوع ھو الصحیح فصول عمادیہ وفتاوی حامدیہ میں ہے من قضی دین غیرہ بغیر امرہ لایکون لہ حق الرجوع علیہ اوسی میں ہے المتبرع لایرجع علی غیرہ کما لوقضی دین غیرہ بغیر امرہ

(چہارم) زیور زوجہ میں موصی کی وصیت اوسی قدر پر اثر ڈال سکتی تھی جس قدر اوس زیور سے موصی کا حصہ شوہری ہوتا باقی حصص کہ ملک اولاد تھے اون کی نسبت اوسکی وصیت محض بے معنی ہے۔ اذ لاتصرف لابن ادم فیما لایملک تو یحیٰی وعیسٰی وموسیٰ کو وہ کل زیور دیدینا اگرچہ باجازت جملہ ورثہ ہو خود اونکے ورثہ کے حصص میں اصلا مؤثر نہ ہوگا کہ نہایت درجہ اونکی یہ اجازت اجازت تملیک بلامعاوضہ ہوگی کہ یہی ہبہ ہے اور ہبہ مشاع باطل اور باطل کی اجازت مہمل۔ ہدایہ میں ہے من اوصی من مال رجل اخر بالف بعینہ فاجاز صاحب المال بعد موت الموصی فان دفعہ فھو جائز ولہ ان یمنع لان ھذا تبرع بمال الغیر فیتوقف علی اجازتہ واذا اجاز یکون

من قولہ کالمیت والافلا یرجع وقیل ان کانت الوصیۃ للعباد یرجع

تبرعا منہ ایضا فلہ ان یمتنع من التسلیم۔ غایۃ البیان میں ہے لان العقد الموقوف اذا لحقہ الاجازۃ صار مضافا الی المجیز فاذا اضیف الیہ صار ذلک ھبۃ منہ والھبۃ لا تتم الا بالتسلیم۔ تو محمد زکریا کا خود اپنا حصہ اوسکی ملک سے نکلا نہ خدیجہ بیگم کا حصہ اوس کی ملک سے اگر زیور باقی ہے تو حصۂ شوہری موصی چھوڑ کر سب ورثہ اپنے اپنے حصے اوس سے لے سکتے ہیں اور اگر یحیٰی وعیسیٰ وموسیٰ نے ہلاک کر دیا تو باقیوں کے حصص کے تاوان دیں رہا موصی کا حصۂ شوہری کہ وہی محل نفاذ وصیت تھا نظر کی جائے کہ چڑھاوا جو دولھا کی طرف سے دولھن کو جاتا ہے وہاں عرف شائع میں دولہن کی ملک سمجھا جاتا ہے یا ملک پر دولھا ہی کے رہتا ہے اور دولہن کو پہننے کے لئے دیا جاتا ہے اگر دولہن کی ملک سمجھا جاتا ہے تو اس حصے میں بھی وصیت باطل ہوئی کہ اب یہ وصیت حقیقۃً دولہنوں کے لئے تھی اور دولہنیں وقت موت موصی تک معدوم تھیں کہ دولہن ہونا بعد نکاح صادق ہوتا ہے اور نکاح موت موصی سے ایک مدت کے بعد ہوئے اور معدوم کے لئے وصیت باطل ہے کہ وہ تملیک ہے اور معدوم صالح تملیک نہیں ولہذا حمل کے لئے وصیت میں شرط ہے کہ اوس کا باپ زندہ ہے تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو اور مرگیا یا طلاق بائن دیدی اور عورت عدت میں ہے تو دو برس کے اندر پیدا ہو کہ اوس وقت اوس کا وجود ہو یدا ہو۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے تملیک مضاف الی مابعد الموت بطریق التبرع وشروطھا کون الموصی اھلا للتملیک والموصی لہ حیا وقتھا تحقیقا او تقدیرا یشمل الحمل وصحت للحمل ان ولد لاقل من ستۃ اشھر لو زوج الحامل حیا و لو میتا وھی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوھرۃ اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے قولہ وقتھا اقول فی التاتارخانیہ الموصی لہ اذا کان معینا من اھل الاستحقاق یعتبر صحۃ الایجاب یوم اوصی ومتی کان غیر معین یعتبر صحۃ الایجاب یوم موت الموصی فلو اوصی بالثلث لبنی فلان و لم یسمھم ولم یشر الیھم فھی للموجودین عند موت الموصی وان سماھم او اشار الیھم فالوصیۃ لھم حتی لو ماتوا بطلت الوصیۃ لان الموصی لہ معین فتعتبر صحۃ الایجاب یوم الوصیۃ قولہ لاقل من ستۃ اشھر اذ لو ولد لستۃ اشھر او لاکثر احتمل وجودہ وعدمہ فلا تصح افادہ الاتقانی قولہ ولو میتا مثل الموت الطلاق البائن ط۔ ہندیہ میں ہے شرطھا کون الموصی اھلا للتملیک والموصی لہ اھلا للتملک۔ ولہذا صحت وصیت کے لئے شرط ہے کہ یا تو اہل حاجت کے لئے واقع ہو جیسے بنی فلاں کے یتیموں یا بیواؤں کے لئے کہ اس تقدیر پر وصیت حضرت حق عزوجل کے لئے واقع ہوگی اور وہ معلوم ہے ورنہ وہ لوگ معدود وقابل شمار ہوں جیسے زید کے بیٹے کہ اونھیں تملیک صحیح ہو سکے اور دونوں صورتیں

نہ ہوں مثلاً سیدوں یا شیخوں کے لئے تو وصیت باطل ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا لوقوعہا للّٰہ تعالٰی وھو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت۔ ولہذا اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں ابھی زندہ ہے تو صحت وصیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس موصی سے پہلے مرجائے تاکہ وارثان فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ وصیت باطل ہوجائے گی ایسی جگہ ذات شخص کا وجود کافی نہیں بلکہ ذات مع اوس وصف کے وجود ہونا درکار جس وصف کے لحاظ سے وصیت واقع ہوئی ہے فی الدرالمختار شرط صحتہا فی الوصیۃ لورثۃ فلان ومافی معناہا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ او عقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت فلو مات الموصی قبل موت الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ لان الاسم لا یتناولہم الا بعد الموت اھ مختصرا۔ وفی ردالمحتار قولہ لان الاسم لا یتناولہم فکانت وصیۃ لمعدوم الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ اور اگر بحکم عرف چڑھاوا دوطاہی کی ملک ہوتا ہے ؎ ۱۳۱۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۔ از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی رحمۃً واسعۃً فی الدنیا والآخرہ۔ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید اور دو بیویاں ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید اعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی زید نے بفضلہ تعالٰی رنگون میں بہت کچھ کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائیداد معتدبہ پیدا کی لیکن وطن قدیم تخمیناً پانچہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائیداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر رد کردیا اور وقف نامہ میں لکھدیا کہ متولی اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لادیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی اولاد کو اس میں سے ایک حبہ نہیں دیا اور رنگونی جائداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس جائداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اوس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتاء

؎ یہ جواب ناتمام دستیاب ہوا ۱۲ ازہری غفرلہ

سے بخوبی واضح ہوگا پس چونکہ زید کی یہ وصیت رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

اوّل۔ علی مافی کتب الفقہ۔ موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اوس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا۔

دوم۔ زید کی یہ وصیت بکیفیت وعبارت کذائیتین (اعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اوس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور باین عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز وتکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے غرباء کے لئے رکھیں) شرعًا صحیح ہے یا نہیں۔

سوم۔ زید کے قول (اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور وکرایۂ مکانات وآراضی سے تمام سرکاری ومینوسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین کے جمع رکھیں الیٰ قولہ اور ماہ بماہ مبلغ [illegible] روپیہ موضع سالو لا میراباڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں۔ کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات وآراضی کے کرایہ سے سوا مبالغ ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے باقیماندہ مبالغ سے اتنا یوں کریں اور اتنا یوں کریں اعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں۔

چہارم۔ وصیت ازقبیل معاملات ہے یا نہیں۔

پنجم۔ برتقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے ازقبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر لایجوز ان یبیع ثمرۃ ویستثنی منہا ارطالا معلومۃ بیع ثمرہ باستثنائے ارطال معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ماسوائے ارطال مستثناۃ کے جائز نہیں ایسے ہی اسکے قیاس پر بجامع تملیک وصیت دراہم باستثنائے دراہم معلومہ بوجہ مذکور ناجائز ہوگی یا نہیں اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے مکانات وآراضی وتجارت سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔

ششم۔ زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوۃ شریف حدیث مرفوع ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے المخرج فی مسند الامام احمد وجامع الترمذی وسنن ابی داؤد وابن ماجہ ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرہما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لہما النار ثم قرء ابو ہریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین غیر مضار الآیہ کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ لکھتے ہیں اور صاحب درمختار کے قول لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ

(جو کہ صاحب تنویر الابصار کے قول بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ کے تحت ہے)، وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی صاحب دُر کے قول مذکور کے تحت لکھتے ہیں مقتضاہ انہ یشترط لصحۃ الوصیۃ عدم الکراھۃ وقدم اول الوصایا انھا اربعۃ اقسام وانھا مکروھۃ لاھل فسوق ومقتضی ماھنا بطلانھا اللھم الا ان یفرق الخ پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں برتقدیر ثانی علامہ شامی نے جو تقریر وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللھم سے آخر تک کی ہے اوس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہفتم۔ موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اسکی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا۔

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی وہمگی میری یافتنی ومطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موصی کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آویگا یا نہیں۔

ہشتم۔ موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہورہیں. الی قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کردیں) کی رو سے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سہام کو بعینہ رکھنا لازم ہوگا اون میں بلاوجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پاویں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا اونھوں نے اوسکی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ اب بہ اجازت اونھیں علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کیگئی ہے خوب غور فرماکر جواب باصواب سے ممنون فرمادیں۔

نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میں کہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن ۳۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ بائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید و منسوخ کرکے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں

وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولا میراپاڑہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان واثق بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اون کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی وہمگی میری یافتنی ومطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا آراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور وکرایہ مکانات وآراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایکہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو[5] روپیہ میرے وطن میں غربار کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیویں اور میرے برادرزادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائق کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیویں اور نسارن بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیویں اور دھنو بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیویں اور ماہ بماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالمولا میراپاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۱۲ و ۲۲ بلاک ایچ۔ لے پر واقع ہیں اگر اون کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اوس زر فروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تا وقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سن بلوغ کو پہونچیں اور جب ہر اک اپنے سن بلوغت کو پہونچ جاویں اون کے حقوق جو میری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کر دیویں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آویں۔ لہذا ان چند کلمات بطور سند کے لکھدیا ہوں کہ عندالحاجت کام آوے۔

رنگون مؤرخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان بنگلہ۔

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ واعلان نمودہ واظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل۔

منشی مراد بخش۔ شیخ محمد اسحاق۔ لعل محمد۔ وشیخ سخاوت حسین۔ نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہ

---

[5] کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب۔

جواب سوال۔ وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہٖ واجبہ نہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد ادائے الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جسطرح وقف کہ واقف پر اوسکی انشار واجب نہیں اور بعد انشار لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے من بعد وصیۃ توصون بھا او دین۔ یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو اون کا حق پہنچا نا فرورۃً فرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محوّل و مالایتأتے الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ بالجملہ اوسکی تسلیم اور اوس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفید وادا ذمۂ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا اون میں مزاحمت نہیں کرسکتا لاجرم علمار نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اوسکی تعریف ہی یوں کی الوصیۃ ما اوجبھا الموصی فی مالہ بعد موتہ او مرضہ الذی مات فیہ کما فی نتائج الافکار عن النھایۃ عن الایضاح یا یوں ہے ایجاب بعد الموت کما فی الوقایۃ والنقایۃ قلت وسیاتیک غایۃ التحقیق فانتظر۔

جواب سوال دوم۔ صحت وصیت کو کسی خاص جزر معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت بالمنافع ہو مثل غلہ وکرایہ خواہ بالاجزار مثل ثلث و ربع خواہ بدراہم وسکہ مثل ہزار و پانصد وصد روپیہ کما تواترت بہ المسائل وسیاتیک ان الجھالۃ لا تمنع الوصیۃ حتی لو اوصی بجزءٍ مجھول من مالہ ولم یبین مقدارنفسہ فضلا عن تعیین مایقع فیہ صح ویکون البیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ماشئتم وھذا کلہ واضح عند من لہ ادنی المام بالعلم۔ یوہیں پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحۃ محاورۂ ہندی میں غربار فقرار کو کہتے ہیں اور فقرا شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بہ میں اونھیں فقرار کی تخصیص لازم نہیں ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل اونھیں کو دینا ہے فی الدرالمختار فی المجتبیٰ اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز وتصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا لمسجد القدس وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرھم۔ ردالمحتار میں ہے قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیھم وان اعطی غیرھم جاز وھذا قول ابی یوسف وبہ یفتی وقال محمد لا یجوز۔ اور اگر وہاں

غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجت مندی سے خبر دیتا ہے قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین الی قولہ تعالٰی وابن السبیل۔ اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کیلئے ہے تو اوس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔ فی الدرالمختار الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی ما مرلوقوعہا للہ تعالٰی وھو معلوم وان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت اھ مستحق یہاں بھی فقرائے مسافرین ہوں گے نہ اغنیاء فی وجیز الامام الکردری نوع من الفصل الثانی من کتاب الوصایا اوصی لاھل السجون اوالیتامی اوالارامل اوابناء السبیل اوالغارمین اوالزمنی یعطی فقراءھم لا اغنیائھم اھ ومثلہ فی سادس وصایا الھندیۃ عن الکافی۔

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدّ مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل و نامعمول مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنت و کفن میانہ ہوسکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ سو روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوی الغرویہ میں ہے لواوصی رجل بان یکفن ھو بعشرۃ الاف فانہ یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تقتیر قاضیخان فیما یجوز وصیتہ من کتاب الوصایا وفی المنیۃ الوصیۃ بالاسراف فی الکفن باطلۃ۔

جواب سوال سوم۔ زید کا یہ قول اون کاموں کے شمار میں ہے جو اوس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں۔ یوہیں ایک کام یہ تفویض کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنٰی و مستثنٰی منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونا لازم آئیگا۔ کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے تجہیز و تکفین جمع رکھیں" اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہوسکتا جو بعد موت موصی کارخانہ جاری رکھکر اوس کے منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول و ہذا ظاہر جدا معہذا اس عبارت میں "کہ ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غرباء کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور فلاں کو دو سو اور فلانہ و فلانہ و فلانہ کو سو سو روپے دیں" اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دیئے جائیں۔ ومالا دلیل علیہ لا مصیر الیہ۔ لاجرم جملہ اولٰی وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل مابعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے

مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد اداء الدین ہے تمام وکمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دیدیئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیچکر ادا ہوں فی ردالمحتار عن المنح عن السراج اذا اوصی بدراھم مرسلۃ ثم مات تعطی الموصی لہ لو حاضرۃ والا تباع الترکۃ و یعطی منہا تلك الدراھم۔ مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دوچند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگئی باقی تین ہزار روپے کی وصایائے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں فی الہندیۃ اوصی بان ینفق علٰی فلان خمسۃ کل شہر ما عاشا وعلی فلان عشرۃ کل شہر ما عاش واجازت الورثۃ یقسم المال بین الموصی لہ بخمسۃ و الموصی لہما بعشرۃ نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسۃ والنصف علی صاحب العشرۃ لان الموصی لہ بالخمسۃ موصی لہ بجمیع المال وصیۃ واحدۃ والموصی لہما بالعشرۃ موصی لہما بجمیع المال وصیۃ واحدۃ فکانہ اوصی لہذا بجمیع المال ولہما بجمیع المال فیقسم المال بینہم نصفین عند الکل وان لم تجز الورثۃ یقسم الثلث نصفین عند الکل کذا فی المحیط اھ مختصرا۔ صرف تین ہزار اس لئے کہ تجہیز وتکفین تو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدم تو ان وصایا کے مرتبے میں یہی تین ہزار رہے۔ فی العقود الدریۃ سئلت عن رجل اوصی بالف یخرج منہا تجہیزہ وتکفینہ والباقی منہا لعمل مبرات واوصی بخمسمائۃ لزید و بمثلہا لعمارۃ مسجد کذا وبمثلہ لعمارۃ مسجد کذا ایضا ولہ مملوك قیمتہ خمس مائۃ ایضا اعتقہ منجزا فی مرض موتہ واوصی لہ بالف وخمسمائۃ وخمسین و بلغ ثلث ترکتہ ثلثۃ الاف وثمان مائۃ وبلغت نفقۃ تجہیزہ ثلثمائۃ فکیف تقسم فاجبت کلفۃ التجہیز الشرعی من اصل المال فکانہ استثناہ من الالف فیکون الباقی من الالف لعمل المبرات سبعمائۃ وتقصیر جملۃ الوصیۃ اربعۃ الاف ومائتین وخمسین وقد ضاق الثلث عنہا فینفذ الثلث فقط الخ۔ پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اوسکی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے کما اذا اوصی بجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ماشئتم کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار وفی ردالمحتار عن التبیین لانہ مجہول یتناول القلیل والکثیر والوصیۃ لاتمتنع بالجہالۃ والورثۃ قائمون مقام الموصی فکان الیہم بیانہ اھ قلت فالوصی المفوض الیہ بنص الموصی اولٰی بذلك کما لایخفی۔ مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی

وصیت ہوگی اور وہ بلاتفرقہ کثیر و قلیل مطلقاً جمیع مال کی وصیت ہے۔ کما علمت انفا عن العالمگیریۃ وفیھا ایضا عن المبسوط لو اوصی بان ینفق علیہ خمسۃ دراھم کل شہر من مالہ فانہ یحبس جمیع الثلث لینفق علیہ منہ کل شہر خمسۃ کما اوجبہ الموصی ویستوی ان امر بان ینفق علیہ فی کل شہر منہ درھما او عشرۃ دراھم اھ والسر فیہ ان الوصیۃ بشیئ للفقراء کل شہر مؤبدۃ لا نھایۃ الی اخر الدھر والغلال بمعرض الزوال ومعتور التبدل بالتکثر والتقلل فلا یدری متی تفنی وحتی تحصل ومتی تقل والی ما تصل فوجب بقاء جمیع الثلث مصونا لھا قال فی الھندیۃ متصلاً بما مر قبلہ اوصی بعشرین درھما من غلتہ کل سنۃ الرجل فاغل سنۃ قلیلا و سنۃ کثیرا فلہ ثلث الغلۃ کل سنۃ یحبس وینفق علیہ کل سنۃ من ذلک عشرون درھما ما عاش ھٰکذا اوجب الموصی وربما لا تحصل الغلۃ فی بعض السنین ولھذا یحبس ثلث الغلۃ علی حقہ اھ قلت واطلقوہ فیشمل ما اغل ما اغل مما کثر او قل مع ان الوصیۃ محدودۃ بسنین معدودۃ قدر ما عسی ان یعیش الموصی لہ فکیف بجھۃ لا انقطاع لھا۔ تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اوس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقراء کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقراء یا خاص فقراء مسافرین کو اور دینے کہے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیۃً دیئے جملہ اموال وصایا دو بار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائیگی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ ارجحیت تقدیم پائے گی کون سی مرجوح ٹھہر کر تاخیر دی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون و ادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زرنقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ و غیر منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین و قضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی و ملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم۔ تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محضہ جیسے عتق و وقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ

واعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے
یا مصالح عباد تو معاملہ فاجتماعہما کما فی النکاح لایقدح فی التقسیم وقد تکفل ببیان کل ذلك
فی ردالمحتار صدر کتاب البیوع پھر وصیت دو قسم ہے ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں
وغیرہم معین ومحصور اشخاص کیلئے یہ صورت اغنیاء وفقراء سب کے لئے ہوسکتی ہے صورت اولٰی معاملا
سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف
وعتق ودیگر اعمال پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہوسکتی
یہ صرف قربت واز قبیل عبادات ہے۔ یرشدك الی ھذا ماقدمنا عن الدر من الاصل
فی الوصیۃ وفی الہندیۃ عن المحیط عن فتاوی الامام ابی اللیث فیما لواوصی بثلث مالہ
لاعمال البر ان کل مالیس فیہ تملیك فھو من اعمال البر حتی یجوز صرفہ الی عمارۃ المسجد و
سراجہ دون تزیینہ الخ ومسائل الباب اکثر من ان تحصی۔ اقول۔ وبہ ظھر ان ماذکر
فی عامۃ الکتب فی حد الوصیۃ انھا تملیك مضاف الی مابعد الموت علی وجہ التبرع فھو
تحدید لہ باعتبار احد نوعیہ والحد الجامع ماقدمنا عن النتائج عن النھایۃ عن
الایضاح والاولی مااسلفنا عن الوقایۃ والنقایۃ لعدم تقییدہ بالمال فیعم ما اذا
اوصی بان یدفن فی مقبرۃ کذا بثوب فلان الزاھد فقد قال فی الخلاصۃ والبزازیۃ
والشرنبلالیۃ وردالمحتار وغیرھا یراعی شرائطہ ان لم یلزم مؤنۃ الحمل فی الترکۃ اھ
قلت والمراد بالموت مایعم الحکمی وھو مرض الموت والاولی التصریح بہ لکن ھذا لابد
من تخصیصہ بالمال فان الایجابات الغیر المالیۃ کامرہ اجیرہ او ابنہ ان اسقنی او اخدمنی
لاتعد وصیۃ وان کانت فی مرض الموت بخلاف المضاف الی مابعدہ کما لایخفی فاذن احق
مایقال فی حدھا ایجاب مضاف الی مابعد الموت او الی منجز فی مرض الموت فاحفظہ۔ وباللہ
التوفیق۔ بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

جواب سوال پنجم۔ وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدم جواز کا نہیں پڑسکتا اوس وجہ کی نہ بنا
صحیح ہے نہ مبنی درست نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول اولاً جواب سوال سوم میں معلوم ہولیا کہ یہاں سرے
سے استثنا ہی نہیں ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثنا بیع
میں بھی روا ہدایہ میں بعد عبارت مذکورۂ سوال ہے۔ لان الباقی بعد الاستثناء مجھول قال رضی اللہ
تعالٰی عنہ قالوا ھذا روایۃ الحسن وھو قول الطحاوی اما علی ظاھر الروایۃ ینبغی ان یجوز
لان الاصل ان مایجوز ایراد العقد علیہ بانفرادہ یجوز استثناءہ من العقد وبیع

نقیز من صبرۃ جائز فکذا استثناء ہ بخلاف استثناء الحمل واطراف الحیوان لانہ لایجوز بیعہ فکذا استثناء ہ اھ باختصار۔ تنویر الابصار میں ہے ما جاز ایراد العقد علیہ بانفرادہٖ صح استثناؤہ منہ فیصح استثناء ارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ۔ درمختار میں ہے لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمر علی رؤس النخل علی الظاہر۔ ردالمحتار میں ہے قولہ (علی الظاہر) متعلق بقولہ فصح ومقابل ظاہر الروایۃ الحسن عن الامام انہ لایجوز واختارہ الطحاوی والقدوری لان الباقی بعد الاستثناء مجھول۔ ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اوس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعاً روا فی الدر صحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان۔ بیع شروط فاسدہ سے فاسد ہوجاتی ہے اور وصیت پر اون کا کچھ اثر نہیں ولہذا بیع کنیز سے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح فی الہدایۃ اشتری جاریۃ الاحملہا فالبیع فاسد لانہ بمنزلۃ اطراف الحیوان لاتصالہ بہ خلقۃ وبیع الاصل یتناولہما فالاستثناء یکون علی خلاف الموجب فیصیر شرطا فاسدا والبیع یبطل بہ والہبۃ والصدقۃ والنکاح لاتبطل بل یبطل الاستثناء وکذا الوصیۃ لاتبطل لکن یصح الاستثناء لان الوصیۃ اخت المیراث والمیراث یجری فیما فی البطن اھ ملخصا۔ جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کما قدمنا عن الشامی عن الزیلعی۔ اور بیع میں استثنائے ارطال معلومہ سے روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی۔ کما سمعت عن الہدایۃ ورد المحتار ومثلہ فی الفتح وغیرہ۔ تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔ رابعاً علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلا خلل انداز نہیں کما اسلفنا عن الہندیۃ عن المحیط من قولہ وربما لاتحصل الغلۃ فی بعض السنین۔ خامساً وقت محاصل وغلہ قری وبساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہہ نہیں کتب فقہ میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے معین ہوتا ہے وہ عرفاً معلوم الادا ومعہود الاستثناء ہے والمعہود عرفا کالمشروط لفظاً۔ تو جو استثناء بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اوس کی تصریح کیا مفسد ہوسکتی ہے وہذا ظاہر جدا۔

جواب سوال ششم ۔ بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلا صحیح نہیں اوپر گزرا کہ وصیت دو قسم ہے تملیک وقربت **واقول** وباللہ التوفیق کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہوسکتی۔ الاتری ان البیوع الفاسدۃ محرمۃ وتفید الملک فاذا جامع الملک الحرمۃ فما بالک بالکراھۃ۔ اور منافی قربت بھی صرف اوس صورت میں ہے کہ شئے فی نفسہٖ مکروہ ہو اور نہ جبھی ہوگا کہ وہ اصلا نوع قربت سے نہ ہو فان الندب

والکراھۃ متنافیان لایسوغ اجتماعھما من جھۃ واحدۃ۔ بخلاف کراہت عارضی کہ زنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شے فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھے ہوئے نماز پڑھنا علماء نے کراہت ومعصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثنار کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرماجاتے ہیں رہی قربت وہ یوں نہیں ہوسکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہوسکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا فان انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم راسا۔ بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک و صورت قربت ذاتی وکراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحۃً صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے۔ صورت اولٰی۔ کی دو مثالیں ہیں۔ ضرب قبہ و تطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہ نوع قربت سے نہیں بخلاف اوس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معہود کما فعل بقبر عثمٰن بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ من وضع حجر لیتعرف بھا قبرہ ویدفن الیہ من مات من اھلہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرجہ ابو داؤد فی سننہ بسند جید۔ اس سے نفع و انتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔ درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے۔ قد منافی الکل ھبۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار الخ زاد فیھا فی الجنائز عن السراجیۃ لاباس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لایذھب الاثر ولا یمتھن۔ خانیہ میں ہے اوصی بعمارۃ قبرہ للتزیین فھی باطلۃ۔ ہندیہ میں محیط سے ہے اذا اوصی بان یطین قبرہ اویوضع علے قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع اونحوہ سئل ابوالقاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وجاوری وخمسۃ دراھم لک واشتری بالباقی حنطۃ وتصدقی بھا قال الخمسۃ لھا لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لاللزینۃ عمر بقدر ذلک والباقی تصدق علی الفقراء وان کان امر بعمارۃ فضل علی الحاجۃ الذی لابد منہ فوصیتہ باطلۃ بزازیہ میں ہے عمارۃ القبر ان للتحصین یجوز وان للتزیین فالوصیۃ ایضا باطلۃ ویصرف الکل الی الفقراء۔ مثال سوم وصیت کی کہ اوسے ٹاٹ کا کفن دیں اوسکے گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر دفن کریں یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔ فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشترٰہ ویغل ویقید رجلہ

فہذہ وصیۃ بما لیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثلہ ویدفن کما یدفن سائر الناس
مثال چہارم۔ وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور رات کے حق میں نامشروع ہے خلاصہ وبزازیہ وتاتارخانیہ وہندیہ وغیرہ میں ہے واللفظ للثالثۃ اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین۔ صورت ثانیہ یعنی وصیت تملیک باوصف کراہت صحیح ہے اس کی ایک سند وہی ہے جو سوال میں بحوالہ علامہ شامی مسطور کہ فساق کے لئے وصیت مکروہ ہے اور باوجود کراہت صحیح سند دوم وجیز امام کردری میں ہے الثانی معصیۃ مطلقا کالوصیۃ للنائحۃ والمغنی ان لم یکن یحصون لایصح وان لقوم باعیانہم صح۔ تبیین الحقائق پھر ردالمحتار میں ہے الوصیۃ انما صحت باعتبار التملیك لھم۔ یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیح ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح ونافذ ہے۔ مطلقا علی ما اختارہ الائمۃ الجلۃ ظاہر بن عبداللہ شید البخاری والامام السغناقی اول شراح الہدایۃ والامام النسفی صاحب الکنز والوافی والامام حافظ الدین البزازی او بشرط الاستیمان علی ما مشی علیہ فی الغرر والدرر والتنویر والدر وجعلہ فی الخانیۃ اجماعا وفی المقام تحقیق انیق اتینا بہ فیما علقنا علی ردالمحتار لولا عزابۃ المقام لاسعفنا بہ۔ خلاصہ ونہایہ وکافی وجیز میں ہے واللفظ للاول الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ وفی السیر الکبیر ما یدل علی الجواز والتوفیق بینھما انہ لا ینبغی ان یفعل ولو فعل یثبت الملك۔ صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کیلئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار میں نافذ جانا پُر ظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اوسی حدیث کے نیچے اوسی قول میں فرماتے ہیں (فیضاران فی الوصیۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث الخ) جلالین میں زیر آیت آتیہ ہے (او اثما) بان تعمد ذلك بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلا گمراز آنجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔ فان الباطل لاوجود لہ والمعدوم لا ینفذ بالتنفیذ میں این وآن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم ومعصیت صحیح ومعتبر ہے۔ قال اللہ عزوجل فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینہم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم جو کسی کی وصیت میں

ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس ورثہ اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اوس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار پاتے۔ معالم میں ہے قال الآخرون ارادبہ انہ اذا اخطأ المیت فی وصیتہ اوخاف متعمدا فلا حرج علی ولیہ او وصیہ او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ وبین الموصی لہم ویرد الوصیۃ الی العدل والحق ثم اقول وباللہ التوفیق سراس میں یہ ہے کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو و بے معنی کو مشروع و مقرر نہیں فرماتی تمام عقود و افعال و معاملات کی صحت فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور جو عبث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اوسی کے مثل وہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا یا مکان کے مساوی شرکاء مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے خرج بمفید مالایفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ ولا مقایضتہ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر صیرفیہ ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ خصوصًا وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر اعتماد کیا ہی چاہیں ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہوا کہ قیاس جواز اصل اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی فی الفتح من باب لعنین لم یجز استئجار الجحش للحمل والرکوب وصیت بھی انھیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے فی الھدایۃ القیاس یابی جوازھا لانہ تملیک مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو اضیف الی حال قیامھا بان قیل ملکتک غدا کان باطلا فھذا اولی الا انا استحسناہ لحاجۃ الناس الیھا الخ تو بے فائدہ محض اوسکی تشریع معقول نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کردے منافی صحت نہیں ہوسکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ سرے سے قربت ایسی ہی جگہ کہا جائیگا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے مُنھذا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لحق غیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا فی الھندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع عبدہ ولم یسم المشتری لایجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمنہ او یقول بیعوہ نسمۃ ویحط الی الثلث عن المشتری الخ وفیھا عن المبسوط اوصی بعبدہ ان یباع ولم یزد علی ذلک او اوصی بان

یباع بقیمتہ فہو باطل لانہ لیس فی ھذہ الوصیۃ معنی القربۃ لیجب تنفیذھا لحق الموصی۔
بحمد للہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فروگذاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بطرف خفی
اسی تقریر منیر کی طرف مشیر حیث قال اللھم الا ان یفرق بان الوصیۃ اما صلۃ او قربۃ
ولیست ھذہ واحدۃ منہا فبطلت بخلاف الوصیۃ لفاسق فانہا صلۃ لہا مطالب من
العباد فصحت وان لم یکن قربۃ کالوصیۃ لغنی لانہا مبادلۃ ولیست قربۃ الخ اب
مانحن فیہ کو دیکھئے تو اوس میں یا وصایائے تملیک ہیں یا وصایائے قربت کوئی وصیت ایسی نہیں جو
فی نفسہ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل وعاطل ھکذا
ینبغی التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق۔

جواب سوال ہفتم۔ اوصیاء کا بعض وصایا بجانہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے تنفیذ
وصیت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری قال اللہ تعالی فمن بدلہ بعد
ماسمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔

جواب سوال ہشتم۔ ہاں بعد تجہیز وتکفین واداے دیون وانفاذ وصایا جو سہام ورثہ نابالغین
کو پہونچیں گے وصی بلاوجہ شرعی اون کی بیع وتبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے
نہ متلف ولہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اوسکی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اوس میں ضرر
نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صور استثنار میں فی الھندیۃ للوصی ان یبیع
الترکۃ من المتاع والعروض والعقار اذا کانت الورثۃ صغارا اما سوی العقار
فیحتاج الی الحفظ وعسی ان یکون حفظ الثمن الیسر وبیع العقار ایضا فی جواب الکتاب
قال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ ماقال فی الکتاب قول السلف کذا فی فتاوی قاضی
خان وجواب المتاخرین انہ انما یجوز بیع عقار الصغیر اذا کان علی المیت دین لا دفاء لہ
الا من ثمن العقار او یکون للصغیر حاجۃ الی ثمن العقار او یرغب المشتری فی شرائہ
بضعف القیمۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی اھ وفی الدر جاز بیعہ عقار صغیر من
اجنبی لامن نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ
لانفاذ لہا الا منہ او تکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ
فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا وھذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان
بیع العقار مطلقا الخ وفی الشامیۃ عن الرملی عن الخانیۃ فی مسئلۃ بیع المنقول نسیئۃ
ان کان یتضرر بہ الیتیم بان کان الاجل فاحشا لا یجوز اھ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۷۱: ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب تلمیذ و مرید گنگوہی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہاجرہ ہندی مدنی نے کہ اوس کی جائداد ہندوستان میں واقع ہے اس طرح وصیت کی تھی کہ میری جائداد کا منافع ایک ثلث یہاں مدینہ منورہ علی صاحبہا افضل التسلیم والتحیہ بھیجدیا جایا کرے اور صورت یہ ہے کہ ہندوستان میں اوس کے بعض اقارب قریبہ بلکہ ذی رحم محرم حاجتمند و مفلس موجود ہیں کہ اس درجہ قریب رشتہ دار مدینہ منورہ میں موصیہ کے نہیں ہیں پس اس صورت میں اگر اوس کی وصیت کا روپیہ یہاں ہندوستان میں اوس کے اقربائے قریبہ حاجت مند و مفلس کو دیا جائے تو وصیت ادا ہوگی یا نہیں اور کیا افضل ہے مدینہ منورہ بھیجنا یا یہاں قریب ذی رحم حاجتمند و مفلس کو دینا۔ بینوا توجروا

الجواب: جہاں کے فقرا کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضرور نہیں ہر جگہ کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار میں ہے لو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرھم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی شرح القدوری للزاہدی میں ہے۔ فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرھم۔ قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے رجل اوصی بان یتصدق شیئ من مالہ علی فقراء الحاج ھل یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء قال الشیخ الامام ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی یجوز ذلک لما روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی رجل اوصی بان یتصدق علی فقراء مکۃ قال یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء۔ ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعا للوصیۃ وخروجا عن الخلاف۔ ردالمحتار میں ہے قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیھم وان اعطی غیرھم جاز وھذا قول ابی یوسف وبہ یفتی وقال محمد لایجوز اھ قلت والاول موافق لقولھم فی النذر بالغاء التعیین الزمان والمکان والدرھم والفقیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ [ہ]

مسئلہ ۷۲: ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ از انجمن اسلامیہ بریلی

ع۱: چند سوال متعلقہ انتظام یتیم خانہ مسلمانان پیش کئے جاتے ہیں بموجب شرع شریف جواب مرحمت ہوں خدا اس کا اجر عطا فرمائے۔

پہلا سوال: بعض لوگ میت وغیرہ کے استعمالی کپڑے ایسے بھیجدیتے ہیں جو ایتام کے جسم پر درست

[ہ] الجواب: اوس عورت کی وصیت پر عمل واجب ہے۔ اور وہ ثلث مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری ہے گو ہندوستان کے فقراء اس جگہ کے فقراء سے زیادہ ضرورت مند ہوں فقط۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نہیں آتے یا ان کے استعمال کے لائق نہیں ہوتے پس نادرست کو بعد قطع برید درست کرا کے ایتام کے استعمال میں لانا اور ناقابل استعمال کو فروخت کرکے یتیموں کی پرورش میں صرف کرنا کیسا ہے۔

دوسرا نمبر۔ بعض لوگ کلام مجید جدید و غیر مستعمل متعدد اور بعض میت کے تلاوت کا یتیم خانے میں عطا کرتے ہیں اور ان سب کی تعداد یتیموں کی تعداد سے زیادہ ہو جاتی ہے دینے والے بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کرکے قیمت پرورش ایتام میں صرف کی جائے مگر بعض بدون کسی بیان کے بھیجدیتے ہیں پس قسم آخر کو درحالیکہ ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کرکے قیمت کو ایتام کے مصارف میں لاسکتے ہیں اور نیز یہی قسم کسی غیر ایتام کو تلاوت کے واسطے دیسکتے ہیں یا نہیں۔

تیسرا نمبر۔ یتیم خانہ میں بعض لوگ میت کے استعمال کا پلنگ نواڑ وغیرہ کا جو یتیموں کی معمولی چارپائیوں سے بہت زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے بدون کسی بیان کے بھیجدیتے ہیں اگر وہ بعض ایتام کے کام میں لایا جاوے تو دوسروں کی دلشکنی ہوتی ہے لہذا اوس کو فروخت کرکے قیمت دیگر مصارف ایتام میں دی جائے یا قیمت سے معمولی چارپائیاں یتیموں کے واسطے بنوادی جاویں تو کیسا ہے۔

چوتھا سوال۔ جو چندہ کہ یتیموں کے مصارف کے لئے آتا ہے اوسی سے یتیم لڑکوں کی رسم ختنہ اور یتیمات کی رسم نکاح کی جاتی ہے پس نکاح میں جو براتی دولھا کی طرف سے آتے ہیں اون کو کھانا کھلانا زر مذکورہ سے کیسا ہے۔

الجواب۔ مصحف شریف کپڑے پلنگ وغیرہ جو کچھ لوگ یتیموں کو بھیجتے ہیں ظاہر ہے کہ اوس سے مقصود تصدق ہوتا ہے اور تصدق تملیک ہے وھبۃ المشاع فیما لایقسم صحیحۃ وقبض من یعولھم یکفی عن قبضھم کما نصوا علیہ وجماعۃ المسلمین حیث لاولایۃ ولا قضاۃ من الاسلام کالقضاۃ فی النظر للایتام وامثال ذلک من المھام کما صرحوا بہ فی غیر ما مقام۔ تو جماعت مسلمین کو کہ اس کام پر معین ہیں روا ہے کہ کپڑے قطع برید کرکے مصارف یتامی میں لائیں یا ناقابل استعمال ملبوس اور پلنگ اور حاجت سے زائد مصاحف شریفہ ہدیہ و بیع کرکے زر ثمن کا ریتامی میں خرچ کریں مگر مال یتیماں دوسرکو عاریۃً نہیں دے سکتے اگرچہ تلاوت کیلئے قرآن مجید فانہ تبرع ولا ولایۃ فی التبرع زر چندہ سے یتیموں کا ختنہ کرسکتے ہیں اور براتیوں کو معمولی کھانا دینا بھی جائز بشرطیکہ اسراف نہ ہو صرف بقدر کفایت ہو فی ردالمحتار عن القنیۃ لایضمن ما انفق فی المصاھرات بین الیتیم والیتیمۃ وغیرھما فی خلع الخاطب او المخطوبۃ وفی الضیافات المعتادۃ والھدایا المعھودۃ وفی اتخاذ ضیافۃ لختنۃ للاقارب والجیران مالم یسرف فیہ اھ مختصرا واللہ اعلم۔

مسئلہ ۷۳ـ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان ودوکان اپنی زوجہ کے نام بیع کردیا تھا زوجہ نے انتقال کیا زید کے تین بچے نابالغ اپنی ماں کے وارث ہیں اب زید کے پاس کچھ نہیں کہ اوس سے اپنا اور ان نابالغوں کا کھانا پینا چلے زید نیک چلن ہے مال برباد کرنے والا نہیں وہ نیک نیتی سے چاہتا ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا حصہ بیچکر تجارت کرے جس سے اون سب کا رزق پیدا ہو اس صورت میں زید کو اون حصوں کے بیچنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب ـ فی الواقع صورت مستفسرہ میں اگر زید نیک چلن ہے اولاد کا مال برباد کرنے کا اوس پر اندیشہ نہیں اور بیع مناسب اور معقول قیمت کو ہو تو اوسے اون حصوں کے بیچنے کا اختیار ہے عقود الدریہ میں فصول عمادی سے ہے الحاصل ان بیع الاب عقار الصغیر بمثل القیمۃ یجوز اذا کان محمودا اومستورا واذا کان مفسدا لایجوز الا بضعف القیمۃ ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۴ـ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد کفایت اللہ کی دو زوجہ۔ زوجہ اولیٰ نجم النساء کے بطن سے حافظ عبدالحق۔ احسان الحق دو پسر اور عجائب النساء لطیف النساء حبیب النساء جمیل النساء چار دختر سب بالغ اور زوجہ ثانیہ حمیدالنساء عرف ننھی کے بطن سے فضل حق۔ ضیاء الحق ـ ریاض الحق۔ تین پسر اور احمدی بیگم ایک دختر سب نابالغ اور ننھی کی ایک دختر بالغہ کریم النساء ہے جسے دیگر ورثہ نطفہ حاجی کفایت اللہ سے نہیں بتاتے بلکہ ربیبہ کہتے ہیں حمیدالنساء حیات شوہر میں انتقال کرگئی حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض الموت میں بشمول نجم النساء ایک وصیت نامہ سات امر پر مشتمل لکھا۔ اول ظاہر کیا ہے کہ جائداد مندرجہ وصیت نامہ ہردو کاتبان کی ہے ابتدا کام نقدی وجائداد وکاتبہ نمبر ۲ سے شروع ہوا اور اضافہ وترقی ہوتی رہی اور وہ جز حصہ ہشتمی زوجیت ودین مہر کاتبہ کا جائداد مصرحہ تحت میں شامل ہے جائداد ونقدی ایسی مخلوطہ ہے جسکو علیحدہ دکھانا بلا ضرورت ہے خاص کر جب ہردو کاتبان کا منشاء دلی یہ ہے کہ جائداد مصرحہ تحت تمام اولاد مصرحہ ذیل پر حسب شرع شریف بلا استثنا کسی جز کے تقسیم ہوجائے اور کسی اولاد کے ساتھ کوئی خاص رعایت نہ دکھائی جائے تو ایسی حالت میں جائداد تمام اولاد پر حسب شرع شریف تقسیم مطابق وصیت نامہ ہذا ہوگی۔ کاتب نمبر ۱ نے تیاری تحریر وصیت نامہ ہذا کی کی تھی کاتبہ نمبر ۲ نے بھی کاتب نمبر ۱ سے خواہش کی کہ کاتب نمبر ۱ کی جائداد عین کاتبہ نمبر ۲ کی جائداد کی ہے تمام اولاد پر بذریعہ وصیت نامہ ہذا منتقل ہو ہردو کاتبان نے اپنی خوشی سے وصیت نامہ ہذا تمام اولاد مندرجہ تحت کے نام تحریر کیا کہ جائداد بحیثیت

موجودہ بعد ہمارے ہم لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں رہے اور ہماری اولاد کو پوری وقفیت ہوجائے کہ کون جزء جائداد کا اون کی ملکیت میں رہے گا۔

دوم ۔ حاجی کفایت اللہ نے کچھ دیہات ودکان ومکان اپنی تندرستی میں احسان الحق وفضل الحق وکریمن کے نام کردیئے تھے اس وصیت میں وہ بھی شامل کئے اور لکھا وصیت نامہ کی یہ بھی ضرورت ہوئی کہ اکثر جائداد فرضی بعض اولاد کے نام تھی اوسکی بابت احتمال تھا کہ کوئی تحریر نہ ہو تو وہ اولاد تنہا اپنی ملکیت سمجھے۔

سوم ۔ تحریر کیا ہے کہ کاتب نمبر اکی زوجہ ثانی حمید النساء کا مہر ایک سو پندرہ روپے کا تھا وہ اون کی حیات میں ادا کردیا گیا۔

چہارم ۔ نابالغان مذکورین پر ولایت کا یہ انتظام لکھا ولی جائداد حافظ عبدالحق واحسان الحق نابالغان کے رہیں گے ولی ذات نابالغان اللہ جلائی والدہ کاتب وصاحب النساء ہمشیرہ کاتب ہونگی انکی سرپرستی ونگرانی وحفاظت میں اون کے ساتھ نابالغ رہیں گے ولی جائداد آمدنی نابالغان سے اسی ۸۰ روپیہ ماہوار سپرد ہر دو ولی ذات بنام پرورش نابالغان کریگا عقد وتعلیم حسب رائے ہر دو ولی ذات ہوگی۔

پنجم ۔ کچھ جائداد حاجی کفایت اللہ نے مصارف خیر کے لئے بحال تندرستی پہلے وقف کی تھی اوسکی تفصیل بھی اسی وصیت نامہ میں بغرض یادگار درج کی اور ایک بنگلہ نمبری ۶۷ قیمتی دس ہزار روپے جدید وقف اس وصیت نامہ میں کیا ہے مقدار ثلث متروکہ سے بدرجہا کم ہے اور یہ سب اوقاف تمام ورثہ کو تسلیم ہیں۔

ششم ۔ تمام اولاد مذکورین گیارہ اشخاص کے نام جدا جدا تفصیل جائداد غیر منقولہ لکھی ان میں کریم النساء کا نام بھی ہر جگہ بزمرۂ اولاد لکھا اور اس کے لئے بھی دیگر دختروں کے برابر حصہ جداگانہ مشخص کیا اگرچہ مکان اور ایک دوکان کہ اول سے اوس کے نام تھی وہ بھی شامل حصہ کی جس طرح ایک موضع کہ احسان الحق اور ایک موضع ایک مکان کہ فضل حق کے نام اول سے تھے اون کے حصص میں داخل کئے اور لکھا کہ ہم لوگوں نے اپنی تمام اولاد کو یکجا کرکے وصیت نامہ ہذا لکھا اور جو جائداد اولاد کے نام درج ہے اون کی رضا سے تحریر ہوئی کوئی کمی بیشی تقسیم جائداد میں نہیں نیز لکھا جس جائداد کے محاذ میں جس وارث اولاد کا نام ہے وہ اس جائداد کا مالک ہوگا۔ عنوان فہرست تقسیم میں لکھا جو جائداد غیر منقولہ اولاد کے قبضے میں آئے گی وہ ہر اولاد کے نام کے مقابل درج کی جاتی ہے جس کو تمام اولاد بالغ وولی نابالغان نے بقدر حصہ شرعی حساب لگاکر قبول ومنظور کیا ہے۔

ہفتم۔ حاجی کفایت اللہ نے اپنی والدہ اللہ جلائی کو جائداد سے کچھ نہ دیا مگر آخر میں اتنا لکھا ہے کہ تاکتب نمبرا عرصہ سے للعہ ماہواری اپنی والدہ اور انکی دختر صاحب النساء کے اخراجات کے واسطے دیتا رہا ہے میری خواہش تمام اولاد ذکور واناث سے ہے کہ مثل میرے مبلغان مذکورہ اپنی جائداد کی آمدنی سے ذکور دوہرحصہ اناث اکہرا جملہ سے کے رقم والدہ وصاحب النساء کو تا اونکی حیات دیتے رہیں۔ ۹ دسمبر ؁ کو یہ وصیت نامہ تحریر ہوا اور ۱۳ دسمبر ؁ کو حاجی کفایت اللہ موصی نے وفات پائی رجسٹری اوس کی بعد موت موصی ۱۸ دسمبر کو معرفت حافظ عبدالحق پسر کلاں کے ہوئی بعد فوت موصی والدہ موصی اللہ جلائی اپنے حصہ شرعی سدس کی طالب ہوئی نجم النساء اور اوس کی اولاد بطنی نے باستناد وصیت نامہ حصہ دینے سے انکار کیا، ۲ مئی ؁ کو اللہ جلائی نے نجم النساء وجملہ اولاد یازدہ گانہ کو مدعا علیہ بنا کر نالش دائر کی اور عرضی دعوت میں نسبت وصیت نامہ لکھا دستاویز مظہرہ مدعا علیہم کا مدعیہ کو کوئی علم نہیں تاریخ مظہرہ مدعی علیہم کے قبل اور بعد حاجی کفایت اللہ میں قابلیت اظہار ارادہ اور تحریر اور سمجھنے مضمون کی نہ تھی نجم النساء نے اپنے بیان تحریری میں لکھا کہ حاجی کفایت اللہ بہت کم مایہ شخص تھے مدعا علیہا کے سرمایہ سے حاجی کفایت اللہ نے تجارتیں کرکے نفع کثیر حاصل کیا اور جائداد خریدکیں واقعی مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے مدعا علیہا نے حسب خواہش شوہر دبنظر رفع نزاع باہم ورثاء بلالحاظ ملکیت جائداد خود اور دین مہر یافتنی اپنا برضامندی جملہ ورثاء مدعا علیہا اور شوہر مدعا علیہا نے وصیت نامہ تحریر کیا جملہ ورثاء اور نیز کریم النساء نے وصیت نامہ تسلیم کرکے موافق حصص مندرجہ وصیت نامہ اپنا اپنا قبضہ جائداد پر کیا اور کاغذات مال میں اپنا نام درج کرالیا بیان مدعیہ کا بابت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ کے محض غلط ہے جبکہ مشورہ بابت تحریر وصیت نامہ کے ہوا تھا اسوقت بھی مدعیہ نے کہا میرے واسطے کچھ جائداد نہ چاہئے عسہ ماہوار مجھ کو کافی ہے اب مدعیہ کو استحقاق دعوی جائداد کا نہیں درحالیکہ تمام جائداد سرمایہ مدعا علیہا سے کفایت اللہ نے پیدا کی تو واقعی جملہ مالک جائداد مدعا علیہا ہے کفایت اللہ کا اسمیں کچھ حق نہیں اگر جائداد میں کوئی جز متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ٹھہرے تو بلا ادائے مبلغ ہزار دین مہر یافتنی ذکی حاجی کفایت اللہ شرعا وراثت جاری نہیں ہوسکتی ہنوز تنقیح نہ ہوئی تھی کہ جملہ تیرہ اشخاص فریقین بالغوں کی طرف سے اصالۃً اور نابالغوں کی جانب سے ولایۃً اقرار نامہ ثالثی ۱۳ اگست ؁ کو تحریر ہوا جس میں لکھا گیا کہ ہم مقران کے تنازع بابت تقسیم ترکہ حاجی کفایت اللہ صاحب کے ہے ہم سب کی خواہش ہے کہ ثالثان جائداد منقولہ وغیر منقولہ مفصلہ ذیل ترکہ حاجی کفایت اللہ کی تقسیم حسب احکام شرع شریف باہم مقران کردیں۔ زرداد نی مفصلہ ذیل جو ذمہ حاجی کفایت اللہ مرحوم واجب الادا

ہے اوس کو منجملہ متقران کے صرف حافظ عبدالحق ادا کریں گے۔

سید عبدالستار صراف کانپور جیون لال

سار بارعہ معہ

علاوہ اس کے اور کوئی دادنی نہیں۔ ثالثان جو فیصلہ جوازی یا ناجوازی وصیت نامہ مناسب سمجھیں کریں ثالثی میں نجم النساء کی درخواست بایں مضمون گذری کہ درواقع مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے اگر کوئی جزجائداد متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ہو تو بلا ادا صہ دین مہریافتنی مدعا علیہا وراثت جاری نہیں ہوسکتی بہ نسبت عذرات مذکورہ تنقیح قائم کی جائے۔ ثالثوں میں اس پر اختلاف ہوا ہر دو کی رائے میں یہ درخواست ناقابل سماعت ہوئی کہ مہر نجم النساء کی بحث امور مفوضہ سے نہیں ایک کی رائے اس کے خلاف ہے کہ اقرار نامہ میں تقسیم حسب احکام شرع شریف کی درخواست نہیں اور تقدیم مہر حکم شرع شریف ہے اب حضرات علماء کرام سے امور ذیل کا استفسار ہے۔

(۱) کیا وصیت نامہ مذکورہ کلاً یا جزءً قابل نفاذ ہے (۲) اگر وصیت نامہ باطل قرار پائے تو جائداد حسب بیان نجم النساء مملوکہ نجم النساء ٹھہرے گی حالانکہ اوس کے نام کوئی جزی جائداد نہ تھی یا تمام وکمال ترکہ حاجی کفایت اللہ ہوکر تقسیم ہوگی۔ (۳) کیا نسبت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ اللہ جلائی کا دعوی قابل سماعت ہے۔ (۴) جائداد جس کہ حالت تندرستی حاجی کفایت اللہ سے احسان الحق وفضل حق وکریمن کے نام تھیں وہ انھیں کی ٹھہرے گی یا حسب بیان وصیت نامہ اون کے نام فرضی قرار پاکر شامل تقسیم ہونگی۔ (۵) کیا حمید النساء کا مہر پاعہ ہونا اور یہ کہ وہ حیات حمید النساء میں ادا کردیا گیا حسب تصریح وصیت نامہ مانا جائے گا۔ (۶) کیا کریم النساء دختر کفایت اللہ قرار پائیگی یا حسب بیان نجم النساء وغیرہ ربیبہ۔ (۷) کیا نجم النساء کی درخواست مذکورہ قابل سماعت ہے ثالثی میں اوس کی نسبت کوئی تنقیح قائم کی جائے۔ (۸) کیا نابالغوں پر ولایت ذات ومال حسب بیان وصیت نامہ رہے گی یا کس طرح۔ (۹) کیا اللہ جلائی کا دعوی نسبت ششم حصہ شرعی صحیح ہے یا ماہوار کے سوا اوس کا استحقاق نہیں۔ (۱۰) زیور طلائی ونقرئی مندرجہ نمبر ۱۳ فہرست اقرار نامہ جسے لکھا ہے کہ بنگال بینک کانپور میں مورث نے امانت رکھا ہے۔ مگر بموجب مشہور حالت کے وہ زیور متروکہ حمید النساء ہے کس کا قرار پائے گا اور تقسیم مال میں شامل ہوگا یا بحق نابالغان اولاد حمید النساء محفوظ رہے گا۔ (۱۱) زر مجتمع شملہ بینک مذکور نمبر ۴۴ فہرست اقرار نامہ کی نسبت بینک مذکور کے بھیجے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۲ء کو فوت حاجی کفایت اللہ سے دو روز پہلے اوس میں سے بارہ ہزار پانسو بارہ روپے حافظ عبدالحق کی معرفت آئے۔ حافظ عبدالحق نے روبروئے ثالثان لانا اوس روپے کا مانا اور کہا میں

اپنے باپ کو لاکر دیدیا مگر اوس روپے کا ذکر نہ وصیت نامہ میں ہے نہ کوئی وارث اسے قبول کرتا ہے نہ موصی کا کسی کو دینا ظاہر ہوتا ہے اور نہ اوس وقت کی حالت موصی کی اس قدر زرِ کثیر صرف و تصرف کرنے کے معلوم ہوتی ہے یہ رقم کس حساب میں درج ہوگی۔ بینوا توجروا

کاغذات نقول وصیت نامہ و عرضی دعوی و بیان تحریری نجم النساء و اقرار نامہ و درخواست نجم النساء بغرض ملاحظہ حاضر ہیں۔

مسئلہ ۴۷ ۳؍ جمادی الآخرہ ۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ مذکورہ ترکہ حاجی کفایت اللہ میں چند جلسے ثالثان کے قائم ہوئے لیکن بجائے اس کے کوئی امر متنازعہ کا تصفیہ عمل میں آوے تنازعوں کی بحثوں نے روز بروز ترقی پکڑ لی جسکے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ پنچایت سے طے نہو گا اور عدالت کے جھگڑوں میں یہ سب جائداد برباد و تلف ہوجاوے گی اور فریقین تباہ ہوں خاصکر نابالغین بے زبان اور بے قصور باوجود بروئے ترکہ صاحب جائداد ہونے کے خرچہ معینہ ان کا نہیں ملتا خرچہ کی وجہ سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں نہ کوئی تعلیم کا ان کی انتظام ہے اگر اب بھی کوئی انتظام ان کی جائداد کے تحفظ کا نہ ہوا اور یہ جھگڑے طے نہ ہوئے تو یہ مظلوم خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ ان وجوہات پر غور کر کے بعض فریق مقدمہ نے سبقت کی۔ اس امر میں کہ فیما بین کہ مصالحت سے بعض سے چھٹا کر یا بعض کو دلاکر امور متنازعہ کا قلع قمع کر کے آئندہ جھگڑوں کا باب مسدود کرنے کا قصد کیا۔ چونکہ بالغین مختار میں اپنے اپنے حقوق چھوڑنے کے اور کمی و بیشی یعنی دینے کی چونکہ ایسی صورت میں کمی بیشی آنے سے جسکی بعض حصص میں واقع ہوتی رہی اس کا اثر نابالغوں پر ہی پڑتا رہا جس کا اثر ہر شریک مقدمہ کے حق میں موجب وبال ہے۔ اور عند اللہ ماخوذی ہے لیکن انجام کار کی مصلحتوں پر غور کرنے سے ظاہر حال دلالت کرتا ہے کہ اگر مجوزین بلالحاظ اپنے منافع ذاتی اور اغراض نفسانی کے محض بغرض دفع فساد و دفع نزاع باہمی مسلمانوں کے اور نیز بے جا ضائع ہونے مسلمانوں کے مال کے بالخصوص تحفظ جائداد نابالغان کے تصفیہ باہمی میں کوشش کریں اور آئندہ جھگڑے پیدا ہونے والوں کو بچانے کے غرض سے جو جو نقصان بظاہر حال نابالغوں کے حصہ جائداد میں واقع ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔ (۱) یہ کہ جائداد پیلی بھیت کے دکانات و مکانات جو از روئے قیمت کے باعتبار زمانہ زیادہ اور آمدنی کم ہے لیکن مدعیہ کو اپنی سکونت پیلی بھیت کی وجہ سے نافع ہے اور اس کی خواہش کے موافق دی گئی۔ (۲) مہر مسماۃ نجم النساء زوجہ مورث کا باوجود اقرار نامہ اور وصیت نامہ میں درج نہ ہونے کے دلایا گیا۔ (۳) خرچہ نالشات ہر دو فریق کا از روئے بیان حلفی ہر فریق کہ جس قدر بیان کریں جملہ جائداد سے

اول منہا ہو مابقی جائداد ازروئے حصص شرعی تقسیم کی جائیگی اور تقرر قیمت اور حصص اوس قاعدہ سے قرار پایا ہے جیساکہ اس سے کچھ زمانہ قبل سب شرکاء کے آپس کی رضامندی سے ایک فہرست تیار کی تھی اور اس وقت بسبب نہ طے پانے بعض نزاع کے ملتوی ہوگیا تھا نفاذ اس کا (۴) جو جائداد از قسم دھات دوکان ومکان بنام محض ورثاء مسمیان احسان الحق وکریم النساء بالغان وفضل حق نابالغ مورث نے اپنی حالت صحت میں نامزد کردیا تھا اور اون کی تحریرات بھی باضابطہ اون کے ناموں سے ہوچکی تھی مگر وصیت نامہ اور نیز اقرارنامہ ثالثی میں اون کے مالکوں نے اور فضل حق نابالغ کی طرف سے بولایت شیخ عبدالعزیز کے جنکی ولایت بعض ورثاء کی جانب سے قرار دی گئی ہے بشمول جملہ جائداد کی جملہ ورثاء پر تقسیم کردینا قبول ومنظور کیا ہے۔ (۵) زرمجتمع شملہ بینک جو نمبری ۴۴ اقرارنامہ کے تحت میں بلا تعداد لکھے بھی اور حساب بینک مذکور کے آنے سے تعدادی بارہ ہزار پانسو بارہ روپیہ حافظ عبدالحق کا لانا دوروز قبل وفات مورث کے معلوم ہوا لیکن حافظ عبدالحق اوس مجرادینے سے انکار کرتے ہیں اس بناپر کہ بوقت دستخط کرنے اقرارنامہ ثالثی کے اوس میں سے بعض وارث احسان الحق وغیرہ کو کوئی جز دلانے کے بعد مابقی کا مطالبہ نہ کرنا بعض ورثاء نے بوعدہ زبانی یاکسی خاص تحریری رقعہ کے ذریعہ سے قبول ومنظور کرلیا ہے آیا اس رقعہ کا بارحق نابالغان بھی پڑے بخیال مصلحت مرقومہ بالا کے تو کیا حکم رکھتا ہے (۶) بجملہ ۳۱ اقرارنامہ کے زیور طلائی ونقرئی بنگال بینک میں امانت رکھنا لکھا ہے اور بموجب بیانات مشہورہ کے نابالغان کی والدہ متوفی حمیدن کا زیور واسطے نابالغوں کے بینک میں رکھا یا تھا اوس کی تقسیم بھی بشمول جملہ ترکہ ہوگی یا بحق نابالغان امانت رہے گا۔ (۷) علاوہ مدات مرقومہ صدر کے اور کسی قسم کا بھی نزاع کا تصفیہ بغرض دفع نزاع کیا جائے جس میں نابالغان کا کسی قسم کا نقصان متصور ہو اور نیز ہر شش دفعات مذکورہ بالا کے بموجب کرنا بغرض دفع نزاع اور تحفظ اموال کے قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہوگا یا موافق اور نیز اس میں سعی کرنے والے ماجور رہوں گے یا گنہگار بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب۔ نابالغوں خصوصًا یتیموں کا مال آگ ہے اونھیں نقصان دینے والا سخت کبیرہ شدید کا مرتکب ہے اون کا مال یا اون کے مال میں سے ایک ذرہ دیدہ ودانستہ خود غصب کرلینے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دیدینے یا دلادینے والا یا اون کی اونی حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحٰنہ وتعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ۝ بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتے دوزخ

میں غرق ہوں گے۔ کاغذات مقدمہ ملاحظہ ہوئے امور ذیل معلوم ہیں اوّلاً جو جائدادیں احسان الحق وکریم النساء کے نام صحت مورث میں ہو چکی تھیں وہ اب ضروراون کی نہ رہیں بلکہ ترکہ حاجی کفایت اللہ ہیں کہ وصیت نامہ میں اون کا نام فرضی ہونا لکھا اور اونھوں نے تسلیم کیا اور اقرار نامہ میں صراحۃً اون کا ترکہ حاجی کفایت اللہ ہونا مان لیا۔ فضل حق اگر بالغ ہوتا اور اسی طرح قبول کرتا اوس کا بھی یہی حال ہوتا مگر وہ نابالغ ہے اور کوئی ولی کوئی وصی کوئی حاکم نابالغ کے مال میں اوس کا نام فرضی ہونا مان لینے کا اختیار نہیں رکھتا وصیت نامہ میں حاجی کفایت اللہ کا لکھوانا اصلاً قابل التفات نہیں کیا کوئی شخص کوئی جائداد ہبہ یا بیع کر کے مدعی ہو کہ یہ انتقال فرضی تھا تو صرف اس کے کہنے سے مان لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ اور یہ شبہہ کہ روپیہ حاجی کفایت اللہ کا تھا اوس نے خرید کر اپنے پسر نابالغ کے نام جائداد کی جبتک چاہا دی اب نہیں دیتا محض مہمل و بے معنی ہے اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا کہ روپیہ درحقیقت حاجی متوفی کا تھا نابالغ کو اسکی ماں یا اور کسی سے پہنچا تھا تو اس سے جائداد مذکور بھی متوفی کا ہونا کیونکر لازم آیا فتاوی خیریہ میں ہے لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المبیع للاب باب اول ص۲۰۱ باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے نام خریدے وہ اسکے لئے ہبہ ہوتی ہے اور باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہو جاتی ہے۔ ردالمحتار جلد ۴ ص۴۷۷ الاب اشتری لھا فی صغرھا او بعد ما کبرت وسلم الیھا و ذلک فی صحۃ فلا سبیل للورثۃ علیہ ویکون للبنت خاصۃ اھ منح عقود الدریہ ج ۲ ص۲۹۳ و ص۲۸۱ ذکر فی الذخیرۃ والتجنیس امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لا تملک الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ والام تملک ذلک ویقع قبضا عنہ احکام الصغار من البیوع تو موضع ومکان جو متوفی نے فضل حق نابالغ کے نام خریدا اگرچہ روپیہ متوفی ہی کا تھا فضل حق کی ملک ہو گیا اب اس کا نام فرضی بتانا اس ہبہ سے رجوع کرنا ہے اور اولاد کو ہبہ کر کے رجوع باطل محض و ناممسموع۔ درمختار ج ۴ ص۱۹۱ لو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع ص۲۹۳ لو کان ذا رحم محرم من الواھب فلا رجوع اتفاقا پس فرض ہے کہ جو موضع ومکان فضل حق کے نام تھے وہ خاص اس کے سمجھے جائیں اور اس تقسیم سے جدا رہیں اور وہ باقی تمام متروکہ کفایت اللہ میں برابر کا حصہ دیا جائے۔ ثانیاً۔ نجم النساء اقرار نامہ میں صراحۃً مان چکی ہے کہ اون تین رقوم مصرحہ اقرار نامہ کے سوا اور کوئی دادنی ذمہ حاجی کفایت اللہ نہیں تو اوس کا دعوی مہر ساقط ہو گیا بالغین اختیار رکھتے ہیں کہ باوصف سقوط دعوی بھی بار اپنے سر لیں مگر کسی نابالغ پر اس کا بار ڈالنا اپنے سر عذاب الٰہی کا وبال لینا ہے

ثالثاً۔ اس سوال میں سائل نے مہر حمیدالنساء والدۂ نابالغان کا ذکر نہ کیا سوال اول میں

تھا اور بلاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر ہوا کہ حاجی کفایت اللہ نے اوس کا مہر باعث کا ظاہر کیا اور یہ کہ وہ انکی حیات میں ادا کر دیا گیا۔ مگر کبھی مدیون کا قول خفت مقدار دین یا اوس کے ادا کر دینے کے بارے میں مقبول نہیں ہو سکتا اگر گواہان عادل شرعی سے حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا ثابت ہے فبہا ورنہ لازم کہ مہر مثل تک حمید النساء کا مہر قائم اور اوس میں سے چہارم حصۂ شوہر اور ایک حصۂ کریم النساء بالغہ (جبکہ وصیت نامہ کو تسلیم کر چکی ہو) ساقط کر کے باقی اولاد نابالغان حمید النساء کے حصے ان نابالغوں کو دلائے جائیں۔

رابعاً۔ زر شملہ بنک کی نسبت اگر گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ یہ روپیہ بنک سے لانے کیلئے حاجی کفایت اللہ نے حافظ عبدالحق کو مامور کیا تھا جب تو حافظ عبدالحق کا بیان کہ میں نے اپنے والد کو لاکر دیدیا حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائیگا کہ اب وہ وکیل ہوا اور وکیل امین ہے اور امین کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اوس میں سے بھی حصۂ نابالغان ہرگز نہیں چھوٹ سکتا بعد اس تحریر کے دوسرے جلسے میں حافظ عبدالحق نے اقرار کیا کہ وہ روپیہ شملہ بنک سے لایا اپنے نام سے بنک میں جمع کر دیا تو وہ اوس روپے کا متغلب ہوا بقیہ ورثہ کا حصہ ان کے ذمے عائد ہے بالغوں کو چھوڑ دینے کا اختیار ہے۔ یتیموں کا حق کوئی نہیں چھوڑ سکتا اوس کا بیان کہ ساڑھے تین ہزار والد نے اوس کا قرضہ ادا کرنے کو اوسے دیئے ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بالفرض اگر گواہان شرعی سے ثابت بھی ہو جائے کہ حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض مذکور میں اتنے ہزار حافظ عبدالحق کو دیئے کہ اپنا قرضہ ادا کر لو جب بھی نابالغوں کا حصہ اور نیز اون بالغوں کا جو اوس دینے کو جائز نہ رکھیں دینا آئے گا کہ ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں ہو سکتی وارث موصی لہ جو کچھ قبل موت موصی تصرف میں لا چکتا ہے بعد موت موصی جو ورثہ اجازت نہ دیں اون کا حصہ واپس دینا پڑتا ہے۔ درمختار ص۶۶۷ جلد پنجم اعتاقہ ومحاباتہ وھبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ۔ ایضاً ص۶۴۴ لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاوصیۃ لوارث الاان یجیزھا الورثۃ۔ عالمگیری جلد چہارم ص۱۴۱ مریض وھب غلاما فقبضہ واعتقہ ثم مات المریض فالعتق نافذ وتضمن القیمۃ کذا فی خزانۃ المفتین درمختار جلد۴ ص۶۱۲ امر فی مرض موتہ لوارثہ یؤمر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ۔ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد الموت کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی فاتحہ درود خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اوس صرف کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے ورثہ پر نہ آئیں گے۔

خصوصًا یتیم بچے کہ اون کے حصے مطلقا محفوظ ہیں نہ اون کی طرف سے کوئی اجازت دیسکتا ہے۔ طحطاوی حاشیہ در مختار جلد چہارم التجھیز لاید خل فیہ السبع والعدیۃ والجمع والموائد لان ذلك لیس من الامور اللازمۃ فالفاعل کذلك ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا لوکان اجنبیا تو صرف بقیہ چھ ہزار سے حصہ نابالغان دینا کافی نہیں بلکہ کفن دفن بقدر سنت میں جو دس بیس روپے صرف ہوں مجرا کر کے باقی پورے بارہ ہزار پانسو بارہ میں کامل حصص نابالغان دیا جانا لازم ہے شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ جانے اور حافظ عبدالحق۔ وعدہ کرنے اور خط لکھنے والے جانیں اور حافظ عبدالحق یتیموں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں پڑسکتا۔

احسان الحق کو اگر ہزار پہنچے ہیں وہ اس کے حصے میں مجرا ہوں گے۔ شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ ترکہ پر نہیں۔

خامسًا۔ زیور امانت بنگال بنک کا معاملہ شہادت عادلہ پر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ ملک حمید النسار تھا تو اوس میں نابالغوں کے حصے بحق نابالغان محفوظ رکھے جائیں گے اور اگر ملک حاجی کفایت اللہ ثابت ہو تو سب ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

سادسًا۔ خرچہ نالشات بقدر ضروری ومعمولی جو کچھ نابالغوں کی طرف سے اون کے کسی وصی وولی شرعی نے بلا اسراف اوٹھایا ہے وہ ضرور نابالغوں پر پڑیگا اوس سے زائد ایک پیسہ اون پر ڈالنا حرام ہے بالغین مختار ہیں کہ آپس میں اپنے حقوق کا جس طرح چاہیں فیصلہ کرلیں۔

سابعًا۔ تشخیص قیمت جائداد وتعیین حصص وغیرہ کسی امر میں کوئی نقصان نابالغوں کی طرف رکھنا محض حرام قطعی ہے اور اللہ واحد قہار اون کی طرف سے حساب لینے والا ہے اصل احکام شرعیہ یہ ہیں بایں ہمہ اگر ولی نابالغان اور اون کے حقیقی خیر خواہ اہل ایمان یقینی قطعی طور پر بلاشک وشبہہ وبلا مکر وحیلہ جانیں کہ یہ تصفیہ ہی نابالغوں کے حق میں خیر ہے اور اس میں جو نقصان اون بیکس مظلوموں کو پہنچتا ہے وہ اوس نقصان عظیم سے ہلکا ہے جو بحال عدم تصفیہ یقینًا اونھیں پہنچنے والا ہے تو شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو اون میں سے ہلکی کو اختیار کرے ایسی صورت محض مجبوری وضرورت میں جو نابالغوں کی اصلاح چاہے گا اور روہ ایسا ہوگا جیسا آکلہ پیدا ہونے پر ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا کہ یہ معاملہ بالغ ونابالغ سب کے ساتھ روا ہے کہ فساد عظیم کا فساد قلیل سے دفع ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون اصلاح چاہتا ہے۔ ادب الاوصیا جلد ۲ صفحہ ۳۰ ذکر فی الخانیۃ والخلاصۃ والعمادیۃ والحافظیۃ انہ لایجوز ان یصالح الوصی باقل من الحق ان کان الخصم مقرا بہ ومقضیا

علیہ او للموصی بینة عادلة علیہ والاجارة لانہ فی الاول متلف لبعض الحق فلا یجوز وفی الثانی محصل للبعض بقدر الامکان وفیہ من النظر ما لا یخفی فیجوز۔ اوسی میں ہے ص۳۰۹ فیہ تحصیل بعض الحق للیتیم فی حال توی کلہ فلا شك فی خیریتہ۔ اوسی میں ہے ص۳۶۷ ذکر فی النوازل والخانیة سلطان نزل دار الوصی فقیل لہ ان لم تعط السلطان شیئا استولی علی الدار والعقار فاعطی لہ شیئا من العقار قال ابو القاسم یجوز مصانعتہ۔ احکام الصغار جلد اول ص۲۷۳ ھو قول ابن سلمة وھو استحسان وعن الفقیہ ابی اللیث عن ابی یوسف رحمہ اللہ انہ کان یجیز للاوصیاء المصانعة فی اموال الیتامی واختیار ابن سلمة موافق لقول ابی یوسف وبہ یفتی والیہ اشار فی کتاب اللہ تعالی اما السفینة فکانت لمسٰکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبھا اجاز العیب فی مال الیتیم مخافة اخذ المتغلب ذکرہ قاضی خان فی وصایا فتاویہ وفیھا ایضا وصی انفق علی باب القاضی من مال الیتیم فاعطی علی وجہ الاجارة لا یضمن قال محمد بن الفضل رحمہ اللہ لا یضمن مقدار اجر المثل والغبن الیسیر وما اعطی علی الرشوة کان ضامنا وفیھا رجل مات واوصی الی امرأتہ وترك ورثة صغارا فنزل سلطان جائر دارھم فقیل لھا ان لم تعطیہ شیئا استولی علی الدار والعقار فاعطتہ شیئا من العقار قال یجوز مصانعتھا۔ یہ اوسی حالت میں ہے جبکہ نہ ماننے میں اس سے عظیم تر نقصان پہونچنے کا یقین ہو فقط موہوم ضرر کے لئے موجود ضرر مان لینا حلال نہیں۔ پھر بھی فرض قطعی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عرق ریزی کی جائے کہ یہ ظلم اون بے کسوں پر سے دفع ہو یا جتنا کم ہوسکے کم ہو۔ پھر بھی یہ جواز صرف ادھر سے رہے گا وہ ظالمین جو اس طرح دباکر یتیموں کا حق لیں گے اون کے لئے وہ خالص آتش جہنم ہے وہ سخت عذاب الٰہی کے لئے مستعد ہو رہیں۔ والعیاذ باللہ تعالی واللہ سبحٰنہ وتعالی اعلم

جواب سوال ہشتم۔ کریم النساء کا جبکہ کسی اور شخص کی دختر ہونا معروف ومشہور دثابت نہیں اور وہ اپنے آپ کو دختر حاجی کفایت اللہ کہتی ہے اور اس کی عمر اسکی قابلیت رکھتی ہے تو ایسی حالت میں قطع نظر تمام تحریرات وخطوط کفایت اللہ کے صرف یہ وصیت نامہ جسے یہ لوگ جو کریم النساء کے نسب پر معترض ہیں تسلیم کر رہے ہیں دلیل کافی وحجت وافی تھا جس کے بعد معترضین کا اعتراض ہرگز مسموع نہ ہوتا اور وہ ضرور دختر حاجی کفایت اللہ قرار پاتی کہ وصیت نامہ میں جابجا اولاد اپنی اولاد ہماری اولاد لکھکر اونھیں کے نام کی فہرست میں کریم النساء کو بھی مثل دیگر دختران داخل کیا اور سب کو حصۂ شرعی بلاکم د بیش پہونچنا لکھا۔ درمختار جلد ۴ ص۱۴۷ وان اقر بغلام مجھول النسب فی مولدہ فی بلد ھو فیھا وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کمام

حینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارك الغلام الورثۃ۔ نہ کہ خود سب معترضین وغیر معترضین اقرار نامہ میں بالاتفاق اوسے بنت حاجی کفایت لکھ چکے تو اب اس کے دختر کفایت اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، وہ مثل دیگر دختران نہ بذریعہ وصیت بلکہ بوجہ وراثت حصہ پائے گی۔

جواب سوال نہم ۔ وصیت نامہ جہاں تک نابالغوں یا اون وارثوں کے حقوق پر جو اوسے جائز نہیں رکھتے اثر رساں ہے مردود و باطل ہے جو بالغ وارث اسے مان رہے ہیں صرف ان کے باہمی حقوق پر اس کا اثر مقبول ہوسکتا ہے۔ درمختار جلد ۴ صـ۶۴۴ لم تجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ وصیت نامہ میں ماں کو حصہ مادری اصلا نہ دلایا اور وہ اس پر راضی نہیں نابالغ کا موضع ومکان اسم فرضی ٹھہرا کر تقسیم میں شامل کرلیا اور یوں اسی کے مال سے اوس کا حصہ پورا کیا اور یہ محض ظلم ہے نابالغوں کے مال کا مہر ایک خفیف مقدار بتاکر وہ بھی ادا ہوجانا لکھا یہ ہرگز بے بینہ عادلہ مقبول نہیں لہٰذا التقسیم وصیت نامہ واجب الرد ہے بلکہ فضل حق کا موضع ومکان خالصًا اوسی کو دے۔ حمید النساء کا مہر ادا ہوجانا گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ ہو تو مہر مثل تک ادا کرے پھر جو کچھ متروکہ حاجی کفایت اللہ منقول وغیر منقول ہے سب سے اوس کے ماں کو چھٹا اور نجم النساء کو آٹھواں دیگر باقی سب بیٹوں اور مع کریم النساء سب دختروں پر للذکر مثل حظ الانثیین از سر نو تقسیم کریں نابالغوں کے حصے بلاتقسیم یکجا رہیں بالغوں کے حصے کا انھیں اختیار ہے جس طرح چاہیں باہم تصفیہ کرلیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷ ۔ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب قاضی عبدالوحید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں جو چیز ہبہ کی جائے اُس پر احکام ہبہ کے ہوں گے یا وصیت کے۔

الجواب ۔ ہبہ اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہے تمام شرائط ہبہ درکار ہوں گی قبضہ تمام نہ ہوگا مشاع ناجائز ہوگا واہب اگر قبل قبضۂ کاملہ موہوب لہ انتقال کرجائے ہبہ باطل ہوجائے گا غرض وہ بہمہ وجوہ ہبہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقًا اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد ادائے دیون سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ التصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اسکی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئے ہبہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرادے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ ہبہ یکسر باطل ہوجائے گا اور بعض مانیں بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے لائق باطل قرار پائے گا تنویر الابصار

درمختار میں ہے ہبتہ و وقفہ وضمانہ کوصیۃ فیعتبر من الثلث ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے قولہ وھبتہ ای اذا اتصل بھا القبض قبل موتہ اما اذا مات ولم یقبض فتبطل الوصیۃ لان ھبۃ المریض ھبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کما صرح بہ قاضیخان وغیرہ اھ طحطاوی عن المکی قولہ حکمہ کحکم وصیۃ ای من حیث الاعتبار من الثلث لاحقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ ایجاب بعد الموت وھذہ التصرفات منجزۃ فی الحال زیلعی درالمختار میں ہے لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ وھم کبار عقلاء فلم یجز اجازۃ صغیر ومجنون ولو اجاز البعض وردالبعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ۔ تنویرالابصار و درالمختار میں ہے انما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت فبطل قبولہا وردھا قبلہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر واہب مرض الموت میں اپنی جز یا کل املاک کوکسی ایک وارث کی بلارضامندی دیگر ورثا کے ہبہ کردے تو یہ صحیح ہوگا یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ ہبہ حقیقۃ ہبہ اور حکما وصیت ہے اگر واہب نے اپنی حیات میں موہوب لہ کو قابض نہ کردیا یا شئی قابل تقسیم مشاع ومشترک تھی اور بلا تقسیم قبضہ کرادیا اور مرگیا جب تو ہبہ محض باطل ہوگیا کہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہیں ہوسکتا۔ درمختار موانع الرجوع میں ہے المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل۔ اور اگر حیات واہب میں باذن واہب قبضہ کاملہ یا شئے غیر قابل تقسیم پرمشاعا قبضہ ہولیا تو اب اس ہبہ کا نفاذ موت واہب کے بعد اجازت صحیحہ باقی ورثہ پرموقوف ہے صحت اجازت کے لئے اجازت دہندہ کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے اگر باقی وارث سب عاقل بالغ ہیں اور سب نے بعد موت مورث اس ہبہ کو جائز رکھا تمام وکمال نافذ ہوجائے گا اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے نہ مانا یا بعض اجازت دہندہ نابالغ یا مجنون تھے تو صرف اوسی عاقل بالغ مجیز کے حصے کے قدر نفاذ پائیگا باقی نافذ نہ ہوگا اور یہ شیوع کہ بعض ورثہ کی عدم اجازت سے پیدا ہوا باقی میں نفاذ ہبہ کو منع نہ کریگا کہ شیوع وہ مبطل ہبہ ہے جو ابتدا سے ہو نہ شیوع طاری کہ بعد کو لاحق ہو فتاوی عالمگیری میں ہے قال، ای محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ، فی الاصل ولا تجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت فجازت من الثلث واذا مات الواھب قبل التسلیم بطلت یجب ان یعلم بان ھبۃ المریض ھبۃ عقدا ولیست بوصیۃ واعتبارھا من الثلث ما کان لانہا وصیۃ ولکن لان حق الورثۃ یتعلق بمال المریض وقد یتبرع بالھبۃ فیلزم تبرعہ بقدر ما

جعل الشرع لہ وھو الثلث واذاکان ھذا التصرف ھبۃ عقد اشرط لہ سائر شرائط الھبۃ ومن جملۃ شرائطھا قبض الموھوب لہ قبل موت الواھب کذا فی المحیط اوسی میں ہے لاتجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان یجیزھا الورثۃ ولا یعتبر اجازتھم فی حیات الموصی حتی کان لھم الرجوع بعد ذلک کذا فی فتاوی قاضی خان ولا یمنع الشیوع صحۃ الاجازۃ ولو اجاز البعض ورد البعض یجوز علی المجیز بقدر حصتہ وبطل فی حق غیرہ کذا فی الکافی والاجازۃ انما یجوز اذا اجازہ وھو عاقل بالغ صحیح کذا فی خزانۃ المفتیین اھ مختصرا۔ درمختار میں ہے المانع عن تمام القبض شیوع مقارن للعقد لاطارئ ردالمحتار میں ہے قولہ لاطارئ اقول منہ) لووھب دارا فی مرضہ ولیس لہ سواھا ثم مات ولم یجز الورثۃ الھبۃ بقیت الھبۃ فی ثلثھا وتبطل فی الثلثین کما صرح بہ فی الخانیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی مدت مقرر ہے کہ قبل اوس کے مرض الموت نہ کہا جاسکے۔

الجواب ۔ شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں (۱) اوس مرض میں خوف ہلاک واندیشۂ موت قوت وغلبہ کے ساتھ ہو اگر اصلاً خوف موت نہیں یا ہے تو ضعیف ومغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہوجائے۔

(۲) اس غلبۂ خوف کی حالت میں اوس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اوس مرض سے نہ مرے موت کا سبب کوئی اور ہوجائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہوا اور ابھی اوسے انحطاط کافی نہ ہوا تھا خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مرگیا یا کسی نے قتل کردیا تو اوس مرض میں جو تصرفات کئے وہ مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اوس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انحطاط کافی ہوگیا تھا کہ غلبۂ خوف ہلاک جاتا رہا۔ اور اب اتفاقاً اوسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مرگیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حال اشتداد ہی میں کئے ہوں کہ انحطاط مرض وزوال خوف نے اوسے مرض الموت نہ رکھا یونہیں اگر بحال انحطاط وعدم خوف تصرفات کئے اور اون کے بعد پھر اشتداد ہوکر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبۂ خوف نہ تھے اگرچہ اون سے قبل وبعد غلبہ تھا۔ ردالمحتار میں ہے فی نورالعین قال ابواللیث کونہ صاحب فراش لیس بشرط لکونہ

مریضا مرض الموت بل العبرة للغلبة والغالب من هذا المرض الموت فهو مرض الموت وان کان یخرج من البیت وبه کان یفتی الصدر الشهید ثم نقل عن صاحب المحیط انه ذکر محمد رضی الله تعالی عنه فی الاصل مسائل تدل علی ان الشرط خوف الهلاك غالبا لاکونه صاحب فراش اھ تبیین الحقائق میں ہے ان صار صاحب فراش بعد التطاول فهو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته من الثلث اھ۔ ردالمحتار میں ہے حاصله انه ان صار قدیما بان تطاول سنة ولم یحصل فیه ازدیاد فهو صحیح اما لومات حالة الازدیاد الواقع قبل التطاول اوبعده فهو مریض۔ درمختار میں ہے مات فیه بذلك السبب اوبغیره کان یقتل المریض اویموت لجهته اخری۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کہنہ محلہ سہوانی ٹولہ ۱۰ صفر ۱۳۲۳ھ از مکان سید فرزند علی مرحوم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ مسمی زید نے بعد فوت ہونے کے ایک منکوحہ اور دو لڑکے اور دو دختر چھوڑے مسمی بکر پسر زید نے بعد فوت ہونے زید کے کل اخراجات خانگی اور پرورش نابالغان کا اپنے ذمہ لیا حتی کہ بکر نے بذریعہ معاش نوکری کی پرورش حتی الوسعت کی بعدہ اس کے ایک لڑکی جو حد سن بلوغ تک پہونچی اس کا نکاح بقانون شرع متین کے کر دیا اور مسمی بکر بوجہ نکاح کرنے دختر زید کے مقروض ہوگیا تاہنوز قرضہ ادا نہیں ہوا اب ایک لڑکا زید کا جو نابالغ تھا سن بلوغ پہونچکر آمادہ اس بات پر ہے کہ جو چیز زید کی ہے اس کا مالک میں ہوں اور بکر سے کہا کہ تو نے اپنا حصہ فروخت کرکے اس پر صرف نہیں کیا اب تیرا کچھ نہ رہا زید نے فوت ہونے بعد اپنی ملکیت میں ایک منزل حویلی پختہ اور تین درخت املی اور ایک درخت جامن کا اور ایک نیب کا اور املی برد[1] نے علاوہ حویلی پختہ کے اور ایک قطعہ باغ تخمینا دو بیگہ کا چھوڑا مسمی بکر پسر زید چند مدت بیکار رہا اور دو درخت املی اور ایک درخت جامن برائے خورد و نوش نابالغان کے فروخت کرکے خوب سرف[2] کی اور قطعہ باغ کو فروخت کرکے نکاح دختر زید فوت شدہ کے صرف کیا اب ایک درخت املی اور ایک درخت نیب کا اور املی برد[3] ونے اور ایک منزل حویلی پختہ کل املی بردنے اور حویلی کے تخمینا دو بیگہ ہوا اب شے موجودہ میں زید کا بموجب حصص رسد شرعی کے کس طرح حصہ ہونا چاہئے۔ تعداد اولاد زید۔ چار اولاد۔ دو لڑکے۔ دو دختر بیوہ منکوحہ ایک۔ ایک دختر نکاح شدہ شامل ہے فقط۔

---

[1] کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ [2] کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ [3] کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

الجواب ۔ بیان سائل سے واضح ہوا کہ دو درخت املی کا اور ایک جامن کا بیچکر دونوں بھائیوں اور نابالغہ بہن اور ماں کے خورد ونوش میں صرف ہوئے خواہر کتخدا اس صرف سے علیحدہ تھی اور باغ بیچکر صرف اوس خواہر کتخدا کی شادی میں صرف ہوا اور اس سے بھی کام نہ چل سکتا کہ وہ صرف اسی روپیہ کو بکا اوس میں اوس کا جہاز اور معمولی ضروری مصارف نہ ہوسکتے تھے اس کیلئے بکر نے قرض لیا اور قرض میں اس سے مجرا لینے کی نیت نہیں اور نکاح میں ضرورت خرچ سے زیادہ نہ اوٹھایا اور زید نے اپنے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی زوجہ ان بچوں کی ماں سے کہا تم فکر نہ کرو بکر ایسا نہیں کہ تمہیں تکلیف پہونچنے دے ایسے میں چھوڑے جاتا ہوں یہ تم کو کسی وقت دغا نہ دیگا اگر یہ یہاں ثابت ہو جب تو ظاہر ہے کہ زید نے اپنے بڑے بیٹے بکر کو اپنی اولاد و جائداد پر وصی کردیا اور اون سے اون تمام تصرفات کا جو وصی کے لئے ثابت ہوتے ہیں اختیار ملا اور اگر یہ ثابت نہ بھی ہو جب بھی ہمارے بلاد میں ایسی صورت میں بڑا بیٹا لائق ہونہار حکماً وصی ہوتا ہے۔ ھذا ھو الثابت دلالۃً والثابت دلالۃً کالثابت لفظا وقد حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاونا بمالامزید علیہ فتاوی امام قاضی خاں میں ہے لوان رجلا من اھل السکۃ تصرف فی مال المیت من البیع والشراء ولم یکن لہ وارث ولاوصی الا ان ھذا الرجل یعلم انہ لورفع الامر الی القاضی ینصبہ وصیا فاخذ ھذا الرجل المال ولم یرفع الامر الی القاضی وافسدہ حکی عن ابی نصر الدبوسی رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان یجوز تصرف ھذا الرجل فتاوی کبری وفتاوی عالمگیریہ میں ہے افتی القاضی ابوموسی بان تصرفہ جائز للضرورۃ قال قاضی خاں وھذا استحسان وبہ یفتی ۔ پس بعیں کہ بکر نے کیں جائز ہوئیں درختوں کا روپیہ جن جن کے صرف میں آیا اونہیں پر پڑے گا کتخدا لڑکی اس سے جدا رہے گی اور باغ کا روپیہ تنہا اوسے لڑکی پر پڑے گا اگر یہ اوس کے تمام حصے کے برابر تھا تو اوس نے اپنا تمام پورا حصہ پایا اور اگر کم تھا تو جتنا باقی اتنا پائے گی اور اگر زیادہ تھا تو جس قدر زائد گیا وہ بکر کے اپنے حصے پر پڑیگا یا ماں کی اجازت تھی تو وہ بھی اوس کے تاوان میں شریک ہوکر باقی ورثہ بری رہیں گے کل جائداد زید جس قدر اس نے وقت انتقال چھوڑی تھی بعد ادائے مہر و دیگر دیون وانفاذ وصایا اڑتالیس حصے ہوکر چھ[۶] سہم بیوہ زید کے ہوں اور چودہ چودہ[۱۴] ہر ہر پسر اور سات سات ہر دختر کے اور ان میں سے وہ اشیاء جو بک کر کتخدا کے صرف میں الگ اوسکے حصے مجرا ہوں اور جو اوروں کے صرف میں آئیں اون کے حصے سے

ے یعنی جہیز ۱۲ ازہری غفرلہٗ ے کذافی الاصل دہوکمرر کماتری ۱۲ ازہری غفرلہٗ

مجرا ہوں جو باقی رہیں اون میں جس جس کا جس قدر باقی رہا اوس حساب سے تقسیم ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

(۱) یہ کہ مسماۃ ہندہ لاولد فوت ہوئی اور شوہر و والد و والدہ وہمشیرہ اور چار بھائی حسب ذیل وارث چھوڑے۔

شوہر	والد	والدہ	ہمشیرہ	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی
خالد	زید	کبرٰی	صغرٰی	بکر	حامد	محمود	مسعود

(۲) یہ کہ ہندہ مرحومہ نے دو روز قبل از فوت اپنے حالت مرض الموت میں اپنے والد زید سے وصیت کی کہ میں نے کچھ روپیہ بہ نیت حج چھوڑا تھا مگر مجھکو موقع بسبب نہ دستیاب ہونے محرم ہمراہ سفر کے میسر نہیں ہوا اور دوسروں کے ذریعہ سے حج کرانے میں بسبب کمیابی امانت دار کے مجھکو اطمینان حاصل نہیں لہٰذا وہ روپیہ حامد اور محمود کے پاس جمع ہے اور جو کچھ زیور میرا میرے گھر میں ہے اس جملہ مالیت میں ہے حق وراثت میرے شوہر کا ادا کیا جاوے اسوجہ سے کہ اون کو حاجت رہتی ہے بعد اس کے جو کچھ زر مالیت باقی رہے اوس کو میرے والد زید اپنی رائے کے موافق تعمیر چاہ وغیرہ خیرات وصدقات میں صرف کر دیوے اس واسطے کہ مرحومہ کے گمان میں باقی ورثار کا حق لینا خیال میں نہ تھا اور یہ بھی وصیت کی کہ نو روزہ رمضان کے فوت شدہ کی میرے ذمہ قضا ہے اوس کا فدیہ بھی دیا جاوے اس کے بعد اوس کے والد زید نے سوال کیا کہ کچھ نمازوں کی بھی قضا تمہارے ذمہ ہے جواب دیا کہ میں نے ہمیشہ نماز ادا کی ہے لیکن مجھکو یاد نہیں شاید ابتدائے عمر میں کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں پس اس وصیت کے بعد مرحومہ نے قضا کی۔

(۳) یہ کہ بروز قضا قبل از دفن اوس کے والد زید نے چند دیگر اشخاص معززین کی موجودگی میں شوہر خالد وبعض ورثاء ذکور کو بلاکر اس وصیت کا اظہار کر کے یہ ظاہر کیا کہ میری رائے میں قبل صدقات نافلہ کے تحقیق کر کے اس کے ذمہ نمازوں کی فوت اگر کچھ ثابت ہو تو ہمراہ فدیہ صوم کے فدیہ نمازوں کا بھی ادا کیا جائے چنانچہ اسی بنا پر اوسکی سسرال کی بوڑھی مستورات سے دریافت کیا تو اونہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں غیر بلوغت کی حالت میں بیاہ کرائی تھی اور نمازیں ادا کرتی تھی مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسب رواج جیسا کہ نئی عروسوں کو حیادامنگیر ہوتی ہے ایسی حالت میں شاید کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اس بنا پر بعض حاضرین جلسہ نے تین ماہ اور بعض نے چھ ماہ کی قضا نمازوں کے فدیہ ادا کرنے کا تخمینہ کیا ازاں بعد وارثان موجودہ مرحومہ

بالا سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنا حق وراثت لیتے ہو اس کے جواب میں شوہر خالدہ نے بیساختہ کہا کہ مجھکو نہیں چاہئے ہے اوس کے ذمہ کے حقوق اور فدیہ وغیرہ ادا کرو اور اس کے صدقات میں صرف کرو اگر اس میں کسی قدر کمی دس پانچ روپیہ کی باقی رہے تو اور مجھ سے لیلو چونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی اوس کی تکفین کی عجلت تھی بایں وجوہ دوسرے وقت پر اس تعمیل کو ملتوی رکھا گیا قبل از دفن صرف نو روزے کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔

(۴) یہ کہ ایسی حالت میں کیا احتیاطی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر فدیہ احتیاطی نمازوں کا ادا کیا جاوے گا تو کس قدر زمانہ کی نمازوں کا ادا کیا جائیگا یا مالیت مرقوم الصدر نقدات میں زیورات شامل کرنے سے جو مقدار سفر حج کو کافی ہو سکتا ہے ادائے حج اس کے ذمہ فرض متصور ہوگا تو کیا قضائے حج دوسرے شخص کو بھیجکر واجب ہوگی اور کیا دیگر صدقات نافلہ پر مقدم متصور ہوگا یا بموجب وصیت متوفیہ کے صرف متروکہ کا دیگر صدقات نافلہ میں کرنا لازم ہوگا۔

(۵) یہ کہ زید مرحومہ کا والدان صورتوں مرقومہ بالا میں کس طرح اپنے ذمہ کے حقوق وصیت کو ادا کر کے گلو خلاصی حاصل کرے بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب صورت مستفسرہ میں ہندہ کے صرف تین وارث شرعی ہیں شوہر ماں باپ۔ باپ کے ہوتے بہن بھائیوں کا کوئی استحقاق نہیں ترکہ میں حق شوہر نصف ہے اس کے اخراج کے بعد جمیع نصف باقی کی نسبت اس کی وصیت ہے کہ حسب رائے پدر تعمیر چاہ وغیرہ خیرات میں صرف کیا جائے باپ اس وصیت کو نافذ کر چکا اور زبانی اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ ماں ہنوز ساکت ہے نہ اس نے انکار کیا نہ اجازت دی پس اگر ماں بھی اجازت دیدے تو نصف متروکہ شوہر کو دیں اور نصف حسب رائے پدر امور مذکورہ میں صرف ہو تعمیر چاہ جس کا اس نے خاص نام لیا کی جائے اور باقی صدقات وخیرات میں صرف کیا جائے ان صدقات میں پدر کو روا ہے کہ ہندہ کی نمازوں کے فدیہ کی نیت کرلے کہ یہ نیت نہ مانع صدقہ ہے نہ مخالف وصیت یہ اندازہ کہ اوس کے ذمہ کتنی نمازوں کا فدیہ ہوگا یہاں نہیں ہو سکتا اوس کے اعزہ ہی اس کا حال جانتے ہوں گے جب اوس پر کسی نماز کی قضا لازم رہتی معلوم نہیں اور وہ ہمیشہ سے پابند نماز تھی تو فدیہ نماز لازم نہیں اور شبہہ کے لئے احتیاط کرے تو بعد تعمیر چاہ جو کچھ دے سب میں فدیۂ نماز کی نیت سے کوئی مانع نہیں اگر واقع میں کوئی نماز قضا تھی امید ہے کہ اوس کا فدیہ ہو جائے ورنہ صدقہ بہر حال ہے مگر حج میں اسے صرف نہ کرے کہ وہ صراحۃً حج کرانے سے انکار کر چکی کہ مجھے کسی پر اطمینان نہیں اور لفظ خیرات ہمارے عرف میں حج بدل پر صادق نہیں اور اگر ماں بھی اجازت نہ دے تو کل ترکہ کے اٹھارہ[۱۸] حصے کر کے نو حصے شوہر کو دیئے جائیں اور ایک حصہ ماں کو باقی آٹھ[۸] حصے وصیت مذکورہ میں

صرف کر دیں و ذلک لان الوصیۃ وان کانت تقدم علی الارث لکنھا انما لاقت ھٰھنا النصف الباقی بعد اخراج نصیب الزوج ففی ھذا انتفذ بقدر ثلث کل المال لعدم الدین من دون حاجۃ الٰی اجازۃ الوالدین فاذا اخرج النصف والثلث بقی السدس فثلثہ للام وھو الجزء الواحد من ثمانیۃ عشر جزء او ثلثاہ فی الوصیۃ بحکم التنفیذ من الاب یہ نصف کہ شوہر کو پہنچا اس کی نسبت اگرچہ وہ کہہ چکا ہے کہ مجھکو نہیں چاہئے اوس کے ذمہ کے حقوق وفدیہ وصدقات میں صرف کر دو مگر ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی لانہ جبری کما فی الاشباہ وغیرہ اور اس نصف کی نسبت وصیت نہ تھی کہ اوس کا یہ قول وصیت کی اجازت قرار پائے اور اس کو اختیار نہ رہے لاجرم وہ مختار ہے اگر حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ہندہ کے لئے صرف کر دینا چاہئے تو یہ بھی کر سکتا ہے اور اس پر وہ پابندی نہیں جو وصیت ہندہ میں تھی اور اس قدر میں شک نہیں کہ اجازت دے کر اپنے قول سے پھر جانے میں اگرچہ حکما اوس پر جبر نہیں۔ لانہ متبرع ولا جبر علی متبرع مگر قول سے پھر جانا شرعا بھی مذموم ہے تو وہ اگر ثابت قدمی چاہے تو مناسب یہ ہے کہ اس نصف سے ہندہ کی جانب سے حج بدل کرا دے کہ یہ فرض اوس پر رہ گیا ہے حق صحبت اوسی کو چاہتا ہے کہ اس دین شدید سے اوس کی گلوخلاصی کرا دے اور اگر اس کا نصف حج کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور ماں نے ہنوز اجازت وصیت نہ دی اور دینا چاہتی ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہ بھی وصیت کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا حصہ کہ کل مال کا اٹھارواں ہے اوسی نصف شوہر میں شامل کر دے پھر بھی کچھ کمی رہے تو حسب وعدہ شوہر اپنے پاس سے دس پانچ اور ملا دے باقی باپ پورا کر دے غرض جس طرح ممکن ہو اوس کی طرف سے حج بدل میں سعی جمیل بجا لائیں کہ یہ اوس پر سے سختی کا ٹالنا ہوگا اور جو کسی مسلمان پر سے سختی دور کریگا اللہ تعالٰی روز قیامت اوس پر سے سختیاں دور فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ یوم القیمۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۷۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وارثان مذکور حاضرین جلسہ مرقومہ استفسار نمبر اول مندرجہ سوال سوم جو اپنا حق وراثت لینے سے انکار کر چکے ہیں اور اسکو ادائے فدیات وصدقات کرنے کی اجازت دے چکے ہیں اگر وہ اپنے قول سے رجوع کر کے اپنا حق وراثت لینے کی خواہش کریں تو ایسی شکل میں کیا وہ اپنا حق وراثت پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب۔ جواب سوال اوّل میں معلوم ہو لیا کہ بہن بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں اور باپ بنی اجازت سے نہیں پھر سکتا کہ وہ وصیت کی اجازت تھی اور وارث جب بعد موت مورث وصیت کو جائز کر دے اس سے پھر رجوع کرنے اور اپنا حق وراثت مانگنے کا اختیار نہیں رکھتا شوہر رجوع کر سکتا ہے کہ اوس کے حق کے متعلق وصیت نہ تھی وہ اجازت اوس کی اپنی خوشی سے تھی جس پر قائم رہے تو محبوب ومندوب ہے ورنہ جبر

نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۷۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے دنیائے ناپائیدار سے رحلت کی اور پندرہ اشرفی قیمتی دوسوپچیس روپے کی صندوقچی میں سے بعد مردن کے برآمد ہوئیں اور اس کے برادر حقیقی نے اپنے پاس رکھیں کہ متوفی کے سالے کی بی بی نے ظاہر کیا کہ متوفی نے اس روپیہ کے بارہ میں مجھ سے وصیت کی ہے کہ دفع مذکورہ میرے فوت کے بعد حسب تفصیل ذیل خرچ کر دینا کہ مبلغ دس روپیہ ہر نوچندی جمعرات کو دس جمعرات تک بقدر دس روپیہ کے فاتحہ میں میری صرف کر دینا بالقصہ مبلغ ایک سوپچیس کہ کسی مرد مسلمانوں کو دیکر واسطے حج بدل کے بھیجدینا یہ رقم برآمد شدہ مجھکو دیدو چنانچہ حوالے بی بی موصوفہ کے وہ روپیہ کر دیئے گئے اب سوائے بی بی موصوفہ کے وصیت کا گواہ کوئی مرد یا عورت نہیں ہے دوسری ایک بات قابل ظاہر کرنے کی اور ہے ایک وصیت نامہ جو کہ متوفی نے اپنی حیات میں مع ساڑھے سات روپیہ کے بنام اراکین برادری کے تحریر کیا ہے اوس میں بھی کچھ ذکر بی بی صاحبہ کی وصیت کا نہیں ہے اب وہ رقم مذکورہ بی بی صاحبہ موصوفہ کو حوالہ ورثہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور ورثا اوس رقم کو لے سکتے ہیں یا نہیں کیا حکم شرع شریف کا ہے خلاصہ دعوی ورثہ متوفی بی بی صاحبہ موصوفہ غیر کفو ناخواندہ ہیں جدی نہیں ہیں تنہا عورت کا بیان قابل یقین ہے یا نہیں بی بی صاحبہ بیوہ ہیں ورثار سے کوئی تعلق نہیں وصیت نامہ متوفی میں کوئی ذکر وصیت بی بی صاحبہ کا نہیں ہے۔

الجواب۔ تنہا عورت کا بیان حجت نہیں ورثار بالغین کو اختیار ہے اگر چاہیں اوسکی بات پر اعتبار کر کے خواہ اس احتیاط سے کہ شاید میت نے یہ وصیت بھی کی ہو اوسے جائز وجاری کر دیں اور چاہیں نہ مانیں اور مان سکتے ہوں تو ماننا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عورت کوئی اپنے نفع کی بات نہیں کہتی۔ عورت کو اگر خوب تحقیق صحیح یاد ہے کہ اوس نے وصیت مذکورہ کی ہے اور وہ مورث کے ثلث ترکہ بعد ادائے دین سے کم ہو تو اوسے ضرور ہے کہ وہ وصیت میں حسب وصیت اوسے لگادے وارثوں کو باختیار خود ہرگز واپس نہ دے مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر اس وصیت کا سوا بیان عورت کے کوئی ثبوت نہیں تو تسلیم نہ کریں اور جبراً وہ روپیہ کہ اب خود ان کی ملک ہو گیا عورت سے لے لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۸۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں ایک حقیقی بھانجی ہے جس کو مرتے وقت اوس نے ۱۸ گاؤ بادہ اور تین جاموس بادہ دینے کی وصیت کی ان کے سوا اوس کے باقی مال متروکہ کا جو دعوی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو وارث قرار دیتے ہیں وہ یہ لوگ ہیں ماموں زاد بھائی۔ چچازاد بھائی۔ چچازاد بہن ان لوگوں میں کون کون وارث جائز اور مستحق ترکہ پائے گا اور کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہے اور کس طرح تقسیم ہونا چاہئے از روئے علم فرائض کے۔

بینوا توجروا۔ المستفتی۔ غلام علی ساکن بریلی علاقہ ترائی

الجواب۔ اس صورت میں صرف اوس کے چار چچازاد بھائی وارث ہیں باقی کوئی وارث نہیں ہے یہ اٹھائیس گائیں۔ پانچ بھینسیں اگر بعد ادائے دین اوس کے تہائی ترکہ کی مقدار تک یا اوس سے کم ہوں تو یہ دونوں وصیتیں تمام دکمال پوری کری جائیں مثلاً ان ۳۳ جانوروں کی قیمت اگر تین سو روپیہ کی ہو اور متوفی پر کچھ دین آتا ہو تو اوسے ادا کرکے جو باقی بچا وہ نوسو روپیہ یا زیادہ کا ہے مع ان چاروں کے جب تو یہ سب جانور جسطرح اس نے وصیت کی ہے اوس کے بھانجی اور پھوپھی زاد بھائی کو دیدیے جائیں اور اگر ان سب کی قیمت اس کے تہائی سے زیادہ ہو تو تہائی کی مقدار تک وصیت جاری کریں بھانجی اور پھوپھی زاد بھائی دونوں کی وصیت سے حصۂ رسد کم کرلیں باقی وصیت بے اجازت چچازاد بھائیوں کے نافذ نہ ہوگی یہ عام حکم ہے اور خاص طور پر اس کا حساب چاہیں تو اتنی باتیں بتانے پر ہوسکتا ہے۔

(۱) زید کا کل مال جانور زمین مکان زرنقد گھر کا اسباب وغیرہ کتنی مالیت کا ہے۔

(۲) زید پر کوئی قرض یا کسی کا دین یا عورت کا مہر آتا تھا یا نہیں اگر آتا تھا تو کس قدر۔

(۳) اس سب جانوروں میں ہر ایک جانوروں میں ہر ایک کی قیمت کتنی ہے۔

(۴) چاروں چچازاد بھائی اس وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہیں یا سب ناراض ہیں یا کون کون راضی ہے کون ناراض۔ (۵) جو راضی ہیں وہ دونوں شخصوں کے لئے وصیت کامل پر راضی ہیں یا فقط ایک کیلئے اگر فقط ایک کے لئے راضی ہیں تو بھانجی کے واسطے یا پھوپھی زاد بھائی کیلئے ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے پر صحیح حساب بتایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۸۱) از پرانہ شہر محلہ فراشی ٹولہ مسئولہ جناب کفایت اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے دفعات ایک دفعہ چھ سو چھیانوے روپیہ دستگرداں قرض لئے زید نے بارہا تقاضہ کیا بکر نے اقرار دینے کا کیا زید نے اپنے انتقال سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھا وصیت نامہ میں وہ روپیہ اپنی زوجہ کے دین مہر میں لکھا کہ بکر سے روپیہ وصول ہوکر میری زوجہ کو دیدو جب بکر بھی فوت ہوگیا وصیت نامہ مصدقہ حکام مدینہ طیبہ موجود ہے یہ مہر کا روپیہ شرعًا بکر کے وارثوں کے ذمہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ بکر نے اگر کچھ ترکہ چھوڑا تو یہ روپیہ اور اگر ذمۂ بکر کچھ اور قرض ودین ہو تو وہ بھی اوس ترکہ پر لازم ہے اور اس میں سے کل یا (بحال تنگی متروکہ وزیادت دیون) حصۂ رسد ادا کیا جانا واجب ہے اگر بکر نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو وارثان بکر پر کچھ مطالبہ نہیں۔ یوں ہی اگر ترکہ چھوڑا تو جتنا وصول ہوسکے وصول ہو باقی کا مطالبہ بکر پر آخرت کے لئے رہا وارثوں پر مواخذہ نہیں۔ پھر یہ جو وصیت زید نے اپنی زوجہ

لئے کی اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ اس کا مہر اتنا یا اس سے زائد ہے یا زید نے اپنی تندرستی میں اس مقدار یا زائد کا اقرار مہر کیا ہو یا یہ مقدار خواہ اس سے زائد عورت کا مہر مثل ہو یا یہ بھی نہیں تو بقیہ ورثۂ زید عاقل بالغ اس زیادت پر راضی ہوں تو یہ رقم پوری زوجۂ زید کو اوس کے مہر میں دی جائیگی اور اگر نہ گواہوں سے ثابت کہ مہر اس قدر یا اس سے زائد بندھا ہے اور یہ رقم عورت کے مہر مثل سے زائد ہے اور بقیہ ورثۂ زید اس پر راضی نہیں تو عورت کو صرف مہر مثل تک دیا جائیگا زیادہ حسب فرائض زوجۂ زید و دیگر وارثان زید پر تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۸۲) از جواہر پور ڈاکخانہ شیر گڈھ ضلع بریلی مرسلہ خانصاحب ولاور حسین قاسمی قادری برکاتی ۲۹ ذی الحجہ ۲۷ھ

قبلۂ ایمانیاں و کعبۂ روحانیاں و جان ایمان بخش ایں بیجان مقبول بارگاہ صمدیت مولانا و مرشدنا اعلیحضرت ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم و افضالہم۔ بعد بجا آوری مراسم سر افگندگی و آداب دست بستہ کے گذارش خدمت کفش برادران حضور میں یہ ہے جو کہ ترکۂ متوفیہ کنیزک حضور میں اس کے دو نابالغ لڑکے حضور کے غلام زادہ اور ایک پدر اور ایک شوہر ہیں اور متاع ترکہ مختلف طور پر ہے زیور و پارچہائے پوشیدنی و برتن و اثاث البیت اسکی تقسیم میں نہایت تفکر ہے اوس میں سے قریب چار سو روپے کے زیور فروخت ہو گیا جس کا روپیہ موجود ہے اور پانسو روپے کے قدر اور اسباب و زیور باقی ہے جس کا فروخت ہونا نہیں معلوم ہوتا اور رہو تو عرصہ میں ہیں اور رکم قیمت پر اب چونکہ نابالغ شریک ہیں اس کی فروخت میں بھی خوف ہے پھر اس کی حفاظت اپنی طبیعت قطعی اس بار کو نہیں اٹھاتی دنیا کے مال و متاع اور فرزندان حتی کے مادر و پدر سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم فرزندان فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر یہ زندگانی مستعار بسر کی جاتی اور اس امر کی حضور سے التجا ہے کہ ایسا نصیب ہو یہ امر یقینی ہے کہ حضور کسی وقت اپنے اس سگ دور افتادہ کو توجہ باطنی سے فراموش نہ فرماتے ہوں گے اگر حضور کا تصرف باطنی معاذ اللہ ایک دم کو جدا ہو جائے تو یہ اندوہگیں طالب طلب حضور از حضور مسلمان نہ رہے اور جان سے بے کار ہو جائے اس مال میں سے اپنا حصہ لینے کا قصد بیت اللہ شریف کے قصد سے ہے اور کوئی سبیل بظاہر نہیں معلوم ہوتی ورنہ لڑکوں اور پدر کے نام با آسانی تقسیم ہو جاتا اگر ایسے ممکن ہو کہ بقیہ اسباب تخمینے سے تقسیم کر لیا جائے اور روپیہ حساب سے پدر کا حصہ پدر کو دیدیا جائے اور لڑکوں کا حصہ مع زر نقد کے خرید لیا جائے اور یہ ان کے حصے کے روپے بطور قرض میرے پاس رہیں جب وہ بالغ ہوں تو ادا کر دیئے جائیں اسوقت مجھکو اون کے تصرف کا اختیار حاصل ہو جائے تو اس میں بہت آسانی ہو جائے کیونکہ بہت چیزیں ایسی ہیں کہ فروخت بھی نہیں ہو سکتیں مثل پارچہائے پوشیدنی زنانہ اور ان کا بیچنا بھی معیوب معلوم ہوتا ہے جبکہ یہ احقر غلامان اوس پر شریعت کی رو سے

قابض ہو جائیگا تو اختیار خدا کی راہ میں دیدینے کا ہو جائیگا۔ ورنہ وہ رکھے رکھے بیکار ہو جائیں گے یا اپنے
میں مشغول کریں گے جس سے طبیعت عادی ہے جیسا ارشاد ہو تعمیل کی جائے اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اوس کے باپ
ان میں سے کچھ لے لیں اور بقیہ کو معاف کر دیں یا بلا تقسیم کچھ نقد لیکر میرے ہاتھ فروخت کر دیں جیسا حضور
نے فرمایا تھا کہ اپنی خوشی سے اوس کے عیوض ایک رومال لے لیں تو بھی عہدہ برآئی ہو سکتی ہے اور ایسی حالت
میں یہ رومال دیکر راضی ہونے میں لفظ معافی کی ضرورت ہوگی یا یہ رومال صرف اوسکی قیمت ہو جائیگا۔
تکلیف دہی کی معافی فرمائیں اور اپنی محبت عطا۔ عریضہ ادب سگ بارگاہ دلاور حسین

۷۸۶ / ۹۲

الجواب۔ بملاحظہ محب خدا غلام بارگاہ مصطفےٰ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم جوان صالح سعید مفلح خاں
صاحب محمد دلاور حسین خانصاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حق سبحنہ
وتعالی۔ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت کاملہ میں ابد الآباد تک سرشار رکھے
اور ہمیشہ اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی عین کار دین ورضائے رب العلمین
ہے۔ ریاضت ومجاہدہ نام کلہے کا ہے اسی کا کہ رضائے الہی میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین
وتربیت اولاد بلاشبہہ رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے
رضائے الہی کے لئے اوس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت ہوگی تعلقات سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق
شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکہ ہوتا ہے کہ اپنی تن آسانی کے لئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا
ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو اپنا
کرلے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق ننگ خلائق کی بھی اصلاح
قلب و اعمال وتحسین احوال وافعال وتحصیل مرادات وآمال فرمائے اعدائے دین پر مظفر ومنصور رکھے خاتمہ ایمان
وسنت پر کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وابنہ واحزابہ اجمعین آمین
والحمد للہ رب العلمین۔

مشترک مال تقسیم کرکے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا اون کے باپ کو مطلقا اختیار ہوتا ہے اور ایسی تقسیم تو وصی
کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جدا کرکے اونکو دیدے اور نابالغوں کے حصے بلا تقسیم الگ
کرلے تو آپ کو بدرجہ اولی جائز ہے کہ بچوں کے نانا کے ساتھ تقسیم کرکے بچوں کا حصہ جدا کر لیجئے نیز باپ
کو جبکہ فاسق وفاسد نہ ہو جائز ہے کہ اون کے ایسے اموال بازار کے بھاؤ پر خود خرید لے بازار کے بھاؤ
میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ کہ اس حالت موجودہ پر بازار میں بیچیں تو کیا دام اوٹھیں گے۔ پہننے کے
کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا اوسی وقت بازار میں بیچئے تو ہرگز آدھے دام بھی نہیں لگتے نہ کہ

استعمالی پہننے ہوئے نہ کہ ایسا مال جسکا بکنا دشوار اور رکھے رکھے بیکار ہو جائیگا اندیشہ اوسے خرید لینے میں تو بچوں کا سراسر نفع ہے نیز اسکو روا ہے کہ بچوں کا مال قرضوں خرید لے یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی بلکہ اتنے دنوں کے وعدہ پر مگر روپیہ بیع نہیں ہو سکتا ہاں باپ اپنی حاجتمندی کی حالت میں اوس میں سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے اور اون کا روپیہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء مختلف ہیں بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں باپ اگر دیندار متدین خدا ترس ہو تو اوس کیلئے جواز پر فتوی دینے میں کچھ باک نہیں آپ بفضلہ تعالی ان صفات کے جامع ہیں پھر جو کچھ اون کے مال سے قرض لیجئے یا قرضوں ایک میعاد معین پر خریدیئے اوس کا کاغذ لکھدینا چاہیئے کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہونچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دغدغہ یہ صورت ہے اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے مثلاً اگر سب ترکہ نوسو روپے کی مالیت کل ہے تو بچوں کا حصہ سوا پانسو روپے ہوا اس کے عوض اتنے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائداد زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے اور کاغذ لکھدیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں ہے سب آپکا ہو جائیگا جو چاہیئے کیجئے پھر وہ جائداد کہ جو بچوں کے نام آپ بیچیں گے اوسکی حفظ و نگہداشت و غور پرداخت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو تو اوس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پہننے کا بھی صرف کر سکیں گے جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام اہتمام سے بچنا چاہیں تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہوشیار کارگذار دیندار دیانتدار کو کارکن بنائیں یوں ہر طرح بکدوشی ہو سکتی ہے۔ رہا نانا کا حصہ وہ اگر یوہیں آپ کو معاف کر دیں تو معاف نہ ہوگا یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں تو جائز نہ ہوگا بلکہ تقسیم کر کے اون کو سپرد کر دیجئے پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچکر زرثمن معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زرثمن اتنا ٹھہرے جس کا وزن اوس قدر چاندی کے چھٹے حصہ سے زائد ہو جو ترکہ کے نقد و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپکے ہاتھ بیع کر دیں وہ کتاب ہی اوس کا معاوضہ ہو جائے گی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی اگرچہ کتاب چار ہی ورق کی ہو یوں ہی اُن کے تمام حصے کے عوض ایک رومال دیکر بھی بیع ہو سکتی ہے فقط باہمی رضا درکار ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے لو کان الوصی قسم بین الورثة وعزل نصیب کل انسان فھذا علی خمسة اوجه الاول ان تکون الورثة صغارا کلھم لیس فیھم کبیر وفی ھذا الوجه لاتجوز قسمته اصلا وھذا بخلاف الاب اذا قسم مال اولادہ الصغار ولیس فیھم کبار فانه یجوز (ثم قال) الرابع اذا کانوا صغارا وکبارا فعزل نصیب الکبار وھم حضور فدفعه الیھم وعزل نصیب الصغار جملة ولم یفرز نصیب کل واحد من الصغار جاز تنویر الابصار میں ہے بیع الاب مال

صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ ولوالجیہ وجامع الفصولین وادب الاوصیا میں ہے۔
للاب شراء مال طفلہ بیسیر الغبن لابفاحشہ نیز ادب الاوصیا فصل الضمان میں ہے فی ھبۃ فتاوی
القاضی ظہیر الدین لوکان الاب فی فلاۃ ولہ مال فاحتاج الی طعام ولدہ یاکلہ بقیمتہ لقولہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف والمعروف ان یتناولہ مجانا فقیرا
وبالقیمۃ غنیا اوسی میں ہے وفی العمدۃ اجمعوا علی انہ لیس للوصی قضاء دینہ من مال الصبی وفی الصغری
وللاب ذلک لانہ بمنزلۃ بیع مال الصبی من نفسہ ویملکہ الاب بمثل القیمۃ بخلاف الوصی حیث یلزم فی
بیعہ الخیریۃ اسی طرح فتاوی امام قاضی خاں میں ہے نیز ادب الاوصیاء فصل القرض میں ہے لواستقرض الوصی
من مال الصبی یضمن وعند محمد لایضمن کالاب خلاصہ میں ہے لیس للوصی اقراض مال الصبی و
لا استقراضہ وعن محمد لہ الاستقراض کالاب اھ اقول وظاہر قولہ کالاب الاتفاق علی ان للاب الاستقراض
غیر ان محمدا ربما استشہد بخلافیۃ علی اخری تنبیہا علی منازع الاقوال ادب الاوصیاء میں عبارت مذکورہ
کے بعد ہے وفی قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیرۃ قرضا جاز وفی الخلاصۃ انہ ذکر فی رھن الاصل
ان الاب یضمن کالوصی اوسی کی فصل الاباق میں شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی سے ہے للاب ان یدفعہ
ای مال الصغیر الی غیرہ مضاربۃ اوبضاعۃ وان یضارب ویبضع بنفسہ وان یودع مالہ عند انسان
وان یعیر لاحد استحسانا لاقیاسا وان یرھن مالہ بدین نفسہ فلو ھلک الرھن یضمن قدر مایصیر
مؤدیا منہ دینہ ومثلہ فی ھذا کلہ الوصی۔ اوسی میں ہے فی الخلاصۃ ورھن القوانسی ومختارات
النوازل لوباع الوصی مال الصبی اوالاب من غریم نفسہ تقع المقاصۃ بینھما ویضمن للصبی الثمن عند
الطرفین ولایقع عند ابی یوسف وکذا الحکم فی بیع الاب۔ اوسی میں ہے فی فتاوی الدیناری الوصی اذا
باع مال الیتیم باجل جاز ومثلہ الاب وفی الخلاصۃ والمنیۃ للوصی البیع بالنسیئۃ ان لم یخف تلفہ
بالجحود والانکار ولا المنع عند حصول الاجل وانقضائہ ولم یکن الاجل بعیدا فاحشا ذکرہ فی کل من
الولوالجیہ والخانیہ اھ اقول وبما مر من فرع المقاصۃ ومن نص الاسبیجابی ان الوصی فیہ کالاب یعکر علی
دعوی الاجماع المار عن العدۃ ویقدح فیھا ایضا مافی غمز العیون اخر الفرائض عن فوائد صاحب المحیط اذا
استقرض ای الوصی مال الیتیم ھل یصح فی قول الامام لایملک واختلف المشائخ فقال بعضھم ان کان
ملیا یملک والافلا والاصح انہ لایملک اھ وفی قرض ادب الاوصیاء وفی نوادر ھشام سمعت محمدا یقول
لیس للوصی ان یستقرض مال الیتیم عند ابی حنیفۃ واما انا فلا اری بہ باسا ان فعل ذلک ولہ وفاء بما
استقرض ومثلہ فی المنتقی والعتابیۃ والخانیۃ الخ وتمامہ فیہ نعم الاظھر الاحوط ھو المنع کیف وھو مذھب
الامام اقول ولک ان تجیب عن فرع الرھن بانہ لیس تملکا ولا اھلاکا فلا یقاس علیہ الاستقراض ولااداء

دین نفسہ من مال الصبی اما لزوم الضمان فی الرھن فحکم الھلاك العارض وفی صورۃ المقاصۃ ایضا انما صدر منہ البیع وھو سائغ لہ والمقاصۃ وقعت لان الحقوق ترجع الیہ وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نیز ادب الاوصیا فصل ابا میں ہے فی المنتقی یجوز للوصی شراء مال الیتیم لنفسہ وبیعہ مال نفسہ من الیتیم فاذا رفع ذلك الی القاضی ان رأی خیرا ابرمہ والزمہ والافسخہ ونقضہ قال ومثلہ بیع الاب وشراءہ حیث یکون للقاضی فسخہ ان لم یکن خیرا للیتیم یعنی الابن لکن عدم الخیریۃ فی الاب کونہ ناقصا عن ثمن المثل نقصانا لایتغابن فیہ الناس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۸۳) ۳۰ ذی الحجہ ۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ایک مکان بحالت مرض الموت بی بی کے کہنے سے بی بی کے نام بعوض دو سو روپے مہر کے منتقل کر دیا حالانکہ قبل اس کے بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا اور بی بی نے اس غرض سے مکان منتقل کرایا تھا کہ قرضہ سے بچ جائے زید اس تحریر کے تیسرے روز مرگیا اور ایک لڑکا ایک لڑکی اور بی بی چھوڑے اول بی بی نے سوا سو روپے میں رہن رکھا اور اب فروخت کرتی ہے اور لڑکا لڑکی بدستور قابض و دخیل ہیں ایسی صورت میں کس قدر حصہ پا سکتے ہیں اور یہ انتقال زید کا کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ انتقال کی یہ غرض اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انتقال فرضی ہوا اور جب زید اقرار کر رہا ہے کہ اوس پر زوجہ کا مہر باقی ہے اور اس کے عوض میں یہ جائداد دیتا ہے تو اوس کے وارثوں کا دعوی کہ عورت پہلے اپنا مہر معاف کر چکی تھی مسموع نہیں۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے رجل اقر لامرأتہ بمھر الف درھم فی مرض موتہ ومات ثم اقامت الورثۃ البینۃ ان المرأۃ وھبت مھرھا من زوجھا فی حیاۃ الزوج لاتقبل والمھر لازم باقرارہ وکذا فی الخلاصۃ مگر جبکہ مہر روپے تھے اون کے عوض مکان دینا بیع ہے اور زید کو مرض الموت تھا اور عورت اسکی وارث ہے اور وارث کے ہاتھ مریض کا کوئی چیز بیچنا اگرچہ برابر قیمت کو ہو بے اجازت دیگر ورثہ کے باطل ہے۔ عالمگیریہ میں ہے۔ اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثہ عینا من اعیان مالہ ان صح جاز بیعہ وان مات من ذلك المرض ولم یجز الورثۃ بطل البیع پس اگر دیگر ورثہ اس انتقال کو جائز نہیں رکھتے تو یہ بیع باطل ہوگئی مکان بدستور متروکہ زید ہوا البتہ دو سو روپے مہر کے دینے رہے بعد ادائے مہر و دیگر دیون مکان و دیگر متروکہ زید حسب شرائط فرائض چوبیس ۲۴ سہام ہو کر تین سہم زوجہ چودہ پسر سات دختر کو ملیں۔ تنہا عورت کو اوسکی بیع کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۸۴) مرسلہ حافظ محمد ایاز۔ از قصبہ نجیب آباد۔ ۲۸ جمادی الآخرہ ۲۹ھ

بکر نے اپنے ترکہ میں دو لڑکے زید ۔ عمرو اور ایک مکان مسکونی چھوڑا چند مدت کے بعد بڑے بھائی زید کا انتقال ہوگیا اوس کی بیوی اور ایک لڑکا رہ گیا اس متوفی کی جانب سے ایک شخص شریک اور مختار کل کاروبار تھا۔ زید کے دوسرے لڑکے عمرو نے نصف حصہ مکان اپنے بھائی متوفی بکر کا منجانب پسر نابالغ متوفی معرفت مختار متوفی پچاس روپے کو بیع خرید کر بیعنامہ مختار سے لکھا لیا کہ جس پر مختار نے پسر متوفی کے دستخط اپنے ہاتھ سے کر دیئے اور ایک دستخط اپنے خود کر دیئے لیکن رجسٹری نہیں ہوئی اور گواہان حاشیہ بھی سب فوت ہو چکے بعد تحریر وغیرہ کے ایک مکان یا زمین جو زیر دیوار مکان مبیع مذکور کے تھی اوسی پچاس روپے سے جو اوپر دے چکے تھے پسر متوفی و بیوہ متوفی مذکور کو بکر کے چھوٹے لڑکے عمرو نے خرید دی اور اس کا بیعنامہ پسر متوفی یعنی اپنے برادر زادہ کے نام تحریر کرا دیا جسکی عمر ۳۔۴ برس کی تھی بس اوسوقت بیوہ متوفی زید اپنے پسر نابالغ کو لے کر اوس مکان میں چلی گئی جو اونکو خرید دیا تھا۔ اب وہ مکان متروک بکر بالکل سارا اوس کے چھوٹے لڑکے عمرو کے پاس رہا مکان متروک بکر کچھ پختہ و کچھ خام تھا عمرو نے اپنی لاگت سے اوس خام کو بھی پختہ کر لیا قریب ماصہ روپے کے اوس میں صرف ہوئے اور عرصہ ۳۲ برس سے برابر اس عمرو کی اوس میں سکونت و دخل ہے اب عرصہ دو تین برس کے عمرو کے برادر زادہ نے اوس مکان ترکہ بکر میں اپنے باپ متوفی زید کا نصف حصہ طلب کیا ہے اور اس برادر زادہ کی عمر اسوقت قریب ۳۸ برس کی ہے جب سے بالغ ہوا تھا جب سے کوئی جھگڑا نہیں کیا تھا اب کرتا ہے اور برادر زادہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ پچاس روپے جس سے مجھکو مکان چچا عمرو نے خرید کر دیا تھا وہ میں نے ۱۷ برس ہوئے کہ واپس چچا صاحب کو دیدیئے ہیں اور چچا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے واپس نہ لئے تھے اور اس امر کا طرفین سے کوئی گواہ دیدہ موجود نہیں ہے شنیدہ معتبر نہیں۔ اب یہ معاملہ پنچایت میں پیش ہے اب دریافت طلب یہ امر ہیں ع۱ جو بیعنامہ مختار نے نابالغ کی طرف سے کر دیا وہ بیع درست ہوئی یا نہیں۔ ع۲ اگر بیع درست نہ ہوئی تو نصف حصہ چچا و نصف حصہ برادر زادہ کا ہوگا یا نہیں۔ ع۳ جو چچا نے بعد خرید لینے مکان متروکہ کے ماصہ کی تعمیر اپنے لاگت سے کی وہ اسکو ملنا چاہیئے یا نہیں ع۴ ۳۲ برس سے جو چچا صاحب نے اوس مکان متروک میں خالصا سکونت کی اون کا کرایہ نصف کا حقدار برادر زادہ ہے یا نہیں ع۵ جو برادر زادہ بیان کرتا ہے کہ میں نے چچا کو پچاس روپیہ واپس دیدیئے ہیں اگر چچا حلف اوٹھالیں تو میں مکان سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ میں حلف اوٹھاتا ہوں اس صورت میں کس کا حلف معتبر ہے اور کس کو حلف دلایا جائے ع۶ اگر بیعنامہ مذکورہ ع۱ جائز تسلیم ہوا اور برادر زادہ نے پچاس روپے کا حلف کیا ہو تو اوس کو پچاس روپے ہی دلائے جائیں گے یا کیا ہوگا کیونکہ جب مکان کی بیع جائز ہو چکی ہو ع۷ اگر مکان کی بیع ناجائز ہے تو بعد حلف برادر زادہ کے نصف حصہ مکان برادر زادہ کا قرار پائے گا یا نہیں اور بابت لاگت اور کرایہ مکان کیا عمل درآمد ہوگا۔ مسائل متذکرہ بالا میں نہایت جھگڑے اور فساد واقع ہیں لہذا موافق

شرع شریف ارشاد فرمادیجئے اجر عظیم وثواب دارین ہوگا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مکان ۳۴ برس سے عمرو کے قبض وتصرف میں ہے اور پسر زید کو بالغ ہوئے بھی بیس برس سے زیادہ زمانہ گزرا اور وہ اتنی مدت مدید تک ساکت رہا یہ اگرچہ اسے مستلزم ہوتا کہ اب پسر زید کا دعوی نہ سنا جاتا مگر جبکہ عمرو تسلیم کرتا ہے کہ واقعی یہ نصف مکان پسر زید کی ملک کا اقرار اور اوس سے اپنی طرف انتقال ملک کا دعوی ہوا اور کوئی دعوی بے دلیل مقبول نہیں اور ہر مقر اپنے اقرار پر ماخوذ ہے اور بعد اقرار کوئی تمادی مخل نہیں ہوتی اگر سو برس کے بعد کوئی اقرار کرے کہ یہ شئے فلاں کی ملک ہے تو وہ اقرار اوس مقر پر حجت ہوگا اور سو برس گزر جانا کچھ خلل نہ ڈالیگا علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالی کے فتاوی خیریہ میں ہے دعوی تلقی الملك من المورث اقرار بالملك لہ ودعوی الانتقال منہ الیہ فیحتاج المدعی علیہ الی بینۃ وصار المدعی علیہ مدعیا وکل مدع محتاج الی بینۃ ینور بھا دعواہ ولا ینفعہ وضع الید المدۃ المذکورۃ مع الاقرار المذکور ولیس من باب ترك الدعوی بل من باب المواخذۃ بالاقرار من اقر بشیئ لغیرہ اخذ باقرارہ ولو کان فی یدہ احقابا کثیرۃ لا تعد وھذا مما لا یتوقف فیہ ذریعہ انتقال جو عمرو نے بتایا کہ مختار پدر سے بیعنامہ کرا لیا محض باطل و بے اثر ہے اول تو زید کی زندگی میں اوس کا مختار ہونا زید کے بعد اس کی اولاد پر وصی ہونا نہیں زید کے مرتے ہی وکالت ختم ہوگئی۔

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے ینعزل الوکیل بموت احدھما اور اگر ثابت بھی ہو کہ یہ مختار وصی بھی تھا تو اگر یہ پچاس روپے اوس نصف مکان کی واقعی قیمت کے پورے دونے یا دونے سے بھی زائد نہ تھے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو صورت مذکورہ میں اسے بیع مکان کا اختیار اصلا نہ تھا وصی نابالغ کی جائداد غیر منقولہ دوچند قیمت سے کم کو تو صرف معدود صورت ضرورت میں بیچ سکتا ہے میت پر کوئی دین ایسا ہو کہ بغیر اس کے بیچے ادا نہ ہوسکے گا یا اوس نے کچھ روپوں کی ایسی وصیت کی کہ اسے بیچ ہی کر پوری ہوسکے گی یا مکان گرا جاتا خراب ہوا جاتا ہے اور مرمت کے لئے کچھ پاس نہیں یا کسی ظالم نے دبالیا ہے کہ نہ بیچے تو مفت ہاتھ سے جائے یا نابالغ کے کھانے پینے کو اس کے سوا کچھ نہیں وہ جائداد یا کرایہ ومحصول کی چیز ہے اور اسکی آمدنی اسی کو لگ جاتی ہے۔ درمختار میں ہے وجاز بیعہ عقار صغیر بضعف قیمتہ اولنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او یکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ اونقصانہ او کونہ فی ید متغلب ۱ھ درر واشباہ ملخصا ظاہر ہے کہ یہاں اون صورتوں میں سے کچھ نہ تھا ان بلاد میں نہ ہرگز یہ امید ہے کہ نصف مکان جس میں پختہ عمارت بھی ہے صرف پچیس روپے یا اس سے بھی کم ہو تو نظر بظاہر ہوا کہ عمرو نے اپنا نفع خیال کیا اپنے لئے مکان خالص کرلینا چاہا اور جو قیمت اپنی خواہش کے موافق چاہی اوس پر ایک اجنبی سے

جسے یتیم کا کیا درد ہوتا فیصلہ کرا لیا اور اوس کے عوض دوسرا مکان یتیم کو خرید دیا غرض صور مذکورہ میں مختار کو اس بیع کا کچھ اختیار نہ تھا تو یہ بیع فضولی ہوئی اور وقت عقد اس کا کوئی اجازت دینے والا نہ تھا کہ اون چند عذروں کے سوا جب خود وصی کو اختیار بیع نہیں تو غیر وصی بدرجۂ اولٰی کہ فضولی جو ایسا عقد کرے جسکا نافذ کرنا اوسوقت کسی کا منصب نہو وہ عقد محض باطل ہوتا ہے۔ درمختار باب الفضولی میں ہے کل تصرف صدر منه وله مجیز حال وقوعه انعقد موقوفا وما لا مجیز له حالة العقد لاینعقد اصلا۔ ردالمحتار میں جامع الفصولین سے ہے لو طلق او وهب ماله او تصدق به او باع ماله محاباة فاحشة او شری شیئا باکثر من قیمته فاحشا او عقد عقدا ما او فعله ولیه فی صباه لم یجز علیه فهذه کلها باطلة وان اجازها الصبی بعد بلوغه لم تجز لانه لا مجیز لها وقت العقد فتاوی خیریہ میں ہے یتیم باع جده عقاره بغیر مسوغ صرح فی التتارخانیه عن المنتقی انه باطل اور جب وہ بیع باطل ہوئی تو پچاس روپے جو قیمت کے قرار دیئے تھے وہ بھی ملک عمرو سے نہ نکلے کیلا یجتمع البدلان فی ملك واحد اگر عمرو نے یہ روپے پسر زید کو نہ دیئے تھے جب تو ظاہر کہ اسکی ملک اسی کے پاس تھی اور اگر دیدیئے تھے اور پھر دوسرا مکان خریدنے کے لئے اس سے لیکر بائع مکان دوم کو دیئے تھے تو جسوقت پسر زید سے واپس لئے عمرو کے روپے عمرو کو پہونچ گئے اور پسر زید پر اون کا مطالبہ نہ رہا۔ درمختار میں ہے والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الی المستحق بجهة اخری اعتبر واصلا بجهة مستحقه ان وصل الیه من المستحق علیه والا فلا وتمامه فی جامع الفصولین پھر جبکہ عمرو نے بھتیجے کو دوسرا مکان خرید دیا اور اوسکی قیمت اوس روپے سے ادا کی جو عمرو ہی کی ملک تھا تو یہ مکان عمرو کی طرف سے اوسکو ہبہ ہوا قیمت کا مطالبہ پسر زید سے نہ ہوگا۔ احکام الصغار پھر عقود دریہ میں ذخیرہ وتجنیس سے ہے امرأة اشترت ضیعة لولدها الصغیر من مالها وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد وتكون الضیعة للولد لان الام تصیر واهبة

پسر زید جو پچاس روپے عمرو کو واپس کرنے کا دعوی کرتا ہے جب تک شہادت شرعیہ سے ثبوت نہ ہو مقبول نہیں۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت ہوجائے یا پسر زید حاکم کے یہاں گواہ نہ دے اور عمرو سے حلف مانگے اوس پر عمرو حلف سے انکار کردے تو یہ پچاس روپے عمرو پر ثابت ہوجائیں گے اور از آنجا کہ پسر زید نے اس گمان سے دیئے کہ یہ حق عمرو ہیں ان کی واپسی شرعًا مجھ پر لازم ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہ تھا تو یہ روپے بھی عمرو پسر زید کو واپس دیگا خیریہ پھر حامدیہ میں ہے فی شرح النظم الوهبانی لشیخ الاسلام عبدالبر ان من دفع شیئا لیس بواجب فله استرداده الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلکه القابض اھ وقد صرحوا بان من ظن ان علیه دینا فبان خلافه یرجع بما ادی ولو کان قد استهلکه رجع ببدله ان روپوں کے دعوی میں حلف چچا پر ہے پسر زید کا حلف معتبر نہیں اور اگر چچا حلف کرے تو یہ روپے اون پر لازم نہ آئیں گے مکان پر اس کا اثر نہ ہوگا پسر زید کا کہنا کہ چچا حلف کرلیں تو میں مکان سے دستبردار ہوتا ہوں مہمل وباطل ہے کہ دست برداری اون اشیاء سے

نہیں جنکو کسی شرط پر معلق کرسکیں۔ ردالمحتار میں ہے علل فی الخلاصۃ لعدم صحۃ تعلیق الرجعۃ بالشرط بانہ انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف بہ ولا یحلف بالرجعۃ اھ بمعنی انہ لایقال ان فعلت کذا فعلی ان اراجع زوجتی کما یقال فعلی حج او عمرۃ او غیرھما مما یحلف بہ اوسی میں ہے وعزل الوکیل (ای لایصح تعلیقہ) بان قال عزلتك علی ان تھدی الی شیئا اوان قدم فلان لانہ لیس مما یحلف بہ فلایجوز تعلیقہ بالشرط عینی پھر جب نصف مکان پسر زید کا ٹھہرا اور اس میں عمرو نے اپنے روپے سے عمارت جدید بنائی مکان تقسیم کیا جائے جتنی عمارت عمرو حصہ پسر زید میں آئے عمرو پر لازم ہے کہ اپنی عمارت اس کے حصے سے اوکھیڑ کر خالی کر دے اور اگر اس میں زمین پسر زید کو نقصان کثیر پہونچے تو پسر زید کو اختیار ہوگا کہ وہ عمارت خود لے لے اور اسکی اوتنی قیمت عمرو کو دیدے جو اوکھیڑے ہوئے عملہ کی ہوتی ہے اور اوس میں سے اس کے اکھیڑنے کی اجرت مجرا کر لے مثلاً یہ عمارت حالت موجودہ پر نرخ رائج سے ساٹھ روپے کی ہوتی اور اوکھیڑلی جائے تو ٹوٹا ہوا عملہ تیس روپے کا رہ جائے اور دو روپے اسکے اکھڑوانے کی مزدوری میں صرف ہوئے تو پسر زید اٹھائیس روپے عمرو کو دے اور عمارت اپنی ملک کر لے۔ تنویرالابصار میں ہے من بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد وللمالك ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ان نقصت الارض بہ ردالمحتار میں ہے وھی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرۃ القلع فان کانت قیمۃ الارض مائۃ وقیمۃ الشجر المقلوع عشرۃ واجرۃ القلع درھم بقیت تسعۃ دراھم فالارض مع ھذا الشجر تقوم بمائۃ وتسعۃ دراھم فیضمن المالك التسعۃ ملخصاً اور جبکہ نصف مکان بدستور پسر زید کی ملک ٹھہرا اور وہ اوسوقت یتیم تھا تو جس دن کہ کل مکان پر عمرو نے قبضہ کیا اوس وقت سے پسر زید کے بالغ ہونے تک جتنی مدت گذری کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ برس اور کم سے کم آٹھ برس ہوگی اوس مدت میں ملک زید کا کرایہ مثل عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے جب تک عمرو نے عمارت جدید نہ بنائی تھی اوس حیثیت موجودہ پر نرخ عام سے جو اوس مکان کا کرایہ ہوتا ہے کا نصف دینا آئیگا اور جس نے عمارت جدید بنائی اگر عمارت قدیم بھی قائم رکھی تو اتنا ہی واجب رہے گا جو قبل عمارت جدید کے واجب تھا اور اگر عمارت قدیم منہدم کردی تو جو کچھ اوس میں قابل تاوان تھا اوس کا تاوان عمرو پر آئیگا اور اس کے بعد سے جو خالی زمین کا کرایہ مثل ہو زمان بلوغ تک وہ واجب آئیگا کہ یہ مال یتیم کا تھا اور مال یتیم پر قبضہ کرنے سے بلا عقد اجارہ اجرت مطلق لازم آتی ہے اگرچہ تصرف کرنے والا یتیم کا شریک ہو خواہ بدعوئ خریداری وغیرہ تصرف کرے۔ درمختار میں ہے (منافع الغصب استوفاھا او عطلھا لاتضمن) الا فی ثلث فیجب اجر المثل (ان یکون المغصوب وقفا او مال الیتیم فعلی المعتمد تجب الاجرۃ علی الشریك وبہ افتی ابن نجیم (او معدا للاستغلال الا فی المعد اذا سکن بتاویل ملك) کبیت سکنہ احد الشرکاء او عقد کبیت الرھن اسکنہ المرتھن ثم بان للغیر معد

للاجارۃ فلا شیئ علیہ اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے قولہ الا فی المعد افاد ان الاستثناء من قولہ اومعدا
فقط وان الوقف ومال الیتیم یجب فیہ الاجر علی کل حال ولذا قدم الشارح انہ لوشری دارا وسکنہا
فظہرت وقفا اولصغیر لزمہ الاجر صیانۃ لہما وقدمنا انہ المختار مع انہ سکنہا بتاویل ملک اوعقد
فاحفظہ فقد یخفی علی کثیر اوسی میں ہے لزمہ اجر المثل قال الحموی ہو مبنی علی تصحیح المحیط وہو الذی
ینبغی اعتمادہ وقال الشیخ شرف الدین ہو المختار کما فی التجنیس والمزید قلت وہو ما اعتمدہ فی وقف البحر
ومشی علیہ الشارح وافتی بہ فی الخیریۃ وغیرہا فلیحفظ اوسی کے آخر کتاب الشرکہ میں ہے لوکان وقفا
اومال یتیم یلزمہ اجرۃ شریکہ علی ما اختارہ المختارون وہو المعتمد یہ سب کا اس کا نتیجہ ہے کہ یتیم کے
مال میں بے احتیاطی برتی۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت ہوجائے کہ مختار زید نے عمرو کے ہاتھ پسر زید کا حصہ
بیع کیا اور وہ مختار زید کا وصی تھا اور اوس وقت یہ نصف مکان مع اوس وقت کی عمارت کے پچیس روپے یا
اس سے بھی کم قیمت کا تھا تو البتہ عمرو اس دعوی سے بری ہوجائے گا پھر اس صورت بعید از قیاس میں کہ بیع
مذکور جائز ٹھہرے پچاس روپے واپس دینے پر جبکہ دعوی پسر زید کرتا ہے اوس سے حلف نہ لیا جائیگا بلکہ
وہی حکم ہے کہ پسر زید اس واپسی کے گواہ دے اور نہ دے سکے اور عمرو کا حلف چاہے تو عمرو سے حلف لیں
اگر حلف کرلے پسر زید کا دعوی واپسی باطل ہوا اور عمرو حلف سے انکار کردے تو پچاس روپے پسر زید
کو دے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ (۸۵) مسئولہ ہنگالی ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک یتیم نے کنوئیں میں سے پانی اپنے واسطے یا دوسرے شخص
کے واسطے بھرا اور اس پانی کو یتیم نے بجبر یا اپنی خوشی سے پھر کنوئیں میں ڈال دیا ان دونوں صورتوں میں اس
کنوئیں کا پانی قابل استعمال رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب : نابالغ جس پانی کا مالک ہو خواہ یوں کہ اس نے اپنے یا کسی کے لئے کنوئیں سے بھرا اور کنوئیں کی
حد سے باہر نکال لیا یا اوس کے پاس برتن میں اپنی ملک پانی اس کنوئیں سے جدا تھا اور وہ خود اس نے بخوشی یا
بجبر کنوئیں میں ڈال دیا یا کسی اور نے اوسکی اجازت سے خواہ بے اجازت کنوئیں میں اُلٹ دیا غرض کسی طرح
نابالغ کی ملک پانی کنوئیں میں مل گیا تو اب جب تک اوس میں وہ پانی رہیگا اوس بچہ کے سوا کوئی کسی طرح اوس کا پانی
استعمال نہیں کرسکتا۔ اوس میں بچہ کی ملک ملی ہوئی ہے اوس کے ہبہ یا مباح کردینے کا کسی کو اختیار نہیں نہ اوس کی
بیع ممکن کہ بیع میں تسلیم پر قدرت شرط ہے اور اوس پر قبضہ دلانا ممکن نہیں۔ اشباہ میں ہے ملأ الصبی
کوزا من حوض ثم صبہ فیہ لم یحل لاحد ان یشرب منہ اس کا چارہ کار یہ ہے کہ جتنا پانی اوس نے
کنوئیں میں ڈالا اوتنا یا اس سے زائد بھر کر اوس نابالغ کو دیدیا جائے یا وہ خود بھرلے اوس کے بعد باقی پانی مباح

ہوجائے گا۔ کما حققناہ علی ھامش الغنیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ نے کنوئیں سے پانی اپنے یا کسی دوسرے شخص کے واسطے بھرا اوس پانی سے بالغ شخص کو وضو کرنا پینا وغیرہ جائز ہوگا یا نہیں اور ہر شئے نابالغ کی خریدی ہوئی یا لائی ہوئی کا شخص بالغ کو استعمال جائز ہوگا یا نہیں اور وہ نابالغ خود اپنی اولاد ہو یا غیر سب کا ایک حکم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کنوئیں کی من سے جب پانی باہر نکلتا ہے بھرنے والے کی ملک ہو جاتا ہے۔ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں۔ ہاں ماں باپ کہ فقیر ہوں بقدر حاجت تصرف کرسکتے ہیں یہ کلیہ ہے جو چیز نابالغ کی ملک ہو خواہ خریدکی ہوئی یا کسی طرح لائی ہوئی اوس میں فقیر والدین کے سوا کوئی تصرف نہیں کرسکتا اور اس کی ملک نہ ہو تو مالک کی اجازت سے تصرف ہوسکتا ہے فی غمز العیون عن شرح المجمع عن الذخیرۃ اذا جاء صبی بالکوز من ماء مباح لایحل لابویہ ان یشربا منہ اذا کانا غنیین لان الماء صار ملوکا لہ ولا یحل لھما الاکل من مالہ بغیر حاجۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۸۶): از شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ قاضی محمد عیوض صاحب۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لاولد نے بحالت مرض سو روپے زید کے پاس امانۃً جمع کئے اور وصیت کی کہ تندرست ہوگئی تو یہ روپیہ لیکر حج کو جاؤں گی اور اگر مرگئی تو تم کو اختیار ہے کہ کسی کار خیر میں صرف کر دینا اوس میں سے میرے کسی رشتہ دار کو ایک حبہ نہ دیا جائے۔ دوبارہ اس ماہ کے بعد سو روپے اور زید کے پاس جمع کئے اور وصیت کی کہ یہ رقم دوبارہ جمع شدہ بعد میرے مرنے کے تجہیز و تکفین اور ایک سال تک میری فاتحہ درود میں خرچ ہوں اور رقم سابق جس کی وصیت کرچکی ہوں اوس کار خیر میں اٹھائی جائے اب وصیت سے ایک ماہ بعد مسماۃ کا انتقال ہوگیا للعہ اسکی تجہیز و تکفین فاتحہ میں صرف ہوئے جس کو ابھی سال نہ ہوا اسے باقی ہیں اور پہلی رقم بجنسہ موجود ہے کل مائے باقی ہیں ہندہ کی ایک ہمشیرہ حقیقی دوسری بھتیجی جس کا باپ بیس سال سے مفقود الخبر ہے اور ایک ہندہ کے شوہر ثانی کی لڑکی ہے وہ ہندہ کی دختر نہیں اب کس طرح تقسیم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہندہ کی بہن کے بیان سے واضح ہوا کہ ہندہ نے ان روپوں کے سوا اتنی چیزیں اور چھوڑیں چوڑیاں۔ توڑا۔ بالی پتے۔ کپڑے۔ پانچ برتن وزنی تخمیناً سوسیر ان میں چوڑیاں اپنی موت سے آٹھ دن پہلے اپنے جیٹھ کی نواسی کو دیدیں اور توڑے اور بالی پتوں کی بھی اوسی کے لئے وصیت کی کپڑوں اور برتنوں میں کوئی وصیت نہ کی اوسکی تجہیز و تکفین میں بیس روپے اٹھے اور چوالیس روپے کے کھانے پکوا کر صرف مساکین

کو دیئے ہندہ کا بھائی جس وقت مفقود ہوا اوس کی عمر چالیس سال تھی اور ہندہ پر کوئی قرض نہیں برتقدیر صدق جملہ بیانات مذکور بیس روپے کہ تجہیز و تکفین میں صرف ہوئے وہ تو حاجت اصلیہ میں اوٹھے شامل وصایا نہیں وصیت گویا اون روپوں میں ایک سو اسی کی ہے اور ہندہ کی اوس نواسی کیلئے کل وصیت ایک سو پچانوے کی ہے اور جملہ ترکہ ہندہ دو سو آٹھ روپے اوسکی تہائی انہتر روپے پانچ آنے چار پائی یہاں تک بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی اور ثلث جب وصایا پر تنگی کرے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو وصیت ثلث کو مجموع وصایا سے ہے اوسی نسبت سے ہر وصیت نفاذ پائیگی مثلاً ثلث اگر مجموع وصایا کا نصف ہے تو ہر وصیت اپنے نصف میں نافذ ہوگی اور تہائی تو تہائی وعلی ہذا القیاس۔ غایۃ البیان میں شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی سے ہے الوجہ فی ذلك ان تجمع الوصایا کلہا وینظر الیہا والی الثلث والی نقصانہ من الوصایا فان کان النقصان مثل نصف الوصایا ینقص من کل وصیۃ نصفہا وان کان النقصان مثل ثلثہا ینقص من کل وصیۃ ثلثہا نحو ما اذا بلغت الوصایا الف درہم لاحدہم مائۃ وللاخر مائتان والاخر ثلثمائۃ والاخر اربعمائۃ وثلث مالہ خمسمائۃ فالنقصان من خمسمائۃ الی مبلغ الوصایا مثل نصفہا خمسمائۃ فینقص من کل وصیۃ نصفہا لصاحب المائۃ خمسون ولصاحب المائتین مائۃ وعلی ھذا القیاس۔ اقول۔ یایوں کریں کہ ہر وصیت کو جو نسبت مجموعہ وصایا سے ہے ہر ایک کے لئے اتنا ہی حصہ ثلث سے دیں جو وصیت مجموع وصایا کی نصف ہو اوس کے لئے ثلث کا نصف دیں اور جو ربع ہو تو اوس کے لئے ربع وقس علیہ دونوں طریقوں کا حاصل ایک ہے اگر ثلث کا حصہ دریافت کرنا ہو کہ اوس میں سے فلاں وصیت کو کیا ملے گا تو یہ طریقہ کہ فقیر نے ذکر کیا عمل میں لائیں اور اگر وصیت کسی عین مثلاً گہنے یا برتن یا مکان وغیرہ کی ہے اور معلوم کرنا چاہیں کہ اس عین کا کتنا حصہ دیا جائیگا تو وہ پہلا طریقہ برتیں مثلاً پہلے طریقہ پر جو نسبت ۲؍۵ کو ۱۹۵ یا دو سو آٹھ کو پانسو پچاسی بلکہ سولہ کو پینتالیس سے ہے اسی نسبت پر ہر وصیت دی جائیگی یعنی ہر وصیت سے $\frac{16}{45}$ نافذ کریں گے چوڑیاں اور توڑا اور بالی پتے ہر ایک سے اتنا ہی حصہ جیٹھ کی نواسی کا ہے اور ہر ایک سے $\frac{29}{45}$ وارثوں کا اگر ان تینوں چیزوں کی قیمت ۱۵ ہے تو ان میں سے وصیت کا حصہ پانچ روپیہ پانچ آنے چار پائی ہوگی۔ اور دوسرے طریقہ پر جبکہ ان کی قیمت ۱۵ ہے اور مجموع وصایا ۱۹۵ تو یہ وصیت اوس مجموع کا تیرہواں حصہ ہوئی تو ثلث یعنی ۶۹؍۵ ۴ پائی کا تیرہواں حصہ اس کا نصیب ہوگا جسکے وہی ۵ ۴ پائی ہوئے یوہیں دونوں حسابوں پر کار خیر کے لئے سو روپوں کی وصیت تھی اوس کا حصہ پینتیس روپے پونے نو آنے ایک صحیح دو تہائی پائی ۳۵ $\frac{2}{3}$ پائی آئیگا اور فاتحہ کی وصیت اسی روپے میں رہی تھی اوس کا حصہ اٹھائیس روپے سات آنے ایک صحیح ایک تہائی پائی ۲۸ $\frac{1}{3}$ پائی۔ فاتحہ میں اس کے حصہ سے زائد اوٹھا دیئے۔ مگر فاتحہ بھی جبکہ صرف مساکین پر صرف کی گئی کار خیر ہے اور مجموعہ ان دونوں وصیتوں کے حصوں کا جو کار خیر و فاتحہ کے لئے تھیں چونسٹھ روپے ہوئے ان میں سے چوالیس اوٹھ گئے اور اس نے سال بھر میں اوٹھانے کو کہا تھا وہ سال سے پہلے ہی

اوٹھا دئے اس میں بھی کچھ حرج نہ ہوا بلکہ جلدی ہی بہتر تھی فی الھندیۃ عن الخانیۃ عن الجامع اذا اوصی بثلث مالہ للمساکین یتصدق منہ کل سنۃ ثمانیۃ دراھم اوقال اوصیت بان یتصدق من ثلثی کل سنۃ مائۃ درھم فالوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولی ولایوزع علی السنۃ تواب فقط بیسؔ روپے کارِخیر میں اور خرچ کردیں اور اوتنا حصہ چوڑیوں توڑے بالی پتوں کا یعنی ہرایک میں سے $\frac{16}{45}$ اوس وصیت کا حصہ ہوا باقی ان تینوں گہنوں میں ہرایک کا $\frac{29}{45}$ اور کپڑے اور برتن پورے اور ایکسؔو سولہ روپے یہ سب حق ورثہ رہے بھتیجی یا شوہر ثانی کی لڑکی تو اصلاً وارث نہیں صرف بہن وارث ہے اور وہ مفقود الخبر بھائی لہٰذا وہ جسے ہندہ نے امین و وصی کیا تھا بیسؔ روپے کارِخیر میں خرچ کردے بہن اور جیٹھ کی نواسی تقسیم چاہیں تو اون تینوں گہنوں کے $\frac{16}{45}$ جیٹھ کی نواسی کو دیدے اور اون کے $\frac{29}{45}$ اور کپڑے اور برتن اور ۱۱۶ روپے سب میں سے ایک تہائی بہن کو دیدے اور ہرایک کی دو تہائی بھائی کے لئے اٹھا رکھے یہاں تک کہ اس مفقود کی عمر سے ستؔر برس گذر جائیں اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس برس کی عمر میں مفقود ہوا تھا اور مفقود ہوئے بیسؔ برس گذرے تو دسؔ برس اور انتظار کریں اگر ان دس برس میں وہ زندہ ظاہر ہو تو یہ دو تہائی اوسے دیدیں اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ کے بعد مرگیا تو یہ دو تہائی اس کی بیٹی وغیرہ اس کے ورثہ کو دیدیں جو مفقود کی موت کے وقت اسکے وارث تھے۔ اگر یہی بہن بیٹی اسکے وارث تھے تو ان دو تہائی کا نصف مفقود کی بیٹی کو دیں اور نصف بہن کو اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ سے پہلے مرگیا یا اسکی عمر سے ستؔر برس گذر جائیں اور اسکی موت حیات کا کچھ حال نہ معلوم ہو تو یہ دو تہائی بھی ہندہ کی بہن ہی کو دیدیں۔ ادب لاوصیاء میں ہے ذکر فی الذخیرۃ والخانیۃ والخلاصۃ والحافظیۃ ان قسمۃ الاب ووصیہ ولو بمراتب جائزۃ علی الصبی فی کل شیئ مالم یکن بفاحش الغبن وکذا قسمۃ الجد الصحیح ووصیہ عند عدم الاب ووصیہ وکذا تجوز قسمۃ ھؤلاء علی الکبیر الغائب فی غیر العقار وکذا قسمۃ وصی نحو الام من الام وابنہ والاخ وابنہ ان کانت (ای القسمۃ) فی عروض ترکۃ الموصی ولم یکن ھناك من ھو اقوی منہ من الاولیاء اھ باختصار اوسی میں خانیہ سے ہے ان کانوا (ای الورثۃ) کبارا کلھم وبعضھم غائب فقاسم الوصی مع الحاضرین برضاھم وامسك انصباء الغائبین جازت قسمتہ اوسی میں ہے فی جامع الصغیر اذا قاسم (ای الوصی) الموصی لہ بالثلث فان کانت الورثۃ صغارا کلھم او غائبین فقاسمہ واعطاہ الثلث وامسك الثلثین للورثۃ جاز مقاسمتہ و ان کان بعضھم صغارا او غائبا تجوز مقاسمۃ الوصی فیما سوی عقار الغائبین اما لو قاسم الورثۃ علی الموصی لہ بان کان الموصی لہ ھو الغائب وامسك لہ الثلث لم تجز مقاسمتہ ومثلہ فی الولوالجیہ واستدل بان الوصی قائم مقام الموصی والورثۃ عن الموصی فکان الوصی قائما مقام الورثۃ فتصح مقاسمتہ للموصی لہ عن الورثۃ والموصی لہ لیس یخلف عن الموصی فلا یقوم الوصی مقامہ فلا تجوز مقاسمتہ للورثۃ عن الموصی لہ وھذا معنی ما فی

الجامع الصغیر والہدایۃ والسراجیۃ والخلاصۃ والمنیۃ والغنیۃ والبنیۃ وغیرہا اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۸۷) ۔ از جائس ضلع رائے بریلی محلہ غوریانہ خورد مرسلہ عبدالحمید صاحب معرفت حافظ علی بخش صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور، ۲ رجمادی الآخرہ سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرحومہ نے اپنے دم واپسیں اپنے زیورات کے بارہ میں یہ وصیت کی کہ اسکو فروخت کرکے میرے نام کا ایک چاہ بنوا دیا جاوے کہ جس میں مجھ کو ثواب ملے لیکن یہاں جامع مسجد میں جب کثرت نمازیوں کی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں بھی دو ایک صفیں نمازیوں کی ہو جایا کرتی ہیں ایام گرما میں بوجہ تمازت آفتاب زمین بھی نہایت گرم رہتی ہے اور اوپر کی دھوپ اور بھی اون نمازیوں کے لئے جو صحن میں ہوتے ہیں باعث تکلیف ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اگر مرحومہ کی وصیت کو نہ خیال کیا جاوے اور بجائے تعمیر چاہ کے صحن مسجد میں ایک سائبان ٹین کا تعمیر کرایا جاوے کہ جس سے نمازیوں کو آرام ملے تو وصیت مرحومہ کی وجہ سے کسی قسم کا نقص شریعت کی رو سے تو نہیں ہے کیونکہ مرحومہ کی وصیت چاہ کے بارے میں ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ وصیت میں ایسی تبدیلی جائز نہیں لان حفرۃ البئر قربۃ مقصودۃ فلا تغیر کما حققناہ فی ما علی رد المحتار علقناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۸۸) ۔ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ساکن ورئیس برہ۔ ۱۶ رشعبان المعظم سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کل جائداد اپنے بیٹے عمرو کے نام ہبہ کردی اور قبضہ تام کرا دیا بعد کو عمرو کا انتقال ہوگیا اور عمرو نے دو لڑکے نابالغ اور ایک لڑکی نابالغہ اور ایک زوجہ اور والدین چھوڑے ان میں سے ہر ایک کو موافق فرائض کے حصص پہنچے اور کاغذات مال میں عمل درآمد ہوگیا اوس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہوگیا اوس نے ایک دادا اور دادی اور ایک دختر اور شوہر چھوڑے اون کو اوسکی جائداد سے حصص شرعی پہنچے اور کاغذات مال میں تکمیل ہوگئی لیکن چونکہ اس گھر میں ذکور میں سے عاقل وبالغ کوئی سوائے زید کے نہ رہا لہذا زید ہی سب کی طرف سے کل حصص کا کارکن و منتظم رہا بالغان کی طرف سے باجازت اور نابالغان کی طرف سے بولایت اور کسی کا حساب روپیہ اپنی حیات بھر علیحدہ نہ کیا اور نہ کسی کی آمدنی اوس کے قبضہ میں دی بلکہ اپنی اور سبکی آمدنی مخلوط اپنے ہی پاس رکھی اور جہاں چاہا محض اپنی رائے سے اوس مشترکہ آمدنی سے صرف کرتا رہا یعنی سب شرکاء کے ضروری اخراجات علاوہ خیرات ومبرات مثل بناء مسجد وچاہ وپل اور جائداد خرید کر وقف کرنا اور روپیہ غربار عرب وعجم کو تقسیم کرنا اور حج کے واسطے ضرورت سے زائد ہمراہ لے جانا اور اپنے دوست احباب ورعایا کو قرض اتنا دینا جسکی امید وصول نہیں اور ان امور میں سے کچھ نہ کسی شریک بالغ یا نابالغ کی اجازت

سے تھا اور نہ ان میں کوئی راضی تھا بلکہ نابالغوں نے بعد بلوغ اور بالغان نے جب یہ حالت دیکھی تو اون کو شاق گذرا مگر چونکہ زید سب کا بزرگ اور ذی رعب شخص تھا اس واسطے کوئی اس سے تاحین حیات نہ اپنا حساب اور نہ اپنی آمدنی طلب کرسکا اور نہ اپنا حصہ اوس کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہوسکا البتہ زید نے اول حصہ جائداد کا جو ترکۂ پسر سے اوس کو پہونچا تھا ہر دو نبیرگان کے نام بیع کرکے ایمن بازرثمن یہ الفاظ تحریر کرائے کہ کل زرثمن ہم نے بوجہ محبت قلبی مشترکان کو بخشدیا اور دوسری حصہ جائداد کا جو ترکہ دختر پسر سے پہونچا تھا دونوں نبیروں کے نام بیعنامہ لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ زرثمن تمام وکمال وصول پایا زید نے اس کے بعد اوس مشترکہ آمدنی سے اپنے نام سے خرید کی اور زید کا ایک مکان بھی ذاتی تھا اوس نے اوس جائداد اور مکان کا بیعنامہ بھی نبیرگان مذکور کے نام کردیا اور اس میں بھی کل زرثمن کی وصولیابی تحریر کردی مگر یہ دونوں وصولیابیان فرضی تھیں اور اس سے بھی زرثمن کا معاف کرنا مقصود تھا پہلے اور دوسرے بیعنامہ کے وقت ایک نبیرہ بالغ اور دوسرا نابالغ تھا اور تیسرے بیعنامے کے وقت دونوں بالغ تھے ان بیعناموں میں کسی سے قبل زبانی کوئی بیع نہ ہوئی تھی نہ کسی طرف سے کوئی ایجاب یا قبول ہوا سوائے اس کے کہ زید نے تحریر بیعنامہ سے پہلے اپنے مکان پر نبیروں سے کہا ہم چراغ سحری ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جائداد تم دونوں کے نام نصف نصف کردیں کہ ہمارے بعد جھگڑا نہ ہو نبیروں نے کہا بہت اچھا اس کے بعد شہر جاکر اونھوں نے یہ بیعنامے تحریر کرادیئے اور اوس کی تکمیل کو نبیروں نے قبول رکھا اور جس قدر زرثمن بیعناموں میں لکھا گیا کسی وقت وہ اس مال کی قدر نہ تھا جو زید اول مصارف بالائی میں بلا رضا واجازت نبیرگان صرف کرتا رہا وہ مال زرثمن سے ہمیشہ زائد تھا اب زید کا انتقال ہوگیا اوس نے آمدنی مشترکہ سے کچھ زر نقد اور اثاث البیت چھوڑا اور کچھ اپنا ذاتی روپیہ چھوڑا اور اشخاص مذکورین مشارکین الحصص میں سے یہ یہ ورثا چھوڑے دو نبیرگان ایک زوجہ علاوہ ازیں ایک زوجہ مع دختر اپنی چھوڑی کہ مذکورین سابق سے نہ تھی اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائداد کا زید منتظم و کارکن تھا اور زید نے بلا رضامندی مالکان تصرفات مذکورۂ بالا کیئے وہ زید پر قرضہ ہوگا یا نہیں درصورت قرضہ قرار پانے کے جو زر نقد ملک زید تھا وہ قرضہ میں دیا جائیگا یا ترکہ تقسیم ہوگا اور جو جائداد زید نے اپنے نبیرگان کے نام بیعنامہ بصور مختلفہ مذکورۂ بالا بیع کی وہ یا زرثمن معاف شدہ قرضہ میں مجرا ہوگا یا نہیں اور مشترکہ روپیہ اور اثاث البیت کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں مال مشترک سے جسقدر روپیہ زید نے خیرات ومبرات مذکورہ میں صرف کیا اس میں سے حصۂ نابالغان کا تاوان اس پر لازم ہونا تو ظاہر ہے لانہ لایملك التبرع بمالھم یوہیں قرض مذکور کہ وہ بھی تبرع ہے ادب الاوصیاء میں عمدۃ وولوالجیہ وقنیہ وخلاصہ سے ہے لایقرض الاب ولاوصیہ مال الیتیم یوہیں جبکہ بالغوں کی بھی رضا واجازت نہ تھی تو اون کا بھی تاوان زید پر عائد اگرچہ

اونھوں نے زید کو صرف کرتے دیکھا اور اس کے رعب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اشباہ میں ہے لو رأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا با تلافہ ظاہر ہے کہ زرِ نقد یا جو ترکۂ زید نے چھوڑا اوس سے ادائے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور یہ تاوان بھی زید پر دَین ہیں تو جب تک ادا نہ ہولیں ورثائے زید کو ترکہ نہ پہونچیگا جائداد کہ زید نے اپنے نام خریدی اسی کی ملک ہوئی اگرچہ اوس کی قیمت زرِ مشترک سے ادا کی اس سے شرکا ر کی جائداد خریدکردہ میں حصہ نہیں ہوجاتا ہاں زرِ ثمن کہ مال مشترک سے دیا ہے ہر شریک کا اس میں جتنا حصہ تھا اوتنے کا تاوان زید پر آیا کہ یہ بھی اگلے تاوانوں میں شامل ہوگا ردالمحتار میں ہے ما اشتراہ احدھم لنفسہ یکون لہ ویضمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترک تو ظاہر ہوا کہ تینوں بیعنامے صحیح ہوئے ہر ایک میں زید نے اپنی ہی ملک نبیران کے نام بیع کی اور نبیرے اون سب مبیعوں کے مالک ہوگئے والبیعان الاولان وان لزم فیھما تفریق الصفقۃ لان احد المبیع منھما کان صغیرا تم البیع فی حقہ بمجرد الایجاب والاخر بالغا تاخر فی حقہ الی قبولہ لکنہ لیس تفریقا علی البائع بل منہ فلا یضر لانہ انما کان یمنع لحقہ فاذا رضی بہ فلا حرج کمن باع صبرۃ طعام کل قفیز بدرھم جاز البیع فی قفیز واحد وللمشتری الخیار لتفرق الصفقۃ علیہ کما فی الھدایۃ لا للبائع وان تفرقت علیہ ایضا لان التفرق جاء منہ فیکون راضیا بہ کما فی البنایۃ تو یہ جائدادیں اوس تاوان کی زیر بار نہیں ہوسکتیں رہے ان کے زرِ ثمن پچھلے دونوں بیعنامے جن میں زرِ ثمن کا فرضی وصول لکھدیا ان کا مطالبہ نبیروں پر سے ساقط نہ ہوا اگرچہ اس سے مقصود یہی ہو کہ زرِ ثمن مشتریوں کو معاف ہوجائے کہ شرع میں دربارۂ عقود و معاملات معانی الفاظ پر نظر ہے نہ مقاصد و اغراض پر ورنہ حیل شرعیہ یکسر باطل ہوجائیں وقد حققناہ فی کاسر السفیہ الواھم یہاں لفظ اقرار وصول ہے اور وہ نہ ہبہ ہے نہ ابرا بلکہ ایک غلط خبر تو مجرد نیت دَین ساقط نہ ہوجائے گا اقرار کاذب دیانۃً تو باطل و محض بے اثر ہے اور قضاءً بھی جبکہ اوس کا فرضی ہونا ثابت ہو جیسا کہ یہاں ہے کہ خود نبیروں کو اوسکے فرضی ہونے کا اقرار ہے بلکہ یہاں جبکہ زید پر نبیروں کا مطالبہ تاوان حقیقۃً موجود تھا تو اقرارِ وصول کو فرضی ٹھہرانے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اپنا مطالبہ من اولہ کے مطالبہ تاوان کی مجرائی سے وصول پانا مراد ہوسکتا ہے اور معنی صحیح و صادق بنتے ہوئے اقرار غلط و کاذب پر محمول نہ کریں گے [illegible] بیعنامہ جس میں ہبہ ثمن لکھا ہے یہ ہبہ نبیرہ نابالغ کے [illegible] صحیح ہوگیا اور بالغ کے حق [illegible] کہ باپ یا دادا جب اپنے نابالغ بچہ کے نام بیع کریں تو بیچا کہتے ہی بیع تمام ہوجاتی ہے اور یہی ایک لفظ ایجاب قبول دونوں قرار پاتا ہے۔ درمختار میں ہے وینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ لوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین [illegible] اولاد میں ہے فی شرح الطحاوی الجد الصحیح کالاب فی ذلک یعنی عند عدمہ اور شک نہیں کہ بیعناموں میں

پہلے شئے کی بیع کرنا لکھا جاتا ہے اوس کے بعد ثمن ہبہ کرنا تو یہ ہبہ حق نابالغ میں بعد تمامی بیع واقع ہوا اور صحیح ہوگیا تو اس بیعنامہ کے نصف ثمن کو جو نبیرہ نابالغ کے لئے ہبہ ہوا اس نابالغ کے آتے ہوئے تاوانوں میں مجرا نہ کریں گے کہ ہبہ تملیک بلاعوض ہے اور مجرا ہونا معاوضہ تو خلاف تصریح زید اسے معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔ عالمگیری میں ہے من علیہ الدین اذا وھب مالا من رب الدین یملکہ رب الدین بالھبۃ لا بالدین کذا فی المحیط مگر نصف ثمن کہ دوسرے نبیرہ نابالغ کو ہبہ کیا یہ ہبہ باطل ہوا کہ حسب تصریح مسائل یہاں کوئی بیع پہلے نہ ہوئی تھی یہی بیعنامہ ایجاب بیع تھا اور اس میں ہبۂ ثمن لکھا گیا اور حق بالغ میں نفس ایجاب سے بیع تمام نہ ہوئی اور ثمن واجب نہیں ہوتا جب تک بیع کے دونوں رکن ایجاب وقبول متحقق نہ ہولیں تو یہ ہبہ اوسوقت ہوا کہ ابھی ثمن اس نبیرۂ بالغ پر واجب ہی نہ ہوا تھا اور ہبہ قبل وجوب باطل ہے فتاوی امام قاضی خاں میں ہے لوقال بعتك ھذا الشیئ بعشرۃ دراھم ووھبت لك العشرۃ ثم قبل المشتری البیع جاز البیع ولا یبرء المشتری عن الثمن لان الثمن لایجب الابعد قبول البیع فاذا ابرأ عن الثمن قبل القبول کان ابرأ قبل السبب فلا یصح۔ مشترک روپے اور اثاث البیت سے اوس زوجہ اور نبیران کے ذاتی حصے الگ کر لئے جائیں گے جو اس میں شریک تھے اور جب کوئی ذریعۂ تمیز نہ ہو تو زید اور یہ تینوں اوس زر واثاث میں بحصۂ مساوی شریک مانے جائیں گے کما ھو حکم شرکۃ الملك المنصوص علیہ فی الخیریۃ و ردالمحتار وغیرھما (تو حاصل یہ ٹھہرا کہ) زوجہ اور دونوں نبیرے کہ اوس جائداد میں شریک تھے جن کا رکن زید تھا اون تینوں کی آمدنیاں حساب کی جائیں پھر ہر ایک کا خرچ اوس سے مجرا کیا جائے باقی کہ زید نے مصارف مذکورۂ خیرات ومبرات وقرض مُردہ وخریداری جائداد بنام خود میں صرف کردیا اس میں حصۂ رسد زوجہ اور ہر نبیرہ کا تاوان زید پر آیا۔ اب زوجہ کا یہ تاوان تو پورا واجب الادا ہے اور دونوں نبیروں کے تاوان سے ہر دو بیعنامہ اخیر کے زر ثمن مجرا دیے جائیں اور نبیرہ کہ وقت بیع اول بالغ تھا۔ اوس کے تاوان سے بیعنامہ اول کا نصف زر ثمن بھی ساقط کیا جائے جو جو باقی رہے وہ ان دونوں کا تاوان ہے۔ اب زید پر دونوں زوجہ سے جس جس کا جتنا مہر واجب الادا ہو اور ان کے سوا اگر کوئی اور دَین زید پر آتا ہو وہ سب ان تینوں تاوانوں کے ساتھ ملا کر یہ مجموع دیون ترکۂ زید سے حصہ رسد ادا کئے جائیں خواہ وہ اوس کا ذاتی روپیہ ہو یا اس زر واثاث البیت مشترک کا حصہ اگر ان کے ادا سے کچھ نہ بچے کوئی وارث وراثۃً کچھ نہ پائے ورنہ باقی حسب شرائط فرائض سولہ سہام ہوکر ایک ایک سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین ہر نبیرہ کو ملیں گے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ (۸۹) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ محمد حسین ولد مولی بخش۔ ۲۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہنوں کی جائداد بطریقۂ جائزہ خرید کر

اپنی زوجہ کے نام لکھادی اب اس شخص کے دو بیٹے ہیں (ایک بیٹی بھی تھی جس کا انتقال ہوگیا اور اب اس کی جانب سے کوئی دعویدار نہیں مگر اس کا شوہر ہے آیا وہ شرعاً حقدار ہے یا نہیں) شخص مذکور نے اپنے انتقال سے پیشتر اپنے حصہ کی جائداد اور نیز نئی خرید کردہ جائداد جو بی بی کے نام لکھدی تھی) اپنے دونوں بیٹوں میں کسی طرح تقسیم نہ کی اب اس شخص کی بی بی نے ایک کاغذ بنواکر باقی جائداد بھی لبعوض مہر اپنے نام کرائی اور مشہور کردیا کہ یہ کاغذ میرے خاوند کے سامنے کا لکھا ہوا ہے مگر یہ بات محلہ میں مشہور رہے کہ یہ کاغذ جعلسازی سے طیار کیا گیا ہے اور بات بھی یہی ہے اوس شخص کے بڑے بیٹے نے اپنے والد کے حین حیات اسوجہ سے تنگ آکر کہ ساس بہو میں اکثر لڑائی رہتی ہے اپنا مکان تبدیل کرلیا تھا اب والد کے انتقال پر جب وہ بالکل خودمختار ہوگئیں تو محلہ کی مستورات اور چھوٹے بیٹے کی لگائی بجھائی سے اونکی رنجش اور بڑھ گئی اور مرنے سے ۱۲ ماہ پیشتر تمام جائداد اوسی چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کرادی۔ ہبہ سے چند روز پیشتر بڑے بیٹے نے تمام اہل برادری کو اپنی والدہ کے سامنے جمع کیا اور اپنی خطا ہوئی ہو اور جب نہ ہوئی ہو جب معاف کرائی اور انھوں نے معاف کی پھر بھی پندرہ بیس روز بعد اونھوں نے تمام جائداد کا ہبہ نامہ چھوٹے بیٹے کے نام کردیا میں نے دیوانی میں اپنے بھائی پر اپنے حصے کی نالش کی ہے آیا میں اس جائداد میں حقدار رہوں یا نہیں۔

الجواب۔ مجرد تحریر اگرچہ رجسٹری شدہ ہو کوئی چیز نہیں جب تک گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو پس اگر دو گواہ عادل موجود ہوں کہ شخص مذکور نے اپنی صحت میں وہ جائداد لبعوض مہر بنام زوجہ کردی تو دیگر ورثہ کا اس میں کچھ حق نہ رہا عورت نے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کردی اگر قبضہ تامہ اپنی حیات میں دلادیا تو چھوٹا بیٹا اوس کا مالک مستقل ہوگیا ہاں اگر قبضہ کاملہ نہ دلایا اور عورت کا انتقال ہوگیا تو ہبہ باطل ہوگیا اور اب وہ جائداد متروکہ زن قرار پاکر اوس کے وارثوں پر تقسیم ہوگی جس میں سے بڑا بیٹا بھی اپنا حصہ شرعی پائیگا اور اگر گواہان شرعی سے مہر میں دینے کا ثبوت نہیں تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ مہر کچھ باقی تھا یا سب معاف یا ادا ہوگیا تھا اگر کچھ باقی نہ تھا یا جتنا باقی تھا وہ اس جائداد کی قیمت سے جو شوہر کے نام تھی کم تھا تو عورت کو کوئی استحقاق نہ تھا کہ وہ سب جائداد لبعوض مہر اپنے نام کرلیتی اور اب جو اس نے اوس جائداد کا چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کیا محض باطل ہوا اگرچہ قبضہ دلا دیا ہو لانھا ھبۃ مشاع وھی باطلۃ حتی لاتملك بالقبض فی الصحیح اس تقدیر پر بعد ادائے مہر وغیرہ دیون ونفاذ وصایا جو وارثان شخص مذکور رہوں اُن پر حسب فرائض تقسیم ہوگی دختر اگر باپ کے بعد زندہ رہی ہو تو وہ بھی حصہ پائیگی اور اگر پہلے مرگئی تو اوس کا کچھ حق نہیں اوس کے شوہر کا دعوی باطل ہے ہاں اگر مہر کل یا جتنا باقی تھا اس جائداد کی قیمت کے برابر یا زائد تھا تو ایک فتوائی اقطع کی بناپر عورت اسے اپنے مہر میں لے سکتی تھی اور اب کہ وہ مالکہ ہوگئی اوس کا حکم وہی پہلی صورت کا ہوگیا کہ چھوٹے بیٹے کے نام اوس کا ہبہ صحیح ہوگیا اگر قبضہ دلادیا اور باقی وارثوں کا کچھ حق نہ رہا اور قبضہ کاملہ نہو اتو جائداد متروکہ زن ٹھہر کر

وارثان زن پر تقسیم ہوگا جن میں بڑا بیٹا بھی ہے اور اس صورت میں پسر کلاں خواہ کسی وارث کو اوس پر دعوی بیکار ہے مگر یہ کہ مہر اپنے پاس سے ادا کر دے تو حسب اصل مذہب جائداد سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ (۹۰) از کچہری چیف کورٹ ریاست بھاول پور مرسلہ محمد دین صاحب جج ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

آج یہ مسل پیش ہوئے فتاوائے مصدرہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہو چکے ہیں اون کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ذیل میں اون سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں۔

الف۔ ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے موصی اگر دو شخصوں کے حق میں وصیت کرے جن میں سے کچھ مال وارث کے نام اور دوسرا کچھ مال ایک شخص اجنبی کے نام جیسا کہ اس مقدمہ کی صورت ہے تو کیا ایسی وصیتیں جائز اور قابل نفاذ ہیں یا کوئی ان دونوں میں سے ناقابل نفاد ہے اگر سوال اول کا جواب جواز وصایا متعددہ ہو تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کون سی وصیت کو نافذ کرنا چاہیئے آیا اوس وصیت کو جو ایک وارث کے حق میں کی گئی۔ یا اس وصیت کو جو ایک اجنبی شخص کے حق میں کی گئی ہے اجنبی شخص کے حق میں چونکہ وصیت زائد علی ثلث المال ہے اسلئے وارث کے اعتراض پر اس وصیت کا نفاذ ثلث المال تک محدود کرنا پڑیگا یا کس طرح ایسی صورت میں اگر بحق الوارث ناقابل نفاذ قرار دی جائے۔ یا اس کا نفاذ نفاد وصیت بحق وارث سے مقدم قرار دیا جائے تو ثلث المال میں جمیع مال موصی کا ثلث نفاذ وصیت کے لئے شمار کیا جائیگا یا زیورات کو جنکی نسبت متوفی نے شاہ محمد کے نام کوئی وصیت نہیں کی علیحدہ رکھ کر باقی ماندہ کے ثلث پر وصیت نافذ ہوگی دونوں صورتوں میں جو جائز قرار دی جائے اسکی سند ہونی چاہیئے بعد نفاذ وصایا اور ادائے فرائض ورثار کے جو مال باقی ترکہ متوفی کا بچ رہے اوس کے تقسیم میں علماء میں بحث اور اختلاف ہے اوس کا اقتباس یہ ہے (۱) باقی ماندہ مال اس اصول پر کہ نفاذ وصیت لزائد علی ثلث المال کا اب کوئی مزاحم نہیں رہا اب موصی لہ بزائد علی ثلث المال کو ملنا چاہیئے (۲) باقی ماندہ مال کا اب چونکہ کوئی حقدار نہیں رہا اور رد وجہ موجود ہے اس لئے رد علی الزوجین کے فتوی کے مطابق زوجہ کو دیا جاوے (۳) باقیماندہ کی تقسیم بعد ادائے فرائض و دیون و فرائض وصایا کی جو ترتیب ہوسکتی ہے وہ حسب ذیل مستحق بالترتیب ہوں گے ذوی الفرائض عصبات رد ذوی الارحام مقرلہ موصی لہ بمازاد علی الثلث رد علی الزوجین بیت المال اس ترتیب کی رو سے بمازاد علی الثلث کو دیا جائے فقرہ بالا کی صورت ۲، ۳ میں علماء کا اختلاف تقدم و تاخر رد علی الزوجین اور موصی لہ بکل المال کے ہے اور اس حقوق کے متعلق بحث بھی فتاوی میں بہ تفصیل درج ہے ایک جزئی سند اس قسم کی زیر بحث ہے جس میں علماء متاخرین نے بیت المال کو بوجہ فساد و عدم وجود بیت المال کے رد علی الزوجین سے متاخر کر دیا ہے اور موصی لہ بکل المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھنے کے متعلق کوئی سند صریح اور جزئی ظاہر نہیں کی گئی صرف

مندرجہ ذیل استشہاد میں کی گئی جنکو دوسرے علماء اوسی متاخرین اور متقدمین کی بحث میں لاکر رد علی الزوجین سے موخر خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں فتاوی۔ یہ سوالات ہیں جو ابھی تک تصفیہ طلب ہیں نقول فتاوی علمائے منسلکہ مسل معہ نقل استفتاء و نقل وصیت نامہ خدمت میں مولوی صاحب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرسل ہوئے اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاوی کو ملاحظہ فرماویں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کامعہ استناد جواب تحریر فرماکر بہت جلد مرحمت فرماویں مبلغ صہ بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے جائیں اور یہ بھی التماس ہو کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتوی معلوم ہو تو اطلاع بخشیں ملاحظہ فتاوی سے اختلاف علماء کے تمام جزئیا اور صورتیں واضح ہوں گی ہر ایک فتوی پر علیحدہ علیحدہ نمبر دیئے گئے ہیں مقدمہ چونکہ عرصہ سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوایا جاوے۔

تحریر ۱۷ اگست ۱۳ء مسمات عالمون بنام شاہ محمد دعوی جائداد بروئے وراثت استفتاء مسمی واحد بخش مرگیا ہے صرف ایک بیوہ مسمات عالمون چھوڑ گیا ہے دیگر کوئی اوس کا وارث نہیں مرنے سے قریب ایک دو ماہ یا پندرہ یوم وہ چہار پائے بند ہوگیا اوسکو تپ دق کی بیماری تھی اسی بیماری میں وہ فوت ہوا ہوش اس کو آخر تک رہے مرنے سے قریب ایک ہفتہ پہلے اوس کے معالج نے یہ کہدیا تھا کہ وہ اب نہ بچیگا اور اس لئے اوس کا علاج کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مرنے سے قریب تین چار یوم پہلے ۲۳ فروری ۱۱ء کو واحد بخش مذکور نے ایک وصیت تحریری تکمیل کی اس وصیت کی ایک نقل شامل ہذا کی جاتی ہے یہ شاہ محمد موصی کا نہ رشتہ دار نہ ہم قوم ہے متوفی ایک نومسلم تھا جو اپنے آپ کو وصیت میں شیخ نومسلم پیشہ نان بائی لکھتا ہے اسی شاہ محمد کے گھر میں وہ مرا جس نے اوسکی تجہیز و تکفین وغیرہ کی اب دعوی جائداد متوفی کا باہم اس شاہ محمد کے اور عالم خاتون بیوہ موصی کے ہے موخر الذکر مدعیہ ہے وہ مانتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ نے پاس اوسکو زیورات قیمتی ساﮢصہ (جس کا ذکر وصیت میں ہے) بعد وفات موصی دیدیئے ہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات و اثاث البیت ظروف وغیرہ مالیت ماﮢصہ اور دو منزل مکانات قیمت آٹھ سو روپے از ترکہ شوہرش مذکور موجود ہیں وہ بھی ششدعاًتنہا مدعیہ کو ملنا چاہئے مدعا علیہ کا کوئی حق نہیں وصیت کی تکمیل اور جوازی دونوں کو وہ تسلیم نہیں کرتی جو زیورات قیمتی ساﮢصہ ورثہ مدعیہ کو ملے ہیں اون کی نسبت وہ یہ کہتی ہے کہ مجھکو حق مہر میں شوہر دے گیا ہے شاہ محمد مدعا علیہ کو وصیت کی تعمیل پر اقرار ہے وہ کہتا ہے کہ وصیت جائز ہے اور کہ مدعیہ حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہیں رہی اور کہ وصیت کو مدعیہ نے وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا سوال یہ ہیں۔

اماکیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی وصیت پر کیا اثر

پڑتا ہے۔ ع۲۔ چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت اوس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد متوفی میں مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے۔

ع۳۔ جو خاص زیورات قیمتی سمائیسے بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں کیا اون میں سے مدعا علیہم کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو چھوڑ کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ع۲ اون کے پائے جاویں۔ ع۴۔ جو اخراجات تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اوس کے اپنے حصے پر چارج ہوں گے یعنی یا یہ کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا ع۵ مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا ہے کیا وہ شرعا جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اوسکو بروئے سوال ع۲ ایک حصہ مکان تملیک قطعی دیدیا جاوے ع۶۔ حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کے ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ع۲ اثر پذیر ہوسکتا ہے۔ ع۷۔ جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا سوال ع۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ میں جدا جدا دیا جاسکتا ہے یا کہ بالکل جائداد منقولہ غیر منقولہ کی قیمت مقرر کرکے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہے۔ ۷/ ارجنوری۔

الجواب۔ مندرجہ سوال حالات میں مسمی واحد بخش کی متروکہ جائداد میں سے پہلے اوسکی تجہیز و تکفین شرعی کا جس میں رواجی صدقات و خیرات شامل نہیں ہے خرچ ادا کرنے کے بعد اس کی بیوہ مسمات خاتون کا حق مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کریں گے اس حق مہر ادا کرنے کے بعد جس قدر جائداد منقولہ یا غیر منقولہ باقی بچے اوس کے تین حصے کرکے دو حصہ مسمات عالم خاتون بیوہ واحد بخش کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے اس مختصر جواب کے بعد عدالت کے سوالات کا نمبروار جواب دیا جاتا ہے۔

(۱) یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور شرعا جائز ہے۔ (۲) عالم خاتون مدعیہ کے اعتراض کرنے پر جائداد متروکہ کے جبکہ اس میں سے واحد بخش کی شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اور عالم خاتون کے حق مہر کی رقم نکالی جاچکی باقی کے تیسرے حصہ میں جائز ہوگی اس سے زائد میں جائز نہیں ہوگی اس لئے اس باقیماندہ جائداد میں سے دو حصے عالم خاتون کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔ ع۳ زیورات قیمتی سمائیسے کی بابت اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ زیورات عالم خاتون کے حق مہر کے عوض میں دیئے گئے ہیں تو پھر ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ بھی حق نہیں ہے لیکن اگر ان تمام زیورات کا یا ان میں سے کسی قدر حصہ زیورات حق مہر میں دیا جانا ثابت نہ ہو تو پہلی صورت میں تمام زیورات کے تیسرے حصہ میں اور دوسری صورت میں باقی ماندہ زیورات کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دونوں صورتوں میں باقی دو حصے عالم خاتون کے حق ہوں گے۔ ع۴۔ تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے

ہی سے نکال لیا جاویگا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہیں پڑیگا۔ ۵۔ مسمات عالم خاتون کو رہائش کا حق شرعاً
حاصل نہیں ہے اس بات میں واحد بخش کی وصیت لغو اور بے اثر رہے گی۔ ۶۔ ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی
صورت ہوگی کہ ان کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہے اور دو حصے مسمات عالم خاتون کا حق ہے لیکن یہ
مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دیدیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ واحد
بخش کی جائداد غیر منقولہ سے پورا کر دیا جائے۔ ۷۔ فریقین یعنی عالم خاتون اور شاہ محمد خاں کا اصل حق تو
موجودہ جائداد متروکہ واحد بخش ہی میں ہے لیکن اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اوسکی قیمت لینے پر رضامند
ہوجائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دیدے لیکن کسی فریق کو خواہ وہ عالم خاتون ہو یا شاہ محمد
خاں اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا شرعاً عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔ (نوٹ) متوفی کی اولاد نہ
ہونے کی صورت میں بعد ادا کرنے خرچ تجہیز و تکفین اور ادا کرنے حق مہر یا ایسی ہی اور قرضوں کے جس قدر
باقی بچے اس باقی ماندہ ترکہ کے تیسرے حصہ میں سے وصیت ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سے چہارم
حصہ بیوہ کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ سوال کی
صورت میں ہے تو بعد ادائے خرچہ تجہیز و تکفین اور ادائے حق مہر و دیگر قرضوں اور ادائے حصۂ وصیت کے
جس قدر باقی بچے وہ سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کتاب درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہوا ہے
ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

نقل وصیّت نامہ دا

میکہ واحد بخش ولد دین محمد ذات شیخ نومسلم پیشہ نان بائی عمر تخمیناً ۵۵ سال حال مقیم خانپور ریاست
بہاولپور کا ہوں بجمعی حواس خمسہ و ہوش عقل بلا اجبار و اکراہ احدیکہ اقرار کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں اس
بات پر کہ مظہر بعارضہ بیماری تپ دق کے بیمار ہے اور یہ بیماری ایک ایسی بیماری ہے کہ اس سے نجات
قسمت اور خداداد زندگی پر شفایابی حاصل ہوتی ہے اور اب مجھکو ایسے نازک وقت پر اپنی جائداد منقولہ
و غیر منقولہ کا انتظام بھی کرنا ضرور ہے تاکہ پس ماندگان میرے میں کوئی تکرار مدار برپا نہ ہو پس اب میں اس
طرح پر اپنا انتظام کرتا ہوں کہ چونکہ میرا کوئی فرزند نرینہ یا مدینہ نہیں ہے صرف ایک عورت نوجوان ہے
جس پر یہ بھروسہ کم ہے کہ بعد موتیدگی میرے کے وہ میرے حق میں رہے اور یہ ضرور ہے کہ میرے جائداد
بعد میرے تباہ و خراب نہ ہوجائے اس کا یہ انتظام ہے کہ زیورات ذیل کنٹھالہ طلائی ۸ یا پانچ لڑی قیمتی
۸ کڑیاں نقرہ ایک جوڑا قیمتی یکصد روپیہ چندن ہار ایک قیمتی مبلغ ۶۰ تولہ طلائی ایک عدد قیمتی ۶۰ روپیہ
عطردان ایک قیمتی مبلغ ۶ بازوبند نقرہ ایک جوڑہ قیمتی ۶ کنگن نقرہ دانوال ایک جوڑہ قیمتی مبلغ ۶ کل جملہ
مبلغ ۴۶۰ کے زیورات مندرجہ بالا اپنی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو ملیگا ان زیورات سے کسی کا تعلق اور

واسطہ نہ ہوگا میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون مذکورہ بالا کے ہیں اور ماسوائے اس کے میری جائداد غیر منقولہ از
قسم مکانات رہائش بمقام نوشہرہ ہیں اور وہ پیدا کردہ مظہر کے ہیں ان کا انتظام اس طور پر رہے گا کہ
وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں ولد مسگر خاں ذات نانبوچی سکہ خان پور کے رہیگی اور مالک بھی یہی
رہے گا اگر مظہر کی عورت مظہر کے حق میں رہکر گزارہ کرے تو اسکو فقط حق آسانش کا حاصل رہے گا وہ یعنی
تاحق مظہر آباد رہے گی رہن اور بیع مسماۃ عالم خاتون زوجۂ ام کو اختیار ہرگز نہ ہوگا اور اگر وہ کسی دوسری
جگہ اپنا عقد نکاح کرا دے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا مالک
اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے اوسکو اختیار ہے کہ اسکو فروخت کرکے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن
زر رہن یا زر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخشیگا یعنی غرضیکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ
کا ہے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن گلی مسی وکٹ وغیرہ دیگچہ ہا مسی وتھالی کلاں مسی
وکٹورہ کٹ وچارپائی ہائے وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا بموقع محفل امامین
شہیدین شریفین شاہ محمد خاں جملہ برتن ہائے میں سے گلیم دری کلاں وغیرہ لے جاوے اور استعمال کرے
سب کچھ شاہ محمد خاں کے اختیار میں ہوگا زوجہ ام مسماۃ عالم خاتون کو ضرورت استعمال کے لئے دیے
جائیں گے بشرطیکہ وہ فروخت یا بیع روپوش نہ کرے ورنہ کُلھم اشیاء مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں
ہے جس نے میری خدمت گذاری اور وفاداری ازحد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز و تکفین کا انتظام کریگا
اور میری منزلت آخر کو پورا انجام دیگا۔ یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گی جب تک میں حیات
موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گے اور قابل عمل ہوں گی لہذا ایں چند حروف بطور
وصیت نامہ لکھدیا ہوں کہ سند رہے اور وقت حاجت کے کام آوے۔

المرقوم ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء

مسئلہ ۲۔ سوال زید اس طرح وصیت کرکے مرگیا ہے کہ بعد مرنے میرے کے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک
عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کریگا اور للہ میری ارواح کو بھی دیگا بعد وفات زید کے عمرو نے وصیت مذکورہ
کو قبول کرکے ایفاء امورات ایفاء میں لگ گیا متوفی کا وارث بجز ایک زوجہ اور کوئی نہیں ہے اب زوجۂ
متوفی کہتی ہے کہ یہ تمام مال متروکہ شوہر خود صرف میرا ہی حق ہے میں دوسرے شخص کو دینا نہیں چاہتی پس
شرع شریف میں یہ وصیت جائز ہے یا کسی طرح اور زوجہ کا حق مال متروکہ میں کیا ہے اور وصیت کا
حصہ کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ھو الملھم بالحق والصواب

شرعاً یہ وصیت صحیح اور نافذ ہے کیونکہ وصیت کنندہ عاقل بالغ ہے اور زوجہ کا حق مال متروکہ متوفی

سے سدس ہے اور باقی عمر و موصی لہ کا ہے اور للہ اسباب خیر میں بھی صرف کرے مثلاً تعمیر مسجد کی کرا دے یا پل طیار کرا دے یا طلبائے علم دین اسلام کو دیوے روایات کتب معتبرہ اس پر دال صریح الدلالۃ اور واضح البیان ہے۔ شواھد فی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرا تہ فان لم تجز درمختار فلھا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فیبقی الثلثان فلھا ربعھما وھو سدس الکل قولہ ولھا ربعھما لان الارث بعد الوصیۃ ففرضھا ربع الثلثین الباقین وشامی من عنہ کذلک لومات الرجل عن امرأتہ واوصی بمالہ کلہ لاجنبی ولم تجز فللمرأۃ السدس وخمسۃ اسداسہ للموصی لہ لان الثلث صار مستحقا بالوصیۃ بقیت الشرکۃ فی ثلثی المال فللمرأۃ ربع ذلک والباقی لہ لان الوصیۃ مقدمۃ علی بیت المال فتاوی عالمگیری من عنہ وکذلک فی الفتاوی الخلاصۃ اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فھی باطلۃ وقال محمد رحمہ اللہ تصرف لوجوہ البر۔ درمختار من عنہ قولہ قال محمد رحمہ اللہ تصرف لوجوہ البر قدمنا عن الظھیریۃ انہ المفتی بہ ای لانہ وان کان کل شیئ للہ تعالی لکن المراد التصدق لوجہ تعالی تصحیحا لکلامہ بقرینۃ الحال ۱۲ شامی من عنہ ولو اوصی بالثلث فی وجوہ الخیر یصرف الی القنطرۃ و بناء المسجد وطلبۃ العلم کذا فی تاتارخانیۃ فتاوی عالمگیری من عنہ وھکذا فی فتاوی خلاصۃ ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجھیز وامر کفنہ وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ نافع رضی اللہ عنہ یعنی المراھق درمختار من عن علی حسب اظھار السائل۔ واللہ تعالی اعلم۔

بحقیقۃ الحال وصدق المقال (دہم) مستفتی نے بعد تکمیل استفتار ہذا کے بیان کیا کہ متوفی نے چند زیورات معدودہ مشخصہ معہودہ کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا تھا یعنی کہہ گیا تھا کہ بعد وفات میرے کے ان زیورات مذکورات کی مالک میری زوجہ ہے پس اس کا جواب شرعاً یہ ہے کہ جس چیز کی نسبت متوفی نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ چیز سالم متوفی کی زوجہ کی حقیت ہے جو بذریعہ وصیت کے اپنے خاوند سے لے سکتی ہے۔ والشاھد فیہ حتی لو اوصی لزوجتہ اوھی لہ ولم یکن ثمۃ وارث اخر تصح الوصیۃ ۱۲ ابن کمال درمختار من عنہ ھذا ما عندی ولعل عند غیری ابلغ من ھذا اما قولکم رحمکم اللہ۔ اندریں صورت ایک شخص مسمی واحد بخش جو عرصہ سے مریض تھا اپنے مرض الموت میں مرنے سے دو دن پہلے بدیں مضمون وصیت کی کہ چونکہ میں بیمار ہوں اور حیات ناپائیدار کا اعتبار نہیں ازاں میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں زیورات قیمتی سا ہے مرے مرنے کے بعد میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو بعوض حق المہر دیئے جاویں اور ماسوائے اس کے کل جائداد میری کا مالک مسمی شاہ محمد خاں ہوگا بعد کرنے اس وصیت کے فوت ہو گیا اور واضح رہے کہ واحد بخش متوفی وصیت کنندہ کا بغیر عالم خاتون کے جو اسکی زوجہ ہے اور کوئی وارث نہیں شاہ محمد موصی لہ ایک

اجنبی آدمی ہے اب دریافت طلب امر ہے کہ شرعًا ایسی وصیت کو کیا حکم ملتا ہے۔ بوقت موجودگی وارث دیگر اجنبی کے واسطے وصیت جائز ہے یا نہ اگر جائز ہے تو جمیع مال سے یا ثلث میں عورت کو شرعًا اوس کے متروکہ سے کچھ حصہ ملیگا یا نہ اور اگر ملیگا تو کیا۔ بینوا توجروا

جواب باللہ التوفیق

شرعًا بوقت موجودگی ورثہ وصیت بجمیع مال نافذ نہیں ہوسکتی ثلث سے جاری ہوگی ثلث یعنی مال متروکہ سے تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا ناجائز ہے جن جن زیورات کے بارہ میں مسمی واحد بخش متوفی بعوض حق المہر مسمات عالم خاتون زوجہ خود کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا فرض تھا اور اس کا ادا کرنا اوس کو فرض تھا ویبدأ من ترکۃ المیت تجہیزہ ثم دینہ کنز الدقائق اس کے ماسوا باقیماندہ اشیار منقولہ وغیر منقولہ متروکہ واحد بخش متوفی موصی میں سے ثلث یعنی تیسرا حصہ شاہ محمد موصی لہ کو شرعًا دیا جائے گا ولا تجوز بما زاد علی الثلث ۱۲ کنز الدقائق ولا تجوز بما زاد علی الثلث لانہ حق الورثۃ ۱۲ ہدایہ۔ وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ ۱۲ الدر المختار اور باقی اس کی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو دیا جائے گا کیونکہ ربع اسکو بالفرضیہ ملتا ہے فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد ۱۲ الدر المختار والربع للزوجات اذا لم یکن ولد وولد ابن ۱۲ جوہرہ نیرہ۔ اور باقی بھی مسمات عالم خاتون کو بالرد ملتا ہے یعنی بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے اوس پر یعنی زوجہ پر رد کیا جادیگا قلت وفی الاشباہ انہ یرد علیھما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء الدر مختار قولہ وفی الاشباہ قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال وفی الزیلعی عن النہایۃ ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا البنت والابن من الرضاع یصرف الیھما وقال فی المستصفٰی والفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وھو قول المتأخرین من علمائنا وقال الحدادی الفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحیٰی ابن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیھما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام رد المحتار شرح الدر المختار عبارت کتب معتبرہ مرقومۃ الفوق سے ظاہر ہے کہ جمیع مال سے ایک ثلث مسمی شاہ محمد خاں موصی لہ لیویگا اور دو ثلث مسماۃ عالم خاتون زوجہ متوفی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب عندہ ام الکتاب۔ ۲۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۹ھ مفتی مولوی محمد مجید صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے حقے داران پر بحصہ رسدی رد ہوسکتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہوسکتا ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین کو دیدینگے یعنی موصی لہ بکل المال کو نہ دینگے۔

انتہی خلاصہ دو ورق کا یہ دو سطریں ہیں تردید منجانب علمائے ریاست بھاولپور ہمارے ہاں بھی مسلم اور

ما علیہ العمل یہی قول متاخرون کا ہے جو الیوم رد علی الزوجین پر فتوی ہے اور سیدنا امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث اور ان سے بیان وجہ رد علی الزوجین کا اگرچہ درمختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں اس سے جواب نقلا عن روح الشروح کمال الوضوح کے مبیّن ہے تاہم مع قطع النظران دونوں امروں کے ہمکو بالراس والعین منظور ہے مگر تاسف اس کم توجہی مفتی صاحب پر ہے کہ رد علی الزوجین کا محل الوقوع اور موقع ملحوظ نہ کرنا اور بلا تامل اس کے موصی بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل اور نقل ہے اور سراسر تحکم و تعسف اور دعوی بلا دلیل ہے فقہاؤں نے رد علی الزوجین کی علت مرارا یہ بیان فرمائی ہے کہ لفساد بیت المال۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بھی خود تحریر کیا ہے اور یہ تو ایک دفعہ بھی نہیں لکھا کہ لفساد الوصیۃ لجمیع المال اس سے صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین جو بنا ء علی مذہب المتاخرین قول مفتی بہ ہے اس کا درجہ صرف بیت المال سے مقدم ہے چنانچہ بنات المعتق وذوی ارحامہ والبنت والابن من الرضاع کو بیت المال سے تقدیم ہے لما حققہ الشامی رحمہ اللہ تحت قولہ فی الاشباہ نقل عن معراج الدرایۃ نہ یہ کہ رد علی الزوجین کو مستحقین پر تقدیم ہے بلکہ رد علی ذوی الفروض النسبیۃ و ذوی الارحام موصی لہ بکل المال جو اہل استحقاق ہے یہ سارے فریق رد علی الزوجین سے مقدم ہیں اب جزئی صریح اس امر کی کہ الموصی لہ بجمیع المال مقدم علی الرد علی الزوجین ہدیہ ناظرین ہے وفی السراجی ثم الموصی لہ بجمیع المال ثم بیت المال ان لم یکن احد المذکورین فی المال کلہ للموصی لہ لان منعہ عن زیادۃ الثلث کان للمعرۃ بالورثۃ وقد انتفی بھا وان کان احد الزوجین فالباقی لہ وان کان وارث غیرھما فللموصی لہ الثلث ۱۲ شیخ الاسلام ضیاء السراج علی السراجی من عنہ وفی المستصفی والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق بعد م بیت المال ۱۲ شامی تحت قولہ وفی الاشباہ والفتوی الیوم بالرد علیھما اذا لم یکن للباقی مستحق لان الظلمۃ لا یصرفون مال بیت المال الی مصرفہم مستصفی من عنہ۔ جو نقل مولوی مستصفی کا مفتی صاحب نے شامی سے تحت قولہ وفی الاشباہ لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمام قول کو اول سے آخر تک نہیں دیکھا اگر دیکھتے اور غور کرتے تو عند عدم المستحق کی قید ضرور ساتھ لگاتے جو اوس قول میں درج ہے اور ہر جگہ رد ہے صرف ناتمام جزئی نقل کر کے خوش ہو رہے ہیں نقل میں ماقبل اور مابعد کے لحاظ چاہیئے تاکہ نقل صحیح اور تمام ہو نہ کہ ناقص اور غلط ہاں اگر دیدہ و دانستہ دیکھکر نہیں لکھا تو سفسطہ اور مکابرہ ہے ویستضح لك معنی المستحق ویاتیك تحقیقہ عنقریب انشاء اللہ تعالی اب توجہ فرمائیے کہ یہ فریق ایک دوسرے کے عدیل اور ردیف ہیں سوائے بیت المال کے سارے فریق رد علی الزوجین سے مقدم ہیں ثم رد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقھم ثم ذوی الارحام ثم بعدھم مولی الموالات کما مر فی کتاب الولاء ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت فلو ثبت حقیقۃ وزاحم الورثۃ ثم بعدھم الموصی لہ بمازاد علی الثلث ولو بالکل ثم یوضع فی بیت المال ۱۲ درمختار قولہ ثم ذوی

الارحام ای یبدء بھم عند عدم ذوی الفروض النسبیۃ والعصبات فیاخذون کل المال او ما بقی عن احد الزوجین لعدم الرد علیھما ۱۲ شامی قولہ ولہ الباقی ای ان لم یوجد احد ممن تقدم فلہ کل المال الا ان وجد احد الزوجین فلہ الباقی عن فرضہ ۱۲ شامی قولہ ثم المقر لہ بنسب ای غیرہ فیعطی کل المال الا اذا کان احد الزوجین فیعطی ما فضل بعد فرضہ ۱۲ شامی قولہ لم یثبت ای یکون ھذا الاقرار وصیۃ معنیً ولذا صح رجوعہ عنہ ولا ینتقل الی فرع المقر لہ ولا اصلہ ۱۲ شامی اخوا (قولہ ثم بعدھم) ای اذا عدم من تقدم ذکرہ یبدء بمن اوصی لہ بجمیع المال فیکمل لہ وصیتہ لان منعہ عما زاد علی الثلث کان لاجل الورثۃ فان لم یوجد احد منھم فلہ عندنا ما عین لہ کملا سید ولا یخفی ان المراد انہ یاخذ الزائد بطریق الاستحقاق بلا توقف علی اجازۃ فلا یرد ان اخذ الزائد لا یشترط فیہ عدم الورثۃ اذ لو اجاز وجاز ۱۲ شامی ص۴۸۸ج۵ اس عبارت لایخفی سے مخفی نہیں ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ موصی لہ بکل المال مستحق ہے اور وہ رد علی الزوجین پر مقدم ہے ھذا ما وعدناہ من قبل والحمد للہ علی الوفاء اور قولہ لم یثبت کی تحقیق علامہ شامی رحمہ اللہ سے کھل گیا کہ جب اقرار مذکور کو معنیً وصیت قرار دیا گیا اور مقر لہ مذکور جمیع مال کا مستحق بنا بعد اخراج اصل فرض احد الزوجین سے تو یہ شان وصیت کا ہے پس اس میں کوئی شک نہ رہا کہ وصیت بجمیع المال کو تقدیم ہے رد علی الزوجین پر الآن حصحص الحق قولہ ثم یوضع فی بیت المال ای ان لم یوجد موصی لہ بالزائد یوضع کل الترکۃ فی بیت المال او الباقی ان وجد موصی لہ بما دون الکل ۱۲ شامی من عنہ۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا رد علی الزوجین اور ادخال الترکۃ فی بیت المال میں سے کون مقدم ہے سو متقدمین کے نزدیک بیت المال مقدم ہے کیونکہ اس نیک عصر میں بیت المال صلاحیت میں تھے اور مصرفون مستحقون میں خرچ ہوتے تھے اور متاخرون کے نزدیک بسبب فساد بیت المال کے رد علی الزوجین مقدم ہے بیت المال پر اور الیوم فی زماننا ھذا مفتی بہ یہ قول ہے اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے اور عمل ہمارا ابھی اس پر ہے وفی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال ۱۲ من عنہ صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین مقابل اور مربوط بیت المال سے ہے نہ کہ وصیت بکل المال سے وھدایۃ الانصاف من اللہ الھادی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے دراز عرصہ تک علمائے لاہور نے اپنے دعوی الرد علی الزوجین مقدم علی الوصیۃ بجمیع المال کی ایک ضعیف جزئی بھی ثابت نہ کی صرف نکمی تطویل سے اوراق لکھ لکھ کر تضییع اوقات عزیزہ کی فرمائی صرف رد علیھما کے مسئلہ معروفہ کو لکھکر بھیجا جن کا انکار بھی کسی کو نہ تھا سودہ مسئلہ ایسا بے موقعہ فرمایا جس کی تردید سے کتب مملو ومشحون ہیں علمایان ریاست نے اپنے دعوی الوصیۃ بکل المال مقدم علی الرد علی الزوجین پر پہلے ابتدائے مسئلہ میں اور اب اس تردید کے ضمن میں کیا صاف صاف واضح واضح جزئیات اظہر من الشمس ہدیۂ ناظرین کئے ہیں انصاف فرمایا جاوے (تذییل)، ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ جن مفتی صاحبان لاہور نے پہلے استفتاء بھیجا تھا اب ہماری تردید پہلے کو ملاحظہ فرما کر وہ صاحبان موصوفہ تو بنظر

الانصاف خیر الاوصاف لب بسکوت ہو رہے ہیں اب اس دوسری مرتبہ مولوی مفتی محمد مجید صاحب کو اشتعال آیا تو اونہوں نے قلم اوٹھایا اب یقین ہے کہ اس جواب کو ملاحظہ فرما کر وہ بھی تسلیم فرماویں گے اور تحسین کا تحفہ ہم داعیان بالخیر کی طرف ارزانی فرماویں گے خداوند کریم کرے کہ ان کا شعلہ اس پانی سے مطفی ہو اور بجھ جائے درجہ القبول والثواب من اللہ تعالی وھو اعلم و احکم بالصواب۔ محررہ بتاریخ ۱۶ اگست ۱۳۔

متوفی کے اقرار نامہ میں یہ الفاظ ہیں مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل عمل ہوں گے جب تک میں حیات میں موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گی ان لفظوں سے تملیک بعد الموت جسکو وصیت کہتے ہیں ثابت نہیں ہوئی تو شرعًا اس کا کیا نام ہے بیان کیجئے۔

۱ (سوالات عدالت) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ۲۔ چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت مدعیہ اوس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہیے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہیئے۔ ۳۔ جو خاص زیورات قیمتی سمایہ بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں اوس میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو حصہ بنا کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ۲ اوس کے پائے جاویں ۴ اخراجات تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں وہ مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اوس کے اپنے حصہ میں چارج ہوں گے یا کہ مدعا علیہ کے حصہ پر اون کا بار ہوگا۔ ۵ مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا وہ شرعًا جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اسکو بروئے سوال ۲ ایک حصہ مکان بتملیک قطعی دیدیا جاوے۔ ۶ حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کو کسی ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۳ اثر پذیر ہو سکتا ہے۔ ۷۔ جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا بروئے سوال ۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ ۳ وغیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جا سکتی ہیں

(جواب شرع شریف) شرعًا یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جوازی وصیت پر یہ اثر پیدا ہو کہ حق الارث شرعی مدعیہ کے ماسوائے مدعا علیہ کو ملیگا جو موصی لہ ہے جیساکہ جواب سوال ۲ میں ہر ایک کا حق ظاہر کیا جاویگا مدعیہ نے اس وصیت پر اعتراض کیا اس پر شرعًا جائداد متوفی میں سے مدعیہ وارث شرعیہ کو ۱/۴ حصہ ملنا چاہیئے مدعیہ وارث شرعی ہے اوس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث شرعی کے واسطے وصیت ناجائز ہے بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جاویں جیساکہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کا متحمل قوی یہ ہے اور حق مہر دین ہوتا ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے

مقدم ہے مدعا علیہ موصی لہ کا تعلق ان زیورات کے ساتھ نہ سمجھا جاوے۔ باسوائے زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملیگا جیسا کہ بالاتشریح ہوچکی ہے اخراجات تجہیز وتکفین کا بار حصہ مدعا علیہ پر جو اوس نے اپنے اختیار سے اپنے مال سے خرچ کیا ہے صرف خرچ کرنے دفن میت کا چھ سات روپیہ تک آخر دس روپیہ تک اس کا بار فریقین پر ہے اس قدر سے زیادہ خرچ کا بار خرچ کرنے والے پر ہے بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا حق سوائے چہارم مابقی میں الدین والوصیۃ کے کوئی حق رہائش مکان ونان نفقہ وغیرہ کا نہیں ہے صورت متنازعہ میں مال متوفی منقولہ غیر منقولہ سے اگر مدعیہ کو ۱/۶ حصہ تقسیم کرکے بطور تملیک قطعی دیدیا جاوے تو حق سے اس کے پورے ہوچکے اس میں کوئی اثر نہیں ہے۔ (شمہ ظروف وغیرہ کا بھی بلحاظ سوال ۲ ۱/۶ حصہ مدعیہ کو تقسیم کرکے دیدیا جاوے فوت) ہونے متوفی کے بعد مال متروکہ متوفی کا علی حسب حصص شرعی جبراً تملیک ورثا رباقی ماندہ کے ہوجاتا ہے بعد فوتندگی صرف تقسیم کرنے متروکہ کے حاجت ہوتی ہے اس صورت میں مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے ہر حصہ سے ۱/۶ حصہ بجنسہ لے سکتی ہے اگر باختیار خود اپنے حصہ ۱/۶ فریق ثانی سے لے لیوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے الآن نکتب الروایات الفقہیۃ عن المعتبرات الحنفیۃ وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترك وارثا الاامرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلااجازۃ فیبقی الثلثان فلہا ربعہما وھو سدس الکل ۱۲۵۱ درمختار من عنہ وعلی ھذا اذا ترك زوجۃ لاوارث لہ غیرھا واوصی الرجل بجمیع مالہ کان لہا سدس وللموصی لہ خمسۃ اسداس لانہا لاتستحق من المیراث شیئا حتی یخرج ثلث الوصیۃ فاذا اخرج الثلث استحقت ربع الباقی ومابقی بعد ذلك یکون للموصی لہ بالجمیع واصلہ من اثنی عشر للموصی لہ اربعۃ وھو الثلث یبقی الثلثان ثمانیۃ للزوجۃ ربعہا اثنان یبقی ستۃ تعود للموصی لہ فیکون لہ عشرۃ من اثنی عشر وذلك خمسۃ اسداسہا ۱۲۵۱ جوہرہ نیرہ شرح قدوری من عنہ۔ وھکذا فی فتاوی الہندیۃ وردالمحتار والدرالمختار وھذا الکتب من معتبرات الحنفیۃ وان لم تجز واوصی لہا ایضا اولانقد اوضح فی الجوہرۃ فراجعہا ۱۲ ردالمحتار فی قولہ لاالزیادۃ علیہ الخ فی کتاب الوصایا اور صاحبان انجمن مستشار العلماء لاہور نے جواس صورت موجودہ میں ۱/۳ حصہ یعنی سوم حصہ مدعا علیہ کا بتایا جو موصی لہ تھا اور ۲/۳ حصہ یعنی دوثلث حصہ مدعیہ کا بتایا یہ اثر بے غوری اور کمال بے توجہی صاحبان کا ہے اور محض رائے اپنی لکھدیا اور راس بارہ میں روایت ندارد دراصل مسئلہ شرعی اس طور پر نہیں ہے بلکہ مسئلہ شرعی اس طور پر ہے جو مولوی صاحبان خانپور نے لکھا ہے یعنی ۱/۶ حصہ مدعیہ وارثہ کا ہے اور ۵/۶ حصہ مدعا علیہ موصی لہ کا ہے اور اسی مطلب پر روایات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ ناطقہ ہیں اور میرا بھی اتفاق ان صاحبان سے ہے اور وجہ غلطی صاحبان انجمن کی یہ ہے کہ اونہوں نے یہ قول دیکھا ہے کہ فی زماننا مذہب متاخرین کا ایک صورت خاص ہے اور صورت متنازعہ مغائر اس کے ہے یعنی صورت خاص یہ ہے کہ متوفی کے

حقداروں میں سے صرف ایک زوجہ اسکی موجود ہے اور ماسوائے اوس کے کوئی حقدار نہ ہوئے اور صورت متنازعہ میں زوجہ کے سوائے دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہٗ بجمیع المال ہے تو اس صورت خاص میں ¼ یعنی چہارم حصہ ارثی ¾ یعنی سہ ربع باقی ماندہ زوجہ کو بالرد ملنا چاہئے کیونکہ اگر سہ ربع باقی ماندہ اوسکو نہ دیئے جائیں تو مذہب متقدمین کے مطابق بیت المال کے سوائے دوسری جگہ نہیں ہے سو بسبب فاسد ہوں بیت المال کے فتوی متاخرین کا یہ ہے کہ یہ سہ ربع باقیماندہ بھی زوجہ متوفی پر رد کیئے جاویں کہ وہ وارث شرعی ہے اور بیت المال سے فائق ہے اور یہ فتوی متاخرین کا عندالکل مسلم ہے اگرچہ آج تک اس کا عمل درآمد نہیں ہوا۔ الاما نحن فیہ میں جاری نہیں ہوسکتا۔ کمامر وقال المحقق احمد بن یحیٰی بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام وظلم الحکام فی ھذہ الایام اھ وفی المستصفی والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لایصرفونہ الی مصرفہ اھ اقول ولم نسمع ایضا فی زماننا من افتی بشیئ من ذلک ولعلہ لمخالفۃ للمتون فلیتأمل۔ رد المحتار فی قولہ وفی الاشباہ الخ فی کتاب الفرائض فی بیان الرد فی باب العول من عنہ قال علمائنا رحمھم اللہ تعالی نتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بتکفینہ وتجہیزہ من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ ا ۲۵ سراجی من عنہ ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لاتسبیا کمامر الا باجازۃ ورثۃ لقولہ علیہ السلام ولاوصیۃ لوارث الاان یجیزھا الورثۃ یعنی عند وجود وارث اٰخر لایفیدہ اٰخر الحدیث وسنحققہ ۱۲ درمختار من عنہ فی کلامہ۔

الجواب۔ یہ فقہ کا مسلم الثبوت ہے کہ مصارف تجہیز وتکفین شرعی اور ادائے قرض کے بعد جس قدر جائداد منقولہ غیر منقولہ باقی بچے اس کے تیسرے حصہ میں وصیت جاری اور نافذ ہوسکتی ہے اور اگر متوفی نے تیسرے حصے سے زیادہ کی وصیت کی تھی تو اس زائد علی الثلث نافذ ہونا وارثوں کی اجازت پر موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ نفاذ کی اجازت دیں تو نافذ ہوگی ورنہ نافذ نہ ہوگی کتاب ہدایہ میں ہے ولا تجوز بمازاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ وھم کبار لان الامتناع لحقھم وھم اسقطوہ جلد ۱۶۵۱ کتاب الوصایا چونکہ مسئلہ زیر کتب زیر بحث میں متوفی واحد بخش کی بیوہ موجود ہے جو اوسکی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے ⅓ حصہ سے زیادہ ہے اجازت عالم خاتون بیوہ متوفی کے نافذ نہیں ہوسکتی ادائے وصیت کے بعد جس قدر جائداد باقی بچے اس میں سے ¼ حصہ یعنی چہارم حصہ کی جو اصلی ترکہ کا ⅙ یعنی چھٹا حصہ ہوتا ہے عالم خاتون بیوہ واحد بخش کا حق ہے کتاب سراجی میں ہے یبدأ تکفینہ وتجہیزہ من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم یقضی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ

بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ ص۲ نیز کتاب مذکور میں ہے اما اللزوجات فحالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃ عند عدم الولد وولد الابن وان سفل ص۵ جب ترکہ میں سے ⅓ حصہ یعنی تیسرے حصہ من حیث الوصیت اور ⅙ یعنی چھٹا حصہ عالم خاتون کے من حیث الارث دیدیا گیا تو اب واحد بخش کے ترکہ میں سے ½ یعنی آدھا ترکہ باقی رہ جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باقی ترکہ کس کو دیا جاوے شاہ محمد کو یا عالم خاتون کو۔

یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ اگر حصہ داروں کو جس میں کوئی عصبہ نہ ہو ان کے مقرری حصہ دینے کے بعد ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی حصہ داران پر بحصہ رسدی رد کر دیا جاوے لیکن حصہ دار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ حصہ دار جو متوفی کے برادری کے ہیں مثلاً متوفی کی دختر اس کی ماں اسکی ہمشیرہ وغیرہ دوسرے وہ حصہ دار ہیں کہ ساتھ صرف نکاح کا تعلق ہے یعنی وہ متوفی کا شوہر ہے اگر متوفی عورت ہو یا وہ متوفی کی بیوہ ہو اگر متوفی مرد ہو ائمہ متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ وہ بچا ہوا ترکہ پہلے ہی قسم کے حصہ داران پر ادا کیا جائے گا اور دوسرے قسم کے حصہ داران پر یعنی شوہر یا بیوہ پر اس کا رد نہیں ہوگا اور درصورتیکہ صرف دوسرے ہی قسم کے حصہ دار ہوں گے اور بچا ہوا ترکہ بہ ترتیب اون کو دیدیا جائیگا جو رد کے درجہ کے بعد والے ہیں مثلاً ذوی الارحام کو اور ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات اور مولی الموالات بھی نہوں تو مقر لہ النسب بر غیر کو مقر لہ النسب پر غیر بھی نہ ہوں تو موصی لہ بالزائد علی الثلث کو موصی لہ بالزائد علی الثلث بھی نہ ہو یا اسے دیکر بھی کچھ بچ رہے تو بیت المال کو دیں گے علمائے علاقہ بھاولپور نے ہزار میں جو نقل فرمائے ہیں وہ اس مذہب متقدمین کے موافق ہیں مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے حصہ داران پر بحصہ رسدی رد ہوسکتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہوسکتا ہے اور اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو۔ تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین یعنی شوہر کو درصورتیکہ متوفی عورت ہو یا عورت کو درصورتیکہ متوفی مرد ہو دیدیں گے۔ یہی قول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے اور اسی قول متاخرین پر فتوی دیا گیا ہے پس اس مفتی بہ قول کے موافق واحد بخش متوفی کے ترکہ میں ہے جو ½ یعنی آدھی جائداد عالم خاتون کو بحیثیت رد کے ملے گی اور ⅙ اسکو بحیثیت میراث کے پہلے ہی مل چکی ہے تو ظاہر ہے کہ عالم خاتون کو اس کے شوہر کے ترکہ میں سے ⅔ یا ⅔ مل جائیگی اور شاہ محمد موصی لہ صرف وصیت کی حیثیت سے ⅓ حق دار رہے گا اب ہم وہ روایتیں نقل کئے دیتے ہیں جن سے متاخرین کے رد علی الزوجین کا قائل ہونا ہوا اور پھر اس کا مفتی بہ ہونا ثابت ہو کتاب درمختار میں ہے فان فضل منہا ای عن الفروض والحال انہ لاعصبۃ ثمۃ یرد الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعًا لفساد بیت المال الاعلی الزوجین فلا یرد علیہما وقال عثمان رضی اللہ عنہ یرد علیہما ایضا قال المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ قلت وفی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال جلد ص۴۷ کتاب ردالمحتار میں ہے قولہ وفی الاشباہ الخ قال فی

القنية ويفتى بالرد على الزوجين لفساد بيت المال وفي الزيلعي عن النهاية ما فضل عن فرض احد الزوجين يرد وكذا البنت والابن من الرضاع يصرف اليهما وقال في المستصفى والفتوى اليوم بالرد على الزوجين وهو قول المتاخرين من علمائنا وقال الحدادي الفتوى اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق احمد بن يحيى بن سعد التفتازاني افتى كثير من المشائخ بالرد عليهما اذا لم يكن من الاقارب سواهما۔ جلد ۵ صفحہ ۵۴۷

مندرجہ بالا روایتوں سے رد علی الزوجین کا مذہب متاخرین نیز اسی کا مفتی بہ ہونا بوضاحت ثابت ہوگیا اور اب معلوم ہوگیا کہ علماء علاقہ بہاولپور کی منقولہ روایتیں متقدمین کے مذہب کے موافق ہیں مگر مفتی بہ متاخرین کا قول ہے اراکین مستشار العلماء کو معلوم تھا کہ عام اور مشہور قول عدم الرد علی الزوجین کے موافق عالم خاتون کو صرف ۱/۴ حصہ مل سکتا ہے لیکن کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایک عام اور مشہور قول کے واسطے قول بالرد علی الزوجین کو جس پر فتوی بھی دیا گیا ہے چھوڑ دیں اور خاص کر جبکہ وہ بالکل معقول بھی ہو کیونکہ بعض صورتوں میں جبکہ تمام حصے داروں کے مقرری حصے دینے سے متوفی کا ترکہ قاصر ہو جسکو علم الفرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں تو سب حصے داروں کے حصوں میں سے رسدی طور پر کم کرلیتے ہیں اور اس میں زوجین کو مستثنی کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب متوفی کے ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو اس بچے ہوئے کے دینے سے زوجین کو مستثنی کردیں اور ان کو کچھ بھی نہ دیں خاص کر جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بھی موجود نہ ہو غرض قول بالرد علی الزوجین کو جو معقول بھی ہے اور مفتی بہ بھی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا روایتوں سے ثابت ہوتا ہے چھوڑ دینا اور قول بعدم الرد علی الزوجین پر عمل کرنا خصوصاً جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو روایت اور درایت دونوں کے برخلاف ہے

(نوٹ) وصیت نامہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واحد بخش متوفی نے شاہ محمد خاں کے حق میں کچھ بھی وصیت نہیں کی ہے بلکہ اس کو صرف اپنا کارپرداز اور وصی مقرر کیا ہے چنانچہ وہ اسی وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ بعد فروخت یا کہ رہن زر رہن یا زر بیع میرے تجہیز وتکفین اور میری ارواح پر بخش دیگا اب اگر وصیت بحق شاہ محمد ہوتی تو واحد بخش کا یہ کہنا کہ بعد فروخت یا رہن زر رہن یا زر بیع میری تجہیز وتکفین اور میری روح پر بخش دیگا بے معنی ہوجاتا ہے کیونکہ اگر شاہ محمد خاں موصی ہوتا تو وہ وصیت کا خود مالک ہوتا اور جو چاہتا وہ کرتا اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت کے تیسرا حصہ جائداد کا ملیگا وہ اس لئے ملیگا کہ وہ بحق واحد بخش کردے یا نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب حامداً ومصلیاً۔

میں نے کاغذ مندرجہ مسل مقدمہ استفتاء عدالت وصیت نامہ فتوی علمائے لاہور ۔ فتوی علمائے ریاست دیکھے جواب استفتاء چند مقدمات کی تمہید پر موقوف ہے جو مسلم فقہ میں مبین ومبرہن ہے تمہید میت کے ترکہ میں سے سب سے مقدم جمیع مال سے خرچ تجہیز وتکفین ہے اوس کے بعد باقی میں سے ادائے دیون اوس کے بعد باقی میں سے تنفیذ وصیت بالثلث اوس کے بعد باقی کی تقسیم علی فرائض اللہ۔ وصیت زائد علی الثلث اوسوقت ناجائز ہے

جبکہ متضمن ابطال حق ورثہ ہو۔ اور اگر ورثہ مال متروکہ کے متعلق نہ ہو مثلاً کوئی وارث موجود نہ ہو۔ یا وارث موجود ہو اور ابطال حق نہ ہو۔ یا ورثہ اپنے اضرار اور ابطال حق کو قبول کرلیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی۔ قال فی الجوھرۃ لان الامتناع لحقھم فیجوز باجازتھم وقال العلامہ ابو السعود فلو لم یکن وارث ولو حکما صحت الوصیۃ بالکل لان المانع من الصحۃ تعلق حق الوارث وقال فی فتح القدیر فالوصیۃ بالزیادۃ علی الثلث تتضمن ابطال حقھم وذلک لایجوز من غیر اجازتھم اگر زائد علی الثلث اجنبی کو وصیت کی اور صرف احد الزوجین وارث موجود ہے اور اوس نے اس وصیت کو قبول نہ کیا تو اس کا اثر صرف اسی قدر ہوگا کہ اول ثلث بطور وصیت نکال کر باقیماندہ تمام مال میں سے ربع یا نصف حصہ احد الزوجین نکالا جائے گا اور مابقی بعد احد الزوجین کل یا جز موصی لہ کو بقدر وصیت دیا جائے گا اور بعد ازاں اگر کچھ باقی رہے گا تو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تو وصیت بثلث المال اوس مال کی وصیت سے مقدم ہے جو مال ثلث کے بعد باقی رہا ہے اور اس کی بھی یہی وصیت کی گئی ہے زوجین کے لئے عدم جواز وصیت کا بھی مشروط بایں شرط ہے کہ کوئی دوسرا وارث موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہو تو احد الزوجین کی وصیت للآخر صحیح و نافذ ہے حاصل یہ کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق ورثہ ہے اگر یہ نہ ہو۔ تو پھر کوئی مانع نہیں۔ خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعت قال فی ردالمحتار والا تصح کما لو اوصی احد الزوجین للآخر ولا وارث غیرہ رد علی الزوجین کا حق بیت المال سے اضعف ہے لفساد بیت المال۔ اشباہ میں ہے انہ یرد علیھما فی زماننا لفساد بیت المال ردالمحتار میں ہے قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال پس اگر بیت منتظم ہے تو مستحقین سے باقیماندہ مال بیت المال میں داخل کیا جائیگا۔ اور اگر بیت المال نہیں ہے یا ہے اور منتظم نہیں ہے اور اندیشہ ہے کہ وکیل بیت المال سے اس مال کو بیت المال میں داخل نہ کرے اور اپنے اور اپنے خدام کے صرف میں لائے تو اس صورت میں ضرورۃً زوجین پر حسب فتوی متاخرین رد کیا جائے گا بعد تمہید مقدمہ مذکورہ اس استفتاء کا صحیح جواب یہ ہے کہ واحد بخش متوفی کے جمیع مال متروکہ میں سے سب سے اول اوسکی تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جائے گا جس میں رواجی صدقات و خیرات داخل نہیں۔ بشرطیکہ مدعا علیہ نے یہ خرچ اپنے ذاتی مال میں سے بلا اجازت مدعیہ نہ کیا ہو۔ اور اگر ایسا کیا ہو تو تبرع ہوکر اوس کا بار اوسکی ذات پر رہے گا۔ نہ مدعیہ پر بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورا کی وصیت کی ہے چنانچہ اوس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اوسکو تسلیم کرکے قبول کرلیا ہے تو زیورات اوس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے اور اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو اس صورت میں باقیماندہ تمام مال میں سے دین مہر زوجہ ادا کیا جائے گا بعد ازاں وصیت جاری کی جائیگی صورت موجودہ میں واحد بخش نے تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں ایک وصیت زوجہ کو کی ہے جو

صرف زیورات کے متعلق ہے خواہ یہ وصیت محضہ ہو یا وصیت ادا دین مہر کے لئے ہو جیسا کہ زوجہ کا اقرار ہے اور دوسری وصیت زوجہ کو ہے جو مکان کے سکنی اور ظروف کے استعمال کے متعلق ہے اور تیسری وصیت باقیماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہیں کیا ہے اور وہ وصیت ثلث مال سے زائد کی ہے پس صورت موجودہ میں بعد خرچ تجہیز وتکفین وادائے دین مہر اس طرح نفاذ وصیت کیا جاویگا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظرف وغیرہ ایک ثلث یعنی ۴/۱۲ اول شاہ محمد کو دیا جائے گا اور باقی ماندہ میں سے چوتھائی حصہ ۲/۸ جو زوجہ کا ہے یعنی سدس کل ۲/۱۲ اوس کو دیا جائے گا۔ پھر باقی ماندہ ۶/۱۲ بھی بعدم المزاحم شاہ محمد کو دیا جائیگا اور تصحیح سہامات کی بارہ سے ہوگی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ علاوہ زیورات بارہ سہام ہوکر۔ اول چار سہام بحکم وصیت بالثلث شاہ محمد کو دیئے جاویں گے بعد ازاں باقی ماندہ آٹھ سہام میں سے دو سہام جو ربع مابقی ہے اور سدس کل ہے عالم خاتون زوجہ کو دیئے جاویں گے بعد ازاں چھ سہام باقی ماندہ بحکم وصیت زائد علی الثلث لعدم المزاحم شاہ محمد خاں کو دیئے جاویں گے پس شاہ محمد کو اس مال میں سے ۱۰/۱۲ سہام ملیں گے اور عالم خاتون زوجہ کو اس مال میں سے جسکی وصیت شاہ محمد کو کی ہے ۲/۱۲ سہام دیئے جاویں گے روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔ قال العلامۃ ابو المسعود فی فتح المعین ولو اوصت بکل مالہا لزوجہا کان الکل لہ نصفہ بطریق الارث ونصفہ بطریق الوصیۃ قہستانی عن قاضیخاں وکذا یستحق الزوج الکل اذا اوصت لہ بالنصف ثم قال وانما قیدوا بالزوجین لان غیرہما لایحتاج الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم قال العلامۃ ابن عابدین فی رد المحتار فاذا اوصی بما زاد علی الثلث ولم یکن الاوارث یرد علیہ واجازہا فالبقیۃ لہ وان اجاز من لایرد علیہ ففرضہ فی البقیۃ وباقیہا لبیت المال فلو اوصی بثلثی مالہ واجازت الزوجۃ فلہا ربع الثلث واحد من اثنی عشر مخرج الثلثین وربع الباقی ولبیت المال ثلثۃ ولزید ثمانیہ وان لم تجز واوصی لہما ایضا اولا فقد اوضح فی الجوہرۃ فراجعہا قال فی الجوہرۃ فی شرحہ ولایجوز بما زاد علی الثلث اذا کان ہناک وارث یجوز ان یستحق جمیع المیراث اما اذا کان لایستحق جمیع المال کالزوج والزوجۃ فانہ یجوز ان یوصی بما زاد علی ذلک ولا یمنع من ذلک استحقاقہما مایرثانہ لانہما یستحقان سہما من المیراث لا یزاد علیہ بحال فما زاد علی ذلک فہو مال المریض لاحق فیہ لاحد فجاز ان یوصی بہ علی ہذا قال محمد رحمہ اللہ اذا ترکت المرأۃ زوجا ولم تترک وارثا غیرہ واوصت لاجنبی بنصف مالہا فالوصیۃ جائزۃ ویکون للزوج ثلث المال وللموصی لہ النصف ویبقی السدس لبیت المال وانما کان للزوج الثلث لانہ لایستحق المیراث الا بعد اخراج الوصیۃ فیحتاج الی ان یخرج الثلث اولا للموصی لہ لانہ یستحقہ بکل حال فبقی الثلثان یستحقہ الزوج نصفہ میراثا یبقی الثلث للموصی لہ تکملۃ للنصف ویبقی السدس لا یستحق لہ فیکون لبیت المال وکذا اذا اوصت

بذلك لزوجها كان المال كله له نصفه ميراثه ونصفه وصية لانه لا يستحق الوصية قبل الميراث بخلاف الاجنبي لان الزوج وارث وانما جازت له الوصية لانه لاوارث لها تتوقف صحة الوصية على اجازته وعلى ذلك اذا ترك زوجة لاوارث له غيرها واوصى لرجل بجميع ماله كان له السدس وللموصى له خمسة اسداس لانها لا تستحق من الميراث شيئا حتى يخرج الثلث للوصية واذا اخرج الثلث استحقت ربع الباقي ومابقي بعد ذلك يكون للموصى له بالجميع واصله من اثنى عشر للموصى له اربعة وهو الثلث يبقى الثلثان ثمانية للزوجة ربعها اثنان يبقى ستة تعود للموصى له فيكون له عشرة من اثنى عشر ذلك خمسة اسداسها بعد ازاں سوالات عدالت کا نمبروار جواب بتفصیل ہے یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی ہے اور موافق اس تفصیل کے جو مجمل جواب میں گذر چکی ہے شرعاً صحیح و نافذ ہے وصیت بحق شاہ محمد زائد الثلث ہے عالم خاتون زوجہ نے اگر اوس کو قبول نہیں کیا تو اوس کا نفاذ حسب ذیل تقسیم ہوکر ہوگا۔ زیورات اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار ہوگا بلکہ تمام زیورات اوس کو ملیں گے ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو ۲/۳ سہام مدعا علیہ کو ۱/۳ سہام اور دیگر جائداد و مکانات و ظروف وغیرہ میں سے مدعیہ ۲/۱۲ اور مدعا علیہ کو ۱۰/۱۲ سہام ملیں گے کیونکہ اول ثلث اوس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ ۲/۸ یعنی سدس کل ۲/۱۲ مدعیہ کو ملیگا بعد ازاں باقیماندہ یعنی نصف ۶/۱۲ مدعا علیہ کو ملیگا جو زیورات قیمتی سماعہ بروئے وصیت مدعیہ کو دیئے گئے ہیں اگر وہ مہر میں دیئے گئے ہیں تو اون میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں ہے اور اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو اون میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا اور اس صورت میں تمام زیورات میں ۱/۳ سہام مدعا علیہ کو اور ۲/۳ مدعیہ کو ملیں گے۔ لیکن اس شق ثانی پر نفاذ وصیت سے بیشتر مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائیگا اگر مدعا علیہ نے تجہیز و تکفین متوفی کی اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے چونکہ یہ صرف تبرع ہے لہذا اس خرچ کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر اور مدعیہ پر اس کا مطلق بار نہ ہوگا اور اگر باجازت مدعیہ اپنے مال سے تجہیز و تکفین کی ہے یا متوفی کے ترکہ میں سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا جو ہر دو مدعا علیہ اور مدعیہ کے متعلق ہوگا۔ حق سکنی مکانات اور حق استعمال ظروف وغیرہ کے جو موصی نے عالم خاتون زوجہ کو وصیت کی ہے اس وصیت کے بارسے ثلث مال جو بطور وصیت شاہ محمد کو اول ملیگا بری رہے گا البتہ علاوہ ثلث مال کے جو شاہ محمد کو بعد اخراج ثلث ملیگا اوس میں مدعیہ کو تا نکاح ثانی حسب وصیت حاصل رہے گا کیونکہ زوجہ کی وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہوسکتی ہاں زائد علی الثلث کے مساوی ہے لہذا زائد علی الثلث یعنی ۶/۱۲ میں اوس کا نفاذ اس طرح ہوگا کہ رقبہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے اور منفعت کی وصیت مدعیہ کے لئے قرار دیجائے گی جو حصہ مدعیہ کا اور مدعا علیہ کا جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں ہے اوس کے متعلق ہر ایک فریق کو اختیار ہے کہ وہ فریق ثانی سے بشرطیکہ وہ رضامند بھی ہو قیمت لے ورنہ حسب سہامات مذکور تقسیم کرالیوے شرعاً قیمت لینے کے متعلق کسی

فریق پر جبر نہیں ہوسکتا۔

الحاصل، تعین حصص مدعیہ و مدعی کے متعلق جواب علمائے ریاست صحیح ہے اور مستشار العلماء لاہور صحیح نہیں ہے زیورات کے متعلق شرعی بایں تفصیل ہے کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکاً دیدئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اوس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں اون پر کوئی بار حتی کہ تجہیز و تکفین اور وصیت کا بھی نہیں ہوگا اور اگر مرض موت میں وصیت کی ہے تو اگر بعوض دین مہر ہو تو البتہ اس صورت میں تجہیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنی نہ ہوں گے بشرطیکہ مدعا علیہ نے بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے خرچ نہ کیا ہو لیکن وصیت بالثلث کے بار سے مستثنی ہوں گے یعنی بعد خرچ تجہیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے اور اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین اول دین مہر ادا کیا جائیگا بعد ازاں بحکم وصیت بالثلث زیورات میں سے بھی ⅓ یعنی ⅔ ثلث مدعا علیہ کو ملیگا باقی ماندہ ⅔ حصہ زیورات مدعیہ کو ملیں گے پس حکم عدم جواز وصیت صحیح نہیں اور نیز حکم بعدم جواز وصیت بالمنفعت بھی صحیح نہیں بلکہ اوس کا نفاذ علاوہ ثلث کے ہوگا صورت موجودہ میں علماء انجمن مستشار العلماء کا دعوے بطلان وصیت اور جواز رد علی الزوجین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ رد علی الزوجین کا تعلق اوس صورت کے ساتھ جس جگہ حقوق متقدمہ سے باقی ماندہ کو بیت المال کے لئے قرار دیا ہے اور جس صورت میں حقوق تمام ترکہ کو مستغرق ہوں اور بیت المال تک نوبت نہ پہونچے جیسا کہ وہاں بیت المال کے لئے کچھ نہیں باقی رہا تو رد علی الزوجین کا حکم ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ بحکم مقدمہ خامسہ رد علی الزوجین کے جواز کا حکم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بیت المال کے فساد کے ساتھ مشروط ہے اگر بیت المال منتظم موجود ہو۔ تو رد علی الزوجین نہیں ہوسکتا لہذا حکم رد علی الزوجین حکم تفویض بیت المال سے بھی مؤخر ہوا صورت موجودہ میں اور فرض زوجہ تمام باقیماندہ ترکہ کو مستغرق ہیں باقیماندہ ترکہ کا کوئی فرد ان حقوق متقدمہ کے بعد باقی نہیں رہتا پس نہ تفویض بیت المال کا حکم ہوسکتا ہے نہ رد علی الزوجین کا پس یہ بحث اس جگہ نہایت تعجب انگیز ہے چنانچہ اوسکی تشریح اور تردید اپنے تحریر بندر جہ مسل کافی طور پر کردی ہے اپنی دوسری تحریر میں ایک نوٹ لکھتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش نے شاہ محمد کو حفاظت جائداد کی وصیت کی ہے نہ تملیک کی لہذا وہ وصی ہے نہ موصی لہ چونکہ اس کی تردید علمائے ریاست نے کافی طور پر فرمائی ہے لہذا ہمکو اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ میں نے حضرات علمائے کرام کے فتاوی معہ کاغذات متعلقہ مسل مقدمہ کو غور سے پڑھا اور بار بار بغرض تنقیح امر متنازعہ فیہ حوالہ جات کتب فقہ میں تدبر کیا چنانچہ حسب ذیل فیصلہ پر آگاہ ہوا۔ بتوفیقہ تعالی اس میں تو کلام نہیں کہ رد علی الزوجین میں فقہائے متاخرین کا اختلاف ہے یعنی فقہائے متقدمین قطعاً رد علی الزوجین کے قائل نہیں ہیں اور فقہائے متاخرین رد مذکور کے قائل ہیں نیز اس میں کلام نہیں کہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے چنانچہ

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں قال فی القنیة ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال وفی الزیلعی عن النہایة مافضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه وکذا البنت والابن من الرضاع یصرف مالهما وقال فی المستصفی الفتوی الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحیی بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ اذا لم یکن من الاقارب سواهما لفساد الامام وظلم الحکام فی هذه الایام الی اخره۔ اب بحث طلب بات رہ جاتی ہے کہ فقہائے متاخرین جن کے قول پر فتوی ہے ذوی الارحام مولی الموالات مقرلہ بالنسب علی الغیر موصی لہ بجمیع المال ان چاروں کے نہ ہونے کی صورت میں رد مذکور کے قائل ہیں صاحب درمختار کی عبارت مندرجہ ذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجہ میں اور انہیں کے ساتھ رد علی احد الزوجین کے قائل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں والرد ضد کا ای ضد العول کما مر وحینئذ فان فضل عنها ای عن الفروض والحال انه لاعصبة ثمة یرد الفاضل علیهم بقدر سهامهم اجماعا لفساد بیت المال الا علی الزوجین فلا یرد علیهما وقال عثمان رضی الله عنه یرد علیهما ایضا قاله المصنف وغیره قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی فراجعه قلت وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمنا فی الولاء (ج ۵ ب عول ص ۵۴۷)

اگر فقہائے متاخرین کے نزدیک رد علی الزوجین کا درجہ موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ مصنف صاحب اشباہ کے اختلاف کو یہاں یعنی رد علی ذوی الفروض النسبیہ کے ساتھ ملاکر بیان کی کیا ضرورت تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر جو دلیل کتاب روح الشروح سے منقول ہے اس سے یہی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ رد علی الزوجین اور رد علی ذوی الفروض النسبیہ ایک ہی درجہ پر رکھتے ہیں کیونکہ اس میں رد کو عول پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عول میں ذوی الفروض النسبیہ اور احد الزوجین برابر ہیں تو پھر رد میں بھی ان کو برابر ہونا چاہئے متاخرین کی طرف سے رد علی الزوجین کی دلیل میں فساد بیت المال بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب ترکہ کے بیت المال میں جانے کا موقعہ ہو تو اس کے فاسد ہوجانے کے باعث رد علی الزوجین ہونا چاہئے اور جب بیت المال میں جانے کا موقعہ موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہے تو رد علی الزوجین بھی موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہونا چاہئے لیکن درمختار کی عبارت مسطورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی ذوی الفروض النسبیہ کی دلیل سے ہی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے تو چاہئے کہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ بھی موصی لہ بجمیع المال کے بعد ہی ہو اور اس کا تو کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ حاشیہ ضیاء السراج وغیرہ سے جو جزئیات علماء نے نقل کئے ہیں وہ سب متقدمین کے مذہب پر مبنی ہیں جو زیادہ ترمروج اور مشہور ہے اسی لئے ردالمحتار فرماتے ہیں اقول ولم نسمع ایضا فی زماننا من افتی بشیئ من ذلك ولعله لمخالفته للمتون فلیتأمل لکن لایخفی ان المتون موضوعة لنقل ماهو المذهب وهذه المسئلة مما افتی

بھا المتاخرون علی خلاف اصل المذھب۔ بہرکیف اگرکسی صاحب کوکوئی ایسی صریح روایت مل جاوے کہ فقہائے متاخرین موصی لہ بجمیع المال کے ہونے کی صورت میں ردعلی الزوجین کے قائل ہیں تو خاکسار اور دیگر اراکین مستشار العلماء کو اپنی رائے بدل دینے میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا لیکن حضرات مفتیان نے ابھی تک اس امر کو پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچایا وہ روایات وجزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی لہ بجمیع المال کے ہوتے ہوئے ردعلی الزوجین نہیں ہوگا وہ تمامہا فقہائے متقدمین کے قول پر مبنی نہیں ہے اور اس قول کے موافق اگر موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو۔ توبھی ردعلی الزوجین نہیں ہوسکتا مجھے کسی ایسے روایت کا علم نہیں، جس سے یہ ثابت ہوکہ موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو۔ تو ردعلی الزوجین ہوگا۔ ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں بہرصورت جزئیات مندرجہ فتاوی متعلقہ مسئلہ ہذا جن سے موصی لہ بجمیع المال کو ردعلی الزوجین پر مقدم رکھا گیا ہے وہ مذہب متقدمین پر مبنی ہیں نہ متاخرین پر جو مفتی بہ مذہب ہے اور اگر یہ امر قطعاً ثابت ہوجاوے کہ وہ مذہب متاخرین پر مبنی ہیں۔ تو حضرات علماء ریاست کا فتوی صحیح ہے مگر بنظر امعان صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو کسی مفتی نے صاف نہیں کیا لہذا خاکسار کا فیصلہ اس مسئلہ میں وہی ہے جس کو انجمن مستشار العلماء لاہور نے اپنے فتوی میں لکھدیا ہے اور جس کے ساتھ ہی متفق ہیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث فضول ہے اور فیصلہ عدالت کے لئے کافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و المآب۔ فقط

الجواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین وبہ ثم برسولہ نستعین صلے اللہ تعالی وسلم وبارك علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔ الحمدللہ یہاں فتوی پر فیس نہیں لیجاتی ان اجری الا علی رب العالمین منی آرڈر واپس کردیا۔ سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتوی میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ لکھکر محو کردیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہ عزوجل تحقیق حق سے کام ہے مگر اتنی گذارش مناسب ہے بحمدہ تعالی یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے کیا ہمارے رب عزوعلا نے نہ فرمایا یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم نہ کسی مخالف سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولی تبارک وتعالی نے نہ فرمایا لایجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ مولی سبحنہ وتعالی کی عنایت پھر مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ لایخافون لومۃ لائم سے بہرۂ وافی عطا فرمایا ہے۔ وللہ الحمد۔ اسی بناپر بہت افسوس کے ساتھ گذارش کہ آٹھوں فتووں میں اصلا ایک بھی صحیح نہیں اکثر سراپا غلط ہیں اور بعض مشتمل بر اغلاط اب ہم بتوفیق اللہ تعالی اولا کچھ مسائل کا افادہ کریں اور بہر افادہ پر جو فوائد متفرع ہوئے اوس کے ساتھ لکھیں جن سے وضوح احکام کو

ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان فتووں نے کہاں کہاں کیا کیا غلطیاں کیں اور اون کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں اونکی نظر سے رہ گئیں مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعث ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہ شکر کہ مقصود بیان حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن والزام اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام ثانیاً پانچوں سوالات حال کے جواب دیں ثالثاً ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو اون مفتیوں سے کئے گئے اور جواب غلط وناقص ہے۔ یہ اس لئے کہ محکمہ قضا نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ فتاوی مصدرہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہو چکے ہیں اونکی ذکر کی ضرورت نہیں ان میں بھی اظہار حق ہو کہ قابل اطمینان بات صاف نہ ہوئی تھی۔ اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دار القضا کے بعد بدرجۂ اولٰی کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتوی معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔ رابعاً حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہئے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

الافاداتُ والتفریعات

افادۂ اولٰی

شاہ محمد خاں مکانات واثاث البیت کا ضرور موصٰی لہ ہے آغاز وصیت نامہ میں ہے وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں کے رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر صرف زیر حفاظت کہتا شاہ محمد خاں وصی ہوتا مگر اس فقرہ نے کہ مالک بھی رہے گا ظاہر کر دیا کہ مقصود وصیت ہے نہ کہ وصایت۔ پھر کہا مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے پھر کہا غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اس وغیرہ کی یوں تشریح کی ہے علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ پھر کہا کل اشیاء مندرجۂ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے۔ غرض جابجا تملیک کی تصریح کی اور یہ ظاہر کہ یہ تملیک بلامعاوضہ بروجہ تبرع واحسان ہے اور آخر میں کہا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گے۔ صاف واضح کر دیا کہ یہ تملیک مضاف الیہ مابعد الموت ہے تو قطعاً وصیت ہوئی۔ امام اکمل الدین بابرتی عنایہ میں فرماتے ہیں الوصیۃ فی الشریعۃ تملیك مضاف الی ما بعد الموت بطریق التبرع ہاں وصیت نامہ میں مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اوسکو اختیار ہے کہ اوس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زر رہن یا زر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخشدیگا اسے منافی تملیک سمجھنا صریح غلط ہے وہ خود اس کے متصل ہی کہتا ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے خود اسی کلام کی تفسیر تملیک سے کر رہا ہے تو اوسے تملیک سے جدا کرنا توجیہ القول بما لایرضی بہ قائلہ ہے اور

جب مالک شاہ محمد خاں ہوا تو جملہ مذکورہ کسی طرح وصایت یعنی اوسے وصی بنانے کا مفید نہیں ہوسکتا کہ وصی وہ ہے جسے موصی مال موصی میں تصرف کا اختیار دے نہ وہ جسے ایک مال کا مالک کرکے پھر اوس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا مال بحکم اس کے کام میں خرچ کردے یہ سوال ہوا نہ کہ ایصا ظاہر ہے کہ وصایت مثل وکالت دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ہے بلکہ وصایت عین وکالت ہے فرق اس قدر کہ وکالت حیات میں ہوتی ہے اور وصایت بعد موت۔ خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے انت وکیلی بعد موتی یکون وصیا انت وصیی فی حیاتی یکون وکیلا لان کلا منھما اقامۃ للغیر مقام نفسہ فینعقد کل منھا بعبارۃ الاخر۔ مال اگر اپنی ملک پر رکھکر اوس سے کسی تصرف کے لئے کہتا تو ضرور اوسے اپنی جگہ قائم کرنا ہوتا اور جب مال اوسکی ملک کرچکا تو اب موصی کا اوس میں کیا مقام رہا جس پر اوسے قائم کرتا ہے ولوجہ اجلی وصایت باب ولایات واطلاقات سے ہے یعنی دوسرے کو اختیار دینا اوسے نافذ التصرف بنانا ولوالجیہ پھر ادب الاوصیاء میں ہے ایصاء المیت نقل الولایۃ الی الوصی ردالمحتار میں ہے ان فی الوکالۃ والاذن للعبد اطلاقا عما کان ممنوعین عنہ من التصرف من مال الموکل والمولی تو ضرور ہے کہ اس کے اختیار دینے سے اوسے اختیار ملے اور جس مال کا آدمی خود مالک ہوگیا اوس کا اختیار خود اوس کی مالکیت اوسے دیگی اگرچہ شے کی مالکیت دوسرے کے دیئے سے ہو جیسے ہبہ کہ موہوب لہ بعد ملک جو اوس میں تصرفات کریگا اپنے اختیار ذاتی سے کریگا نہ کہ واہب کی نیابت سے اگرچہ موہوب لہ پر ملک واہب کے دیئے سے ملی تو جس طرح تملیک عین بلاعوض فی الحیاۃ یعنی ہبہ سے حصول اختیارات کے باعث موہوب لہ واہب کا وکیل نہو جائیگا یونہی تملیک عین بلاعوض بعد الممات یعنی وصیت مال سے حصول اختیارات کے سبب موصی لہ موصی کا وصی نہیں ہوسکتا۔ وہذا ظاہر جدا

ولوجہ المختصر یہ تملیک ہے اور کوئی اطلاق تملیک نہیں تو یہ اطلاق نہیں اور ہر وصایت اطلاق ہے تو یہ وصایت نہیں وہو المطلوب قیاس ثانی کا صغری پہلے کا نتیجہ ہے اور کبری کا ثبوت ردالمحتار سے گزرا اور قیاس اول کا صغری بدیہی ہے اور کبری کا ثبوت اس عبارت درمختار سے ہے کل ماکان من التملیکات او التقییدات یبطل تعلیقہ بالشرط والاصح لکن فی اسقاطات والتزامات۔ یحلف بھما یصح مطلقا وفی اطلاقات، وولایات وتحریضات بالملائم بزازیہ۔ **تنبیہ**۔ قاعدۂ فقہیہ یہ ہے کہ اگر مملِک بالکسر کہ تملیک بلاعوض کے ساتھ مملَک بالفتح کی کسی مصلحت میں خرچ یا استعمال کرنا ذکر کرے تو اوسے مشورہ ٹھہراتے ہیں مملَک پر اوسکی پابندی ضرور نہیں ہوتی کہ جب وہ مالک ہوگیا اوسے اختیار ہے جہاں چاہے اوٹھائے مثلا یہ کپڑا میں نے تجھے دیا کہ تو اسے پہنے یا یہ مکان تجھے ہبہ کیا کہ تو اس میں سکونت کرے۔ تنویر الابصار میں ہے تصح بایجاب کوھبت ونحلت واطعمتک ھذا الطعام وداری لک ھبۃ تسکنھا درمختار میں ہے لان قولہ تسکنھا مشورۃ فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورۃ وان شاء لم یقبل

ردالمحتار میں ہے کقولہ ھذا الطعام لك تاکلہ اوھذا الثوب لك تلبسہ بجر اور اگر خود اپنی یا اوس چیز یا صالح استحقاق شخص ثالث کی کوئی مصلحت ذکر کرے تو اوسے شرط فاسد قرار دیکر تملیک کو صحیح اور شرط کو باطل کرتے ہیں۔ مثلاً یہ غلام میں نے تجھے ہبہ کیا اس شرط پر کہ مہینہ بھر میری یا زید کی خدمت کرے یا اس شرط پر کہ تو اسے آزاد کردے درمختار میں ہے حکمھا انھا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ فھبۃ عبد علی ان یعتقہ صح ویبطل الشرط نہ یہ کہ جب اپنی مصلحت ذکر کرے تو سرے سے تملیک ہی اوڑادیں اور اسی ذکر مصلحت کو اوس کے بطلان کا قرینہ ٹھہرادیں۔ یوں ہوتا تو یہ کہنا کہ میں نے زید کو اس غلام کا مالک کیا اس شرط پر کہ مہینہ بھر بعد مجھے واپس کردے ہبہ نہ ہوتا عاریت قرار پاتا حالانکہ یہ باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہے۔

عالمگیریہ میں ہے قال اصحابنا جمیعا رحمھم اللہ تعالٰی اذا وھب ھبۃ وشرط فیھا شرطا فاسدا فالھبۃ جائزۃ والشرط باطل کمن وھب لرجل امۃ فاشترط علیہ ان یردھا علیہ بعد شھر کذا فی السراج الوھاج۔

افادۂ ثانیہ

جسطرح الفاظ مذکورہ سے شاہ محمد خاں کو وصی سمجھنا باطل ہے یونہیں ان مکانوں کی وصیت تجہیز وتکفین وایصال ثواب کے لئے ٹھہرانا حلیۂ صواب سے عاری وعاطل ہے وہ تو مکانات کو شاہ محمد خاں کی ملک کرچکا اور اختیار بیع ورہن کا ملک پر متفرع ہونا بدیہی۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ شاہ محمد پر لازم ہے کہ ان کو بیع یا رہن کرکے روپیہ میری تجہیز وتکفین وفاتحہ میں اوٹھادے بلکہ یہ کہتا ہے کہ شاہ محمد ان کا مالک ہے اوسے بیع ورہن کا اختیار ہے ہاں اگر وہ بیع یا رہن کرے تو اوس صورت میں کہتا ہے کہ روپیہ میری ارواح پر بخشدیگا۔ اس جملہ کو اگر اوس کے ظاہر پر رکھیں تو خبر ہے جس کا حاصل شاہ محمد خاں اور موصی کی دوستی کا بیان ہے کہ مجھے اوس سے یہ امید ہے ولہذا میں اوسی کو اپنے مال کا مالک کرنا چاہتا ہوں جس طرح آخر میں کہا کہ کل اشیائے مندرجۂ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت از حد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز وتکفین کا انتظام کریگا اور میری منزلت اخیر کو پورا انجام دیگا اور اگر خبر بمعنی امر لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ شاہ محمد خاں اگر بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری ارواح پر بخشدے یہ ایصال ثواب کی وصیت نہیں ہوسکتا بعد اس کے کہ مکانات ملک موصی لہ کرچکا پرائی ملک میں اوسے وصیت کا کیا اختیار رہا وصیت ایجاب ہے اور ملک غیر میں اس کے کہے سے کوئی بات واجب نہیں ہوسکتی مالک کو اختیار ہے کہ مانے یا نہ مانے ایضاح پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر نتائج الافکار میں ہے الوصیۃ ما اوجبھا الموصی فی مالہ بعد موتہ اومرضہ الذی مات فیہ۔

تفریعات

(۱) فتوی ۶ کا ادعا کہ وصیت نامہ پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی نے شاہ محمد کے حق میں کچھ بھی وصیت نہ کی بلکہ صرف اپنا وصی مقرر کیا ہے محض باطل ہے۔

(۲) فتوی ۶ کا اس ادعا پر جملہ مذکورہ میری ارواح پر بخشدیگا سے استدلال کہ وصیت بحق شاہ محمد متوفی ہوتی تو یہ کہنا بے معنی ہو جاتا خود بے معنی اور صحیح و باطل کا قلب کر دینا ہے جیسا کہ تنبیہہ میں واضح ہوا۔ اوس نے مطلقاً کہا ہے کہ مالک محمد شاہ خاں مذکور ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ کہ بعد فروخت یا رہن الخ جملۂ مستقلہ ہیں کہ اوس جملہ کی قید و شرط نہیں ہو سکتے۔ بحر الرائق متفرقات البیوع جلد ۶ ص۲۰۵ میں ہے فی بیوع الذخیرۃ اشتری حطبا فی قریۃ شراء صحیحا وقال موصولا بالشراء من غیر شرط فی الشراء احملہ الی منزلی لایفسد العقد لان ھذا لیس بشرط فی البیع بل ھو کلام مبتدء بعد تمام البیع فلا یوجب فسادہ اھ فعلی ھذا لو استاجر قریۃ او ارضا للزراعۃ ثم قال بعد تمامہا ان الحرث علی المستأجر لا تفسد لانہ لم یکن شرطا فیہا وانما یکون شرطا لو قال علی ان الحرث علیہ فلیحفظ ھذا فانہ یخرج علیہ کثیر من المسائل اور اگر بفرض غلط اوس کے معنی یہ قرار دے لیجئے کہ شاہ محمد کی تملیک کو اس شرط سے مشروط کرتا ہے یعنی میں نے شاہ محمد خاں کو وصیۃً ان مکانات کا مالک کیا اس شرط پر کہ اگر وہ بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری فاتحہ میں اوٹھاوے تو اولاً ہم ثابت کر چکے کہ تملیک بلاعوض میں ایسی شرط باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہوگی۔ ثانیاً ہم پوچھتے ہیں اس صورت میں بعد موت موصی کے مکانات ملک موصی سے خارج ہو گئے ملک موصی لہ میں داخل ہوئے یا نہیں اگر کہتے ہو ہاں تو مقصود حاصل کہ مالک پر اوسکی ملک میں جبر کیا معنی اور اگر کہتے ہو نہیں تو کیوں حالانکہ موصی نے وصیت کی اور موصی لہ قبول کر چکا اور وصیت بعد قبول ناقل ملک ہے۔ اشباہ میں ہے الموصی لہ یملك الموصی بہ بالقبول اور یہ کہنا محض نادانی ہوگا کہ وصیت تو مشروط تھی جبتک شرط نہ پائی جائے گی یہ شرط فی الوصیۃ بالشرط اور تعلیق الوصیۃ بالشرط میں فرق نہ کرنے سے ناشی ہوگا یہاں اگر ہے تو اول ہے نہ ثانی کہ سرے سے مبطل وصیت ہے کہ وصیت تملیک ہے اور تملیکات تعلیق بالخطر قبول نہیں کرتیں۔ درمختار میں ہے کل ما کان من التملیکات اوالتقییدات یبطل تعلیقہ بالشرط معہذا وہ کیا شرط تھی کہ نیا پائی گئی آیا روپیہ صرف فاتحہ کرنا نہ ہوا تو یہ تو بحال بیع و رہن شرط تھا بیع و رہن خود ہی نہ پائے گئے بیع و رہن نہ کرنا تو یہ شرط ہی نہ کئے گئے تھے شرط لازم کی جاتی ہے اور بیع و رہن کا اس نے اختیار بتایا ہے نہ کہ ایجاب۔

(۳) فتوی ۶ کا قول کہ اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت تیسرا حصہ جائداد کا ملیگا اس لئے کہ بحق واحد بخش خیرات کر دے نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے بنائے فاسد علی الفاسد ہے بلکہ بلاشبہ وہ وصیت بحق شاہ محمد ہے اس لئے کہ وہ خود اوس کا مالک ہو موصی نے جا بجا جسکی صریح تصریح کی مگر فتوی کہتا

ہے کہ موصی خود اپنی مراد نہ سمجھا مراد یہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔

(۴) بفرض باطل ایسا ہوتا بھی تو یہ الفاظ کہ میری ازواج کو بخشد یگا موصی نے صرف مکانات کی نسبت لکھے ہیں باقی وصیت کی نسبت نہیں فتوی ۲ کا تو مطلقاً سب جائداد پر یہی حکم لگا دینا اور پورا ثلث خیرات کے لئے ٹھہرا دینا صریح ظلم یا عدم فہم ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۵) یہی خطا فتوی ۲ کو آڑے آئی کہ لکھا زوجہ کا حق متروکہ متوفی سے سدس ہے باقی موصی لہ کا ہے اور بہتر اسباب خیر میں بھی صرف کرے جب باقی موصی لہ کا ہوچکا پھر وجوہ خیر میں صرف کرنے کا اس پر ایجاب کیا معنی اگر وہ کریگا تبرع ہوگا اور تبرع پر جبر نہیں ماعلی المحسنین من سبیل۔

(۶) بلکہ فتوی ۲ کی غلطی فتوی ۶ سے بڑھکر ہے اوس نے تو شاہ محمد کیلئے وصیت مانی ہی نہ تھی تو اوسے گنجائش ملی کہ خیرات کے لئے وصیت ٹھہرادے اگرچہ یہ سرتا پا غلط تھا اس نے اوس سے عجیب تر راہ اختیار کی کہ تمام باقی بعد فرض الزوجہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے مانی پھر اوسی پر خیرات کا حکم لگا دیا یعنی شے واحد کی وصیت عمرو کے لئے بھی ہے اور بعینہٖ اوس شے کی وصیت اللہ عزوجل کے لئے بھی ہے حالانکہ یہ بداہۃً محال ہے۔

(۷) فتوی ۲ نے اس مطلب پر عبارات یہ نقل کیں ع۱ اوصی بثلث مالہ للہ تعالٰی ع۲ لو اوصی بالثلث فی وجوہ الخیر ع۳ لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ اور نہ دیکھا کہ جب میں باقی کی وصیت عمرو کے لئے مان چکا تو ان عبارات کا کیا محل رہا۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

افادۂ ثالثہ

عالم خاتون بھی ضرور موصی لہا ہے مکانات واثاث البیت کے باب میں اوس کے لئے وصیت بالمنفعۃ ہونا تو بدیہی اور بنظر بر سیاق وسباق وصیت نامہ اوس زیور کی بھی اوس کے لئے وصیت ہے ابتداء وصیت نامہ میں ہے مجھکو اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا انتظام ضروری ہے کہ پس ماندگان میں تکرار نہ ہو اس کا انتظام یہ ہے کہ زیورات ذیل زوجہ کو ملیگا الخ پھر مکانات واثاث البیت کی وصیت بنام شاہ محمد خاں کی جس کا حاصل یہ تقسیم ہوئی کہ وہ زیور عالم خاتون کے اور مکانات واثاث البیت شاہ محمد خاں کے۔ آخر میں لکھا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گے صاف واضح ہوگیا کہ دونوں کے لئے تملیک بعد الموت کر رہا ہے تو اوس کا زیور مذکور کی نسبت کہنا میری زوجہ کے ہیں ایسا ہی ہے جیسا مکانات کو کہا مالک شاہ محمد خاں ہے اور وارث کے لئے وصیت بلاشبہہ جائز ہے جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو ردالمحتار بیان شرائط وصیت میں ہے وکونہ غیر وارث ای ان

کان ثمہ وارث اٰخر والا تصح کمالو اوصی احد الزوجین للاخر ولا وارث غیرہ درمختار میں ہے لالوارثہ الا باجازۃ ورثتہ اولم یکن لہ وارث سواہ کمافی الخانیۃ حتی لو اوصی لزوجتہ اوھی لہ ولم یکن ثمہ وارث اٰخر تصح الوصیۃ ابن کمال۔

تفریعات

(۸) فتوی ۵ کا قول مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث کے واسطے وصیت ناجائز ہے۔ مسئلہ وارث واحد کے حکم سے غفلت ہے۔

(۹) طرفہ یہ کہ خود فتوی ۵ نے سند میں عبارت درمختار لالوارثہ الخ نقل کی جس کے آخر میں موجود یعنی عند وجود وارث اٰخر۔

(۱۰) زیور بعد موت عوض مہر میں دیئے جانے کو لکھنا بھی وصیت ہوا لکونہ ایجابا بعد الموت توفتوی ۵ کا کہنا کہ بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جاویں اور اسے منافی وصیت جاننا عجیب ہے۔

(۱۱) استفتاء مرتبہ ڈسٹرکٹ جج خانپور کے سوال میں آتا ہے کہ جو زیورات مدعیہ کو ملے ہیں اون کی نسبت وہ کہتی ہے کہ مجھکو حق مہر میں شوہر دے گیا ان سے بھی ہرگز مفہوم نہ ہوا کہ یہ دیا جانا صحت میں تملیک فی الحال تھا جب وہ لکھ گیا کہ میرے بعد یہ زیور میری زوجہ کے ہیں تو ضرور وصیت ہی ہوئی اگرچہ بعوض مہر دینا مراد ہو اور اس صورت میں عورت کا کہنا کہ مجھکو حق مہر میں شوہر دے گیا بلا شبہہ صادق ہے توفتوی ۵ کا قول کہ بلکہ زیورات مہر کے عوض سمجھے جاویں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے محض نامفید مقصود ہے۔

(۱۲) ہم واضح کرچکے ہیں کہ وصیت نامہ کا صریح مفاد تملیک بعد الموت ہے وہ نص کرچکا کہ جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں تقسیم ہوں گے تو فتوی ۵ کا قول کہ خود عبارت وصیت نامہ کا محمل توی یہ ہے عجیب ہے۔

افادۂ رابعہ

وصیت جسطرح رقبۂ شے کی صحیح ہے یونہیں تنہا منفعت کی یونہیں یہ بھی کہ ایک کے لئے رقبہ کی وصیت کرے دوسرے کے لئے منفعت کی پہلی صورت میں متروکہ ملک ورثہ ہوگا اور اوسکی منفعت ملک موصی لہ اور دوسری صورت میں پہلا موصی لہ رقبۂ شے کا مالک ہوگا۔ اور دوسرا اوسکی منفعت کا بہرحال وہ شے بغرض انتفاع موصی لہ بالمنفعت کے قبضہ میں رہے گی ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اوسکی بیع کا اختیار نہ ہوگا جب تک موصی لہ بالمنفعۃ کو اوس سے انتفاع کا حق باقی رہے مثلاً سال بھر کے لئے وصیت منافع کی تو سال بھر تک اور موصی لہ کی زندگی تک تو اوس کی حیات تک ہدایہ میں ہے تجوز الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ سنین معلومۃ وتجوز

ابدافان خوجت رقبۃ العبد من الثلث یسلم الیہ لیخدمہ وان کان لا مال لہ غیرہ خدم الورثۃ یومین والموصی لہ یوما بخلاف الوصیۃ بسکنی الدار اذا کانت لاتخرج من الثلث حیث تقسم عین الدار اثلاثا للانتفاع لانہ یمکن القسمۃ بالاجزاء وھو اعدل للتسویۃ زمانا وذاتا ولو اقتسموا الدار مھایأۃ تجوز ایضا لان الحق لھم ولیس للورثۃ ان یبیعوا مافی ایدیھم من ثلثی الدار لان حق الموصی لہ ثابت فی سکنی جمیع الدار ولہ حق المزاحمۃ فیمافی ایدیھم اذا خرب مافی یدہ والبیع یتضمن ابطال ذلک فمنعوا عنہ اوسی میں ہے ولواوصی لہ بخدمۃ عبدہ وللاخر برقبتہ وھو یخرج من الثلث فالرقبۃ لصاحب الرقبۃ والخدمۃ علیھا لصاحب الخدمۃ لانہ اوجب لکل منھا شیئا معلوما ثم لما صحت الوصیۃ لصاحب الخدمۃ فلو لم یوص فی الرقبۃ بشیئ لصارت الرقبۃ میراثا للورثۃ مع کون الخدمۃ للموصی لہ فکذا اذا اوصی بالرقبۃ لانسان اخر اذ الوصیۃ اخت المیراث من حیث ان الملک یثبت فیھما بعد الموت۔ اسی طرح اور کتب جلیلہ میں ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر دو یا دس مکانوں کے سکنی کی زید کے لئے وصیت کی تو اگرچہ وہ اون میں سے ایک ہی میں سکونت کریگا جسکا اوسے اختیار ہوگا کہ اون میں سے جس مکان میں چاہے رہے مگر وہ سب مکان اوس کے حق کے لئے مدت حق تک محبوس رہیں گے ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اونکی بیع کا اختیار نہ ہوگا کہ اوس کا حق ہر مکان میں ثابت ہے اور ہر مکان کی نسبت محتمل ہے وہی باقی رہے اور سب کسی آفت سے منہدم ہوجائیں تو اگر اون میں بعض کو مالکان رقبہ بیچ سکیں تو موصی لہ بالمنفعۃ کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ وانظر الی قول الھدایۃ لہ حق المزاحمۃ فیمافی ایدیھم وثم لم تثبت لہ الوصیۃ الافی الثلث فکیف وقد اوصی لہ بکل اور اس کے لئے ہرگز شرط نہیں کہ وہ اپنی ملک میں کوئی شے ایسی نہ رکھتا ہو یا جس سے یہ منفعت حاصل کرسکے جو اپنا ذاتی مکان رکھتا ہو اوس کے لئے وصیت یا سکنے کی ممانعت نہیں نہ یہ امر مانع نفاذ وصیت ہو وھذا ظاھر جدا۔

تفریعات

(۱۳) ۔ ہیں سے ظاہر کہ فتوی ، کہ اس احتمال کی کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکا دیدیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اوس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں۔ یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۴) ، تملیک مضاف الی مابعد الموت اگرچہ حالت صحت میں ہو وصیت ہے کہ فتوی ، کا یہاں مطلق تملیک کہنا اور شق مقابل کو اگر مرض الموت میں وصیت کی ہے مرض سے مقید کرنا ضیق بیان ہے ہدایہ میں فرمایا کل ما اوجبہ بعد الموت فھو من الثلث وان اوجبہ فی حال صحتہ اعتبارا بحال الاضافۃ دون حال العقد

(۱۵) فتوی ۵ کا قول بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا کوئی حق رہائش مکان ونان نفقہ وغیرہ کا نہیں نہ فقط وصیت نامہ بلکہ سوال سائل کو بھی نہ سمجھنے پر مبنی ہے سائل نے یہ نہ پوچھا تھا کہ جس طرح حیات میں زوجہ کا نفقہ وسکنٰی شوہر پر ہے آیا بعد وفات شوہر بھی یہ حق باقی رہتے ہیں جس کا جواب نفی میں دیا جائے وہ تو اوس حق سکنے کو پوچھتا ہے جس کی اوس کے لئے موصی نے وصیت کی ہے اوس کا انکار کرنا اور اپنی طرف سے اوس میں نان نفقہ دلا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۶) یوہیں مستفتی نے وصیت مذکورہ دربارۂ ظروف کو دریافت کیا تھا کہ زوجہ کے لئے جائز اور اپنا حصہ پانے کے بعد بھی نافذ ہے یا نہیں فتوی ۵ نے وصیت نامہ وسوال سائل ومسئلہ وصیت بالمنفعۃ سب سے ذہول فرما کر لکھدیا کہ اسمیں کوئی اثر نہیں۔

(۱۷) اس سے عجیب تر فتوی ۱ کا قول ہے کہ عالم خاتون کو رہائش کا حق حاصل نہیں اسباب میں واحد بخش کی وصیت لغو و بے اثر رہیگی فتوی ۵ نے تو وصیت سے ذہول کیا حیات کے نفقہ و سکنے کے مثل کسی حق بعد الوفاۃ سے استفسار سمجھا مگر فتوی ادنٰی نے صراحۃً وصیت مان کر محض بلا وجہ شرعی اوسے لغو و بے اثر کر دیا یہ عجیب منطق ہے کیا شرعاً وصیت بالسکنٰی باطل ہے یا خاص زوجہ تنہا وارثہ کے لئے باطل ہے اور جب کچھ نہیں تو اوسے لغو کہنا ہی لغو نہیں صریح باطل ہے۔

(۱۸) سوال ۶ کو فتوی ۱ بھی مثل فتوی ۵ نہ سمجھا کہ استفسار اوس وصیت کے جواز سے ہے جس کا جواب اثبات میں دینا واجب تھا یہاں بھی اپنی اوسی منطق کی بنا پر وصیت کو لغو ٹھہرا لیا ہے۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

افادہ خامسہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جزیلہ

فائدہ اصل یہ ہے کہ ترکہ میں تجہیز و تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہے پھر اجنبی کے لئے ثلث تک وصیت پھر وارث کی میراث پھر وارث منفرد کے لئے وصیت اور اجنبی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت ہے یہ دونوں مرتبۂ واحدہ میں ہیں ثلثہ پیشیں کی تقدیم اور باہم ترتیب معروف ومشہور ہے اور میراث کا وصیۃ للوارث اور مافوق الثلث وصیۃ للاجنبی پر تقدم ہے کہ اگر وہ وارث کل مال بذریعہ ارث پا سکتا ہے تو ثلث وصیت کے بعد کل میراث ہی ٹھہریگا اوسکی وصیت اپنے نفاذ کا محل ہی پائیگی یوہیں اجنبی کی وصیت قدر زائد علی الثلث میں معطل رہ جائیگی یعنی جبکہ وارث اجازت نہ دے ورنہ وصیت ثلث کے مثل ارث مجیز پر تقدم پائیگی اور اگر بذریعۂ میراث صرف بعض کا مستحق ہے اور رد نہیں مگر زوجین کہ ربع یا نصف سے زائد کے مستحق نہیں تو ثلث وصایا کے بعد باقی کا ربع یا نصف اونہیں ارثاً پہنچے گا پھر جو بچا اوس میں اون کی وصیت اور اجنبی کی زیادہ از ثلث وصیت حصہ رسد نفاذ پائیگی اگرچہ اونکے خواہ اجنبی خواہ ہر ایک کے لئے کل مال کی

وصیت کی ہو بالجملہ وصیت زائد للاجنبی حصۂ میراث میں نافذ نہ ہوگی اور وصیت للوارث نہ اوس میں نافذ ہو نہ ثلث اجنبیا میں اس مراعات ترجیح پر ہر ایک کی وصیت ملحوظ رہیگی یہ ہے ان دونوں کی باہم تساوی اور میراث کا ان پر تقدم۔ مثلاً میت نے صرف ایک زوجہ وارث چھوڑی اور کل مال کی وصیت اوس کیلئے جدا کی اور زید کے لئے جدا کہ ہر ایک موصی لہ بجمیع المال ہوا اس صورت میں ترکہ بارہ سہم ہوکر پانچ سہم زوجہ کو ملیں گے اور سات زید کو۔ اس لئے کہ اولاً زید کو ثلث دیا کہ میراث پر مقدم ہے ۴ ہوکر باقی ۸ کا ربع یعنی ۲ زوجہ نے ارثاً لئے ۶ بچے زید کی وصیت کل مال یعنی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ حصہ میراث $\frac{2}{12}$ میں نافذ نہیں $\frac{10}{12}$ بچے جن میں سے $\frac{4}{12}$ پاچکا ہے باقی $\frac{6}{12}$ رہے اور زوجہ کی وصیت بھی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ نہ اوس $\frac{4}{12}$ میں جاری ہوسکتی ہے جو زید نے ابتداءً پائے نہ اون $\frac{2}{12}$ میں جو خود زوجہ نے ارثاً لئے تو اوسکی وصیت بھی $\frac{6}{12}$ رہی دونوں برابر ہوئے تو ۶ باقی اون میں نصف نصف ہوکر زوجہ کے ۵ زید کے ۷ ہوئے قس علیہ۔ اقول و لعل السر فی تقدیم ارث الوارث علی الوصیۃ لہ ان الارث جبری فبمجرد مامات المورث او فی اخر جزء من اجزاء حیاتہ علی القولین فیہ لمشائخ بلخ والعراق انتقل الملك فی قدر المیراث الی الوارث غیر متوقف علی شیئ بخلاف الوصیۃ فانما تتوقف علی قبولہ فنفاذھا یعقب القبول وقبولہ یعقب الموت والارث یقارن الموت اویتقدمہ فتاخرت ضرورۃ اما الوصیۃ للاجنبیۃ فالمال باق فیھا الی الثلث علی ملك الموصی نظراً لہ من الشارع کما نصوا علیہ واشار الیہ فی الھدایۃ فلا یجری فیہ الارث مالم یرد الموصی لہ فاذا اقبل فقد تقدم ملکہ من دون ان یلحقہ ملك الوارث درمختار کتاب الاقرار میں ہے لو لم یکن وارث اخر واوصی لن وجتہ اوھی لہ صحت الوصیۃ واما غیرھما فیرث الکل فرضا وردا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیۃ اوسی کے وصایا میں ہے وانما قیدوا بالزوجین لان غیرھما لایحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد اور جمع ردالمحتار میں ہے ترك امرأۃ واوصی لھا بالنصف ولاجنبی بالنصف یعطی للاجنبی اولا الثلث وللمرأۃ ربع الباقی ارثا والباقی یقسم بینھما علی قدر حقوقھما تاتارخانیہ فتاوی خانیہ وفتاوی ہندیہ میں ہے اذامات الرجل وترك امرأۃ ولیس لہ وارث غیرھا واوصی للاجنبی بجمیع مالہ ولامرأتہ بجمیع مالہ یاخذ الاجنبی ثلث المال بلا منازعۃ وللمرأۃ ربع مابقی وھو السدس بحکم المیراث ویبقی نصف المال یکون بینھما وبین الاجنبی نصفین امام اجل نسفی کافی شرح وافی کتاب الوصایا باب المتفرقات میں زوجہ موصی لھا کی نسبت فرماتے ہیں ماکان مستحقالھا بحکم الارث لاتستحقہ بحکم الوصیۃ اوس کے ایک ورق بعد زوج موصی لہ کی نسبت فرمایا حق الزوج کان فی النصف ایضا بالوصیۃ ولکن بطل فی السدس لانہ اخذ الثلث بحکم الارث شائعا فخرج السدس عن محل الوصیۃ فبطلت وصیتہ فی ذلك ضرورۃ واستحقاقا عند الکل فبقی حقہ فی الثلث

نیز اوسی میں عبارت اولی کے بعد فرمایا ان اوصی لکل واحد ای من الزوجۃ والاجنبی بکل مالہ لہ سبعۃ ولہا خمسۃ لان الوصیۃ للاجنبی یقدم علی الارث فیعطی لہ الثلث من ستۃ ولہا ربع ما بقی بحکم الارث بقی ثلٰثۃ بینہما نصفان عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فحق الاجنبی کان فی کل المال وقد استوفی سہمین فلا یضرب بذلك ولا یضرب ایضا بما اخذت بحکم الارث وذلك سہم فانما یضرب بثلٰثۃ والمرأۃ لاتضرب بالثلث الذی اخذ الاجنبی اولا لان الوصیۃ للاجنبی بقدر الثلث وصیۃ قویۃ فتبطل وصیتہا بذلك القدر فلا تضرب المرأۃ بذلك ولا بالسہم الذی اخذت ارثا وانما یضرب بثلٰثۃ فاستویا فی الضرب فی الثلٰثۃ الباقیۃ فتخرج المسئلۃ من اثنی عشر

فائدہ ۲: جب ایک شخص کے لئے وصیت رقبہ اور اس کے بعد متصلاً خواہ برسوں کے فصل سے وصیت منفعت کی جائے تو موصی لہ اول صرف مالک رقبہ ہوتا ہے اور اسی قدر میں اوس کے لئے وصیت مستفاد ہوتی ہے منفعت میں اوس کا کوئی حق نہیں ہوتا مثلاً مکان کی وصیت زید کے لئے کی اور اوس کے دس برس بعد سکونت مکان مذکور کی وصیت عمرو کے لئے کر دی تو زید صرف رقبۂ مکان پائیگا سکونت تاحیات عمرو یا جب تک کیلئے موصی نے کہا صرف حق عمرو رہے گی اور یہ ٹھہریگا کہ زید کے لئے خالی رقبۂ مکان کی وصیت تھی۔ ہدایہ میں فرمایا اسم الرقبۃ لایتناول الخدمۃ وانما یستخدمہ الموصی لہ بحکم ان المنفعۃ حصلت علی ملکہ فاذا اوجب الخدمۃ لغیرہ لایبقی للموصی لہ فیہ حق اسی طرح کافی میں فرمایا اور اتنا اور بڑھایا وکذا اسم الدار لایتناول السکنی واسم النخیل لایتناول الثمرۃ عنایہ میں فرمایا وصیۃ الرقبۃ والخدمۃ الموصول والمفصول فیہما فی الحکم سواء۔

فائدہ ۳: وصیت شئے اگرچہ وضعاً تملیک منفعت شے نہیں مگر التزاماً ضرور مفید تملیک منفعت شے ہے ولہذا اگر پہلے عمرو کے لئے وصیت منفعت کی اوس کے بعد شئے کی وصیت زید کے لئے کی اگر دونوں وصیتیں متصلاً کیں جب تو منفعت والے کو منفعت اور رقبہ والے کو رقبہ کہ ایسا کلام متصل دلیل توزیع وتقسیم ہوتا ہے ولہذا اگر کہا کہ یہ انگشتری زید کو دینا اور اس کا نگ عمرو کو یا یہ مکان زید کو دیں اور اس کا عملہ عمرو کو تو باتفاق صاحبین زید کے لئے خالی انگشتری بے نگ اور زمین بلا عمارت ہوگی اور عملہ اور نگ تنہا عمرو کا حالانکہ انگشتری نگ کو بھی شامل تھی اور مکان میں عملہ بھی داخل تھا کافی میں ہے ان اوصی بھذہ الامۃ لفلان وبحملہا لاخر وبھذہ الدار لفلان وببنائہا لاخر وبھذا الخاتم لفلان وبفصہ لاخر فان وصل فلکل واحد ما اوصی (الی قولہ) لان ذلك بمنزلۃ دلیل التخصیص والاستثناء فیتبین بہ انہ اوجب لصاحب الخاتم الحلقۃ خاصۃ دون الفص الاتری انہ لو اوصی بالجاریۃ واستثنی فصاحب الاستثناء اور اگر وصیت رقبہ وصیت منفعت کے بعد کلام مفصول میں کی اور اس میں منفعت کا نام نہ بھی لیا جب بھی مالک رقبہ زید ہوگا اور منفعت عمرو وزید میں نصف نصف ہو جائیگی۔ بدائع امام ملک العلماء مسعود پھر عالمگیریہ میں ہے لو ابتدأ بالتبع فی ھذہ المسائل ثم بالاصل بان اوصی بخدمۃ العبد لانسان ثم بالعبد لاخر

او اوصی بسکنی ھذہ الدار لانسان ثم بالدار لآخر او بالثمرۃ لانسان ثم بالشجرۃ لآخر فان ذکر موصولا فلکل واحد منہما ما سمی لہ بہ وان ذکر مفصولا فالاصل للموصی لہ بالاصل والتبع بینہما نصفان تو اگر وصیت رقبہ اصلا مفید تملیک منفعت نہ ہوتی تو بجا لفصل تنصیف منفعت کی وجہ نہ تھی ہاں وصیت رقبہ کے بعد دوسرے کیلئے وصیت منفعت اول کے لئے استحقاق منفعت کے مانع ہوکر اوس کے لئے تملیک مجرد رقبہ رہ جاتی ہے اور جب مانع نہ ہوگا دونوں ثابت ہونگی یہ وضعًا اور وہ التزامًا کافی میں عبارت مذکورہ آنفا کے بعد فرمایا وانما تستحق ھذہ الاشیاء بملک الاصل اذا لم یوجد المانع وھنا وجد المانع وھو الوصیۃ للثانی۔

فائدہ ۴۔ وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے جس شے کی منفعت کسی کے لئے وصیۃً قرار دی گویا اوسے خود وہ شے اوسکی حیات یا ایک زمانہ معین تک وصیۃً دی اور اگر ایک شے کا رقبہ زید اور منفعت عمرو کے لئے رکھی تو گویا اوس شے کی دونوں کے لئے وصیت کی زید کے لئے مطلق اور عمرو کے لئے وقت محدود انتفاع تک ولہذا صاحب منفعت حساب ثلث وضرب حصص میں صاحب رقبہ کا ہمسر ہوتا ہے اور تنگی ثلث کے وقت اوس کا مزاحم ہوکر اوسکی وصیت کو گھٹاتا ہے جب اس کی مدت خدمت ختم ہوجاتی ہے صاحب رقبہ اوسوقت اپنی وصیت کی تکمیل پاتا ہے کافی میں فرمایا الوصیۃ بالخدمۃ مالم یستوف الموصی لہ کمال حقہ بمنزلۃ الوصیۃ بالرقبۃ۔ فتاوی عالمگیری میں ہے لو کان لہ ثلثۃ اعبد فاوصی برقبۃ احدھم لرجل وقیمتہ ثلثمائۃ وبخدمۃ الثانی لآخر وقیمتہ خمسمائۃ وقیمۃ الثالث الف جاز لکل واحد ثلثۃ ارباع وصیتہ یعطی لصاحب الرقبۃ ثلثۃ ارباعہا ویخدم لصاحب الخدمۃ ثلثۃ ایام وللورثۃ یومًا لان الوصایا جاوزت الثلث لان ثلث المال ستمائۃ والوصایا کانت ثمانمائۃ وکان ثلث المال ثلثۃ ارباع الوصایا کذا فی محیط السرخسی واذا مات صاحب الخدمۃ استکمل صاحب الرقبۃ عبدہ کلہ وکذلک ان مات العبد الذی کان یخدم ولو کانت قیمۃ العبید سواء کان لصاحب الخدمۃ نصف خدمۃ العبد ولصاحب الرقبۃ نصف رقبۃ الاخر کذا فی المبسوط۔

فائدہ ۵۔ یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اوسے وصیت منفعت کی حاجت نہیں کہ وہ بحکم ملک مختار انتفاع ہوگا اوس کے ساتھ مطلقا یا کسی وقت خاص میں اختیار انتفاع کا ذکر اوسی لازم کا اظہار ہوگا نہ کہ اوس کے لئے وصیت بالمنفعۃ جو بوجہ عدم حاجت لغو و بے اثر ہے جس طرح تنہا وارث غیر زوجین کے لئے وصیت کما تقدم عن الدر المختار و عنہ عن غنیۃ ذوی الاحکام۔

فائدہ ۶۔ وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ہدایہ وکافی میں دربارۂ موصی لہ بخدمۃ العبد ہے لیس للموصی لہ ان یخرج العبد من الکوفۃ الا ان یکون الموصی لہ واھلہ فی غیر الکوفۃ فیخرجہ الی اھلہ للخدمۃ ھناک اذا کان یخرج من الثلث لان الوصیۃ انما تنفذ علی ما یعرف من مقصود الموصی فاذا کانوا

فی مصرہ فمقصودہ ان یمکنہ من خدمتہ فیہ بدون ان یلزمہ مشقۃ السفر واذاکانوافی غیرہ فمقصودہ ان یحمل العبد الی اھلہ لیخدمھم۔

فائدہ ۷۔ دربارہ مہر مہر مثل تک عورت کا قول مع الیمین بلا بینہ معتبر ہے جبکہ زوجیت معروف ومعلوم ہو فتاوی خانیہ میں قبیل فصل رجوع عن الوصیۃ ہے ان ادعت المرأۃ مقدار مھر مثلھا یدفع الیھا اذا کان النکاح ظاھرا معروفا ویکون النکاح شاھدا لھا اوسی کے باب الوصی پھر ہندیہ میں ہے ان کان النکاح معروفا کان القول قول المرأۃ الی مھر مثلھا یدفع ذلك الیھا۔

فائدہ ۸۔ مہر بھی مثل سائر دیون ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے نہ عین سے ولہذا ورثہ کو اختیار ہوتا ہے کہ دائن کا دین اپنے پاس سے دیکر ترکہ اپنے لئے بچالیں اگرچہ دین مستغرق ہو جس کے سبب ورثہ کے لئے ترکہ میں اصلا ملک ثابت نہیں ہوتی جامع الفصولین واشباہ میں ہے لو استغرقھا دین لایملکھا بالارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ، اواداہ وارثہ الخ اشباہ میں اس کے بعد فرمایا وللوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین لو مستغرقا۔

فائدہ ۹۔ وصیت جہت موصی سے تملیک ہے تو اوس کے بتائے سے تجاوز نہیں کرسکتی وصیت اگر حصہ شائعہ مثل نصف مال یا ثلث متروکہ کی ہو تو ضرور ترکہ باقیہ بعد ادا الدین کے ہر جز میں شائع ہوگی مگر اعیان معینہ کی وصیت صرف انھیں اعیان پر مقتصر رہے گی اون کے غیر سے ایک حبہ نہ پاسکے گا یہاں تک کہ اگر وہ اعیان ثلث مال یا اس سے بھی کم ہوں اور تمام وکمال بحکم وصیت اسے ملتے ہوں اور ان میں سے کسی منازعت کے سبب کچھ کم ہوجائے تو اوس کی وصیت اوسی کم میں نفاذ پائے گی باقی ترکہ سے اوسکی تکمیل نہ کی جائیگی کہ یہ ایجاب بلا موجب ہے اور وہ محض باطل ولہذا اگر ترکہ پندرہ سو روپے نقد اور تین سو روپے کا اسباب یا زمین وغیرہ ہوا اور اس تمام اسباب وزمین کی وصیت زید کے لئے کی اور اپنے مال کے ۱/۶ کی وصیت عمرو کے لئے تو مجموع ترکہ اٹھارہ سو ہوا اور مجموع وصایا چھ سو کہ اوس کا ثلث ہے اور ثلث تک وصیت بلا اجازت نافذ ہے تو چاہئے تھا کہ دونوں موصی لہ کی وصیت پوری نافذ کرتے اسباب زمین زید کو دیدیتے اور تین سو روپے کہ سدس مال ہے عمرو کو مگر ایسا نہ کرینگے بلکہ عمرو کو دو سو پچاس روپے نقد دیں گے اور پچیس کی قدر زمین واسباب اور باقی صرف پونے تین سو روپے کا اسباب زید پائے گا زر نقد سے اوسکی وصیت پوری نہ کریں گے کہ زر نقد میں اوس کا کوئی حق نہ تھا اس تقسیم کی وجہ وہی ہے کہ عمرو کے لئے سدس مال کی وصیت ترکہ کے ہر جز نقد وجنس وجائداد ہر شئے کے ۱/۶ کی وصیت ہے تو اوسے پندرہ سو نقد کا بھی سدس چاہئے اور اسباب زمین کا بھی سدس۔ سدس نقد میں اوس کا کوئی منازع نہیں وہ ۲۵۰ اوسے دیدیئے ہیں سدس جائداد میں زید اوس کا منازع ہے وہ کہے گا کہ تمام وکمال بحکم وصیت میرا ہے عمرو کہے گا اس میں سے بھی ۱/۶ میرا ہے تو اس مال کا ۵/۶ زید کے لئے بلا نزاع ہے اور ۱/۶ میں زید وعمرو متنازع ہیں

تو بحکم انصاف وہ ان میں نصفا نصف ہوکر اسباب وزمین کا ۱/۱۲ عمرو پائیگا اور ۱۱/۱۲ زید اور اس کے سوا زید کو نقد سے کچھ نہ ملیگا۔ ردالمحتار میں ہے لو اوصی لرجل بسیف قیمتہ مثل سدس مالہ ولاٰخر بسدس مالہ ومالہ سوی السیف خمسمائۃ فللثانی سدسھا وللاول خمسۃ اسداس السیف وسدس السیف بینھما لان منازعتھما فی سدس السیف فقط فینصف بینھما۔

فائدہ ۱۰۔ وصیت اجنبی کہ ثلث تک نافذ ہے اوس کے حساب ثلث کے لئے کل متروکہ بعد الدین ملحوظ ہوگا وہ چیزیں بھی جنکی اوس کے لئے وصیت ہے اور وہ بھی جن کی اوس کے لئے وصیت نہیں مگر اوس کا حق اون اشیاء سے ہرگز متجاوز نہ ہوگا جنکی وصیت اوس کے لئے ہے جیسا ابھی مسئلہ مذکورہ میں گذرا بالجملہ وصیت کا ثلث تک نفاذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ نہ کردیگا اوس کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ باقی بعد دین جس قدر مال ہے جس کی وصیت کی ہے اور جسکی نہیں سب کا ثلث لیکر دیکھیں گے کہ جن اعیان مخصوصہ کی وصیت اوس کے لئے کی ہے اونکی مالیت اس ثلث کی مقدار سے کم ہے یا برابر یا زائد دو صورت اولیٰ میں وہ تمام اعیان موصی لہ کو دیدیئے جائیں گے اور صورت ثالثہ میں ان میں سے صرف اتنا حصہ پائیگا جو ثلث کل باقی بعد ادائے الدین کی مقدار تک ہے نہ یہ کہ جس چیز کی اوس کے لئے وصیت نہ کی اوس کا بھی ثلث محض بلا استحقاق اوسکو دیدیا جائے یہ سخت جہالت فاحشہ ہے کتب مذہب کے صدہا نصوص اس کے اوپر ناطق اور یہی مسئلہ کہ ابھی ردالمحتار سے گذرا کافی اور اونی خادم فقہ پر یہ امر خود بدیہیات واضحہ سے ہے۔ کما لایخفی۔

فائدہ ۱۱۔ اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں نہ حقوق العباد میں بلا دعوی قاضی کو اختیار حکم نہ اوسے ایسی بات کی تکذیب پہنچتی ہے جس میں کوئی معارض ہو کہ وہ قطع خصومت کے لئے مقرر ہوا ہے نہ کہ انشاء خصومت کے واسطے۔ ہدایہ میں فرمایا الاقرار موجب بنفسہ تنویر میں ہے القضاء فصل الخصومات وقطع المنازعات درمختار میں ہے بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر والا کان افتاء ردالمحتار میں فواکہ بدایہ سے ہے اتفق ائمۃ الحنفیۃ والشافعیۃ علی انہ تشترط لصحۃ الحکم واعتبارہ فی حقوق العباد الدعوی الصحیحۃ۔

فائدہ ۱۲۔ زوجہ کے لئے یہاں دو وصیتیں ہیں۔

وصیت منفعت کہ مکانوں میں رہے ظروف استعمال کرے یہ وصیت اونھیں اعیان میں ہے جنکی وصیت شاہ محمد اجنبی کے لئے ہے تو ثلث کل مال بعد ادائے الدین کے جتنا حصہ مکانات و اسباب کا آئے اوس میں نافذ نہ ہوگی کہ وصیت اجنبی وصیت وارث سے مقدم ہے کما فی الفائدۃ الاولیٰ اور یہاں اگر یہ وہم گذرتا کہ وصیت رقبہ کرکے اوس کے لئے وصیت منفعت کر دینے سے اول کے لئے صرف رقبہ کی وصیت رہ جاتی ہے منفعت میں اوس کا کچھ حق نہیں رہتا کما فی الفائدۃ الثانیۃ وصیت اجنبی کہ مقدم ہے اپنے محل نفاذ میں مقدم ہوگی نہ کہ اوس شے میں جس کی اوس کے لئے وصیت ہی نہیں یعنی منفعت کہ اوس میں اجنبی کے لئے وصیت معدوم ہے معدوم کی تقدیم

کیا معنی تو اوس کا جواب ہماری تقریر سابق سے واضح وصیت منفعت بھی بمنزلہ وصیت رقبہ ہے ثابت ہو تو اوسکی مزاحم ہوتی ہے کما فی الفائدۃ الرابعۃ اور منفعت میں اوس کا حق نہ رہنا اسی بنا پر ہوتا ہے کہ یہ مانع آتی ہے کما فی الفائدۃ الثالثۃ اور وصیت وارث جب وصیت اجنبی سے مؤخر ہے تو اوس کے مقابل مضمحل ہوگی اور اس کے رقبہ میں کالعدم نہ کہ اوسکی مانع ومزاحم پھر بقدر ثلث نفاذ وصیت اجنبی کے بعد مرتبہ ارث کا ہے کمافی الفائدۃ الاولی اور جو کچھ ارثاً ملک زوجہ ہوگا اوس میں اوسے وصیت منفعت کی حاجت بھی نہیں ان دونوں کے بعد جو حصہ مکانات واسباب کا بچا اوس میں زوجہ کی وصیت نفاذ پائے گی اور اس میں سے موقع محفل حضرات طیبات امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ جس قدر ظروف کی شاہ محمد کو حاجت ہوگی اوسوقت خاص پر اوتنے ظرف اوسے وقت زوجہ کو استعمال کے لئے نہ دیئے جائیں گے موصی نے اوس وقت شاہ محمد کے لئے اون کا استعمال لکھا ہے یہ اگرچہ شاہ محمد کے لئے وصیت بالمنفعۃ نہیں۔ کما فی الفائدۃ الخامسۃ مگر وصیت زوجہ سے اوتنے وقت اخراج کے لئے کافی ہے لما تقدم عن الهداية والكافي انه انما لم يكن للموصى له بالعين حق في المنفعة مع ملكه للرقبة للايصاء بها للغيره وتجريد الرقبة في الوصية له فلم يثبت له فوق ما اثبت الموصي اما هنا فقد اثبت له الانتفاع في الوقت الخاص فكان معزولا عما اوصى به لغيره وكان كأن يقول اوصيت لها بالمنفعه الاوقت كذا ولو اقتصر على هذا لم يكن للزوجة الانتفاع في الوقت المستثنى وكان ذلك للاجنبي الموصى له بحكم الملك فاذا صرح بكونه له فيه فبالاولى اور پُر ظاہر کہ اوس کے بعد زوجہ کے لئے وصیت استعمال سے یہ مقصود موصی نہیں کہ محفل امامین رضی اللہ عنہما کے وقت استعمال شاہ محمد کو منع کردے یا اوس وقت کی ضروری اشیاء سے صرف نصف حاجت روائی شاہ محمد کے لئے رکھے نصف زوجہ کو دے بلکہ مقصود یہی ہے کہ اوس وقت خاص جن اشیاء کی حاجت ہو شاہ محمد استعمال کرے باقی اوقات میں زوجہ اپنے صرف میں رکھے اور مقاصد موصی پر نظر لازم ہے کما فی الفائدۃ السادسۃ۔

وصیت زیور جسکی نسبت اگرچہ وصیت نامہ میں کوئی تصریح معاوضہ نہیں مگر زوجہ کہتی ہے کہ میرے مہر میں دیئے ہیں اور اوس کا یہ کہنا دعوی نہیں بلکہ اقرار ہے مہر مثل تک اوس کا قول بلا بینہ معتبر تھا کما فی الفائدۃ السابعۃ اور وصیت نامہ میں زیور کی خالص وصیت اوس کے نام لکھی ہے یہاں نہ کوئی دوسرا وارث ہے کہ زوجہ کا معارض ہو اوس سے کہے کہ تیرا حق دین میں ہے نہ عین میں کما فی الفائدۃ الثامنۃ یا کہے تیرے لئے وصیت بے میری اجازت کے باطل ہے نہ زیور کے کسی جز کی شاہ محمد کے لئے وصیت ہے نہ اوسکی وصیت کہ ثلث کل مال کی مقدار تک حق تقدم رکھتی ہے اوسے اوس زیور کے کسی ذرہ کی مستحق بنا سکتی ہے کما فی الفائدۃ التاسعۃ اگرچہ وصیت محضہ للزوجہ ہو جب بھی اجنبی کے لئے صرف حساب ثلث میں ملحوظ ہوگا نہ کہ اوس کا کوئی حبہ اوسے ملے کما فی الفائدۃ العاشرۃ نہ کل زیور زوجہ کے لئے بعوض مہر ماننا شاہ محمد کے حساب ثلث پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر زیور مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب

توظاہر کہ مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مسلم اور وہ شاہ محمد کی وصیت پر مقدم اور اگر بالفرض مہر مثل سے زائد ہو جب بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سب زیور بعوض مہر حق زوجہ ماننے میں شاہ محمد کا حصۂ ثلث مکانات واسباب میں کم ہو جائیگا فرض کیجئے کہ زیور ۳۲۲ روپے کا ہے اور مہر مثل ۲۰۲ کا اور مکانات واسباب جنکی وصیت شاہ محمد کے لئے ہے ۱۲۰۰ کے تو اگر کل زیور بحق مہر زوجہ کے لئے مانا جائے تو وہ ثلث جس میں وصیت اجنبی جاری ہوگی صرف مکانات واسباب کا ثلث رہا جبکہ اوس کے سوا اور کوئی متروکہ نہ ہو شاہ محمد ان میں سے صرف ۴۰۰ کے قدر بحکم وصیت مقدمہ پائیگا اور اگر فقط مہر مثل تک زوجہ کو مہر میں دیں تو بعد ادائے مہر متروکہ ۱۳۲۰ بچے گا ۱۲۰۰ کے مکانات اسباب اور ۱۲۰ کا باقی زیور جس کا ثلث ۴۴۰ تو مکانات واسباب سے ۴۰ روپے کے قدر شاہ محمد کے حق مقدم میں بڑھ جائیں گے یہ وہم اوس وقت ہو سکتا ہے کہ بحال کمی مہر مثل کل زیور زوجہ کو مرتبۂ دین میں دیدیا جاتا جو وصیت اجنبی پر مقدم رہتا ایسا نہیں بلکہ اس صورت صرف مرتبۂ مہر مثل تک تقدم ہے اور زیادہ ان مہر مثل بعوض مہر مثل ہونا محاباۃ ہے اور وہ زوجہ کے لئے وصیت ہے اور زوجہ کے لئے وصیت خود اوسکی میراث سے بھی مؤخر ہے کما فی الفائدۃ الاولی تو وصیت اجنبی سے دو درجہ مؤخر ہے جب تک وصیت مقدمۂ اجنبی ادا نہ ہولے زیور زائد از مہر مثل ضرور متروکہ ہی ٹھہر کر حساب ثلث میں ملحوظ رہے گا اور شاہ محمد کو مکانات واسباب کے حصۂ مقدمہ میں کچھ نقصان نہ پہنچے گا بہر حال اوس کے اس قول سے کسی کا کچھ ضرر نہیں تو اوس میں اوس کا کوئی مخاصم نہیں پھر قاضی کس وجہ سے اوس کی تکذیب کر سکتا ہے کما فی الفائدۃ الحادیۃ عشرۃ زوجہ اگر اس بیان میں سچی ہے فبہا اور اگر اوس نے غلط کہا تو یہ اوسی کے حق میں مضر ہوا اوسے صاف اختیار تھا کہ مہر کا دعوی جدا کرتی جس میں مہر مثل تک اوس کا قول معتبر رہتا اور یہ زیور بحکم وصیت جدا لیتی کہ اس میں اوس کا معارض نہ تھا مگر اوس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس زیور ہی کو اپنے مہر میں دیا جانا بتایا تو یہ اوس کا اپنے ہی حق میں اضرار ہوا ولہذا نہ دعوی بلکہ اقرار ہوا اور بعد اقرار حاجت تفتیش کیا معنی کما فی الفائدۃ المذکورۃ اور سب پر علاوہ یہ کہ ادھر زوجہ نے یہی زیور اپنے مہر کے عوض بتائے ان سے جدا کوئی دعوی مہر نہ رکھا ادھر شاہ محمد نے وہ تمام وکمال زیور اوس کے تسلیم کر کے اوسے سپرد کر دیئے اب خواہ اون سب کو اوس کا وہ حق مہر مانا جو وصیت شاہ محمد پر مقدم رہتا یا بعض کو حق مہر بعض کو اوس کے لئے وصیت یا کل کو وصیت جو وصیت شاہ محمد سے مؤخر رہتی مگر جب یہ اوسے نافذ کر چکا اپنے حق کو ساقط کر دیا جیسے وارث کہ زائد از ثلث میں وصیت اوس کے حق ارث سے مؤخر ہے مگر وہ اجازت دیدے تو وہ مؤخر ہی مقدم ہو جاتی اور اوس قدر میں اجازت دہندہ کا حق ارث ساقط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وصیت کل مال کی تھی اور سب ورثہ عاقلین بالغین نے اجازت دیدی کل مال موصی لہ کا ہو جائیگا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا تو عالم خاتون کا مہر اور کل زیور اوسکی ملک ہونا اور شاہ محمد کا ضرراً یا استحقاقاً اوس سے کچھ معلق نہ ہونا یہ سب مسائل

طے شدہ اور فریقین کے متفق علیہ ہیں جن میں اونھیں کوئی نزاع نہیں اور وہ اون کے خالص حقوق تھے جن کے ابقاء اسقاط کا اونھیں اختیار مطلق تھا تو اب قاضی مفتی کسی کو اصلاح حق نہیں کہ اون طے شدہ امور کو زیر بحث لائے اون کے لئے کوئی تفتیش اپنی طرف سے قائم کرے فریقین میں ایک کو دوسرے پر اوس بارے میں کوئی دعوی نہیں یہ خود مدعی بنے اور اس متفق علیہ کو نزاعی قرار دے کما فی الفائدۃ المذکورۃ ایضا۔

تفریعات

(۱۹) فتوی ۱ کا قول بعد اس کے عالم خاتون کا مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کریں گے نافہمی ہے۔

(۲۰) فتوی ۱ کا کہنا ہے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ زیور مہر کے عوض دیئے گئے اقرار میں تفتیش ہے

(۲۱) فتوی ۱ کی اوس پر تفریع کہ تو اونمیں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں مفہوم غلط ہے۔ شاہ محمد خاں کا زیور میں کسی طرح کچھ حق نہیں اگرچہ مہر کے عوض دیا جانا ثابت نہ بھی ہو۔

(۲۲) فتوی ۱ نے اس مفہوم باطل ہی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے اس ظلم صریح کی تصریح کر دی کہ لیکن اگر ان زیورات کا مہر میں دیا جانا ثابت نہ ہو تو زیورات کے تیسرے حصہ میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دو حصے عالم خاتون کے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن شاہ محمد خاں وارث نہیں زیور کی اوس کے لئے وصیت نہیں وصیت ہونا درکنار موصی نے صراحۃً زیور کو اوسکی وصیت سے جدا کر دیا کہ بعد ذکر زیور کہا ماسوا اس کے میری جائداد الخ مگر یہ فتوی کہتا ہے کہ موصی کے دینے نہ دینے سے کیا ہوتا ہے ہم جو دیتے ہیں وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم

(۲۳) فتوی ۷ نے اور کمال کیا زوجہ کا وہ قول اقرار مان کر پھر اگر مگر کو دخل دیا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائے گا۔

(۲۴) فتوی ۷ نے اور بھی قدم عشق پیشتر بہتر کی ٹھہرائی یعنی زوجہ کا قول اقرار بھی ٹھہرایا اور شاہ محمد کی تسلیم بھی مانی پھر بھی فریقین کی متفق علیہ بات بات طے شدہ نہ جانی کہ سب سے اول تجہیز و تکفین کا خرچ ادا کیا جائے گا بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے (چنانچہ اوس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اوس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے) تو زیورات اوسکو دین مہر میں دیئے جائیں گے۔

(۲۵) فتوی ۷ نے ان دونوں کی تفریحوں خود اپنے اقرار والاعترافوں کے ساتھ ایک فرض غلط کی راہ نکالی ہے اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو باقی تمام مال میں سے مہر زوجہ ادا کیا جائیگا یہ فرض بے معنی کس لئے اور فتوی متعلقہ دارالقضا میں اس کا کیا محل۔

(۲۶) فتوی ۷ نے اس تفریع میں ڈگری بلادعوی بھی فتوی اول کی طرح دی اور آگے چلکر کہا مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا زوجہ تو کہہ رہی ہے کہ مجھے یہ زیور مہر میں دیا فتوی کہتا ہے نہیں نہیں تمام مال میں سے تجھے

مہر ملیگا اگرچہ کل مال کو مستغرق ہو اور موصی لہ کیلئے کچھ نہ بچے۔

(۲۷) فتوی ۷ کو منظور نہیں کہ یہاں کسی غلطی میں فتوی اول سے پیچھے رہے بلا وصیت استحقاق اجنبی میں بھی اوس کا ساتھ دیا کہ زیورات اگر مہر میں دیئے تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو $\frac{2}{3}$ مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$

(۲۸) بلکہ فتوی ۷ کا یہاں بھی نہ پیشتر ہے اوس نے صاف مانا کہ زیوروں کی وصیت شاہ محمد خاں کے لئے نہیں پھر بھی اوسے تہائی کا حصہ دار کر دیا۔ زیور کا یہ حکم لکھ کر آگے کہا اور دیگر جائداد مکانات ظروف وغیرہ سے مدعیہ $\frac{2}{12}$ مدعا علیہ $\frac{1}{12}$ کیونکہ اول ثلث اوس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملیگا پھر ربع باقیماندہ یعنی سدس کل مدعیہ کو ملیگا بعد ازاں باقیماندہ مدعا علیہ کو اگر یہ فتوی زیور کی بھی اوس کے لئے وصیت مانتا تو یہی حکم اوس پر بھی کرتا نہ کہ شاہ محمد کو زیور کا تو $\frac{1}{3}$ اور باقی اموال کے $\frac{5}{6}$

(۲۹) فتوی ۷ نے اس باطل صریح پر استدلال کی بھی جراءت کی یوں بھی اوسے فتوی (۱) پر فوقیت رہی کہ اس کے آگے زیوروں کو کہا اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو انہیں مدعا علیہ کا بروئے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا پھر کہا اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بحکم وصیت بالثلث زیورات میں بھی $\frac{1}{3}$ مدعا علیہ کو ملیگا $\frac{2}{3}$ زیورات مدعیہ کو۔ اس کا منشا وہی غلط شدید وبعید ہے کہ ثلث کل مال کے لحاظ سے وصیت کی تنفیذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کر دی ہے جس کا رد بلیغ فائدہ نہم و دہم میں گذرا سبحٰن اللہ۔ حاکے لئے ثلث ہر شئے کا لحاظ کیا ہوا کہ ثلث ہر شے میں اوسکی ملک ہی پیدا ہوگئی اگرچہ اوس شے کا اوسے اصلا استحقاق نہیں نہ اوس کیلئے وصیت بلکہ اوسکی وصیت سے جدا ہونے کی صاف تصریح۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۳۰) فتوی (۱) نے یہاں ایک اور غلطی کی اگر زیور بعوض مہر دیا جانا ثابت نہ ہونے کی حالت میں اوس کے نزدیک اون کا ثلث شاہ محمد کو ملنا تھا تو مطلقا یہ کہتا کہ اگر زیور مہر کے عوض دیئے گئے تو اون میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں غلط بر غلط ہے اگر زیور مقدار مہر سے زائد ہوئے تو قدر زیادت میں زوجہ کے لئے وصیت بالمحاباۃ ہوئی اور وہ اجنبی کے حق ثلث کو باطل نہیں کرتی بلکہ خود اوس کے حضور مضمحل ہو جاتی ہے۔

(۳۱) فتوی ۷ نے بھی یہاں غلطی میں اوس کا ساتھ دینے کی منت مانی ہے اس نے بھی جابجا وہی تصریحات کیں بلکہ صاف تر کہا کہ زیورات اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا تمام زیورات اوس کو ملیں گے ورنہ مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$ پھر کہا اگر زیور مہر میں دیئے گئے ہیں تو اون میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں اور محض بطور وصیت دیئے گئے تو مدعا علیہ کا ثلث پھر کہا وصیت اگر بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بار سے مستثنی ہوں گے گویا ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مال بعوض دین دینے کی وصیت کرنا خود اوس

مال کو دین کر دیتا ہے کہ اوس کا ادا کرنا مطلقا وصیت سے مقدم ہو جاتا ہے اگرچہ ایک روپیہ دین کے عوض ہزار روپیہ کا مال دینے کی وصیت کی ہو۔

(۳۲) فتوی ۷ نے یہاں بھی قدم پیشتر کی آن نہ چھوڑی یہ ٹھہری کہ بعوض مہر کے وصیت ہونا تمام وکمال زیوروں کو دین کے مرتبہ میں کر دیگا کہ اون کا ادا کرنا وصیت للاجنبی سے مقدم ہوگا اور بعوض مہر دیئے جانے کا ثبوت نہیں مگر بیان زوجہ تو اب زوجہ اس ادعا سے اپنا نفع اور موصی لہ کا ضرر چاہتی ہے کہ وہ وصیت جو وصیت نامہ میں بلا معاوضہ لکھی ہے جو وصیت اجنبی سے مؤخر رہتی بمعاوضہ بتاکر وصیت اجنبی سے مقدم کئے لیتی ہے تو اب اوس کا قول توصرف اقرار بلکہ صاف دعوی ہوا اور کوئی مدعی محض اپنے زبانی دعوی پر ڈگری نہیں پا سکتا تو یہ کہنا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقی ماندہ ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائیگا عجب در عجب ہے۔

(۳۳) اگر فتوی ۷ وہ بھاری غلطی کہ ایک صورت میں کہ بلا وصیت وبلا استحقاق شاہ محمد کو زیوروں میں تہائی کا حصہ دار کر دیا نہ بھی کرتا جب بھی اوس کا مطلقا یہ کہنا کہ اگر وصیت بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے مستثنی ہونگے یعنی بعد خرچ تجہیز وتکفین باقیماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے صحیح نہ تھا کہ اگر زیور مہر سے زائد ہیں تو قدر زیادت میں وصیت بالثلث کے بارے مستثنی نہیں ہو سکتے ثلث میں وہ بھی محسوب ہوتے اگرچہ اون میں سے شاہ محمد خاں کو کچھ نہ دیا جاتا اونھیں مطلق مستثنی شاہ محمد کی تسلیم نے کر دیا نہ کہ وصیت بعوض مہر ہونے نے۔

(۳۴) یوہیں فتوی ۵ کا قول کہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کی محمل قوی ہے اور مہر دین ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے مقدم ہے وہی طرفہ منطق ہے محمل وصیت نامہ کا حال تو اوپر گذرا اور بالفرض اوسکی عبارت محتمل ہو تو محض قوت احتمال غایت درجہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں ہو سکتا ہدایہ وغیرہ تمام کتب معللہ میں تصریح ہے کہ الظاھر یصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق اب نہ رہا مگر خود مدعیہ کا قول اوسے اپنے حق میں حجت مان لینا نرالا قانون ہے زیور اگر مہر سے زائد ہیں تو وہ سب کیونکر دین سمجھ کر وصیت وارث دونوں سے مقدم کر دیئے جائیں۔

(۳۵) فتوی ۳ نے اور بھی دون کی لی کہ جن زیورات کے بارے میں متوفی بعوض مہر زوجہ کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اوس کا قرض تھا اوس کا ادا کرنا اوسکو فرض تھا قرض وفرض کا قافیہ ملا لیا اگرچہ مہر شرعا قرض نہیں ہوتا قرض و دین میں عموم وخصوص ہے خیر یہ بات کہ بعوض مہر دینے کی وصیت کر گیا ہے وصیت نامہ میں تو کہیں نہیں عورت کا بیان ہے اور ہو بھی تو بحال کمی مہر محاباۃ ہے نہ قرض ہے نہ فرض۔

(۳۶) فتوی ۷ نے یہاں ایک اور غلطی کی کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق ورثہ ہے اگر یہ نہ ہو تو

پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعۃ وہ حصہ اور یہ سب کلی دونوں غلط ہیں اجنبی کی وصیت بالثلث بھی اوس کی مانع اور اوس سے مقدم ہے۔

(۳۷) فتوی ۷ کو خود اپنا کہا یاد نہ رہا آگے چلکر کہا حق سکنئے مکانات وحق استعمال ظروف وغیرہ کی جو زوجہ کو وصیت کی ہے اس کے بار سے ثلث مال جو شاہ محمد کو اول ملیگا بری رہے گا کیونکہ زوجہ کے لیے وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہوسکتی اب یہ وصیت للزوجہ کا بے مزاحمت حق ورثہ اور مزاحم قوی ومرجح کدھر سے نکل آیا یہ صاف تناقض ہے۔

(۳۸) یوہیں فتوی ۲ کا قول کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ سالم زوجہ کی حقیقت ہے جو بذریعۂ وصیت لے سکتی ہے اس سے ذہول ہے کہ وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے تو بعد اجرائے میراث جو باقی بچے اوتنی چیز بذریعہ وصیت لے سکے گی نہ کہ سالم۔ نسأل اللہ السلامۃ

افادۂ سادسہ

وصیت ضرور مقید بشرط ہوسکتی ہے اور وہ زبان موصی پر ہے ایک شخص کے لئے متعدد وصایا میں اگر ایک وصیت کو کسی شرط سے مقید کردے دوسری کو نہ کرے یا ایک کو ایک شرط سے مقید کرے دوسری کو دوسری سے توجس طرح اوس نے کہا ہے اوسی پر عمل واجب ہوگا جو جس شرط سے مقید ہے اسی سے مقید رہے گی نہ کہ دوسری کی قید سے اور جو مطلق ہے مطلق رہے گی نہ کہ از پیش خود اوسے بھی مقید کرلیا جائے المطلق یجری علی اطلاقہ قاعدۂ اجماعیہ ہے اور القران فی الذکر لایستلزم القران فی الحکم ضابطۂ وفاقیۂ جمیع محققین ہے اور المطلق لایحمل علی المقید فی حادثتین قاعدۂ مطردہ حنفیہ ہے موصی نے زوجہ کے لئے صرف وصیت سکونت کو اس شرط سے مقید کیا کہ مظہر کی عورت مظہر کے عقد میں رہکر گزارہ کرے تو اوسکو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا یعنی تا حق مظہر آباد رہے گی وصیت ظروف میں یہ شرط نہ لگائی تو صرف وصیت سکونت مکانات اس قید سے مقید ہوگی یعنی جب تک نکاح ثانی نہ کرے اوسے حق سکونت رہے گا اور اگر نکاح کرلیگی یہ حق جاتا رہے گا مگر وصیت ظروف مطلق رہے گی استعمال ظروف کا اوسے اختیار رہیگا اگرچہ نکاح ثانی کرلے وھھنا فی تقیید الوصیۃ بعدم التزوج دقیقۃ انیقۃ نبھنا علیھا فیما علقنا علی ردالمحتار من متفرقات البیوع رہا شاہ محمد خاں کا ادعا کہ مدعیہ (معاذ اللہ) حرامکاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی اول تو ایسی ناپاک بات ہے جسکی نسبت رب عزوجل کا ارشاد ہے یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔ اور جسکی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اوسے سنتے ہی فوراً کہیں سبحنک ھذا بھتان عظیم۔ پاکی ہے تجھے بڑا بہتا

ہے اور جسکی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں (چاروں مرد ثقہ عادل جنھوں نے نہ کوئی گناہ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہ صغیرہ کے عادی ہوں نہ کوئی حرکت خلاف مروت اون سے صادر ہوتی ہو اور چاروں یکزبان گواہی دیں کہ ہم نے اوس عورت کو اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا اور اسطرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی ایسے چار گواہ نہ لاسکیں ، فاولئك عند الله هم الكذبون تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں پھر اونکی سزا فرماتاہے فاجلدو هم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا (اونکو اسی کوڑے مارو اور کبھی اونکی کوئی گواہی نہ مانو ۔) کیا شاہ محمد خاں اپنے اس اتہام پر ایسے چار گواہ پیش کرسکتا ہے اور جب نہیں لاسکتا تو وہی عند اللہ جھوٹا ہے اور اسی کوڑوں کا مستحق ہے اور اگر بفرض باطل وہ سچا بھی ہوتا جب بھی اوس کا کہنا کہ اب وہ نشست کی بھی حقدار نہ رہی غلط تھا موصی نے حق سکونت کو عورت کی پارسائی سے مشروط نہ کیا بلکہ اس شرط سے کہ وہ نکاح ثانی نہ خود کرے نہ دوسرے کی وکالت و وساطت سے وہ خود اس شرط کا مفہوم بتاتا ہے کہ اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرائے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اوس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا عورت کہ نکاح ثانی نہ کرے روز قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔ اللهم ارزقنا الوفاة على الايمان بجاه حبيبك الكريم يا رحمٰن عليه وعلى آله افضل واكمل التسليمات ما بقيت الجنان اور اگر دوسرا شوہر کرے تو اگر اوس کے نکاح میں مرجائے اوس دوسرے کو بشرط ایمان ملیگی۔ کما فی حدیث اور اگر اوس سے بھی بیوہ ہوگئی غرض کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اوسے روز قیامت اختیار دیا جائے گا کہ اون شوہروں میں جسے چاہے پسند کرلے وہ اوسے پسند کریگی جو اوس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا کما فی حدیث اخر والتطبيق بينهما ما ذكرنا كما بيناه فی فتاونا بہرحال نکاح ثانی سے عورت یا تو شوہر اول کیلئے رہتی ہی نہیں یا اوس کے لئے اوس کا رہنا مشکوک ہوجاتا ہے بخلاف بدکاری کہ وہ اوسے حق شوہر سے باہر نہیں کرتی حق کا ابطال حق اقوی سے ہوتا ہے نہ کہ ناحق و باطل طغوی سے جیسے بحال حیات اوس کے باعث نہ نکاح میں فرق آئے نہ شوہر کو اوس سے جدائی لازم ہو درمختار میں ہے لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة۔

(۲۹) فتوی ، کا وصیت سکنے و وصیت ظروف وغیرہا دونوں کو قید عدم نکاح ثانی سے مقید کرنا کہ حق سکنے و حق استعمال ظروف وغیرہ مدعیہ کو تا نکاح ثانی حاصل رہے گا صحیح نہیں۔

افادۂ سابعہ

وصیت نامہ کے کسی لفظ کا مفاد نہیں کہ شاہ محمد خاں موصی لہ بجمیع المال ہو زیوروں کو جدا کرکے بھی اوس کے لفظ یہ ہیں ماسوا اس کے میری جائداد غیر منقولہ از قسم مکانات ہیں وہ پیدا کردہ مظہر کے ہیں وہ زیر حفاظت شاہ محمد خاں رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا۔ یہاں سے صرف مکانات کی وصیت ہوئی آگے کہا علاوہ اس کے اسباب

خانہ داری از قسم برتن و چارپائی وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ اس سے اثاث البیت کی وصیت ہوئی خاتمہ پر اوس نے انھیں اشیائے معینہ میں وصیت کا انحصار کردیا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے تو مندرجہ بالا مکانات و اثاث البیت کے سوا اگر کچھ ترکہ ہو وہ زیر وصیت نہ آیا اور استفتائے مرتبۂ حجی خانپور سے واضح کہ زوجہ دعوی کرتی ہے کہ مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات از ترکۂ شوہرش موجود ہیں تو جب تک اس دعوی کا بطلان ثابت نہ ہو شاہ محمد خاں موصی لہ بجمیع المال کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں موصی نے ذکر مکانات و اختیار فروخت و رہن مکانات کے بعد یہ لفظ بھی لکھا کہ غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ وغیرہ اسی اختیار بیع و رہن پر محمول ہے کہ اوس نے اس کے متصل ہی بلا فصل یہ لفظ لکھے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری الخ اگر وغیرہ سے کل متروکہ جمیع مملوکہ مراد ہوتا تو اس کے علاوہ کہنا باطل ہو جائے گا اور کلام عاقل بالغ کا مہما امکن محمل صحیح پر حمل کرنا واجب۔ معہذا اگر یہ محمل متعین نہ ہو تو احد الاحتمالین بلکہ انصافا اقوی الاحتمالین ہے تو مکانات و اثاث البیت کے غیر میں وصیت ثابت نہ ہوئی اور یہاں عدم ثبوت ثبوت عدم ہے اذ الوصیۃ ایجاب یحدثہ الموصی فلا وجوب بلا ایجاب فلا ثبوت لوجوب بلا ثبوت ایجاب والوجوب فی القضاء مرھون بالثبوت فاذ لا ثبوت لا وجوب وھو المطلوب۔

تفریعات

(۴۰) فتوی[1] کا قول مہر کے بعد جس قدر جائداد بچے تین حصے کرکے ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں۔

(۴۱) فتوی ۵ کا قول شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ کو ۱/۶ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو ۵/۶ پھر اس کا قول ماسوی زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملیگا جیسا کہ بالا تشریح ہوچکی ہے پھر اس کی تصریح کہ صورت متنازعہ میں زوجہ کے ساتھ دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہ بجمیع المال ہے۔

(۴۲) فتوی ۶ کا قول جب ترکہ میں سے ۱/۲ من حیث الوصیۃ اور ۱/۶ عالم خاتون کو من حیث الارث دیدیا گیا تو آدھا ترکہ باقی رہتا ہے۔

(۴۳) یوہیں فتوی ۷ کا قول کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظروف وغیرہ ۲/۱۲ اوسکو دیا جائیگا ۶/۱۲ شاہ محمد کو نیز اوسکی تصریح کہ تین وصیتیں کی ہیں جو اوس کے تمام مال کو مستغرق ہیں نیز اوس کی صاف تر تصریح کہ تیسری وصیت باقیماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے یہ سب بے ثبوت محض و بلا افادہ وصیت نامہ صرف اپنی طرف سے شاہ محمد کو موصی لہ بجمیع المال یا بجمیع ماسوی علی المہر ٹھہرا لینا ہے اور اگر دعوی زوجہ ثابت ہو جائے کہ اون کے سوا اور زیور بھی متروکۂ موصی شاہ محمد کے پاس موجود ہیں تو صریح حق تلفی اور دوبارظلم ہوگا کہ مستحق کو نہ دینا اور نامستحق کو دینا شاہ محمد کیونکر

بلا وصیت کل جائداد باقیماندہ کو ۵ے لیگا۔

(۴۴) فتوٰی ۵ نے اس مطلب پر عبارت درمختار و جوہرہ پیش کیں اول میں صراحۃً تھا اوصی لرجل بکل مالہ ثلثہا السدس والباقی للموصی لہ دوم میں تھا اوصی لرجل بجمیع مالہ کان لہا السدس وللموصی لہ خمسۃ اسداس حکم وہ نقل کرنا جو اجنبی کے لئے وصیت بجمیع المال کی حالت میں ہو اور اوسے وہاں منطبق کر دینا جہاں اس کا ہرگز ثبوت نہیں۔

(۴۵) یونہیں فتوٰی ۷ نے بھی اس پر یہی عبارت جوہرہ نقل کی یعنی حد اوسط کا اشتراک ثابت نہیں اور تعدیہ ہوگیا

(۴۶) فتوٰی ۲ نے بھی یہی حکم لکھا کہ زوجہ کا حق سدس ہے باقی موصی لہ کا مگر اس پر اس حکم میں اعتراض نہیں کہ سوال جو اوس کے یہاں پیش ہوا اوس میں سائل ہی نے ایک غلط عبارت موصی کی طرف سے لکھدی تھی کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے اس کا مفاد ضرور وصیت بجمیع المال ہے اگرچہ وصیت نامہ میں اس کا کہیں نشان نہیں تو مجیب نے جیسا سوال ہوا ویسا جواب دیا مگر اب فتوی ۲ کا یہ اطلاقی حکم کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی وہ سالم زوجہ کی ہے بذریعۂ وصیت لے سکتی ہے صریح غلط ہے اوس کے سامنے سائل کا یہ بیان ہوا ہے کہ چند زیورات کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا یعنی کہہ گیا کہ بعد میرے ان زیورات کی مالک میری زوجہ ہے اس بیان پر وہ جواب باطل ہے زوجہ کے لئے وصیت وارث کیلئے ہے اور وارث کی وصیت اجنبی کی وصیت سے دو درجہ مؤخر ہے باقی کلام مباحث سابقہ سے واضح۔

افادۂ ثامنہ

یونہیں استفتائے مرتبۂ جی خانپور سے واضح کہ شاہ محمد خاں دعوٰی کرتا ہے کہ وصیت کو مدعیہ نے وقت وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا یہ دعوٰی بہت واجب اللحاظ ہے اگر اس کا ثبوت ہو جائے تو پھر زوجہ مکانات واثاث البیت سے بحق میراث کچھ بھی نہ پائے گی اور بعد قبول اوس کا اعتراض ہرگز نہ مسموع ہوگا اور اس کا دعوٰی بوجہ تناقص مدفوع ہوگا ہدایہ میں فرمایا لا تجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ ولا معتبر باجازتہم حال حیاتہ لانہا قبل ثبوت الحق اذ الحق یثبت عند الموت فکان لہم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف ما بعد الموت لانہ بعد ثبوت الحق فلیس لہم ان یرجعوا عنہ لان الساقط متلاشٍ البتہ منفعت کی وصیت کہ ثلث کے بعد میں نافذ ہوگی نافذ رہے گی اور یہ خود اسی دعوٰی موصی لہ سے ظاہر کہ وصیت کو مدعیہ نے بعد وفات شوہر قبول کیا وصیت میں وصیت منفعت کی تصریح ہے تو اوس کا قبول اس کا قبول ہے نہ کہ اس سے عدول۔ قبول کا حاصل یہ کہ موصی لہ جو کر گیا منظور ہے اور وہ یہ کر گیا کہ مکانات واثاث البیت کا مالک شاہ محمد کو اور منفعت کا اختیار زوجہ کو وھذا ظاھر جدا نعم ما ابطلہ

الشرع وھو وصیتھا الی حق الثلث فلیس الیھا قبول لہ کما لایخفی

تفریعات

اس امر مہم کے لحاظ سے سب فتووں نے ذہول کیا جن جن کے سامنے استفتائے جمی خانپور پیش ہوا۔

(۴۷) فتوٰی ۱۱ کا قول مہر کے بعد جس قدر بچے دو حصے عالم خاتون کو دیں۔

(۴۸) فتوٰی ۵ کا قول مدعیہ نے وصیت پر اعتراض کیا اس پر مدعیہ کو ۱/۴ ملنا چاہئے۔

(۴۹) فتوٰی ۶ باقی سے ۱/۴ عالم خاتون کا حق ہے سب محل تفصیل میں یکطرفی حکم ہے۔

(۵۰) فتوٰی ۵ نے اعتراض مدعیہ کے ساتھ استناد کیا اور لحاظ نہ کیا کہ اگر بعد موت شوہر قبول کرچکی تو اب اعتراض کا اوسے کیا حق رہا۔

(۵۱) یونہیں فتوٰی ۱۱ نے کہا کہ مدعیہ کے اعتراض پر تیسرے حصہ کے زائد میں جائز نہ ہوگی کیا اگرچہ اعتراض بعد القبول ہو یہ دونوں فتوے تو وصیت بالمنفعت کے بھی قائل نہیں انھیں تو یہ کہنا لازم تھا کہ اگر زوجہ قبول کرچکی تو دامن جھاڑ کر اوٹھ کھڑی ہو اوس کے لئے میراث و وصیت کچھ نہیں نہ کہ مطلقاً اوسے پورے ۲/۳ ثلث دیدیں۔

(۵۲) فتوٰی ۵ نے خود ہی درمختار سے عبارت نقل کی ان لم تجز فلھا السدس اور حکم میں یہ قید بھلادی۔

(۵۳) فتوی ۶ نے آپ ہی کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دیدیں نافذ ہوگی پھر کس طرح مطلقاً حکم مذکور لگادیا۔

(۵۴) فتوی ۷ نے خود ہی کہا کہ اگر ورثہ اپنے اضرار کو قبول کرلیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی پھر مطلقاً یہ حکم کس لئے کہ دو سہام جو ربع مابقی ہے عالم خاتون کو۔

(۵۵) ہاں فتوی ۷ نے یہ علاج کیا کہ وصیت باقی تمام مال کی شاہ محمد کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہ کیا۔ یہ جزئی حکم کس بنا پر حالانکہ سوال میں دونوں پہلو تھے۔

افادۂ تاسعہ

اگر زوجہ کا قبول ثابت نہ ہو تو وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہونا اون ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچے زوجین کہ کسی حال میں اون کا حق ارث ربع یا نصف سے زائد نہیں وصیت میں ثلث پر زیادت جہاں تک ان کے حق کے معارض نہیں یعنی زوجہ کے ساتھ ثلث کے علاوہ نصف مال اور زوج کے ساتھ ثلث کے علاوہ دو ۔۔۔۔ ثلث میں اس کا نفاذ ان کی اجازت و رضا پر موقوف نہیں ہاں ارث پر حق تقدم صرف ثلث تک ہے جس کا بیان اوپر گزرا اوس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثلث سے زیادہ موصی لہ بالزائد کو بے ان کی اجازت کے ملے ہی نہیں یہ باطل محض ہے۔ نوازل امام فقیہہ ابو اللیث پھر فتاوی

حامدیہ جوہرہ نیرہ پھر عقود الدریہ وغیرہا میں ہے الوصیۃ بمازاد علی الثلث غیرجائزۃ اذاکان ھناک وارث یجوز ان یستحق جمیع المال اما اذا کان لایستحق جمیع المیراث کالزوج والزوجۃ فانہ یجوز ان یوصی بمازاد علی الثلث۔

تفریعات

(۵۶) فتوٰی ۱ کا وصیت شاہ محمد کے لئے کہنا کہ مدعیہ کے اعتراض کرنے پر تیسرے حصہ میں جائز ہوگی زائد میں جائز نہ ہوگی اس لئے دو حصے عالم خاتون کو دینگے۔

(۵۷) یونہیں فتوٰی ۳ کا قول کہ بوقت موجودگی ورثہ وصیت ثلث سے جاری ہوگی ثلث سے زیادہ ناجائز ہے

(۵۸) اسی طرح فتوی ۶ کا ادعا ہے کہ مسئلہ زیربحث میں متوفی کی بیوہ موجود ہے جو اوس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے ۱/۳ سے زیادہ ہے بدون اجازت عالم خاتون کے نافذ نہیں ہوسکتی سب باطل اور مسئلہ لاتجوز بمازاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ میں ورثہ سے مراد علماء کی نافہمی پر مبنی ہے۔

(۵۹) فتوی ۳ نے اور ترقی کی کہ صریح مخالف عبارت اپنی سند ٹھہرائی عبارت ہدایہ لاتجوز بمازاد علی الثلث لانہ حق الورثۃ صاف ارشاد فرمارہی تھی کہ یہ عدم جواز معارضہ حق وراثت کے سبب ہے زوجہ کا حق وراثت ربع سے زیادہ کہاں ہے کہ باقی نصف مال میں معارضہ کرے۔

(۶۰) یہی خوش فہمی فتوی ۶ نے دکھائی عبارت ہدایہ یہ سنائی لاتجوز بمازاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ لان الامتناع لحقھم اور جملہ تعلیل کو نہ دیکھا کہ صراحۃً اوس کے خلاف ہے مگر یہ اغلاط ان فتاوائے سہ گانہ کی اوس شدید غلط فہمی پر مبنی ہیں جس کا کشف افادۂ آخرہ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

افادۂ عاشرہ

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو روا ہے کہ بے رضائے دیگر بجائے عین قیمت لے مگر بمجبوری محض جہاں بے اس کے مساوات ناممکن ہو نہ زنہار حاکم کو یہ اختیار کہ بے رضائے فریقین مختلف الجنس اشیا میں ایک کا حصہ کہ اس جنس میں ہو دوسرے کو دیدے اور اوس کے بدلے دوسری جنس دوسرے کے حصے سے اسے دلائے۔ درمختار میں ہے اعلم ان الدراھم لاتدخل فی القسمۃ بعقار ومنقول الا برضاھم فلو کان ارض وبناء قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من الوصیۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فصل ولا یمکن التسویۃ رد الفضل دراھم للضرورۃ واستحسنہ فی الاختیار۔ ہدایہ میں ہے لاتدخل فی القسمۃ الدراھم والدنانیر الا بتراضیھم لانہ لاشرکۃ فی الدراھم والقسمۃ من حقوق

الاشتراك لانه يفوت به التعديل فى القسمة واذا كان ارض وبناء فعن ابى يوسف انه يقسم على اعتبار القيمة لانه لا يمكن اعتبار المعادلة الا بالتقويم اور روایت مذکورہ امام محمد کے بیان میں فرمایا اذا بقى فضل ولا يمكن تحقيق التسوية بان لا تفى الوصية بقيمة البناء حينئذ يرد للفضل دراهم لان الضرورة فى هذا القدر فلا يترك الاصل الا بها وهذا يوافق رواية الاصل اوسی میں ہے لا يقسم الجنسين بعضهما فى بعض لانه لا اختلاط بين الجنسين فلا يقع القسمة تمييزا بل تقع معاوضة وسبيلها التراضى دون جبر القاضى

تفریعات

(۶۱) فتوی ۱۱ کا قول کہ اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اوسکی قیمت پر رضامند ہو جائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دیدے لیکن کسی فریق کو اوس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا عدالت کے اختیار سے باہر ہے ناقص وقاصر ہے ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو لازم درکنار جائز بھی نہیں کہ اسے قیمت دلادے جب تک دوسرا فریق بھی قیمت دینے پر راضی نہ ہوا سے قیمت لینے پر مجبور کرنا اختیار سے باہر ہے تو اوسے قیمت دینے پر مجبور کرنا کب اختیار میں داخل ہے۔

(۶۲) فتوی ۵ نے اوس سے بھی زیادہ بے تکان کہا کہ مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر چیز سے ½ حصہ بجنسہ لے سکتی ہے اگر باختیار خود قیمت اپنے حصے کی فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۶۳) طرفہ تر فتوی ۱۱ کا یہ قول ہے کہ ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ تیسرے حصہ میں شاہ محمد کا حق اور دو حصے مسماۃ کا حق ہیں لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دیدیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو اون ظروف میں ہے وہ جائداد غیر منقولہ سے پورا کردیا جائے اب یہاں ایک فریق کی رضا بھی شرط نہ رہی خود ہی حاکم کو مشورہ دیا جارہا ہے کہ یوں کردو۔ لطف یہ کہ یہاں اس سے سوال بھی نہ تھا سوال یہ تھا کہ ظروف وغیرہ کا دیا جانا بھی درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اوس کا جواب یہ ہوتا ہے جو پیش نظر ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

افادۂ حادیہ عشر

اجنبی کہ نہ وارث ہو نہ وصی اگر میت کی تجہیز وتکفین بطور خود کرے تو اوسے ترکہ میں رجوع کا اختیار نہیں وہ اوس کا تبرع ٹھہریگا جبتک وارث کے اذن واجازت سے نہ ہو اور وارث کی اجازت بھی کافی نہیں جبتک اوس کا امر نہ ہو اور تحقیقا اوس کا امر بھی کافی نہیں جب تک واپسی کی شرط نہ کرلی ہو مثلا زید نے وارث سے

کہا میں اسکی تجہیز وتکفین کئے دیتا ہوں جو خرچ ہوگا ترکہ سے لیلونگا وارث نے سکوت کیا زید نے اس کہنے پر لوگوں کو گواہ کرلیا اور اپنے مال سے تجہیز وتکفین کی ایک حصہ واپس نہ پائیگا کہ بلا اذن وارث تھی یا زید نے وارث سے کہا میت میرا دوست یا میرا معظم تھا میں چاہتا ہوں کہ اسکی تجہیز وتکفین میں خود کروں اوس نے کہا اچھا یا وارث ہی نے اوس سے کہا کہ اگر تم اس کی تجہیز وتکفین کا ثواب لینا چاہو تو تمہیں اجازت ہے اوس نے کہا منظور دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت ہوئی اور اختیار رجوع نہیں کہ بے امر وارث ہے یا وارث نے کہا میت تمہارا دوست تھا یا تمہارا پیر یا استاذ تھا تم پر بھی اس کا حق ہے اسکی تجہیز وتکفین تمہیں اپنے مال سے کرو اوس نے کہا بسر وچشم اس میں وارث کا بھی امر ہوا اور رجوع نہیں کہ اوسکی شرط نہ کی گئی ہاں وارث نے کہا تم اسکی تجہیز وتکفین کردو جو خرچ ہوگا ترکہ سے تمہیں دیدیا جائے گا تو اب بلاشبہ اختیار رجوع ہے عیون پھر تاتارخانیہ پھر نہج النجاۃ پھر تنقیح الحامدیہ میں ہے اذا کفن الوارث المیت من مال نفسہ یرجع والاجنبی لایرجع رد المحتار متفرقات البیوع مسئلہ تکفین میں ہے لو کفن المیت غیر الوارث من مال نفسہ لیرجع فی ترکتہ بغیر امر الوارث فلیس لہ الرجوع اشھد علی الوارث اولم یشھد ولو کفن الوصی من مال نفسہ لیرجع کان لہ الرجوع مجمع الفتاوی پھر نور العین پھر تنقیح مغنی المستفتی میں ہے امر احد الورثۃ انسانا بان یکفن المیت فکفن ان امرہ لیرجع علیہ یرجع کما فی الفق فی بناء داری وھو اختیار شمس الاسلام وذکر السرخسی ان لہ ان یرجع بمنزلۃ امر القاضی اھ قلت والتعلیل دلیل التعویل ثم التقدیم دلیل التقدیم ثم الاختیار من الفاظ الفتوی یہاں شرط رجوع درکنار امر زوجہ بر کنار اجازت زوجہ کا بھی ثبوت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ شاہ محمد نے بطور خود یہ تجہیز وتکفین کی موصی نے اوسی کے گھر میں وفات پائی اوس کا اس کا یارانہ تھا اور اُس نے اس پر احسان کیا کہ اپنے دونوں مکان اور جملہ اسباب خانہ داری اپنی زوجہ سے چھڑا کر اس کو وصیت کرگیا اور اوس نے وصیت نامہ میں دو جگہ اس سے اپنی تجہیز وتکفین کی درخواست تھی اور سوال فتوائے دوم جس کی طرز ادا بتا رہی ہے کہ وہ شاہ محمد کا مرتب کرایا ہوا ہے اوس میں یہ لفظ ہیں زید وصیت کرگیا کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز وتکفین بھی کریگا اور للہ میری ارواح بھی دیگا بعد وفات زید عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کرکے ایفائے امور ات ایصا میں لگ گیا جس سے صاف واضح کہ یہ تجہیز وتکفین بر بنائے درخواست وصیت نامہ تھی نہ بر بنائے امر عالم خاتون تو کوئی امر ایسا ثابت نہیں جس سے یہ خرچ اوسے واپس دلایا جائے بلکہ اس کے خلاف کا ثبوت ظاہر ہے تو حکم واپسی نہیں ہوسکتا ثم اقول یہاں ایک دقیقہ اور ہے تجہیز وتکفین ضرور جمیع حقوق متعلقہ بہ ترکہ پر مقدم ہے اما المتعلق بعین کالمرھون والمبیع المحبوس بالثمن ودار مستأجرۃ قد ماجر تعاوعین جعلھا مھرا والمقبوض بالبیع الفاسد فانہ اذا مات الراھن او المشتری او الآجر او الزوج او البائع فی ھذہ الصور

علی الولاء قدم حق المرتھن او البائع او المستاجر او المرأۃ او المشتری علی تجھیز المیت فانما ذلك لتعلقھا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ کما فی الدر المختار و رد المحتار مگر یہ تقدیم تجہیز وتکفین کو ہے نہ اوس دَین کو کہ بسبب تجہیز وتکفین عائد ہو وہ اگر ہے تو مثل سائر دیون ایک دین ہے نہ کہ اور جملہ دیون پر مقدم اولاً تمام علماء نے یبدء بتجھیزہ فرمایا ہے کہیں یبدء بدین تجھیزہ بھی آیا ہے۔ **ثانیاً** علماء نے اوسے لباس حیات پر قیاس فرمایا ہے کہ زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہ دیئے جائیں گے یا کپڑوں کی حاجت ہے تو اوس قدر دین میں نہ دیں گے شریفیہ میں فرمایا انما کان قضاء الدین مؤخرا عن الکفن لانہ لباسہ بعد وفاتہ فیعتبر بلباسہ فی حیاتہ الاتری انہ یقدم علی دینہ اذ لایباع المدیون من ثیابہ مع قدرتہ علی الکسب اور ظاہر کہ زید کے مدیون نے اگر عمرو سے قرض لیکر کپڑے بنائے تو عمرو کو زید پر کوئی ترجیح نہ ہوگی دونوں دَین یکساں ہوں گے دَین پر تقدم لباس کو تھی نہ کہ دَینِ لباس کو شرع میں اسکی کہیں اصل نہیں تو واجب کہ دَینِ تکفین بھی دیگر دیون پر اصلاً مقدم نہ ہو بلکہ کفن دہندہ اسوۂ غرباء ہو۔ در منتقے پھر رد المحتار میں ہے الاصل ان کل حق یقدم فی الحیاۃ یقدم فی الوفاۃ اھ ویفھم منہ علی العرف الفقھی ان مالایقدم فی الحیاۃ لایقدم فی الوفاۃ **ثالثاً** علماء اوسکی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ وزندہ کی یکساں ہے تبیین الحقائق میں فرمایا المرء یقدم نفسہ فی حیاتہ فیما یحتاج الیہ من النفقۃ والسکنی والکسوۃ علی اصحاب الدیون فکذا بعد وفاتہ یقدم تجھیزہ وھو محترم حیا ومیتا فلا یجوز کشف عورتہ وفی الاثر لعظام المیت من الحرمۃ مالعظام الحی اور ظاہر کہ یہ علت نفس تجہیز میں ہے نہ دین تجہیز میں۔ **رابعاً** علماء فرماتے ہیں یہاں دو چیزیں ہیں حق للمیت اور وہ تجہیز ہے اور حق علی المیت اور وہ دین ہے اور اول ثانی پر مقدم ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں فرماتے ہیں اعلم ان الحقوق المتعلقۃ بالترکۃ ھنا خمسۃ بالاستقراء لان الحق اما للمیت او علیہ اولا ولا الاول التجھیز والثانی الدین الخ ظاہر ہے کہ دینِ تجہیز مثل سائر دیون حق علی المیت ہے نہ کہ حق للمیت تو مرتبہ دیون ہی میں ہوگا نہ مرتبہ تجہیز میں۔ **خامساً** جس طرح یہ دین حاجت ستر کے لئے تھا اور بہت دیون بھی آدمی اپنے کھانے پینے پہننے رہنے وغیرہا حاجات اصلیہ کے لئے اپنی حیات میں لیتا ہے تو شئے اپنے مثل پر کیسے مقدم ہوسکتی ہے یوں ہی مہر مثل بھی وہ دین کہ حاجت اصلیہ کے سبب لازم آتا ہے ہدایہ باب اقرار المریض میں ہے النکاح من الحوائج الاصلیۃ وھو بمھر المثل تو دینِ تجہیز اوس پر مقدم ہونے کے کوئی معنی نہیں فقیر نے جد الممتار میں اس مسئلہ کا استظہار کیا تھا اور اب یہ اوس کی تحقیق تام ہے وباللہ التوفیق عبارت اوسکی یہ ہے ونصوا علی ان الوصی او الوارث اذا کفن من مال نفسہ کفن المثل یرجع فی الترکۃ ویظھر لی انہ یکون المکفن حینئذ اسوۃ للغرباء لاتقدیم لحقہ علی حقوقھم وان کان دینہ لاجل التکفین فان تقدیم التجھیز کان لحاجۃ المیت اعتبارا بحالۃ الحیاۃ وقد اندفعت حاجتہ ولم یبق الا اداء الدین

فیکون کمثل سائر الدیون الا تری ان المدیون ان کان محتاجا الی اللباس یقدم علی اداء الدیون وان البسہ رجل من مال نفسہ شارطا علیہ الرجوع کان کاحد الدائنین وایضا ربما یستدین الرجل فی حیاتہ لاکلہ وشربہ ومالا بدمنہ فالذی ادانہ لہذا کیف یتأخر عن الذی ادانہ لمثل الحاجۃ بعد الموت واللہ تعالٰی اعلم اھ تو اگر شاہ محمد بامر زوجہ بشرط رجوع تجہیز وتکفین کرتا جب بھی غایت درجہ یہ دَین مرتبۂ دَین میں رہتا نہ کہ مرتبۂ تجہیز وتکفین میں ہوکر مہر وغیرہ دیون پر مقدم ہوجاتا کہ یہ محض بلاوجہ بلکہ بے معنی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیع الی ان یؤب القارظان

تفریعات

(۶۴۔ ۶۵) فتوی ۱ کا قول تجہیز وتکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائیگا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہ پڑیگا۔

(۶۶۔ ۶۷) فتوی ۵ کا قول خرچ دفن کرنے میت کا چھ سات روپے تک آخر دس روپے تک اس کا بار فریقین پر ہے۔

(۶۸۔ ۶۹) فتوی ۷ کا قول جمیع متروکہ میں سے سب سے اول تجہیز تکفین کا خرچ نکال لیا جائیگا۔ نیز اوس کا قول وصیت اگر بعوض دین مہر ہو تو تجہیز وتکفین کے بارے حسب حصہ زیورات مستثنٰی نہ ہوں گے الخ سب دو دو وجہ سے غلط ہیں اولا بلا ثبوت موجب رجوع بلکہ بعد ظہور مانع رجوع حکم رجوع دینا ثانیا اوسے مرتبۂ تجہیز وتکفین میں کھنا۔

(۷۰) فتوی ۷ کا قول اگر مدعا علیہ نے تجہیز وتکفین اپنے مال سے بلا اطلاع وبلا اجازت مدعیہ کی ہے اوس کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہوگا اور باجازت مدعیہ اپنے مال سے کی ہے یا متوفی کے ترکہ سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا بھی صحیح نہیں فقط اجازت مدعیہ رجوع کے لئے کافی نہیں طرفہ یہ کہ شق اول میں بلا اطلاع کا لفظ بڑھا دیا جو اوس کا موہم کہ صرف باطلاع وارث ہونا ہی رجوع کو بس ہے۔

افادۂ ثانیہ عشر جامع فوائد غرر

فائدہ ۱۳: ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم کا اصل مذہب یہ ہے کہ اصحاب فرائض میں کہ زوجین پر رد نہیں اون کے فرض سے جو بچے اور کوئی عصبہ نسبی وسببی نہ ہو تو باقیماندہ ذوی الارحام کو دیں گے وہ نہ ہوں تو مولی الموالاۃ کو وہ نہ ہو تو مقرلہ بالنسب علی الغیر کو وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو وہ نہ ہو یا اوسے دیکر بھی بچے تو وہ باقی فقراء مسلمین کا حق ہے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھیں مثل تمام اموال ضائعہ کے جن کا کوئی مالک وارث نہ ہو ان تمام مراتب اور انکی ترتیب میں ائمہ وعلمائے حنفیہ کرام متقدمین ومتاخرین کسی کو اصلا خلاف نہیں جمیع کتب سلف وخلف میں آج تک برابر اسی طرح لکھتے اور اسی پر عمل کرتے فتوی دیتے آئے اور جبکہ ترتیب مراتب

کے یہ معنی ہیں کہ محل استحقاق رتبہ متقدمہ میں رتبہ متاخرہ کو نہ پایا جائیگا بلکہ وہ اوسوقت پائیگا کہ رتبہ متقدمہ موجود نہ ہو جیسے جمیع صور میں یا اوس کے حق کے بعد بھی کچھ باقی بچے جیسے اصحاب فرائض و عصبات یا احد الزوجین و مراتب نازلہ یا موصی لہ بالزائد دون الکل و بیت المال میں اور بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں کہ اوس کے بعد کچھ بچے نہ زمان برکت نشان سلف میں اوس کے عدم کی صورت تھی لہذا ائمہ متقدمہ نے اوسے آخر المراتب رکھا زمانۂ متاخرین میں جبکہ بیت المال فاسد ہوا اور فاسد مثل معدوم ہے تو اب بیت المال آخر المراتب نہ رہا اور صورت یہ پیدا ہوئی کہ ذوی الارحام نہ ہوں تو مولی الموالاۃ کو وہ نہ ہو تو مقر لہ کو وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو وہ نہ ہو تو بیت المال کو اور وہ بھی نہ ہو جیسے زمانۂ متاخرہ میں تو اب کس کو۔

اس کے لئے ائمہ متاخرین نے نواں مرتبہ رد علی الزوجین نکالا اور زوجین بھی نہ ہوں تو بنات معتق کو وہ بھی نہ ہوں تو معتق کے ذوی الارحام کو وہ بھی نہ ہوں تو میت کے اولاد رضاعی کو۔ کوئی عاقل نہ کہے گا کہ ان مراتب اربعہ کے احداث سے علمائے متاخرین اوس ترتیب مجمع علیہ مراتب سابقہ کو توڑنا چاہتے ہیں حاشا اوس پر تو ہمارے تمام علماء کا قطعی اجماع بلانزاع ہے بلکہ از انجا کہ مرتبہ اخیرہ اب مرتبۂ اخیرہ نہ رہا اوس کے بعد اور مراتب بڑھائے ہیں تو یہ چاروں مراتب جدیدہ بالیقین بیت المال منتظم سے مؤخر ہیں اور بیت المال منتظم موصی لہ بالزائد سے مؤخر ہے تو قطعا یقینا یہ چاروں مراتب موصی لہ بالزائد سے بدرجہا مؤخر ہیں علماء نے جس طرح رد علی الزوجین کا مرتبہ نکالا یہ تینوں مراتب بنات معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی بھی نکالے ہدایہ پھر تبیین الحقائق پھر اشباہ و النظائر پھر منح الغفار پھر درمختار کتاب الولاء میں ہے واللفظ لہ لومات المعتق ولم یترک الاابنۃ معتقہ فلاشیئ لہا ویوضع مالہ فی بیت المال ھذا ظاھر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنھایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ ردالمحتار میں ہے ومثلہ فی الذخیرۃ قال وھکذا کان یفتی الامام ابوبکر الزرنجری والقاضی الامام صدر الاسلام لانھا اقرب الی المیت من بیت المال فکان الصرف الیھا اولی اذ لوکانت ذکرا تستحق المال قولہ ترث فی زماننا عبارۃ الزیلعی یدفع المال الیھا لابطریق الارث بل لانھا اقرب الناس الی المیت ح قولہ وکذا ما فضل الخ عزاہ فی الذخیرۃ الی فرائض الامام عبدالواحد الشھید قولہ الابن او البنت رضاعا عزاہ فی الذخیرۃ الی محمد رحمہ اللہ تعالٰی الرحیق المختوم میں ہے بنت المعتق لاشیئ لھا فی ظاھر الروایۃ وافتی بعضھم بدفعہ لھا لکن لابطریق الارث بل لکونھا اقرب الناس الیہ بل ولذی ارحامہ بل وللولد رضاعا کما یرد علی الزوجین فی زماننا کما فی القنیۃ والزیلعی عن النھایۃ والاشباہ اقرہ فی المنح وسکب الانھر۔ کیا کوئی عاقل وہم کرسکتا ہے کہ یہ مراتب موصی لہ بالزائد پر مقدم ہیں زید اگر اپنے کل مال کی

وصیت عمرو کے لئے کرجائے اور کوئی وارث نہ رکھتا ہو ایک لڑکی ہو جس نے اسکی زوجہ کا دودھ کہ اس سے تھا پیا ہے تو زید کی وصیت نافذ نہ کریں گے اور ثلث سے زائد اوس دودھ کی لڑکی کو دیدیں گے یہ بلاشبہہ باطل ومردود و خلاف اجماع ہے یہ سب مراتب جدیدہ اس امر میں یکساں ہیں کہ سب مرتبۂ اخیرہ کے بعد رکھے گئے ہیں۔

فائدہ ۱۴۱۔ اقول زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم۔ ولہذا بیت المال پر مقدم ہے کہ بیت المال ہمارے نزدیک وارث نہیں علامہ سید شریف شرح سراجیہ پھر علامہ شیخی زادہ مجمع الانہر پھر علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں اذا عدم من تقدم ذکرہ یبدأ بمن اوصی له بجمیع المال فتکمل له وصیته لان منعه عما زاد علی الثلث کان لاجل الورثة فاذا لم یوجد منهم احد فله عند نا ما عین له کملا وانما اخر ذلك عن المقرله بناء علی ان له نوع قرابة بخلاف الموصی له۔ اور ان مراتب اربعہ جدیدہ کو دیا جانا بطور ارث نہیں تو واجب کہ موصی لہ بالزائد رد علی الزوجین و باقی مراتب ثلثہ پر مقدم ہو۔ امام فخر الدین زیلعی تبیین میں فرماتے ہیں لو مات المعتق ولم یترك الا ابنة المعتق فلا شیئ لبنت المعتق فی ظاھر الروایة لاصحابنا ویوضع ماله فی بیت المال وبعض مشائخنا کانوا یفتون بدفع المال الیھا لا بطریق الارث بل لانھا اقرب الناس الی المیت فکانت اولی من بیت المال الاتری انھا لو کانت ذکرا کانت تستحقه ولیس فی زماننا بیت مال ولو دفع الی السلطان او الی القاضی لایصرفه الی المستحق ظاھرا او علی ھذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه لانه اقرب الناس الیه ولا یوضع فی بیت المال وکذا الابن والبنت من الرضاع یصرف الیھما اذا لم یکن ھناك اقرب منھما ذکر ھذه المسائل فی النھایة۔ یہ کلام فہیم کیلئے نص صریح ہے کہ رد علی الزوجین وراثۃً نہیں بلکہ اسی طرح ہے جیسے مفاسد بیت المال فاسد سے بچنے کو رضاعی اولاد کو دیا جاتا ہے نیز اس پر دلیل انھیں امام جلیل کا ارشاد ہے کہ اصحاب رد پر رد بجہت عصوبت ہے حیث قال الاخذ بطریق الرد لیس بفرض انما ھو بطریق العصوبة اور ظاہر ہے کہ زوجیت عصوبت نہیں نیز انھیں کا ارشاد ہے الرد علی ذوی السھام اولی من ذوی الارحام لانھم اقرب الا الزوجین فانھما لاقرابة لھما مع المیت نیز امام اجل نسفی کا شرح وافی میں ارشاد الرد باعتبار الرحم حتی لایرد علی الزوجین لعدم الرحم لاجرم رحیق المختوم میں تصریح فرمائی ان الرد انما یستحق بالرحم والزوجان لیسا بذوی رحم فلذا استثناھما وقیل یرد علیھما لفساد بیت المال وقد منافی عصبة المعتق ان ذلك لا بطریق الارث تو زوجین کہ باہم اجنبی ہوں اور کوئی رشتہ نہ رکھتے ہوں اون پر رد بجہت ارث نہیں ہو سکتا اور اوسے ارث ٹھہرانا کتاب اللہ پر زیادت ہے تو وہ نہیں مگر اوسی وجہ مذکور اولاد رضاعی پر اور موصی لہ کا مانع نہ تھا مگر حق ارث تو رد علی الزوجین اوس کا مانع نہیں ہو سکتا بلکہ اوس سے مؤخر رہنا واجب۔ وھو المقصود والحمد للہ الودود۔

فائدہ ۱۵۱۔ اقول رد علی الزوجین اگر مرتبۂ رد میں فرض کیا جائے تو رد کی چار صورتوں سے جن پر متقدمین

متاخرین سبکی کتب اجماع کئے ہوئے ہیں دو منسوخ ہو جائیں کہ اب ذوی الفروض میں من لا یرد علیہ کوئی نہ رہا مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو جمیع کتب متقدمین و متاخرین حنفیہ میں مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں ایک زوجہ کا کہ صرف اس کا فرض ہے اور سات دختر کے چار فرضًا اور تین ردًا ہم بہت شکر گذار ہوں گے اگر کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد مثلاً علامہ طحطاوی یا علامہ شامی وغیرہما کسی کے کلام میں دکھادیں کہ صورت مذکورہ میں زوجہ و دختر کو نصف نصف دلایا ہو۔ اگر کہئے زوجین پر رد ہے تو مگر ذوی الفروض النسبیہ پر رد سے مؤخر ہے یعنی وہ ہوں تو انھیں پر رد ہوگا نہ ان پر تو اسی کی سند کسی معتمد اگلے پچھلے کے کلام سے دکھائیے جب مذہب منسوب بامیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ لیا گیا اور عول پر قیاس کیا گیا اور اسی زعم پر عدم رد کو خلاف روایت و درایت بتایا گیا تو وجہ تفرقہ کیا۔

فائدہ ۱۶۔ اقول نہ سہی اگر رد علی الزوجین کو متاخرین نے مرتبۂ رد میں رکھا ہے تو آخر کسی متاخر نے ذوی الارحام پر مقدم کیا ہوگا کہ باجماع حنفیہ رد ان پر مقدم ہے اسی کی تصریح کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد کے کلام میں دکھادیجئے کہ آدمی مرے اور زوجہ یا زوج اور حقیقی نواسا نواسی بھتیجی بھانجا بھانجی چھوڑے تو سارا مال زوج یا زوجہ کو ملیگا نواسا کچھ نہ پائے گا اور کیونکر دکھا سکتے ہیں کہ وہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں اجمعوا علی ان ذوی الارحام لایحجبون بالزوج والزوجۃ ای یرثون معہما فیعطی للزوج اوالزوجۃ نصیبہ ثم یقسم الباقی بین ذوی الارحام کمالوانفردوا مثالہ زوج وبنت بنت وخالۃ وبنت عم فللزوج النصف والباقی لبنت البنت اس مسئلہ بدیہیہ میں تشکیک کرنے والے اگر اپنے ہی کارنامے یاد کریں تو غالبًا ایسا بے معنی فتوٰی کبھی ند یا ہوگا بلکہ ہمیشہ فرض احد الزوجین دلاکر باقی نواسے وغیرہ کو پہنچایا ہوگا۔

فائدہ ۱۷۔ اقول اگلی کارروائیاں یا دلانے کی کیا حاجت اور ممکن کہ بہتوں کو کبھی مسئلہ ذوی الارحام کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو اب حال کے یہی فتاوی نہ دیکھے جو کہ مقدمہ میں پیش نظر ہیں فتوی اولٰے میں ہے اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بعد ادائے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا، جیساکہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ فتوی سوم میں ہے بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے زوجہ پر رد کیا جائے گا۔ فتوی ششم میں ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دیدیں گے فتوی سوم ششم وہشتم نے اوس پر عبارت بھی نقل کی ہے الرد علیہما اذالم یکن من الاقارب سواھما مگر نسی ماقدمت یداہ کا کیا علاج۔

فائدہ ۱۸۔ تمام کتب شاہد ہیں کہ اس فتوائے متاخرین کی علت فساد بیت المال ہے کہ عبارات سابقہ سے واضح اور خود ان خلافی فتوؤں نے نادانستہ اوسے بار بار نقل کیا فتوی سوم وششم وہفتم سب میں بحوالہ ردالمحتار قنیہ سے ہے یفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال نیز اون میں بحوالہ شامی خفید

علامہ تفتازانی سے ہے افتی کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام
نیز اون سب میں بحوالہ درمختار اشباہ سے ہے یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال اللہ عزوجل عافیت
بخشے ہر تھوڑی عقل والا بھی ان عبارات کو بنگاہ اولین دیکھتے ہی فوراً سمجھ لیتا کہ زوجین پر رد اس عارض کے
سبب ضرورۃً مانا ہے اگر یہ عارض نہ ہو یعنی بیت المال منتظم ہو تو باقیماندہ اسی میں رکھا جائیگا اور زوجین
پر رد نہ کیا جائیگا تو رد علی الزوجین موصی لہ بالزائد سے دو مرتبہ مؤخر ہوا نہ کہ زبردستی اوس پر مقدم کردیا جائے

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

فائدہ ۱۹۔ اقول شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیت المال وارث ہے ولہذا وہ بحالت عدم عصبہ اصحاب فرائض نسبیہ پر بھی رد نہیں کرتے بعد کے مراتب ذوی الارحام ومولی الموالاۃ ومقرلہ وموصی لہ بالزائد کا کیا ذکر ہے تو اون کے نزدیک مستحقین صرف چار ہیں اصحاب فرائض پھر عصبات نسبیہ پھر سببیہ پھر بیت المال بس۔ کافی میں ہے مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق لہ یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقہم الا علی الزوجین عندنا وھو قول عامۃ الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم وقال زید الفاضل لبیت المال ولا یرد علیہم وبہ قال مالک والشافعی رحمہم اللہ تعالٰی وقیل مسألۃ الرد مبنیۃ علی مسألۃ ذوی الارحام اذالرد باعتبار الرحم حتی لا یرد علی الزوجین لعدم الرحم وعند مالک والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لم یستحق ذوو الارحام شیئا ومصب المال بیت المال فکذا الفاضل عن فرض ذوی الفروض مصبہ بیت المال اھ اقول وعندی الاظھر عکسہ ای تبنی مسألۃ ذوی الارحام علی مسألۃ الرد فان قرابۃ ذوی السھام اقوی فلما لم تعارض عندھما بیت المال وقدم علی الرد علیہم لم تعارضہ قرابۃ ذی الرحم بالاولٰی وکانہ رحمہ اللہ تعالٰی لذا عبرۃ بقیل کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے اسباب التوریث القرابۃ والنکاح والولاء والاسلام اھ فالقرابۃ لذی السھم والعصبۃ النسبیین والنکاح لذی السھم السببی والولاء للعصبۃ السببیۃ والاسلام لاھل بیت المال اوسی میں ہے قلنا لا یرد علی اصحاب الفروض ولا یورث ذوو الارحام مگر فساد بیت المال کے وقت وہ بھی رد علی اصحاب الفروض النسبیہ اور اون کے بعد توریث ذوی الارحام کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی علت وہی فساد بیت المال بتاتے ہیں سید علی السراجی میں ہے عند الشافعیہ ان بیت المال ان کان منتظما یقدم علی ذوی الارحام والرد وان لم ینتظم ردا وکلا علی ذوی الفروض النسبیۃ بنسبۃ فرائضھم ثم یصرف الی ذوی الارحام ولا میراث عندھم اصلا لمولی الموالاۃ ولا للمقرلہ بالنسب علی الغیر ولا للموصی لہ بجمیع المال تبیین میں ہے ان کثیرا من اصحاب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ منھم ابن سریج خالفوہ وذھبوا الی توریث ذوی الارحام وھو اختیار

فقہائہم المفتوی فی زماننا لفساد بیت المال وصرفہ فی غیر المصارف انوار شافعیہ میں ہے ان لم ینتظم
ای بیت المال فالصحیح المرجح المفتی بہ انہ یرد الفاضل منہم علیہم ویورث ذوو الارحام ان
فقد ۱ تو فساد بیت المال کے وقت مسئلہ رد میں ہمارا اون کا اتفاق ہوگیا ہم تو رد مانتے ہی تھے اور اب بوجہ
فساد وہ بھی ماننے لگے یہ معنی ہیں عبارت درمختار ان فضل عن الفروض ولا عصبۃ یرد الفاضل علیہم
اجماعا لفساد بیت المال الا علی الزوجین تو فساد بیت المال علت اتفاق ہے نہ کہ ہمارے نزدیک ذی سہم
نسبی پر رد کی علت جیسے ادنی طالب علم بھی نہ کہیگا پھر علت ہے تو صرف اتفاق شافعیہ کی ورنہ مالکیہ سے منقول
کہ بحال فساد بھی رد نہیں کرتے لاجرم ردالمحتار میں ہے قولہ لفساد بیت المال علۃ لقولہ اجماعا ولا یظہر
لان المشہور من مذہب مالک انہ لبیت المال وان لم یکن منتظما طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے،
قولہ اجماعا لفساد بیت المال ہذہ العلۃ غیر ظاہرۃ بالنظر للقول بالرد عندنا فان الرد عندنا مقدم
علی بیت المال وان کان منتظما وان کان علۃ لقولہ اجماعا لا یظہر ایضا لان القول بالرد حینئذ قول
بعض الشافعیہ والمشہور من مذہب المالکیۃ انہ لبیت المال وان لم یکن منتظما۔

فائدہ ۲۔ اقول ذی سہم نسبی پر رد کی علت ہمارے نزدیک فساد بیت المال ٹھہرانا افسد فاسدات ہے
اولا ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ کوئی امر عارضی نہیں کہ بضرورت مانا گیا بلکہ عصوبت کے بعد حق راجح قوی مستقل
ہے کہ قرابت ذوی الارحام پر بھی مقدم ہے نہ کہ دیگر مراتب نازلہ۔ ہمارے علماء نے اوسے آیت واحادیث و
ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت فرمایا ہے نہ کہ فساد بیت المال کی ناچاری سے۔ تبیین الحقائق
میں ہے لنا قولہ تبارک وتعالٰی واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ وہو المیراث فیکون
اولی من بیت المال ومن الزوجین الا فیما ثبت لہما بالنص وکان ینبغی ان یکون ذلک لجمیع ذوی
الارحام لاستوائہم فی ہذا الاسم الا ان اصحاب الفرائض قدموا علی غیرہم من ذوی الارحام لقوۃ
قرابتہم الا تری انہم یقدمون فی الارث فکانوا احق بہ ومن حیث السنۃ ماروی ان النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم دخل علی سعد یعودہ فقال یارسول اللہ ان لی مالا ولا یرثنی الا ابنتی الحدیث
ولم ینکر علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصر المیراث علی ابنتہ ولولا ان الحکم کذلک لانکر علیہ ولم
یقرہ علی الخطا لاسیما فی موضع الحاجۃ الی البیان وکذا روی ان امرأۃ اتت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت
یارسول اللہ انی تصدقت علی امی بجاریۃ فماتت امی وبقیت الجاریۃ فقال وجب اجرک ارجعت
الیک فی المیراث جعل الجاریۃ راجعۃ الیہا بحکم المیراث وہذا ہو الرد۔ اقول پہلی حدیث صحیح بخاری
کی ہے اور دوسری حدیث عبدالرزاق نے مصنف اور سعید ابن منصور نے سنن اور ابن جریر نے تہذیب الآثار میں
اور بریدہ بن الخصیب الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے اور اوس کے لفظ یہ ہیں فقال صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم لك اجرك وردھا علیك المیراث یہ لفظ مذکور تبیین سے اول علی المقصود ہیں کما لایخفی علامہ سید شریف نے آیت کریمہ سے استدلال کرکے حدیث اول سے اور زیادہ نفیس وجہ سے استدلال کیا اور بعض اور احادیث جلیلہ زائد کیں فرماتے ہیں وایضا لما دخل صلی اللہ علیہ وسلم علی سعد بن ابی وقاص یعودہ قال سعد اما انہ لایرثنی الا ابنۃ لی أفاوصی بجمیع مالی قال لاقال فاوصی بنصفہ قال لا الحدیث الی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الثلث خیر والثلث کثیر فقد ظہر ان سعدا اعتقد ان البنت ترث جمیع المال ولم ینکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومنعہ عن الوصیۃ بما زاد علی الثلث مع انہ لاوارث لہ الا ابنۃ واحدۃ فدل ذلك علی صحۃ القول بالرّد اذ لولم تستحق والزیادۃ علی النصف بالرد تجوز لہ الوصیۃ بالنصف وفی حدیث عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورّث الملاعنۃ الی جمیع المال عن ولدھا ولا یکون ذلك الا بطریق الرّد وفی حدیث واثلۃ بن الاسقع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تحرز المرأۃ میراث لقیطھا وعتیقھا والابن الذی لوعنت بہ۔ ثانیا سراجیہ وتبیین وعامہ کتب حنفیہ میں ہے ھو قول عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وبہ اخذ اصحابنا۔ اقول امام سفین ثوری کتاب الفرائض وعبدالرزاق مصنف اور سعید بن منصور سنن میں عامر شعبی سے راوی قال کان علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ یرد علی کل ذی سہم سہمہ الا الزوج والمرأۃ سعید بن منصور وبیہقی انھیں سے راوی ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فی ابن الملاعنۃ ترك اخاہ وامہ لامہ الثلث ولاخیہ السدس ومابقی فھو رد علیھما بحساب ماورثا امام اجل طحاوی سوید بن غفلہ سے راوی ان رجلا مات وترك ابنۃ وامرأۃ ومولاۃ قال سوید انی جالس عند علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ اذ جاءتہ مثل ھذہ القصۃ فاعطی ابنتہ النصف وامرأتہ الثمن ثم رد مابقی علی ابنتہ ولم یعط المولی شیئا۔ بیہقی نے اسے مختصراً روایت کیا کان علی رضی اللہ تعالٰی عنہ یعطی الابنۃ النصف والمرأۃ الثمن ویرد مابقی علی الابنۃ سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کی انہ قیل لہ ان اباعبیدۃ ورث اختا المال کلہ فقال الشعبی من ھو خیر من ابی عبیدۃ قد فعل ذلك کان عبداللہ بن مسعود یفعل ذلك سنن بیہقی میں ہے عن جریر عن المغیرۃ عن اصحابہ فی قول زید بن ثابت وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم اذا ترك المتوفی اباہ ولم یترك احدا غیرہ فلہ المال عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ انہ قضی فی ام واخ من ام لاخیہ السدس ومابقی لامہ کیا امیر المومنین مولٰی علی وسیدنا

عبداللہ بن مسعود و عامہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عہد کرامت عہد میں بھی بیت المال فاسد تھا۔ ثالثاً احادیث صحاح وحسان سے گزرا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اصحاب فرائض پر رد فرمایا۔ معاذ اللہ کیا زمانہ اقدس میں بھی انتظام بیت المال نہ تھا ایسے مسئلہ جلیلہ کو کہ عہد رسالت و زمانہ صحابہ سے ثابت ومستمر ہے آخر زمانہ کے فساد پر مبنی کرنا کس درجہ نادانی اور دانستہ ہو تو کیسی سخت بے ادبی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فائدہ ۲۱۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رد علی الزوجین ثابت نہیں وقائع عین مورد ہرگونہ احتمال ہوتے ہیں شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال پائے گا۔ نصف فرضاً نصف عصوبۃً اسے رد سے کیا علاقہ درمختار میں ہے قال عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ھذا وھم من الراوی رحیق المختوم میں ہے بل الذی صح عنہ الرد علی الزوج فقط وتاویلہ انہ کان ابن عم فاعطاہ الباقی بالعصوبۃ بلکہ امام ابراہیم نخعی سے منقول کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی رد علی الزوجین کا قائل نہ تھا طحطاوی میں مجمع زادہ علی الشریفیہ سے ہے نقل عن ابراھیم النخعی انہ لم یکن احد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یرد علی الزوجین اھ اما قولہ خبر المثبت اولٰی فاقول الشان اولا فی الثبوت روایۃ واین الثبوت وثانیا درایۃ لما علمت من تاویلہ۔ اور بالفرض امیر المومنین سے منقول ہے تو یہ کہ وہ زوجین پر بھی رد فرماتے ہیں یہ اصلاً نہیں نہیں کہ اور کوئی رشتہ دار متوفی نہ ہو تو اوس وقت رد علی الزوجین کرتے ہیں امیر المومنین کی طرف اسکی نسبت باطل و فریہ محض ہے۔

فائدہ ۲۲۔ عول پر قیاس سے ہمارے علمائے کرام جواب شافی دے چکے۔ تبیین الحقائق میں ہے ادخال النقص علی الزوجین بالعول لایوافق الدلیل النافی لان ارثھما ثبت بالنص علی خلاف القیاس واخذ الزیادۃ مما یخالف النافی لارثھما فلا یمکن اثباتہ بالقیاس لان ماثبت علی خلاف القیاس یقتصر علیہ ای کما ہر الرد علی ذوی السہام اولی من ذوی الارحام لانھم اقرب الا الزوجین فانھما لاقرابۃ لھما مع المیت وارثھما نظیر الدین فان صاحب الدین لایرد علیہ ما فضل بعد قضاء الدین فکذا لایرد علیہما ما فضل من فرضھما اھ اقول ای واذا ضاق المال عن الدیون دخل النقص علی کل دائن بحساب دینہ فکذا الزوجان ینقصان ولایزادان ردح الشروح پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے میراث الزوجین علی خلاف القیاس لان وصلتھما بالنکاح وقد انقطعت بالموت وماثبت علی خلاف القیاس

نصا یقتصر علی مورد النص ولا نص فی الزیادۃ علی فرضہما ولماکان ادخال النقص فی نصیبہما میلا للقیاس الثانی لاثرہما قیل بہ ولم یقل بالرد لعدم الدلیل فظہر الفرق وحصحص الحق

فائدہ ۲۲: اقول رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے ایک یہ کہ اوسے حق اصلی مستقل مثل رد علی اصحاب السہام النسبیہ مانا جائے دوسرے یہ کہ اوس کا کوئی حق خاص نہیں مال ضائع بلا مستحق ہے اور ایسے مال کا ٹھکانا بیت المال مگر وہ اب فاسد و نا منتظم ہے لہذا بیجا مصارف میں صرف ہونے سے یہی بہتر ہے کہ زوجین کو دیدیا جائے کہ میت سے بہ نسبت نرے بیگانوں کے اقرب ہیں اول کی علت عول پر قیاس ہے کہ جب وقت تنگی اونھیں اون کے حق سے کم ملتا ہے تو وقت بیشی اونھیں بھی اور ذوی الفروض کی طرح زائد ملنا چاہیے کہ الغنم بالغرم نقصان اوٹھائیں تو نفع بھی پائیں اور دوم کی علت فساد بیت المال ہے یہ دونوں علتیں باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع محال ہے پہلی کا مقتضی اون کا استحقاق ہے اور دوسری کا مقتضی عدم استحقاق کہ اصل موضع بیت المال مانا اور اوس کے فساد کے سبب ایک طرف پھیرا اور بیت المال اوسی مال کا محل ہے جس کا کوئی خاص مستحق نہ ہو تو ان دونوں کو جمع کرنا جمع بین الضدین ہے ہمارے علماء نے کہ امیر المومنین ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اوس روایت کو ثابت نہ مانا یا قول عامہ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو اس پر مرجح جانا اور قیاس علی العول کو بے محل بتایا رد علی الزوجین نہ مانا اونھیں اس کا مستحق نہ جانا بیت المال تک جمیع مراتب کو اوس پر مرجح رکھا ہاں جب بیت المال میں فساد آیا بضرورت اخیر درجہ انھیں اور ایک طرح بنت معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی کو دلایا اگر ہمارے علماء روایت مذکورہ کو امیر المومنین سے ثابت مان کر اس مسئلہ میں برخلاف عامہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اون کی تقلید فرماتے یہ قیاس علی العول کو صحیح و ماخوذ ٹھہراتے تو فساد بیت المال سے ہرگز تعلیل نہ کرتے نہ ذوالارحام سے لیکر موصی لہ بالزائد تک تمام مراتب نازلہ عن الرد کو اوس پر تقدیم دیتے کہ اب تو وہ بالاستقلال مثل فرض باقی کے بھی مستحق ٹھہراتے تو مثل فرض اس حق میں بھی تمام نازلات عن الرد پر مقدم رہتے وھذا کلہ واضح جدا عند من الم بالفقہ المامًا ونظر بالانصاف ماقدمنا او القی السمع وھو شہید

فائدہ ۲۴: اقول درمختار میں اول اپنے ائمہ کا مذہب بیان فرمایا کہ زوجین پر رد نہیں پھر یہ کہ امیر المؤمنین سے رد منقول ہوا پھر یہ کہ امیر المؤمنین سے اوس کے ثبوت میں کلام ہے پھر یہ کہ فساد بیت المال کے باعث ہمارے زمانہ میں اون پر رد کریں گے اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء رد علی ذوی الفروض النسبیہ کے درجہ میں اور اون کے ساتھ رد علی الزوجین کے ہرگز

قائل نہیں کہ وہ درجہ استحقاق کا ہے اور یہ درجہ اس مال کا ہے کہ ضائع وبلا مستحق ہو کما علمت مماقدمنا مستحق و نامستحق کو ایک درجہ میں ٹھہرا دینا کیسا باطل فاحش ہے نیز عبارت درمختار سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء ردعلی الزوجین کو سب میں اخیر مرتبے یعنی بیت المال منتظم سے بھی پیچھے رکھتے ہیں کہ بحال فساد انھیں دیتے ہیں روشن ہوا کہ فساد نہ ہو تو اونھیں نہ دیا جائے گا بلکہ بیت المال ہی میں رکھا جائے گا عبارت درمختار میں یہ دو قاہر دلیلیں نہ ہوتیں جب بھی ہمارے علماء کا اجماع ہے کہ القران فی الذکر لایستلزم القران فی الحکم تمام کتب میں اسے تعلیلات فاسدہ سے ٹھہرایا ہے نہ کہ ان روشن براہین کے ہوتے ہوئے یہاں ذکر کرنے سے یہ گمان فاسد لیجانا کہ علماء ردعلی الزوجین کو ردعلی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجے میں اور اسی کے ساتھ مانتے ہیں ورنہ یہاں بیان میں نہ آتا یہ اولاً سخت جہل شدید ہے کہ ادنٰے طالبعلم سے بھی بعید ہے۔ ثانیاً اب معنی عبارت درمختار یہ ہوں گے کہ ازانجا کہ بیت المال فاسد ہوگیا لہذا علماء نے ردعلی الزوجین اصلی مرتبہ رد میں رکھدیا اور ذوی الارحام ومن تحتہم سب پر مقدم کردیا یعنی فاسد تو ہوگا بیت المال اور مارے جائیں گے ذوی الارحام ومولی الموالاۃ ومقرلہ وموصی لہ بالجمیع سب کے سب گناہ ہوگا ایک سے اور بگڑے جائیں گے پانچ یہ کونسی شریعت ہے بفضلہ تعالٰی درمختار تو ایسے جنون سے منزہ ہے زیادہ کیا گذارش ہو۔

فائدہ ۲۵۔ اقول بفضلہ تعالٰی یہ مسئلہ ہم نے نہ ایسے طور سے بیان کیا جس میں کسی عاقل کو اصلاً جائے ریب رہے ایسے دلائل قاہرہ کے بعد زیادہ ترتصریح کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر اب بھی ہوس باقی ہو تو حاشیہ درمختار میں سید علامہ طحطاوی کا قول ادنٰی ذی فہم کو کافی ووافی۔ فرماتے ہیں فی الذخیرۃ ان الفاضل من سہام الزوجین لایوضع فی بیت المال بل یدفع الیہما لانہما اقرب الی المیت من جہۃ السبب من غیرہما وکذا الابن والبنت من الرضاع انتہی ردوح الشروح وفی حاشیۃ المولی عجم زادہ عن الخانیۃ ذکر الامام عبدالواحد الشہید فی فرائضہ ان الفاضل عن سہام الزوج والزوجۃ لایوضع فی بیت المال بل یدفع الیہما لانہما اقرب الناس الی المیت من جہۃ السبب فکان الدفع الیہما اولی من غیرہما انتہی وقولہ لایوضع فی بیت المال کقول الذخیرۃ السابق یدل علی ان الدفع الیہما متعین لا ان الدفع مخیر بین الدفع الیہما والی بیت المال کما توھمہ اٰخر العبارۃ بل ربما یکون المراد انہما اولی من نحو الجیران لماجری بینہما من الزوجیۃ زوجین کو دینا اوروں کو دینے سے اولٰی بتانے سے جو یہ احتمال پیدا ہوا کہ اگر زوجین کو نہ دیں اور بیت المال فاسد میں دیدیں جب بھی جائز ہو۔

اگرچہ خلاف اولیٰ ہو کہ اون کو دینا صرف اولیٰ ہی تھا اوس کے رفع کو اسی عبارت امام عبدالواحد شہید کا سباق اور نص ذخیرہ پیش کیا کہ نہیں بلکہ اونھیں کو دیا جائے بیت المال فاسد میں رکھنے کی اجازت نہیں اب اولویت کے لئے مفضل علیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی تو ہمسائے بتائے اولا اگر زوجین پر رد مرتبہ رد میں ہوتا تو خاص مراتب مستحقین میں چار موجود تھے خصوصاً ذوی الارحام تو اونھیں سے اولویت کیوں نہ بتائی جاتی خارج المراتب سے ہمسایوں کو لانے کے لئے کیا معنی تھے۔ ثانیا۔ زوجین کے ہوتے ہوئے ہمسایوں کو دینے کا اگر جواز نہ ہوتا تو تفصیل اولویت کو بیت المال سے پھیر کر ہمسایوں پر رکھنا ہوتا کہ یہاں بھی وہی ایہام رہتا تو واجب کہ زوجین کے ہوتے جائز ہو کہ ان پر رد نہ کریں اور ہمسایوں کو دیدیں اگرچہ زوجین پر رد اولٰی ہے اور بداہۃً معلوم کہ ہمسائے میراث میں مستحق نہیں تو اگر زوجین مستحق رد ہوتے جیران کو دینا حلال نہ ہوتا لیکن حلال ہے تو زوجین مستحق رد نہیں اور موصی لہ قطعاً مستحق ہے اور مستحق کی نامستحق پر تقدیم بدیہی۔

فائدہ ۲۶۔ اس سے بھی سیری نہ ہو تو مستصفی پھر معراج الدرایہ پھر علامہ شامی کا ارشاد الفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لایصرفونہ الی مصرفہ صریح جزئیہ ہے زوجین پر رد اوس وقت بتاتے ہیں جب کوئی مستحق نہ ہو اور شک نہیں کہ موصی لہ بالزائد مستحقین سے ہے اگر اس میں بھی شک ہو تو یہی علامہ شامی موصی لہ بالزائد کی نسبت فرماتے ہیں ان المراد انہ یاخذ الزائد بطریق الاستحقاق تو صاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد کے ہوتے رد علی الزوجین نہ ہوگا فتوی ہم نے کہ یہ عبارت درمختار ثم مولی الموالاۃ ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین اور یہ عبارات شامی پیش کیں کہ ذوی الارحام کو فرمایا یاخذان کل المال اوما بقی عن احد الزوجین لعدم الرد علیہما مولی الموالاۃ کو فرمایا ان وجد احد الزوجین فلہ الباقی عن فرضہ مقرلہ کو فرمایا اذا کان احد الزوجین فیعطی مافضل بعد فرضہ یہ البتہ کافی نہیں اور مخالف کو ان پر صریح گنجائش تھی کہ یہ قول ائمہ متقدمین پر ہے جو زوجین پر رد نہیں مانتے الاتری الی قولہ لعدم الرّد علیہما اسی طرح مقرلہ کی نسبت یہ ارشاد علامہ شامی پیش کیا یکون ھذا الاقرار وصیۃ معنی اور اوس سے استنباط کیا کہ وصیت بالزائد رد علی الزوجین پر مقدم ہے اس کا بھی اولا وہی جواب تھا۔ **واقول ثانیا** یہ اقرار اگرچہ قضاءً معنی وصیت میں ہوا اس لئے کہ اوس کا نسب ثابت نہ ہوا اور نہ درجہ نسب میں جا کر مزاحم ورثہ ہوتا کما فی الدرالمختار مگر وصیت اجنبی محض سے ضرور اقوی ہے کہ دیانۃً احتمال صدق مقر رکھتا ہے ولہذا اوسے ایک نوع قرابت گنتے ہیں سید علی السراجیہ و مجمع الانہر و درمختار و فتح المعین وغیرہا میں ہے وانما اخر ذلک عن

المقر لہ بناء علی ان لہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ لاجرم وہ باجماع حنفیہ موصی لہ بالزائد سے اقوی اور اوس پر مرجح و بالا ہے تو رد علی الزوجین پر اوس کی تقدیم تقدیم وصیت بالزائد کو مستلزم نہیں لیکن کلام مذکور مستصفے کسی طرح اوس تاویل کو قبول نہیں کرتا کہ یہ مذہب متقدمین کے موافق ہے یہاں تو خاص مسلک متاخرین ہی بیان فرمارہے ہیں تو قطعاً واضح ہوا کہ متاخرین اگرچہ رد علی الزوجین کے قائل ہوئے مگر جبکہ موصی لہ بالزائد بھی نہ ہو ورنہ عدم رد علی الزوجین پر حنفیہ کرام کا اجماع ہے اسانید پیش کردیئے فتویٰ ۴ میں صرف ایک ہی سند مستصفے مصفے و مستصفے ہے۔

فائدہ ۲۷۔ اقول اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو حاشیہ درمختار میں علامہ سید طحطاوی کا ارشاد لیجئے عبارت مذکورہ درمختار یرد علیھما اجماعاً لفساد بیت المال پر فرماتے ہیں محل ھذا التعلیل القول بالرد علی الزوجین وبنات المعتق وارحامہ فانہ اذا لم یکن من مراتب المستحقین الا بیت المال فان ھؤلاء یقدمون علیہ لھذہ العلۃ کیسی صریح تصریح ہے کہ اصحاب فرائض بلکہ تجہیز تکفین سے بیت المال تک جتنے مراتب بیان کئے گئے ان میں سے بیت المال کے سوا کوئی مرتبہ موجود نہ ہو تو اوس وقت متاخرین کے نزدیک زوجین پر رد کرتے ہیں موصی لہ بالزائد کا بھی ادن مراتب میں ہونا ایسی بات نہیں جس میں کوئی آنکھوں والا شبہہ کرسکے تو صاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد بھی اگر نہ ہوگا تو سب سے اخیر درجے زوجین پر رد کریں گے اب اتنا باقی رہ گیا کہ کتاب میں صاف نام لیکر لکھا ہوتا کہ شاہ محمد کی وصیت زائدہ عالم خاتون پر رد سے مقدم ہے ایسا جزئیہ البتہ نہیں مل سکتا۔ نسأل اللہ السلامۃ۔

تفریعات

(۷۱ تا ۷۴) فتوی ۱۔ ۳۔ ۶۔ ۸ کا موصی لہ بالزائد کے ہوتے زوجہ پر رد کرنا اجماع جمیع ائمہ کا خرق اور محض ایجاد بندہ ہے ما انزل اللہ بھا من سلطن اتنے امر میں یہ چاروں فتوے مشترک ہیں

(۷۵ تا ۷۸) موصی لہ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے مقدم ہے اور زوجین ماورائے ربع و نصف میں وارث نہیں کمافی الفائدۃ الرابعۃ عشر ان چاروں نے عکس کیا۔

(۷۹ تا ۸۲) چاروں نے تصریحات کتب معتمدہ کا صریح خلاف کیا کمافی الفوائد الثلثۃ الاخیرۃ

(۸۳ تا ۸۶) چاروں نے رد علی الزوجین کو سب وارثوں سے مؤخر اور موصی لہ بالزائد پر مقدم کیا کمافی الفائدۃ السابعۃ عشر یہ ترتیب نوساختہ متقدمین متاخرین تمام عالم میں کسی کے مسلک پر منطبق نہیں۔

(۸۷ تا ۸۹) فتوی ۱ نے اسی ترتیب ایجادی کا حوالہ درمختار اور ردالمحتار اور وغیرہ پر رکھا عبارت فائدہ ۷ میں گزری اور توضیح مراد عنقریب آتی ہے یہ ان تینوں پر افترا ہے اس ترتیب کا نشان نہ درمختار میں ہے نہ ردالمحتار میں نہ غیرہ میں۔

(۹۰ تا ۹۲) فتوی ۱ کا قول مذکور بعد ادائے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ اقول حصہ وصیت سے مراد وصیت بالغۃً ما بلغت ہے یا صرف ثلث مال تک اول عین مراد اور خود اپنے فتوی کا راد ہے واقعی ثلث یا نصف یا اس سے بھی زائد جتنی وصیت موصی لہ کی ہے وہ ثلث تک ترجیحًا نافذ ہوگی پھر زوجہ اپنا فرض پائیگی پھر باقی وصیت تمامًا وکمالًا نافذ کریں گے اس کے بعد بھی اگر کچھ بچے اور کوئی مستحق نہ ہو تو یہ باقیماندہ زوجہ پر رد کریں گے یہاں کہ شاہ محمد کے لئے وصیت قدر ثلث سے بہت زائد تھی صرف مقدار ثلث پر محدود کرکے دو تہائی زوجہ کو دلا دینا باطل محض ہوا اور برتقدیر ثانی اگر مراد وہ صورت ہے کہ وصیت ہی ثلث سے زائد نہو جب بھی صحیح اور خود اپنے فتوی کا رد صحیح ہے واقعی تہائی سے زیادہ وصیت ہی نہ کی ہو تو جتنی وصیت ہے موصی لہ کو پھر احد الزوجین کا حصہ مقررہ اون کو دیکر باقی کا جب کوئی مستحق نہیں احد الزوجین پر رد کر دیں گے مگر یہاں تو وصیت ثلث سے زائد تھی وہ زوجہ پر کیونکر رد ہوئی اور اگر مراد عام ہے کہ اگرچہ وصیت ثلث سے زائد یا جمیع مال کی ہو صرف ثلث وصیت دیں گے باقی سب زوجہ کو پہنچائیں گے ربع فرضًا و باقی ردًا اور بے شک یہی مراد مفتی ہے تو یہ قطعًا باطل محض اور درمختار و ردالمحتار اور وغیرہ تینوں پر افترا ہے کسی کتاب معتمد میں ہرگز صاف نہیں لکھا کہ وصیت زائد علی الثلث اور زوجہ ہو تو وصیت صرف ثلث تک نافذ کرکے باقی سب زوجہ کو دیں گے۔

(۹۳ تا ۱۰۱) فتوی ۳ و فتوی ۶ و فتوی ۸ ہر ایک نے تین عبارتیں نقل کیں جو صریح اون کا رد تھیں۔ اور نادانستہ اونھیں اپنی سند بنایا کما فی الفائدۃ الثانیۃ عشر

(۱۰۲، ۱۰۳) فتوی ۶، ۸ نے رد علی الزوجین کو مرتبۂ رد میں مان کر رد کی چار صورت مجمع علیہا سے جن میں خلاف کی بو اصلا کسی کتاب متقدم یا متاخر میں نہیں دو صورتیں صاف رد کر دیں کما فی الفائدۃ الخامسۃ عشر فتوی ۸ میں تو اسکی تصریح ہے اور فتوی ۶ نے قیاس علی العول پر بڑا زور دیا۔ اور اون سے مرتبۂ رد میں رکھنا صاف لازم کما فی الفائدۃ الثالثۃ والعشرین

(۱۰۴، ۱۰۵) فتوی ۶، ۸ پر لازم کہ زوج و زوجہ کے ساتھ تمام ذوی الارحام کو ہمیشہ محروم کریں اور یہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے کما فی الفائدۃ السادسۃ عشر

(۱۰۶ و ۱۰۷) باآنیہمہ فتوی ۶ - ۸ کا ماننا کہ متوفی کے اقارب سے کوئی بھی موجود ہو تو زوجین پر رد نہ کریں گے صریح تناقض ہے۔ کمافی الفائدۃ السابعۃ عشر۔

(۱۰۸) فتوی ۶ کا برخلاف مذہب و برخلاف عامہ صحابہ کرام روایت منسوبہ بامیر المومنین ذی النورین رضی اللہ تعالٰی علیہ وعنہم سے استناد مخدوش ہے۔ کمافی الفائدۃ الحادیۃ والعشرین۔

(۱۰۹ - ۱۱۰) فتوی ۶ کا برخلاف مذہب قیاس علی العول پر اعتماد محض مردود وائمہ مذہب کے روشن جوابوں سے آنکھ بند کرکے خود حکم مذہب کو بے وجہ اور اوس پر عمل کو روایت و درایت دونوں کے برخلاف کہنا سخت دریدہ دہنی وجسارت مطرود۔ کمافی الفائدۃ الثانیۃ والعشرین۔

(۱۱۱) فتوی ۶ کا قول کہ اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دیں گے یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افترا کی حد کو پہنچتا ہے امیر المومنین اس قید کے ساتھ ہرگز یہ کہیں منقول نہیں۔ کمافی الفائدۃ الحادیۃ والعشرین۔

(۱۱۲) فتوی ۸ کا قول کہ درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس میں ردعلی الفروض النسبیہ کی دلیل میں بھی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے محض نافہمی ہے۔ کمافی الفائدۃ التاسعۃ عشر

(۱۱۳) فتوی ۸ کا زعم مذکور کہ ذوالفرض النسبیہ پر رد کی علت ہمارے مذہب میں بھی فساد بیت المال ہے محض باطل وخیال محال ہے کمافی الفائدۃ العشرین۔ والثالثۃ والعشرین۔

(۱۱۴ و ۱۱۵) فتوی ۸ کا قول کہ درمختار کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین ردہی کے درجہ میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں جہل بعید بھی ہے اور ظلم شدید بھی کمافی الفائدۃ الرابعۃ والعشرین

(۱۱۶) فتوی ۸ کا قول مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ موصی لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین ہوگا ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں اپنی سخت ناواقفی کا اظہار اور کمال نادانی کا اقرار ہے جو اوس کے خیال میں کسی کا بھی مذہب نہیں قطعا وہی مسلک متاخرین ہے اور جو اوس کے خیال میں مختار متاخرین ہے قطعاً کسی حنفی کا مسلک نہیں۔ کماظھر وبزھر اظھر وازھر من الشمس والقمر۔

(۱۱۷ تا ۱۲۱) فتوی ۸ نے جو پانچ عبارت درمختار و ردالمحتار پیش کیں سب بے محل وناکافی تھیں کمافی الفائدۃ السادسۃ والعشرین۔

(۱۲۲) فتوی ۸ کی عبارت اخیرہ سے استنباط ہرگز صحیح نہیں۔ کمافیہا

(۱۲۳) فتوی ۸ کا قول سیدنا امیر المومنین ذی النورین کی حدیث اور اون سے بیان وجہ رد علی الزوجین

کا اگرچہ درمختار میں اوس کا ما علیہ اور شامی میں جواب مبین ہے تاہم مع قطع النظران دونوں امروں کی ہم کو بالراس والعین منظور رہے مگر رد علی الزوجین کا موقع ملحوظ نہ کرنا اور موصی لہ بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل ونقل ہے جب اسے مذہب امیر المؤمنین مان لیا اور اوسے اور عول پر قیاس کو بالراس والعین منظور کرلیا تو اب رد علی الزوجین آپ ہی مرتبۂ رد میں آگیا اور اسے مان کر اوسے موصی لہ بالزائد سے مؤخر ٹھہرانا ہی خلاف عقل ونقل ہے۔ کما فی الفائدۃ الثالثۃ والعشرین۔

(۱۲۴) فتوی ۴ کا قول فقہاء نے رد علی الزوجین کی علت مرار آیہ بیان فرمائی ہے لفساد بیت المال وہ قول اور قیاس عول تسلیم کرکے اوس کے جواب میں یہ تعلیل پیش کرنا خلط مبحث وجمع بین الفدین ہے۔ کما فیہا۔

تنبیہ۔ اگرچہ فتوی ۴ نے بھی جابجا موصی لہ بجمیع المال سے بحث کی اور اوسی کا نام لیا جس سے ظاہر کہ شاہ محمد کا موصی لہ بالجمیع ہونا اوسے بھی مسلم حالانکہ اوس کا ثبوت نہیں کما تقدم مگر ازانجا کہ فتوی ۴ مقدمہ دائرہ کا بیان احکام نہیں کرتا وہ صرف ایک بحث تقدیم وتاخیر رد علی الزوجین پر تقریر ہے جس پر شاہ محمد کے موصی لہ بجمیع یا بالزائد دون الکل ہونے سے کچھ اثر نہیں پڑتا اور ممکن کہ وہ اوس نے مشائعۃً للخصوم لکھا ہو لہذا یہ اوس کے اغلاط میں معدود نہ ہوا۔

الحمد للہ تحقیق اپنے ذروۂ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتہی ہوا اب بتوفیقہ تعالی جواب سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت اکثر حکم کی دلیل وسند افادات میں واضح ہوچکی۔ وللہ الحمد۔

جواب استفتائے چیف کورٹ بہاولپور

(۱) اجنبی کے نام وصیت ثلث متروکہ بعد ادائے دین تک مطلقاً نافذ ہے اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں اور زائد علی الثلث میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں اگر وارث احد الزوجین کے سوا ہوا اور اگر صرف احد الزوجین وارث ہو تو ثلث تک وصیت اجنبی تقدیماً نافذ ہوگی پھر باقی کا ربع یا نصف زوجہ یا زوج کو دیکر مابقی میں بقیہ وصیت اجنبی نافذ کریں گے اگرچہ زوجہ یا زوج اجازت نہ دے رہی وصیت وارث وہ بے اجازت ورثہ مطلقاً نافذ نہیں اور اگر تنہا وہی وارث ہو تو اس کے لئے وصیت صحیح ہے۔ پھر اگر اوس کے ساتھ کسی اجنبی کے لئے وصیت بھی نہیں تو وارث اگر غیر زوج وزوجہ ہے تو کل مال بحکم میراث لے لیگا اوسے وصیت کی حاجت نہیں اور اگر زوج یا زوجہ ہے تو پہلے اپنا فرض لیکر باقی میں اس کی وصیت عمل کریگی اب بھی کچھ بچا تو اوسی کو بحکم رد ملیگا۔

اور اگر کسی اجنبی کے لئے بھی وصیت ہے تو اگر اس نے وصیت وارث کو قبول کرلیا حق تقدم کہ وصیت اجنبی کو ملتا ساقط ہوگیا ورنہ اجنبی کی وصیت ثلث مال تک اول نافذ کرکے باقی سے ارث کو میراث دیں گے اگر وہ وارث غیر احد الزوجین ہے کل باقی ارثاً لے لیگا اور خود اوس کے لئے جو وصیت تھی نفاذ کا محل نہ پائے گی اور اگر احد الزوجین ہے تو اس باقی سے اوس کا فرض ربع یا نصف دیکر اوسکے بعد جو بچے اوس میں اوسکی وصیت اور اگر اجنبی کی وصیت ہنوز ناتمام رہی تھی تو اوس کے ساتھ بھی دونوں حسب حصص نافذ ہوں گی ان سے کچھ نہ بچا تو ظاہر ورنہ جو باقی رہا احد الزوجین کو بحکم رد دیدیں گے

(ب) اس کا جواب سوال اول میں آگیا۔

(ج) اس کے بھی فقرہ اول کا جواب ہوگیا اور دوم کا جواب کہ بعد ادائے دین جس قدر بھی باقی بچے خواہ اوسکی وصیت اجنبی کے لئے کی یا نہ کی اوس سب کا ثلث نفاذ وصیت اجنبی میں لحاظ کیا جائیگا وصیت نافذ اونھیں اشیاء میں ہوگی جنکی وصیت اوس کے لئے کی ہے اون کے ماورا اور کسی شئے سے کچھ نہ پائیگا ہاں وصیت حصہ شائعہ مثل ربع مال وغیرہ کی ہے تو جملہ متروکہ بعد ادائے دین میں بقدر وصیت حصہ دار ہوگا۔

(د) وصیت اجنبی بما زاد علی الثلث رد علی الزوجین پر شرعاً باجماع ائمہ حنفیہ مقدم ہے اقوال اقتباس شدہ میں جو خلل و زلل ہیں اوپر واضح ہو چکے۔

(ھ) اس کا مفصل جواب شافی ووافی افادۂ ثانیہ عشرہ میں گذرا اور نصوص صریح سے ثابت کردیا کہ متاخرین کے نزدیک بھی رد علی الزوجین کا مرتبہ وصیت زائدہ سے دو درجے مؤخر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب استفتائے نجی خانپور

(۱) ہاں یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جواز وصیت پر کوئی اثر خلاف نہیں پڑتا۔

(۲) اگر ثابت ہو کہ مدعیہ بعد وفات شوہر وصیت شاہ محمد کو قبول کرچکی تھی جیسا کہ شاہ محمد کا دعوی ہے تو اب اعتراض مدعیہ محض نامسموع اور شاہ محمد کے لئے وصیت اپنی اخیر حد تک جائز و نافذ ورنہ اعتراض کا اتنا اثر ہوگا کہ ثلث کل مال بعد ادائے الدین کی حد تک صرف مکانات و اثاث البیت میں وصیت شاہ محمد نافذ کرکے باقی کل مال مکان و اسباب وغیرہ سب کا ربع زوجہ کو دیں گے پھر صرف باقی مکانات و اثاث البیت شاہ محمد کو بحکم وصیت ملیں گے باقی جو کچھ بچا سب زوجہ کا ہوگا وصیۃً خواہ رداً۔

(۳) اون زیوروں سے مدعا علیہ کو کسی حال کوئی ذرہ نہیں مل سکتا وہ تمام و کمال عالم خاتون کے

ہیں انھیں چھوڑ کر باقی تمام مال کے لحاظ سے جواب نمبر ۲ کا حکم جاری کریں گے مگر مکانات واثاث البیت کے سوا کوئی اور زیور متروکہ بھی شاہ محمد کے پاس ہے جیسا کہ دعوی زوجہ ہے تو اوس میں سے شاہ محمد کو حصہ نہ دیں گے اوس کا حصہ صرف مکانات واثاث البیت میں ہوگا۔

(۴) اخراجات تجہیز وتکفین کا بار ترکہ خواہ عالم خاتون کے حصے پر ہونے کا یہاں کچھ ثبوت نہیں بلکہ صورت روداد سے ظاہر کہ وہ صرف ایک تبرع تھا کہ شاہ محمد نے اپنے محسن کے ساتھ اوس کی درخواست پر کیا۔

(۵) ہاں وہ وصیت شرعًا جائز ومؤثر ہے اور اوسے ایک حصہ مکان بحکم جواب نمبر دوم وراثۃً ملنا اوس کے نفاذ کا کچھ مانع نہیں۔ پس اگر مدعیہ اعتراض سے پہلے وصیت مدعا علیہ کو قبول کرچکی تھی توجملہ مکانات واثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور دو ثلث مکانات میں حق آسائش عالم خاتون کو تاوقتیکہ وہ نکاح ثانی نہ کرے اور اگر مدعیہ نے اوسکی وصیت کو نہ مانا تھا تو ثلث کل مال کے حد تک مکانات واثاث البیت کا حصہ شاہ محمد کو ایک ربع عالم خاتون کو ملیگا ان دونوں حصص کے بعد جو حصہ مکانات بچا اوس میں وقت مذکور تک عالم خاتون کو حق سکونت بحکم وصیت ہوگا۔

(۶) ہاں ظروف میں بھی وصیت استعمال زوجہ کے لئے جائز ہوئی اگرچہ بروئے جواب نمبر ۲ کچھ حصۂ ظروف کی وہ مالک مستقل ہوجائے اور حق متوفی میں رہنے کی شرط اس وصیت میں نہ تھی یہ وصیت تاحیات زوجہ نافذ رہے گی اگرچہ وہ نکاح ثانی کرلے اور اوس کا نفاذ اوسی طور پر ہوگا کہ بحال قبول وصیت دو ثلث کل ظروف ورنہ بعد اخراج وصیت تا حد ثلث مال واخراج حصۂ ربع باقی میں نافذ ہوگی اور بہرحال خاص موقع محفل اامین تہیدین کہ جس قدر ظروف کہ شاہ محمد کو ضرورت ہو اوتنے اوس وقت خاص میں اس وصیت زوجہ سے مستثنی ہوں گے۔

(۷) جو حصہ جس مال میں جس کا ہے اوس کے عین سے اوس کو دیا جائے گا قیمت لینا دینا صرف رضامندی ہردو فریق پر منحصر ہے اس میں حاکم کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

حکم اخیر

(۱) ہماری<u>مے</u> کہ وہ زیور تمام وکمال عالم خاتون کے ہیں شاہ محمد خاں کا اوس میں کچھ حق نہیں ورازانجا کہ وہ اون میں ملک عالم خاتون تسلیم کرکے عالم خاتون کو تسلیم کرچکا اب وہ نفاذ وصیت شاہ محمد خاں کے لئے ثلث مال میں محسوب بھی نہ ہوں گے۔

(۲) وہی زیور حسب اقرار زوجہ مہر زوجہ میں ہیں اس سے زائد کسی تفتیش کی حاکم کو حاجت نہ بلادعوی قضا کی اجازت۔

(۳) خرچ تجہیز و تکفین شاہ محمد خاں نے تبرعًا کیا۔ لہذا ترکہ اس بارہ سے بھی بری ہوا اب نہ رہی مگر عالم خاتون کے میراث اور مکانات اثاث البیت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی وصیت مدعیہ کا دعوی کہ شاہ محمد کے پاس ترکہ کے اور زیور بھی ہیں شاہ محمد کا دعوی کہ مدعیہ بعد وفات شوہر اوس کی وصیت کو قبول کرچکی ہے اب چار صورتیں ہیں۔

اوّل۔ دونوں دعوے ثابت ہوں مثلاً شاہ محمد نے اور زیوروں کا اقرار کرلیا یا عالم خاتون نے اوسے گواہوں سے ثابت کردیا یا شاہ محمد پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کرگیا یوہیں عالم خاتون نے قبول وصیت بعد وفات شوہر کا اقرار کرلیا یا شاہ محمد نے اوسے گواہوں سے ثابت کردیا یا عالم خاتون پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کرگئی۔

دوم۔ دونوں بے ثبوت رہیں۔

سوم۔ عالم خاتون کا دعوی ثابت ہو اور شاہ محمد خاں کا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے۔

چہارم۔ اس کا عکس۔

صورت اولی میں جملہ مکانات واثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور ان کے دوثلث سے انتفاع کا حق عالم خاتون کو ہے مکانات سے تا نکاح ثانی اور اثاث البیت سے مطلقاً اگرچہ نکاح ثانی کرلے صرف ظروف بقدر ضرورت محفل امایین رضی اللہ تعالی عنہما اوس وقت خاص میں مستثنی ہیں۔ بہر حال اثاث البیت سے کوئی چیز مطلقاً جبتک عالم خاتون زندہ ہے اور دوثلث مکانات سے جب تک وہ نکاح نہیں کرتی شاہ محمد خاں بیع نہیں سکتا رہا وہ دوسرا زیور کہ شاہ محمد کے پاس ہے اوسکی تنہا مالک عالم خاتون ہے ربع فرضًا باقی ردًا۔

صورت ثانیہ میں مکانات واثاث البیت کا ایک سدس عالم خاتون کا اور پانچ سدس شاہ محمد خاں کے ہیں اور نصف مکانات واثاث البیت سے حسب تفصیل مذکور صورت اولی عالم خاتون کو حق انتفاع ہے اور اوسی تفصیل سے اس نصف کے بیع کا شاہ محمد خاں کو اختیار نہیں۔

صورت ثالثہ میں مکانات واثاث البیت اور وہ زیور دوم سب کی قیمت لگا کر اوس کے ثلث کے حد تک شاہ محمد کو مکانات واثاث البیت سے دیا جائے باقی مکانات واثاث البیت اور کل زیور دوم ان سب کا ربع عالم خاتون وراثۃً پائے اس کے بعد جو مکانات واثاث البیت میں حصہ رہا اوس کے رقبہ کا مالک شاہ محمد خاں اور بتفصیل سابق اوسکی منفعت کی مالک عالم خاتون

اور تین ربع باقیماندہ زیور دوم عالم خاتون کو بحکم رد۔
صورت رابعہ کا حکم مثل صورت اولیٰ ہے سوائے حکم زیور دوم کہ وہ اس صورت میں موجود نہیں۔
تنبیہ۔ ظاہر مراد یہ کہ متوفی کے ذمہ اور کوئی دین نہیں اس بنا پر یہ تمام تفاصیل ہیں اور اگر اور بھی دین ہو تو اب یہ تحقیق بھی لازم ہوگی کہ وہ پہلے زیور کہ سما عہ کا بتایا گیا عالم خاتون کے مقدار حصہ سے زائد ہے یا نہیں اس تقدیر پر تقسیم میں بہت تبدیل راہ پائیگا اگر یہ صورت ظاہر ہو تو اس دین کی تعداد اور مہر مثل کی مقدار اس کے متعلق تمام امور کی تحقیق کے بعد صورت موجودہ بتا کر سوال کرنا چاہئے۔
وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مسئلہ (۹۱۱) ۔ از شہر علیگڈھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
ہندہ کے نہ ماں باپ بھائی بہن نہ اور کوئی رشتہ دار ہے جو سوائے زید کے وارث ہو ہندہ کے پاس ذاتی اوس کا اسباب ہندرہ بیس روپیہ کا تھا اور دو تین سو روپیہ کا اسباب زید کا دیا ہوا ہے جو زید کے پاس ہے زید سے ہندہ نے اپنے مال کی بابت کچھ نہ کہا زید نے ہندہ سے کہا کہ تم منت مانو کہ اچھے ہونے پر میں کوآں بنواؤنگی اگر تم مرجاؤگی تو میں کوآں اور مرمت مسجد کرادونگا تمہارے مال میں سے میں ایک حبہ نہ لونگا میں جو دیچکا وہ تمہارا ہے میں وہ انشاء اللہ خیرات کردوں گا بلکہ اپنے پاس سے اور جو مجھکو میسر ہوگا لگا دوں گا ہندہ نے اور شخصوں سے کہا کاش میں مرجاؤں تو میرا کل مال بیچ کر مسجد یا کوآں بنا دینا کہ مجھکو ہمیشہ ثواب ملتا رہے زید سے اسوجہ سے نہ کہا کہ زید خود کہا کرتا تھا کہ میں تمہارا مال خیرات کردوں گا پس اس صورت میں زید وہ مال بیچکر کوآں اور یا مرمت مسجد کرا سکتا ہے یا نہیں کیونکہ سوائے زید کے اوس کا کوئی وارث نہیں ہے کنوآں بنوا دینے کا زیادہ ثواب ہے یا مرمت مسجد کا مردہ کو کس سے زیادہ ثواب ملیگا اور کس سے اوسے زیادہ نفع ہوگا کیا حکم شریعت ہے۔

الجواب ۔ جو مال ہندہ کا تھا وہ تو تھا ہی جو زید نے بنوا کر دیا اوسکی بھی ہندہ مالک ہوگئی۔ بعد وفات ہندہ اوس کے نصف کا زید وارثۃً مالک ہوا اگر اوسکی وصیت کو قائم رکھتا ہے اور یہی اوسے چاہئے کہ وہ وعدہ کرچکا ہے وعدہ خلافی نہ چاہئے جب تو وہ کل مال حسب وصیت صرف کردے ورنہ نصف صرف کرنا ضرور ہوگا مسجد کی اصل عمارت اگر اپنی بقا کے لئے محتاج مرمت ہے تو وہی کوئیں سے افضل ہے اور اگر مرمت گچکاری اور سفیدی سے مراد ہے تو کوآں اوس سے افضل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ ـ از کاٹھیاواڑ دھوراجی محلہ سپاہی گران مرسلہ حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

یہ وصیت نامہ قابل عمل ہے یا نہیں اگر قابل عمل نہیں ہے تو یہ لوگ جنکو فیصلہ کرنے کے واسطے کرگیا ہے کیا کرنا چاہئے اگر اس وصیت نامہ پر عمل نہ کرادیں تو مقدمہ کورٹ کو جائے گا اگر حقدار کمی بیشی پر باہم راضی ہوجائیں تو عمل کرایا جائے موصی کو مرے ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہوگیا اس درمیان میں خورد ونوش اور ایک لڑکی کی شادی اوسی مال سے ہوئی اسکی کیا صورت ہے اور وہ لڑکی بالغہ ہے شریعت کے مطابق تقسیم پر حصہ زوجہ کو کم ملتا ہے اور وصیت کے مطابق ٹھیک ملتا ہے وہ وصیت پر راضی ہے اس صورت میں اوس کو زیادہ دیکر باقی حصہ سب شریعت کے مطابق ہوں تو یہ جائز ہے جنکو موصی وصیت کرگیا اور حکم مقرر کرگیا ہے عدم جواز کی صورت میں اون کو کیا کرنا چاہئے کنارہ کشی یا حکم کرنا۔

علاتی بھائی کے مال سے حصہ ترکہ مثل حقیقی کے ہے یا کم وبیش۔

الجواب ـ ملاحظۂ وصیت نامہ سے ظاہر کہ حاجی محمد نور محمد نے اپنی زوجہ آئی حور اور دو دختر آمنہ وحلیمہ اور برادر زادے چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے مال میں ایک طویل وصیت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چار ہزار چار چار سو روپے دونوں دختروں کو دیئے جائیں فرزند عائشہ کے نام جو رقم کمپنی میں جمع ہے اوس کی لڑکی حلیمہ کو دیجائے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ زوجہ کو دیجائے جب اوس کا انتقال ہوجائے اوس کے بعد ہزار ہزار روپے لڑکیوں کو اور دیئے جائیں اور بقیہ ملکیت بھتیجوں پر برابر تقسیم کر دیجائے اور میری روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ہزار روپیہ مدرسہ کو دیا جائے بعد انتقال زوجہ یہ تین ہزار وضع کرکے باقی کل بھتیجوں کو دینے کے لئے مختاروں کو حکم کرتا ہوں چھ شخصوں بلکہ سات یعنی زوجہ کو بھی اپنا وصی کیا کہ لکھا کہ مختاروں یعنی اوصیائے مذکورین کو آئی حور کی زندگی میں اوس کی صلاح کے موافق عمل کرنا چاہئے نیز لکھا میری زوجہ کے مشورہ سے صرف کریں۔ اب یہاں تین قسم کی وصیتیں ہیں۔ اول حلیمہ بنت عائشہ کے نام اس کا حکم یہ ہے کہ عائشہ حاجی محمد کی بیٹی کہ اوس کے سامنے انتقال کرگئی جیسا کہ عبارت وصیت نامہ سے مفہوم ہوتا ہے جو رقم کمپنی میں اوس کے نام سے جمع ہے اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی تھی جب تو بعد وفات عائشہ حاجی محمد اوس میں سے صرف اپنے حصۂ پدری کا مالک ہوا اگر عائشہ نے وارث یہی دختر حلیمہ اور باپ چھوڑے تو بعد عائشہ نصف رقم حاجی محمد کی ہوئی اور اگر عائشہ کے اور وارث بھی رہے مثل شوہر وغیرہ تو حسب فرائض سے جو حصہ حاجی محمد کا نکلے بہرحال یہ وصیت کہ حاجی محمد نے حلیمہ بنت عائشہ کے لئے کی وہ صرف اوس حصہ پر نافذ ہوگی جو اوس روپے میں حاجی محمد کا ہوا اور اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی نہ تھی بلکہ حاجی محمد نے اپنے مال سے اوس کے نام جمع کی تھی تو اوس میں دو صورتیں ہیں اسوقت اگر عائشہ

نابالغہ تھی توکل رقم عائشہ کی ہوگئی فان الجمع باسمھا تملیك ھذا عرفا وھبة الاب للصغیر تتم بمجرد الایجاب۔ یونہیں اگر بالغہ تھی اور جمع کرنے سے پہلے حاجی محمد نے عائشہ کو وہ رقم دیکر قبضہ کرا کر اوس کے بعد جمع کی جب بھی کل رقم عائشہ کی ہوئی ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہوگا جو عائشہ کے ذاتی مال ہونے میں تھا اور اگر عائشہ اوسوقت بالغہ تھی اور اوسے بے قبضہ لائے یہ رقم اوس کے نام جمع کردی اور تا وفات عائشہ باذن پدر اوس کے قبضہ میں نہ آئی تو ہبہ باطل ہوگیا لان موت احد العاقدین قبل التسلیم یبطلھا کما فی الدر وغیرہ اس صورت میں وہ کل رقم ملك حاجی محمد ہے اور وہ سب حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ہے۔

دوم۔ ہزار روپے مدرسہ کے لئے یہ وصیت اگرچہ اوس نے انتقال زوجہ کے بعد رکھی مگر وصیت قابل اضافت بزمانہ آئندہ ہے لانھا لاتکون الامضافة لما بعد الموت درمختار میں ہے ما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الایصاء والوصیة تو اوس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہی ہوگا۔ یہ دونوں وصیتیں یعنی جو رقم بنام عائشہ جمع ہے کل یا اوس میں سے جو حصہ حاجی محمد ہو اور ہزار روپے مدرسہ کے یہ مجموع اگر حاجی محمد کے ثلث مال سے زائد نہیں تمام وکمال بے اجازت ورثہ نافذ ہوں گے ورنہ تا حد ثلث۔ اور اگر ان کا مجموعہ ثلث مال سے بھی بڑھتا ہو تو ثلث مال حاجی محمد ان دونوں وصیتوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

سوم۔ باقی وصیتیں دونوں دختروں اور زوجہ کے نام ابتداءً اور بعد موت زوجہ دونوں دختروں اور بھتیجوں کے لئے یہ سب وصیتیں وارث کے لئے ہیں اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ اصلا مقبول نہیں۔ کما فی الکتب قاطبة وفی الحدیث ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیة لوارث الا ان یجیزھا الورثة۔ پس اگر ورثہ اس وصیت پر راضی نہ ہوں تو ثلث متروکہ میں حلیمہ بنت عائشہ اور مدرسہ کی وصیتیں حسب تفصیل بالا نافذ کرکے جو مقدار حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ٹھہرے اوسے دیدیں اور جو حصہ مدرسہ کا ثابت ہو یعنی مجموع ہر دو وصیت مدرسہ وحلیمہ بنت عائشہ ثلث مال سے زائد نہ ہونے کی حالت میں پورے ہزار روپے ورنہ بحساب حصہ رسد جتنا روپیہ مدرسہ کا ٹھہرے اوس کے لئے محفوظ رکھیں کہ اوس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہوگا بقیہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ سب حسب فرائض تقسیم کردیں یوں کہ اوس میں آٹھواں حصہ زوجہ کا اور دو ثلث آمنہ وحلیمہ بنت موصی کے باقی بھتیجوں کا۔ اگر اس پر راضی ہو تو مختاروں کو خلاف حکم شرع کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ مقدمہ کورٹ کو جائے خواہ کچھ ہو۔ بحال عدم اجازت دیگر ورثہ مختاروں کو یہ بھی جائز نہیں کہ زوجہ

کو اون کے حق شرعی سے زائد دیکر باقی حصے مطابق شرعی تقسیم کریں بلکہ جب ایک وارث کو اوس کے حق شرعی سے زیادہ دیا تو باقیوں پر مطابق شرعی تقسیم کب ہوئی کہ شریعت سے اون کا زائد تھا اور دیا کم، مختاران مذکورین وصی ہیں حکم نہیں نہ بے رضائے فریقین کوئی حکم بن سکتا ہے اگرچہ موصی اوسے حکم بناتا کہ موصی کو نزاع ورثہ فیصل کرنے کے لئے کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔ اذلیس له علیهم ولایة الحکم لاسیما بعد الموت فکیف یولی علیهم غیرہ للحکم لہذا اگر ورثہ راضی نہ ہوں مختاروں کو کنارہ کشی لازم ہے اپنی طرف سے کچھ حکم نہیں کر سکتے ہاں ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور آپس میں جیسی کمی بیشی پر چاہیں راضی ہو جائیں تو وہ اس کا اختیار رکھتے ہیں اوس کے مطابق عمل کرایا جائے لان الحق لهم ولا حجر علیهم من الشرع

مسئلہ ۹۳ ـ از شہر بریلی مرسلہ اہلیہ کلاں حکیم اکرام الدین صاحب مرحوم معرفت عبداللہ ملازم۔ محلہ کٹرہ۔ بروز شنبہ بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۳۳ھ

حضرت مولوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بعد سلام مسنون کے یہ عرض ہے کہ جناب والا سے مجھے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا مقصود ہے یہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کسی ضرورت کے پورا کرنے کو بطریق قرض کچھ زیور دیا اور یہ کہا کہ یہ زیور رہن کر کے اپنا کام انجام دیلو بعد کو واگذاشت کرا کے دیدینا کچھ عرصہ کے بعد یعنی واگذاشت زیور سے قبل دائن یعنی مالک زیور کا انتقال ہوگیا مدیون کو ایک ثالث شخص کی زبانی یہ دریافت ہوا ہے کہ دائن نے قبل انتقال کے یہ وصیت کی ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو زیور واگذاشت کرنے کے بعد یہ زیور مجھ دائن کے بیٹے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے پوتے کو دیا جاوے۔ اطلاعًا یہ بھی عرض ہے کہ دائن کی وصیت بیان کرنے والے ایک معمولی شخص ہیں کچھ مقدس یا ابرار برگزیدہ شخص نہیں پھر بھی ممکن ہے کہ دائن نے بعالم بدحواسی وہ وصیت کر دی ہو مریض کے مرض کی شدت میں یا مرنے سے کچھ وقت پہلے حواس درست نہیں رہتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے۔ یہ بھی اطلاع کرنے کی ضرورت ہے کہ دائن کا پسر جو ہے وہ شراب خوار نہیں ہے قمار باز نہیں ہے کسی طرح کی بدچلنی یا آوارگی کی بھی بالکل شہرت نہیں ہے بجائے اس کے بہت غریب اور تنگدست آدمی ہے۔ مرحوم کا پوتا جو ہے وہ بعمر پانزدہ سالہ ہے اور سعادتمند نیک چلن نہیں ہے اوس کی آوارگی سے یہ ضرور اندیشہ ہے کہ اگر یہ زیور دائن کے پوتے کو دیا جائیگا تو ضرور ضائع کر دیگا۔ زیور قیمتی کم وبیش پانچسو روپے کا ہے۔ اس ہفتہ میں زیور واگذاشت ہوگیا ہے اب یہ زیور دائن کے پسر کو دینا چاہیئے یا کہ پوتے کو۔ جواب مناسب مع دستخط ومہر مرحمت فرمایا جاوے۔ فقط۔

الجواب۔ جس نے زیور عاریت لیا تھا اوسے چاہئے مالکۂ زیور کے سب وارثوں کو جمع کرکے اون کے سپرد کردے اور اگر صرف ایک بیٹا ہی اوس کا وارث ہے تو اوسی کو دیدے وہ وصیت اس شخص سے تعلق نہیں رکھتی نہ یہ اوسے بطور خود نافذ کرنے کا کچھ اختیار رکھتا ہے خصوصًا اس حالت میں کہ وہ ابھی پایۂ ثبوت کو بھی نہ پہونچی ایک شخص اور وہ بھی ثقہ نہیں وہ وصیت اگر مالکہ نے واقع میں کی ہے تو جسے کی ہے کہ تو ایسا کرنا وہ وصی ہوا اوس کے ذمہ اسکی فکر ہے ورنہ اگر صرف اس بیان پر وصیت تسلیم کریں اور سب عاقل بالغ ہوں ثلث مال میں نافذ کریں اور اگر نہ مانیں تو اسے گواہان شرعی سے ثبوت دینا ہوگا بے ثبوت نافذ نہ کی جائے گی یہ وصیت اگر خود ہی عاریت لینے والے کو کی ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴۔ از ضلع نینی تال موضع دروا اشفاق حسین خاں روز شنبہ بتاریخ ۲۶ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ مورث عثمان خاں مرحوم نے ایک رقم بخیال مصرف خیر ایک عزیز امین صاحب کے امانت رکھدی تھی جس کو بارہ برس گذر گئے ہنوز آدھی رقم موجود ہے اوسی زمانہ میں عثمان خاں مرحوم کے مرنے کے بعد ہی ایک لڑکے اور دو بیٹی مرنے سے کام خراب ہوگیا اب ایک نورچشمی اندھی اور دو پوتی اور ایک بہو زندہ موجود ہیں پردہ نشین اندھی لاوارث بیٹی و بہو۔ خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے باپ کی خیراتی رقم امانت شدہ سے ہمارے اور ہمارے دوسرے بچوں نابالغ کے خیرات میں ہے مزورشش معلوم ہوجائے تو دوسروں کی خیرات اور در در کی امداد سے بچیں اب امین صاحب چراغ سحری صد سالہ نے بوجہ پیری و پیرانہ سالی اپنے جملہ کار اپنے سعادتمند برخوردار کے تفویض فرماکر امید کرلی ہے کہ مثل امین صاحب کے نیک کاموں یعنی مصرف خیر کی رقم ضروریات تعمیر مسجدوں و بیاہ شادیوں میں محتاجوں کو حسب ضرورت آئندہ تقسیم کردی جاوے گی لہذا اوس رقم مصارف خیر سے مورث اعلیٰ کی بیٹی پردہ نشین اپنی اور اپنی بھتیجوں کی تعلیم و خورد و نوش کے واسطے بمد خیرات خیرات مانگتی ہیں امین صاحب اس معاملہ رقم مصرف خیر کو علماء کی رائے پر چھوڑتے ہیں پس بمقابلہ امانت دائمی و رفتہ رفتہ مستحسن طریقہ پر خرچ و صرف ہونے کے برخلاف ان بچوں کے تربیت و تعلیم قرآن حقیقی اندھی لاوارث بیٹی نمازی پردہ نشین کی صرف طعام و بیوہ بہو باعصمت کی خورش و صرف بطریقہ خیرات میں رقم خرچ

---

۵ اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہ

وواپس دیدینے سے امین صاحب مخدوم مواخذہ گیر خدا ورسول کے نہیں ہوسکتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عثمان خاں نے اگر وہ رقم امین صاحب کے پاس خیرات کرنے کے لئے امانت رکھی اوراوس کے ساتھ کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا کہ بعد میرے جومال بچے وہ بھی یونہیں خیرات ہویا ہوا کرے جب تو عثمان خاں کے مرتے ہی وہ مد باطل ہوگئی اور باقی ماندہ جس قدر رقم تھی وارثان عثمان خاں کی ملک ہوگئی اب امین کو جائز نہیں کہ کوئی پیسہ بے اون کی اجازت صحیحہ کے خیرات کرے اورلازم ہے کہ باقی تمام رقم وارثان عثمان خاں کو واپس دے اوراگر الفاظ وصیت تھے تو اون لفظوں کی تفصیل اور یہ کہ باقی ماندہ رقم املاک عثمان خاں بعد ادائے دین کے قدر ثلث سے زائد ہے یا نہیں زائد ہے تو کس قدر اور بعد عثمان خاں امین نے اوس میں سے کچھ خرچ کیا یا نہیں کیا تو کس قدر اور باجازت یا بلا اجازت ان سب باتوں کی تفصیل اور یہ بھی کہ عثمان خاں پر کوئی دین تھا یا نہیں اور تھا تو کس قدر ان سب باتوں کی تفصیل معلوم ہونے پر جواب دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از نینی تال موضع وڈاکخانہ کچھا یکشنبہ ۲۶ رجب ۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اٹھارہ سو روپیہ عمرو کے پاس جمع کرکے اپنے حقیقی بھتیجے اور حقیقی داماد سے کہا کہ جسوقت دو ہزار روپیہ ہوجائیں گے تو اسوقت رقم مذکورہ سے کوئی جائداد خرید کرکے وقف کردوں گا اس پر برادر زادہ نے بخیال دور اندیشی سے کہا کہ اس رقم موجودہ سے آج ہی کسی مدرسہ اسلامیہ کی امداد فرمائیے تاکہ آپ کے روبرو یہ رقم خرچ ہوجائے تب زید نے جواب دیا کہ رقم ہنوز پوری نہیں ہے پھر زید نے بیٹے سے کہا کہ چھوٹا لڑکا میرا جو اسوقت خواندگی میں ہے بشرط نیک چلنی و سعادت مندی کے رقم مذکور کو اس کے سپرد کردوں گا تاکہ بعد موت میرے کے فی سبیل اللہ آمدنی اوس روپیہ کی خرچ کرتا رہے اور اصل روپیہ قائم رکھے درصورت بدچلنی نے جائداد خرید کرکے خانہ کعبہ کے نام کردوں گا۔ ہنوز مشروط مختلف خیالات اور تنہا کی ہوئی وصیت اور تعداد رقم دو ہزار روپے پورے نہ کرسکے تھے کہ زید صاحب کا انتقال ہوگیا اور تعدادی ایس سو پچیس روپے کی رقم کار خیر کے سوا دو بیرے جائداد ملک تو سو روپے کے خرید شدہ ذاتی اور متروکہ خوشدامن زید و سالی لاولد و زوجہ منکوحہ خود قیمتی صدسو روپیہ کے مالک بن کر اپنی حیات میں ثبات عقل کے ساتھ مبلغ پندرہ سو روپیہ کے کل جائداد ملک سہ برخورداران بالغ و نابالغ کے نام بسبب بخل و بیم حق رسی مرد و نور چشمان شادی شدہ کے تحریر رجسٹری کرادی تحریر شدہ جائداد رجسٹری کے ڈھائی تین انداز از زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد سب سے بڑا لڑکا میرا اوس کے شرعی حصہ سے جو متروکہ تھا پھر دوبارہ ہمشیریں کو جبریہ محروم رکھا گیا اب زید کی حقیقی بیٹی نابینا نمازی عمر پچپن سالہ اور سالی کا لڑکا عمر پینتالیس برس اور لڑکی سالی کی عمر پچاس برس بحلف نائب رسول اللہ کے سامنے شہادت دینے کو طیار ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چشمدید گفتگو و زوجہ ہندہ زمانہ علالت دنیز علالت سے قبل بصورت رضامندی و بصورت مناقشہ ماں باپ زندہ و مردہ عورت یگانہ وغیرہ وعزیزے روبرو مرنے یا مرے باپ کے سامنے یا ہمارے یا ہمارے خالو پھوپیا کے بالمشافہہ یعنے زید کے روبرو ہمیشہ ہمیشہ یہ دریافت ہوتا رہا ہے کہ رقم عدم معافی قرض دی مہر کے جو تعدادی پانچہزار روپیہ پچاس اشرفی محمد شاہی بتلاتے ہیں دوسرا قرضہ زرنقد کسی دوسرے شخص کا زید پرنہ تھا جن کے بالعوض زید نے اپنے زندگی میں بامید دائمی چراغ روشن خیالی سے انفیاط حقوق نور چشمیان کرکے صرف مرد فرزندوں کو کل اپنی جائداد ملک معافی پر مثل ذات خود مالک اصلی بنادیا تھا اور خود سرپرست اور ولی بنکر آمدنی ملک فرزندان اپنے قبضہ میں اور آمدنی پیشہ ملازمت سے مبلغ دو ہزار روپے کی رقم پوری نہ کرسکتے تھے کہ فوت ہوگئے حضور کے فتوٰی کے جواب میں پرسش دین کے جواب میں حلفاً دریافت حال کرکے واقعات اصلی لکھے گئے لیکن زید صاحب نے اپنی زندگی یا بیماری میں کوئی خاص مجمع جمع کرکے یا کسی بالغ بیٹا بیٹی کے مشورہ سے یا دیگر شہادت معتبرہ شاریا عزیز درثاء کے موجودگی میں حالات مذکورہ و تذکرہ وصیت

میں اپنی اصلی اصل رائے ظاہر مصرف خیر کی نہیں کی ہاں صرف عمر صاحب سے زید نے چند مزید روپے کے جمع کرنے کے ہنگام[1] تذکرہ کر دیا تھا کہ اس مال جمع کو کارِ خیر میں خرچ کر دینا عمر صاحب نے اس زید کے قول کو بطور وصیت تصور کرکے دو ثلث روپیہ وارثان زید کو اور ایک ثلث روپیہ سے کچھ روپے حصہ بلا اجازت وارثان مذکور دو ایک کام میں مثل جدید مسجد بنانے میں اور سید صاحب کی لڑکی کے مصارف جہیز میں اور چاہ بنانے میں خرچ کر دیا اب یہ فعل عمر صاحب کا جائز ہے یا نہیں اور وصیت اس قسم کی درست ہے یا نہیں بقیہ روپیہ ثلث کا بعد عرصہ بارہ برس کے بھی یعنی نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بچا ہوا اب قریب قریب تین سو پچیس روپیہ کے عمر صاحب کے پاس موجود ہے اس روپے کو پانے کے واسطے مورث اعلیٰ زید کی بیٹی اندھی اور دو پوتے بعمر ایک سال و ہفت سالہ ہیں مصرف خیر سے اپنے رفع محتاجی کے واسطے خیرات مانگتی ہے محتاجی و پریشانی کے سبب موجودہ عدالت کے خرچ و صرف جدا بجائے جھگڑہ عدالت سے وامیں۔ منجلہ اصلی رقم ثلث مبلغ چھ سو پچاس کے اب تین سو پچیس باقی ہیں۔ حقدار زید کی نور بیگم[2] نابینا زید کے فرزند خالد کی بیوہ اولاد حقیقی تین بچے ہفت سالہ و ایک سالہ دو سرا بچہ دوسرا زید کا فرزند بکر لاوارث مرا زوجہ سے دین تبریٰ و صلح کیا صرف اتنے ہی حقدار موجود ہیں۔ اوس زمانہ میں جب کہ زید کا روپیہ تقسیم ورثاء پر ہونا چاہیے تھا تو صرف کے فرزند خالد و بکر و نور بیگم زندہ تھے۔ روپیہ ثلث بھی محض مصروفیت زبانی پر تقسیم ہو کر باقی رہا اب وہ چار سال جملہ فوت ہو گئے۔

الجواب: یہ سوال متعدد بار آیا اور ہر بار مختلف اور خود اس بار کہ سب کے مشورہ سے لکھا جانا بیان کیا اس ایک ہی پرچہ میں اختلاف ہے۔ اوپر لفظ یہ ہیں کہ خرچ کر دوں گا اور آخر میں کہ خرچ کرنا سائل نے وقت استفتاء بیان کیا کہ یہ صرف عمرو مدعی وصیت کا بیان ہے اور وہ بھی اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ یہ کہا تھا کہ خرچ کر دینا۔ اس سے زائد لفظ اصنا[3] معتبرہ فی الایصال نہ تھا صورت واقعہ اگر یہ ہے تو وہ وصیت نہ ہوئی وہ تمام و کمال روپیہ بعد مرگ زید وارثان زید کی ملک ہوا اون میں سے جس عاقل بالغ نے عمرو کے اون تصرفات کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو فبہا اور اگر عمرو کے بیان سے دھوکہ کھا کر وصیت سمجھکر اجازت دی ہو تو وہ اجازت بھی معتبر نہیں کہ غلط گمان کی بنا پر ہے ولا عبرۃ بالظن البین خطاؤہ اور جو عاقل و بالغ نہ تھا اوس کی اجازت تو کسی طرح معتبر نہیں۔ صرف اوس پہلی صورت کے سوا یعنی جس عاقل بالغ نے نہ بربنائے وصیت بلکہ از طرف خود اجازت دی ہو اوس کے حصہ کے سوا باقی تمام ورثاء کے حصص اوس روپے سے کہ عمرو نے مساجد وغیرہ میں صرف کیا اون کا تاوان دینا عمرو پر فرض ہے اور بقیہ جو تین سو پچیس رہ گیا ہے لازم ہے کہ وارثان دے ورنہ حق العباد میں گرفتار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] اصل میں ایسا ہی ہے، ازہری غفرلہ

[2] اصل میں ایسا ہی ہے، ازہری غفرلہ

[3] کذا فی الاصل ولعل الصواب فی الایصاء، ازہری غفرلہ

مسئلہ ۹۶ مسئولہ شیخ محمد انعام الٰہی صاحب سوداگر لیمپ صدر بازار میرٹھ ۵ رصفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیماری میں اپنا جملہ زرنقد وزیور واسباب وغیرہ جو ذاتی تھا اور بوقت شادی دگیا تھا وہ اور جو شوہر زید کے یہاں سے شادی میں چڑھایا گیا تھا جس کو زید نے دین مہر میں نہیں دیا اور نہ ہبہ کیا وہ کل کا کل اپنے برادر حقیقی وغیرہ کو وصیت کرکے فوت ہوگئی اب عندالشرع شوہر اپنے مال کا جو بطریق رسم ورواج کے چڑھایا گیا تھا جس کو اوس نے ہبہ نہیں کیا تھا مالک ہے یا نہیں اور زوجہ کے مال میں سے شوہر کا کچھ حصہ ہے یا نہیں اور مسماۃ متوفیہ لاولد کی وصیت کل مال میں اپنے شوہر کے جاری ہوسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: چڑھاوے کا حکم اوس قوم کی رسم ورواج پر موقوف ہے اگر اون میں عرف یہ ہے کہ عاریۃً چڑھاتے ہیں اور زوجہ کی ملک نہیں کرتے تو وہ چڑھاوے کی مالک نہیں اور اوس میں اوس کی وصیت باطل ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحۃً "تملیک کردی ہو کہ میں نے تجھے اس کا مالک کردیا یا تجھے ہبہ کردیا اور اگر وہاں عرف یہ ہو کہ بطور تملیک ہی چڑھاتے ہیں تو زوجہ بعد قبضہ مالک ہوگئی اور اس میں اسی کا اختیار ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحۃً" نفی تملیک کرکے چڑھایا ہو کہ میں تجھے اس کا مالک نہیں کرتا ملک میری ہی رہے گی۔ لاولد زوجہ کے ترکہ میں شوہر کا نصف ہے مگر دین و وصیت کے بعد وصیت تہائی مال میں بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی مگر عورت کا باپ یا دادا اوس کے بعد رہا تو بھائی کے حق میں وصیت جائز ہے ورنہ بے اجازت ورثہ اصلاً جائز نہیں کہ وہ خود وارث ہے اور وارث کیلئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷: مرسلہ مستجاب خانصاحب از ریواڑی ضلع گوڑگانوں ۹ رصفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ زید حج کو جانے وقت حاجی علی جان والوں کے پاس سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوا لیگیا اور ان کی بہی میں یہ الفاظ لکھوا گیا کہ اگر میں یہ روپیہ ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا تو مسماۃ ثمر النساء بیگم کو جو میری حقیقی بھاوج ہے بر مکان مولوی محمد سعید کوچہ پنڈت دہلی میں روپیہ ملجائے اور زبانی بھی مولوی محمد سعید صاحب سے اور دو تین شخصوں سے کہہ گیا کہ میں نے فلاں صاحب کے یہاں سے سات سو روپے کی ہنڈوی لکھوالی ہے اور بہی میں مذکورہ بالا بیان لکھوا دیا ہے اس کے بعد وہ جب حج کو گیا تو اثنائے راہ میں زید موت ہوگیا چونکہ متوفی کنوارا ولاولد تھا اور حقیقی بھتیجا بھی نہیں چھوڑا تھا اس لئے زید کے متروکہ مال کے اوس کے چچا زاد بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کرکے قابض و مالک ہوگئے جائداد متروکہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مکان مالیتی تقریباً دو ہزار روپیہ (۲) دو ہزار روپے نقد جو بنک میں جمع تھے۔ (۳) پانچسو روپے جو ڈاکخانہ میں جمع تھے میزان کل چار ہزار پانچسو روپے مبلغ سات سو روپے جو زید کی بھاوج نے

حاجی علی جان والوں کے یہاں سے بمبی کی تحریر کے مطابق وصول کئے تھے اون کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے اب سوال صرف یہ ہے کہ آیا عندالشرع وہ عصبات مذکورہ ان سات سو روپے کے مستحق ہیں یا بمبی کی تحریر اور زبانی دو تین شہادتوں کے سبب مسماۃ مذکور ثمر النساء بیگم اوس کی مالک وحقدار ہے کیونکہ ہنڈوی کی رقم مذکورہ رقومات کی نسبت ایک تہائی سے کم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید کا وہ لکھوانا کہنا نہ مرض الموت میں تھا نہ اوس میں اپنے بعد کا ذکر ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ دے سکا معنیٔ موت میں متعین نہیں لہٰذا کسی طرح وصیت کی حد میں نہیں آسکتا فلاں کو مل جائے ہبہ و ودیعت دونوں کو محتمل اور ودیعت اقل تو وہی متعین۔ معہذا اور اگر ہبہ صریح ہوتا جب بھی قبضہ ثمر النساء بعد موت واہب ہوا تو موت قبل قبضہ سے ہبہ باطل ہوگیا۔ فی الدر المختار من موانع الرجوع والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل۔ بہرحال اس سات سو میں ثمر النساء کا کوئی حق نہیں واجب ہے کہ ورثہ کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸: مسئولہ ہادی حسین صاحب بریلی محلہ ذخیرہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بعزم حج بیت اللہ شریف اپنی حقیت ملک کو فروخت کیا اور اپنا سکونتی مکان زید (اپنے ہمشیرزادہ) کی لڑکیوں کے نام نصف نصف باضابطہ لکھدیا اور قبل روانگی اپنی حقیت کی قیمت میں سے مبلغ پچاس روپیہ اس نیت سے کہ زید مذکور کی کنواری دختر کے نکاح میں کام آئیں گے زوجہ عمرو کے پاس بطور امانت چھوڑے اور یہ کہا کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے اس کی خبر زید کو نہ کرنا اگر کسی نوع سے اس روپیہ کی خبر اس کو ہو بھی جائے تو اس کو ہرگز نہ دیا جاوے وعلاوہ ازیں چھ عدد بالیاں طلائی زید مذکور کی بڑی دختر کے پاس ہندہ نے چھوڑیں جس کا علم پورے طور پر نہیں کہ کس غرض سے چھوڑیں آیا اس کو ہبہ کر دیں یا کیا کیں کوئی کہتا ہے کہ زید کی دونوں لڑکیوں کی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہندہ اپنی موت حیات اور فاتحہ درود کے واسطے چھوڑ گئی ہے زید کی بڑی لڑکی کہتی ہے کہ مجھے دے ڈالی ہیں میں مالک ہوں غرض اس کے بعد ہندہ ہمراہ زید مذکور معہ اس کی کنواری دختر کے مکہ معظمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً چلی گئی۔ بعد حج مدینہ طیبہ جاکر ہندہ نے قضا کی اور زید معہ اپنی کنواری دختر کے واپس وطن آیا ہندہ نے اپنی وفات کے بعد دو چچیرے بھائی چھوڑے جن میں سے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا اور اس نے دو پسر اور ایک دختر منکوحہ اپنے وارث چھوڑے زید مذکور کی دختر کا عقد اس کے نانا دادی کے صرف سے ہوگیا کیونکہ عجلت کی وجہ سے زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے امانتی روپیہ کا بروقت نکاح زید کی لڑکی کے بندوبست نہ ہوسکا جو اسدم کام آتا۔ اب زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے روپیہ کی ہر طرف سے مانگ ہے زید کہتا ہے کہ ہندہ کا روپیہ مجھے دینا اس معنی کر کہ ہندہ نے اسکو طفولیت سے پالا اور پرورش کیا ہے اور زید کی لڑکی مذکورہ کہتی ہے کہ مجھے ملنا چاہئے اس لئے کہ میری شادی کے واسطے ہندہ چھوڑ گئی تھی۔ اور ہندہ

کے چچیرے بھائی متوفی کے وارث کہتے ہیں کہ ہم ہندہ متوفیہ کے متروکہ پانے کے بذریعہ اپنے پدر متوفی کے مستحق ہیں اگر ہندہ متوفیہ کا روپیہ دیا جائے تو ہمکو دیا جائے صورت مسطورہ میں ہندہ متوفیہ کا روپیہ کس کو ملنا چاہئے اور بالیان مذکورہ بالا کا کیا کرنا چاہئے۔ فقط بینوا توجروا

الجواب:۔ فقط نیت سے کچھ نہیں اور یہ الفاظ کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے یہ بھی حد وصیت میں نہیں آتے صرف اسی قصد و نیت کا اظہار کرتے ہیں۔ بالیاں کہ وہ زید کی بڑی لڑکی کے پاس چھوڑ گئی صرف اس کے کہنے سے کہ مجھے دے ڈالی ہیں اس کی نہیں ہوسکتیں جب تک گواہان شرعی ثبوت نہ ہوگا لہذا وہ پچاس روپیہ اور بالیاں سب متروکہ ہندہ ہیں حسب شرائط فرائض اس کے چچازاد بھائی موجود اور دوسرے بھائی کی اولاد و زوجہ کو ہر ایک کو بقدر اس کے حصے کے دیئے جائیں واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۹۹ مسئولہ حاجی محمد نور اللہ از محلہ قاضی ٹولہ بریلی ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ مرض الموت میں ابراء دین یا ہبہ مال یا زوجہ کو مرض الموت میں انتقال کے چند روز قبل معاف کر دینا مہر کا درست و نافذ ہے یا نہیں دیوبندی و تھانوی وغیرہم کہتے ہیں کہ اس کا بھی نفاذ ثلث سے ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ مرض موت میں ابراء یا ہبہ مال کا ہو یا دین کا وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے اور شوہر وارث ہے ابراؤہ (ای المریض) من یونہ وھو مدیون غیر جائز ان کان اجنبیا وان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا۔ ہاں اگر شوہر وقت موت زن وارث نہ رہے مثلاً عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرگئی تو اب یہ ابراء و ہبہ ثلث سے نافذ ہوگا کہ وارث ہونے نہ ہونے میں وقت موت مورث کا اعتبار ہے۔ درمختار کتاب الوصایا میں ہے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:۔ از اسلام نگر ضلع بدایوں مرسلہ محمد نوشہ علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ہندہ نے اپنی جائداد فروخت کرکے زر ثمن اپنی بھانجی کے پاس بطور امانت رکھا اور بارہا اس سے و وصیت اپنے دیگر رشتہ داروں سے یہ وصیت کی کہ میری خورد و نوش اور مصارف تجہیز و تکفین کے بعد جس قدر روپیہ باقی رہے اس کو حسب منشاء تجویز علمائے دین کسی خیراتی مصرف میں لگا دیا جائے اگر میری وصیت پر عمل نہیں کیا گیا تو حشر میں اوس کے خلاف کرنے والوں کے دامن گیر ہونگی ہندہ مذکورہ کا یہی روپیہ ذریعہ اوقات بسری تھا چنانچہ اسی وجہ سے وہ کسی خیراتی کام میں نہ لگا سکی ہندہ کی حالت حیات میں اس کے کچھ رشتہ دار اور ورثاء میں سے کسی سے اوسکو کچھ امداد نہ ملی اب ہندہ فوت ہوئی اس کے ورثاء میں سے دو بھائی اور ایک بیوہ بہن اور ایک بیوہ بھاوج موجود

ہیں بھائی دونوں مرفع حال ہیں بہن بیوہ کی خبر گیری اوس کا داماد کرتا ہے بیوہ بھاوج کا ایک سوتیلا لڑکا ہے جو بہت کم مدد کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بحالت مذکورہ بالا وصیت پر کہاں تک عمل ہوگا یا کل ترکہ یا جز و ترکہ خیرات کردیا جائے گا اور اس کا صرف کرنے کا مجاز کون ہوگا آیا امین ہیں یا ورثاء اور صحیح مصرف اوس کا کیا ہے اگر ورثاء میں سے کسی کو حق پہنچا تو اون کے حصص شرعی کیا ہوں گے

الجواب:- اوس کے مال میں سے اگر اوس پر کچھ قرض ہو ادا کر کے باقی کی تہائی میں یہ وصیت نافذ ہوگی باقی دو تہائی بہن بھائی کا حق ہے۔ دو حصے بھائیوں کے اور ایک بہن کا۔ اور دو ثلث وہاں کے علماء اہل سنت کی صوابدید سے کسی مصرف خیر میں صرف کیا جائے اور یہ صرف اوس کے ہاتھ سے ہوگا جنکو یہ وصیت کی تھی کہ ایسا کرنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از درگاہ مخدوم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز ڈاکخانہ سندیلہ ضلع ہردوئی مرسلہ سید فراست حسین صاحب یکم جمادی الاولی ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فخر النساء نے وفات اور ورثہ ذیل چھوڑے

مسماۃ فخر النساء ناکتخدا مرد

اخت حقیقیہ	ابن عم الاب	عم الاب	جدہ یعنی نانی	خالہ	خال
قمر النساء	سید فراست حسین	سید محمد ذکی	والدۂ سید واجد علی	صدیقۃ النساء	سید واجد علی

لہذا صورت مسئولہ میں کون شخص وارث حقدار ہے اور اوس کا حصہ کتنا ہے اور کون محجوب الارث ہے نیز یہ امر واضح رہے کہ مسماۃ فخر النساء کے قبضے میں وہ جائداد ہے کہ اوس کو اوس کے والد ریاست حسین نے پہلے اپنی زوجہ رؤف النساء یعنی مادر فخر النساء کو دین مہر میں دے دی اوس پھر مسماۃ رؤف النساء نے اپنے مرض موت میں بذریعہ وصیت نامہ کے سید واجد علی کو ولی بنا کر اپنے ہر دو دختر مسماۃ فخر النساء و قمر النساء کو دے دی سید واجد علی ماموں مسماۃ قمر النساء نے کچہری بندوبست میں بدرخواست و برضامندی اپنے بنام دختران فخر النساء و قمر النساء کے داخل خارج کرادیا۔

الجواب۔ اگر رؤف النساء کے یہی تین وارث تھے دو دختر اور ایک بھائی اور رؤف النساء نے دخترون کے نام وصیت کی تو وہ کل جائداد اس بناء پر کہ برادر نے اس وصیت کو جائز و نافذ کیا دونوں دختروں کی ملک

؎ اصل میں ایسا ہی ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ پائی چھوٹ گیا ہے۔ ازہری غفرلہ

ہوگئی سید واجد علی کا اوس میں کچھ حق نہ رہا حدیث میں ہے الا لا وصیۃ الوارث الا ان یجیزھا الورثۃ اب کہ فخر النسائنے انتقال کیا نصف یہ جائداد کہ اوس کا ہے اور اوسکے اور جو متروکہ فخر النسا ہو حسب شرائط فرائض چھ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم نانی اور تین سہم قمر النساء اور سید محمد ذکی کو ملیں گے سید فراست حسین بوجہ بُعد درجہ اور سید واجد علی وصدیقۃ النساء بوجہ ذوی الارحام ہونے کے محروم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲ از رائے پور گول بازار سی پی مرسلہ محمد اسمٰعیل بیگ ۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے زید کے ایک لڑکا بکر تھا۔ بکر کی دو بی بیاں شکورن و غفورن تھیں شکورن سے دو لڑکے اور غفورن سے ایک لڑکا بکر کے تھا بکر اپنے والد زید کی زندگی ہی میں انتقال کرگیا لڑکے تینوں نابالغ تھے اسی عرصہ میں زید انتقال بھی ہوگیا شکورن نے اپنے دونوں لڑکوں کا حصہ جو بکر کے والد زید کے ترکہ سے اونھیں پہنچتا تھا چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے اس لئے بہ حیثیت ولی جائز۔ غفورن اپنی ملکوں کو فروخت کردیا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع جائز ہے یا کیا اور شکورن اپنے دونوں نابالغ لڑکوں کی طرف سے از روئے شرع شریف ولی قرار پاسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب ماں کو اصلاً اختیار نہیں ہے کہ وہ نابالغوں کا حصہ بیع کرے نہ مال کی ولایت ماں کو ہوتی ہے ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم قاض کما فی الدر المختار وغیرہ

مسئلہ ۱۰۳ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب بنگالی ۱۹ رصفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کی مہر قبل شادی کے زوج یا والی زوج سے ادا کرے اور اوس مہر کو لڑکی کی شادی میں صرف کرے خواہ اپنے پاس سے صرف کرسکتا ہے یا نہیں اس خیال سے کہ جب لڑکی بالغ ہوگی تو لڑکی سے معاف لیونگا یا ادا کردوں گا تو جائز ہوگا یا نہیں اور اگر لڑکی بالغ ہو اور لڑکی کے اذن سے صرف کرے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب بالغہ کی اجازت سے صرف کرسکتا ہے اور نابالغ کی شادی میں بقدر معروف خرچ کرسکتا ہے اور اپنے صرف میں بطور قرض اوٹھالینے کے جواز میں اختلاف ہے احتیاط بچنا ہے اگر صرف کرلے گا عوض دے گا یا لڑکی بالغہ ہو کر معاف کردے تو یہ بھی صحیح ہے۔ اذب الاوصیاء میں ہے فی العمدۃ لو استقرض الوصی من مال الصبی یضمن وعند محمد لا یضمن کالاب وفی قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیرۃ قرضا جاز وفی الخلاصۃ انہ ذکر فی رھن الاصل ان الاب یضمن کالوصی وفی الخانیۃ لیس للوصی قضاء دینہ بمال الیتیم وللاب ان یقضی بہ وذکر شمس الائمۃ السرخسی عدم الجواز للاب ایضاء

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴ از بہوڑ ڈاکخانہ سٹیشن گڈھی ضلع بریلی مسئولہ عنایت اللہ صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ لاولد نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کیا اور کہا کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگادو اور اس کا منافع نصف مجھ کو دینا اور نصف تم اپنے حق محنت میں لینا اور بعد میرے مرنے کے اس روپیہ میں سے میری تجہیز و تکفین کر باقی جو بچے اور خیر خیرات فاتحہ وغیرہ میں صرف کر دینا۔ اس کے دو برس بعد اب مسماۃ ہندہ کا انتقال ہوا چونکہ ورثہ میں اولاد تو ہے نہیں شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا صرف ایک بھائی حقیقی متوفی کا اور دو بہنوں کی اولاد بھانجی بھانجے ہیں اب گذارش یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ جو بعد گور و کفن باقی بچا ہے وہ بموجب کہنے مسماۃ متوفی کے صرف کیا جائے یا وہ روپیہ اور گھر کا مال اسباب ورثا موجودہ بھائی بھانجوں پر تقسیم کر دیا جائے اور تقسیم کیا جاوے تو ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا۔

الجواب کفن دفن بقدر سنت کے بعد جو بچا اوس کا تہائی خیرات کیا جائے اور زیادہ کی اجازت بھائی سے لی جائے اگر نہ دے یا اجازت دینے کے قابل نہ ہو مثلاً نابالغ ہو تو دو تہائی بھائی کو دیا جائے بھانجی بھانجوں کا کچھ حق نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ از آگرہ محلہ فرولپاڑہ مکان ۱۹۵؍ ۱۵ جمادی الآخر ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں منجملہ اپنے زر نقد و اثاث البیت کے کچھ زر نقد اپنے حقیقی بھائی خالد کے نام جمع کیا جس محکمہ میں وہ ملازم تھا اور جیسا کہ اوس محکمہ کا قاعدہ تھا کہ تمہارے فوت ہونے کے بعد یہ روپیہ کس کو دیا جائے ہر سال اوس محکمہ کے قواعد کے مطابق ہمیشہ تصدیق کرتا رہا جس کے نام یہ روپیہ میں نے جمع کر دیا ہے اوسی کو یہ روپیہ ملے تخمیناً دس سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید نے ایک زوجہ سعیدہ اور دو نابالغ لڑکے رشید و عزیز چھوڑے نیز چار بھائی حقیقی مع خالد چھوڑے رشید چند روز بعد مرگیا جو اثاث البیت اور زر نقد بقدر ۔۔۔ کے و زیور وغیرہ پر زوجہ تنہا قابض ہوگئی وہ روپیہ جو زید نے خالد کے نام جمع کیا تھا اوس کا مالک وہ حقیقی بھائی خالد ہے یا زوجہ یا لڑکا۔

الجواب زید کے کل متروکہ سے اول دین مہر اور دیگر دیون اگر اوس کے ذمہ ہوں ادا کئے جائیں اگر کچھ باقی نہ رہے تو نہ خالد کچھ پائے گا نہ کوئی وارث اور اگر بعد ادائے مہر و دیون کچھ باقی بچے تو اوس کی تہائی میں یہ وصیت جو اوس نے خالد کے نام کی ہے بلا رضائے دیگر ورثہ نافذ ہوگی اور اسی طرح اور وصیت اگر اوس نے کسی کے نام کی وہ بھی اسی ثلث میں شریک ہوگا بعد ادائے دیون جو باقی بچے اوس کے ثلث سے یہ روپیہ جو نام خالد اوس نے جمع کیا ہے زائد نہیں تو تمام و کمال زر جمع شدہ خالد کو دیا جائیگا جبکہ اور وصیت اوس کے معارض نہ ہو ورنہ حصہ رسد بانٹ دیں گے اور اگر یہ روپیہ اوس کو کافی نہیں تو ادائے مہر و دیون کے بعد جتنی تہائی ہو اوتنی میں وصیتیں نافذ ہوں گی زیادہ پر ورثہ راضی نہ ہوں تو وہ نہ دلائی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بمبئی پوسٹ ۱۶۰ ماہم مرسلہ عبدالمجید صاحب دہلوی ۱۶ جمادی الآخرہ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کے کرایہ کی آمدنی میں یہ وصیت کی کہ کچھ رقم معین مکہ شریف و مدینہ شریف و بغداد شریف کے سادات کو دی جائے اور باقی رقم میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور کچھ رقم معین دو مسجدوں میں دی جائے مگر بعد فوت زید کے اوس جائداد کے متولیان یہ کرتے ہیں کہ بجائے سادات کے امیروں کی سفارش سے اوس رقم کو واسطے شادی کر دینے اون لڑکیوں کے جن کے والدین غریب ہیں دیتے ہیں اور دیگر رقم معین کو دو مسجدوں میں دیتے ہیں اور باقی رقم معین میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر تھوڑا مساکین میں اور تھوڑا ذی ثروت لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ زید کی وصیت کے بموجب کیا جائے وہ درست ہے یا جو متولیان کرتے ہیں وہ درست ہے جو کار خیر ہو وہ جاری ہو موافق حکم شریعت جواب عنایت ہو

الجواب جو رقم اوس نے دونوں مسجدوں کے لئے معین کی ہے وہ انھیں کو دی جائے گی جو رقم اوس نے مساکین کے کھانے کے لئے معین کی ہے اوس میں سے اہل ثروت کو دینا درست نہیں اور جو رقم سادات حرمین طیبین و بغداد مقدس کے لئے معین کی ہے اگر انھیں بلاد طیبہ کے سادات مساکین کو بھیجی جائے تو بہتر ہے ورنہ یہاں کے مساکین پر بھی صرف ہو سکتی ہے قید بلاد کا اتباع ضروری نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از قصبہ ادرن ضلع قلابہ علاقہ کولین احاطہ بمبئی مرسلہ ابراہیم صاحب موتی ۱۲ رمضان ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں تین ہزار چھ سو تیس ۳۶۳۰ روپے کی وصیت حسب ذیل طریقہ پر کی۔ اول اپنی زوجہ کی فاتحہ خوانی پر سالانہ تین سو روپے خرچ کرنا۔ دوم۔ خود کی فاتحہ پر سالانہ تین سو روپیہ۔ سوم۔ قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو ایک سو تیس روپے سالانہ دیا جانا۔ چہارم۔ ماہ محرم میں مولود شریف پڑھوانا۔ اور بارہویں محرم کو کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ پانچسو روپے۔ پنجم۔ گیارہویں شریف کے مہینے میں مولود شریف پڑھوانا اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ پانچسو روپے۔ ششم۔ رمضان میں روٹی پاؤ وغیرہ مسجد میں بھیجنے پر خرچ کرنا سالانہ ایک سو پچیس روپے۔ (۷) حاجیوں کو برائے بیت اللہ شریف دینا فی حاجی سہ پانچ حاجیوں کو جس پر سالانہ خرچ ایک سو پچاس (۸) سالانہ مکہ مکرمہ بھیجنا (۹) روپے سالانہ مدینہ طیبہ (۱۰) بغداد مقدس کو سالانہ (۱۱) حضرت پیر بابا ملنگ صاحب کی درگاہ پر جو پہاڑ پر ہے پچاس روپیہ سالانہ (۱۲) مہایم شریف سالانہ (۱۳) میلاد شریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیاز اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ ایک ہزار روپیہ۔

اوپر لکھی ہوئی رقمیں جس جس مہینے میں خرچ کرنے کی ہیں۔ یہ اوس میں خرچ ہو سکتی ہیں یا بعد بھی جائز ہیں یا ناجائز اور جو رقم میلاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھانے کی ہے اگر اس میں سے کچھ رقم بچالی جائے اور کسی

اپنے کاموں میں صرف کی جائے مثلاً مساکین ویتیم وبیوہ اور علمائے دین وغیرہا کو تو جائز ہے یا نہیں اور دوسری جو چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں مثلاً قرآن عظیم پڑھنے کی دالوں کی اس میں اگر بڑی رقموں سے لیکر خرچ کر دیں تو جائز ہے یا کیا وصیت کرنے والے نے جس وقت وصیت کی اس وقت حالت اور تھی اور موجودہ حالت اور ہے۔ یعنی اس وقت قحط سالی اور ہر ایک شے گراں اگر موجودہ حالت کو مدنظر رکھ کر غرباء وغیرہا کو بجائے کھانا کھلانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو جائز ہے یا کیا؟

الجواب (۳۶۳۰) صورت مستفسرہ میں اصل حکم یہ ہے کہ سالانہ تین ہزار چھ سو تیس روپے امور خیر وسبیل اللہ میں صرف ہو جانا لازم ہے وہ خاص صورتیں کہ زید نے مقرر کیں اون کی تعیین لازم نہیں اون مہینوں میں ہو یا اون کے غیر میں کھانا کھلانا ہو یا مساکین کو نقد دینا۔ کچھ رقم بچا کر ہو یا کل۔ انھیں مقامات کو بھیجیں یا یہاں۔ ہم نے جد الممتار تعلیقات رد المحتار کتاب الصوم میں اس بیان کو مبسوط لکھا دیں سے چند حوالوں کا التقاط کافی ہے

فی وصایا الھندیۃ اوصی ان یباع ھذا العبد ویتصدق بثمنہ علی المساکین جاز لھم ان یتصدقوا بنفس العبد ولو قال اشتر عشرۃ الثواب وتصدق بھا فاشتری الوصی لہ ان یبیعھا ویتصدق بثمنھا وعن محمد الوامی یصدق فتۃ الف درھم بعینھا فتصدق الوصی دکانھا من مال المیت جاز اوصی ان یتصدق بشیئ من مالہ علی فقراء الحاج یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء عن ابی یوسف اوصی ان یتصدق علی فقراء مکۃ یجوز غیرھم وعلیہ الفتوی وفی النوازل اوصی ان یتصدق فی عشرۃ ایام فتصدق فی یوم جاز خلاصہ وستأتی اکثرھذ المسائل متنا وشرحا وحاشیۃ فی الایمان والوصایا **مگر** حق یہ ہے کہ نظر بحال زمانہ تعیین و تحدید نہ ہونے کی حالت میں دستبرد بعض متولیان سے بچاد شوار ہے اور جواز مخالفت جواز موافقت کا نافی نہیں اور اون نیاز مندیوں کا اظہار جو موصی نے اون وصایا میں ذکر شریف ومزارات طیبہ سے مرعی رکھا اوس کا مرعی رہنا ہی انسب میلاد مقدس کے عوض اور کسی کار خیر میں صرف کر دیں تو مسلمانوں کو ذکر شریف کا نفع کب پہنچا اوس کے بعد زوجہ کے قبور پر تلاوت قرآن عظیم سے جو نزول رحمت اور اون امتیوں کے لئے انس وطمانیت ہو وہ بغیر اس کے کیونکر ہوگا تو مناسب یہی ہے کہ جن طرق کی اوس نے وصیت کی وہی جاری رہیں ہاں ان سے اہم مصرف کی ضرورت ہو تو بنگرانی ارباب دین ودیانت اون میں سے بچا کر اوس میں سے صرف کریں اور انھیں بھی بقدر میسر جاری رکھیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از علی گڈھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

زید کا بیان ہے کہ میری بیوی ہندہ نے مرض الموت میں چار روز قبل مہر معاف کر دیا ہے اور گواہ میں چار شخص یعنی ایک اپنی حقیقی ماں اور ایک حقیقی بہن اور ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت پیش کرتا ہوں مہر معاف ہوا

یا نہیں اور گواہی ایسے معاملہ میں کیسے لوگوں کی معتبر ہے ؟

الجواب گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتمد لوگوں کی معتبر ہے ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ مرض موت میں ہبہ حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت باقی ورثہ باطل ہے الا لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ تو اگر شہادت کافیہ سے ثابت ہو جائے جب بھی بے اجازت دیگر ورثہ جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم :- زید باحلف بیان کرتا ہے کہ میری بیوی نے مہر معاف کر دیا ہے۔ عند الشرع اس کا قول صحیح ہے یا نہیں

الجواب :- اصلا معتبر نہیں البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸ نعمت علی خاں بوڑرھا از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور ۹ محرم الحرام ۳۹ھ

سوال :- اگر باپ نے بیٹے سے وصیت کی کہ اتنا روپیہ یا اتنی زمین یا کوئی سامان فلاں کو دینا بیٹے نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وصیت ادا کیا، تو بیٹا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا یا نہیں۔ اگر بیٹے نے موصی لہ سے کچھ دیکر بقیہ معاف کرا لیا تو یہ جائز ہے یا نہیں

الجواب اگر وہ وصیت بعد ادائے دین مال متروکہ کی تہائی سے زائد نہ تھی تو کل کا ادا کرنا اوس پر لازم ہے اور زائد ہے تو تہائی تک کا ادا کرنا ضروری ہے اس سے اگر کچھ کمی کرے گا ماخوذ ہوگا اور معافی دین کی ہوتی ہے

مسئلہ ۱۰۹ از شہر محلہ شاہ آباد مسئولہ میت خاں یکم صفر المظفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ لاولد عرصہ دراز سے بعارضہ چند در چند بوجہ تپ کہنہ کے مبتلا رہ کر فوت ہوئی اوس نے اپنے وارث ایک شوہر اور ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی اور ایک برادر زادہ اور ایک بھتیجی جن کا باپ بموجودگی متوفیہ کے فوت ہو گیا ہے وارث چھوڑے شوہر نے متروکہ متوفیہ طلب کیا تو متوفیہ کی بہن اور بھائی کہتے ہیں کہ متوفیہ کی وصیت ہے کہ تم مال واسباب از قسم زیور و زر نقد یعنی جملہ اشیاء البیت کو خود تقسیم کر لینا شوہر کو نہ دینا یہ ظاہر کرنا مشار الیہم کا شوہر متوفیہ کو شوہر سے محروم کرتا ہے اگر نہیں کرتا ہے تو کس قدر شوہر اپنا حصہ بموجب شرع شریف کے پانیکا مستحق ہے اور زیور اثاث البیت متروکہ متوفیہ کا ہے وہ فراہم کردہ شوہر کا ہے اور جو متروکہ متوفیہ کے والد سے پہنچا تھا وہ متوفیہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ بیع کر دیا اور یہ وصیت کر دی کہ اس روپیہ سے میری تجہیز تکفین کرنا

برادر حقیقی۔ ہمشیر حقیقی۔ بھتیجا جسکا باپ بموجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔ بھتیجی جنکا باپ بموجودگی متوفیہ فوت ہو گیا

الجواب سائل نے بیان کیا ہے کہ متوفیہ نے اپنی موت سے چار مہینے پیشتر بھائی کے ہاتھ بیع کی وہ اوس وقت بھی بعارضہ دق مبتلا تھی اور حالت خطرناک تھی اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہ بیع معتبر نہیں۔ لان البیع من وارث فی مرض الموت لا یصح عند الامام وان کان بمثل القیمۃ زیور و اثاث البیت جو شوہر نے بنا دیا تھا اگر

عورت کو مالک نہ کر دیا تھا تو اوس کا مالک شوہر ہی ہے اسمیں وراثت جاری نہ ہوگی اور اگر مالک کر کے قبضہ دے دیا تھا عورت کا ہے جس طرح وہ جہیز کہ باپ کے گھر سے لائی ان اشیاء کی نسبت بہن اور بھائی کے لئے عورت کی جو وصیت بتائی جاتی ہے بے اجازت شوہر باطل ہے لحدیثہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لاوصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ ان احکام کے لحاظ سے جو ترکہ متوفاۃ کا ٹھہرے مع مہر اگر ذمہ شوہر ہو حسب شرائط فرائض چھ حصے ہو کر تین حصے شوہر اور دو سہم برادر اور ایک بہن کو ملیگا بھتیجے بھتیجی کا کچھ حق نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰ از بریلی صدر بازار مسئولہ عبدالغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر اپنے پیشہ سے توبہ کی اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئی اور مرنے تک اوس پر قایم رہی اور نیک چلنی کی زندگی بسر کی بیماری کی حالت میں اوس نے یہ وصیت کی کہ اگر میں اسی بیماری میں جانبر نہ ہوں تو میری کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ اور کل زر نقد میرے مرشد کا حق ہے دوسرا کوئی وارث اوس کا نہیں وہ جس طور پر چاہیں صرف کریں اب مسماۃ کا انتقال ہوگیا اوس کی جائداد مکان زر نقد از روئے شرع اسلام کسکو پہنچتا ہے بینوا توجروا

الجواب سائل سے معلوم ہوا کہ اوس کا کوئی وارث نہیں صرف اوس کی ایک ماں سنی جاتی ہے کہ کافرہ ہے اس صورت میں جو مال شرعاً اوس کا متروکہ ہو وہ تمام وکمال اس کا ہے جس کے لئے اوس نے وصیت کی یہ مال وہ ہوگا جو اوس نے وجہ حلال سے حاصل کیا یا اگرچہ زر حرام سے خریدا مگر اوس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ زر حرام دکھا کر کہا ہو اس کے بدلے دیدیا اور پھر ثمن میں وہی دیا اور جو مال عین حرام اوس کے پاس ہے کہ خود زنا یا غنا کی اجرت میں اوسے ملا وہ اس کی ملک نہیں اوس میں وصیت جاری نہ ہوگی وہ فقرا پر تقسیم کیا جائے اور جس کی خریداری میں عقد و نقد زر حرام پر جمع ہوگئے ہوں وہ بھی خبیث ہے لینا نہ چاہیئے فقراء کو دیں واللہ تعالٰی اعلم

بقیۂ کتاب الوصایا

مسئلہ ۱۱۱ از سگرام پورہ سورت مسئولہ نور محمد غلام رسول ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

نور محمد مذکور نے اپنی حیات میں مکان رہن رکھ کر کئی مدت بعد مرحوم لڑکے مذکور اور حاملہ عورت کو چھوڑ کر گذر گیا بعدہ لڑکی پیدا ہوئی مذکور عورت نے اس مکان کو اپنے خاوند کے اجناس میں اسباب کو بیچکر مکان چھڑایا بعد مذکور عورت نے اوس مکان کو بیچ ڈالا لڑکے اور لڑکی کی پرورش اوس کے ماموں نے کی بعد میں عورت بھی

اور لڑکا بھی گذر گیا فقط صغیر لڑکی مذکور مریم فی حال عاقلہ بالغہ ہوئی ہے اور اپنے والد کی میراث طلب کرتی ہے سوال اتنا ہے کہ ماں کو بچوں کی پرورش کا حق تھا نہ کہ صغیر کا ورثہ بیچ ڈالنے کا یہ خلاصہ کی شرع موجب ضرورت ہے

الجواب اگر عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اوس نے وہ مکان اپنے مہر میں لے لیا کہ اور کوئی سبیل اوس کے ادا کی نہ تھی تو وہ بیع جائز ہے ورنہ ورثہ کا دعوی اوس پر پہنچتا ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از علی گڈھ مسئولہ جناب سید آل احمد خلف سید صفدر علی صاحب پیشکار چونگی ۴ ہر جمادی الاولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مجمع میں یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا شرعی ولی نہیں ہے اور پھر اوس عورت کو اس طرح نکاح کر دینے کی خبر پہنچی اوس عورت نے اوس کو قبول و منظور کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہیں کی گئی کہ کسقدر مہر واجب ہوگا بینوا توجروا

الجواب اگر اوس مرد حاضر نے اوسی وقت قبول کر لیا تھا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا بشرطیکہ یہ مرد حاضر اوس عورت کا کفو ہو یعنی نسب مذہب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اوس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار ہو یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو ان صورتوں میں جبکہ عورت نے خبر پا کر اوس نکاح کو قبول کر لیا نافذ و تام ہو گیا درمختار میں ہے الفضولی کل تصرف صدر منه لتزویج او طلاق و له مجیز حال وقوعه العقد موقوفا ردالمحتار میں ہے ای علی اجازة من یملك ذلك العقد ہاں اگر جس سے نکاح ہوا کفو بمعنی مذکور نہ تھا اور عورت کا کوئی ولی زندہ تھا اور اوس نے پیش از نکاح شخص مذکور کو غیر کفو جان کر صراحتہً اس نکاح کی اجازت نہ دی تھی تو یہ نکاح سرے سے باطل ہوا عورت کی اجازت سے جائز نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسئولہ محمد عبد الحمید صاحب قادری رضوی ۲۴ جمادی الاولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی قمر الدین عرصہ ۴۰ یوم سے فوت ہو گیا ہے اب ذیل ورثاء موجود ہیں اوس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے بینوا توجروا مذہب حنفیہ

قمر الدین

زوجہ اخ اخ اخت اخ الاب

(۱) زوجہ میت کی اوس کی تمام پسماندہ جائداد پر قبضہ کر بیٹھی ہے (۲) میت نے کسی قسم کی کوئی جائداد کے متعلق وصیت نہیں کی ہے (۳) اخ ۲ مرحوم بھائی کے مکان میں ہی رہائش پذیر اور اور اس کے تمام کاروبار میں اوس کا معاون و مددگار رہا ہے حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا

لہذا بزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دار الافتائے اہلسنت وجماعت میں بھیجا جاتا ہے صورت متنازعہ محظور ہے لہذا جواب باصواب سے جلدی ممنون فرمایا جائے

الجواب زوجہ کا مہر جتنا واجب الادا ہے اگر کل متروکہ شوہر کے برابر یا اوس سے زائد ہے تو اوس کا کل متروکہ پر قبضہ کرنا ایک دعویٰ صحیح کی بنا پر ہے جب دین جائداد مستغرق ہو تو جب تک ادا نہ کر لے اوس میں وراثت جاری نہیں ہوتی قال تعالیٰ من بعد وصیۃ توصون بہا او دین ہاں وارثوں کو یہ حق ہے کہ اگر جائداد دینے پر راضی نہ ہوں مہر اپنے پاس سے احساناً ادا کر دیں اوسوقت عورت لازم ہوگا کہ جائداد چھوڑ دے اور صرف اپنا حصہ شرعی لے اور اگر اوس کے لئے کوئی مہر واجب الادا نہ رہا یا جتنا ہے وہ قدر متروکہ سے کم ہے تو کل جائداد پر اوس کا قبضہ کرنا ظلم ہے کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں جامع الفصولین و اشباہ و نظائر وغیرہما میں ہے لو استغرقہا دین لایملکہا بارث الا اذا ابرء المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء ولو اداہ من مال نفسہ مطلقا بلا شرط تبرع او رجوع یجب لہ دین علی المیت فتصیر مشغولۃ بدین فلا یملکہا نیز اشباہ میں ہے للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا خلاصہ میں ہے المرأۃ تاخذ مہرہا من الترکۃ من غیر رضی الورثۃ ان کانت الترکۃ دراہم او دنانیر وان کانت الترکۃ شیئا یحتاج الی البیع تبیع ما کان یصلح و تستوفی صداقہا کانت وصیۃ من جہۃ زوجہا او لم تکن ردالمحتار میں ہے قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن العلامۃ المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح القدوری للاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لمطاوعتہم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان بہرحال جس صورت میں یہ ترکہ ورثہ کو پہنچے حسب شرائط فرائض ۸ سہام کیے جائیں دو زوجہ کو اور دو دو ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو اور اخ للاب یا اخ لاب یعنی چچا ہو یا سوتیلا بھائی وہ کچھ نہ پائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الرھن

مسئلہ (۱۱۴) ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شے مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اُس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کسی طرح جائز نہیں حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے اخرجہ الحارث عن سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں الغالب من احوال الناس انھم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع انتہی اقول ولا شک ان ھذا العینہ حال اھل الزمان یعرفہ منھم کل من اختبر ومعلوم ان احکام الفقہ انما تبنی علی الکثیر الشائع ولا تذکر حال شذت وندرت فیہ الجواز کما نص علیہ المحقق حیث اطلق فی فتح القدیر وغیرہ من العلماء الکرام فالحکم فی زماننا ھو اطلاق المنع لا یرتاب فیہ من لہ المام بالعلم والکلام ھھنا وان کان طویلا فجملۃ القول ماذکرنا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۱۵) ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مثلاً سو روپیہ کو زید نے عمرو کے پاس رہن رکھا عمرو نے اس خیال سے کہ مجھ کو مکان مرہونہ میں سکونت ناجائز ہے بکر ہندو کے ہاتھ بعوض اُسی قدر پر زر رہن کے رہن کر دیا اور اپنا اُتنا ہی روپیہ بلاکسی نفع کے بکر سے لے لیا، اب اُس مکان میں عمرو کو بکر سے کرایہ پر لے کر سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور معاملہ مذکورہ شرعاً درست ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: شرعِ مطہر نے عقدِ رہن صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے روپیہ کا اطمینان ہوجائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اُس کی مالیت سے ایک حق مُرتہن کا متعلق ہوجاتا ہے اور عین شے میں سوا حفظ و حبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہون کے رہن یا اجارہ کا اُسے اختیار نہیں، کہ وہ شے اس کی مملوک نہیں صرف اس کے پاس محبوس ہے فی الدر المختار له حبس رهنه لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدامه ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة الخ و فی رد المحتار عن التتارخانية عن شرح الطحاوی ليس للمرتهن ان يرهن الرهن یہاں تک کہ اگر بے اذن راہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گناہ گار ہوگا اور غاصب ٹھہرے گا كما نص عليه فی غايته ولذا لوهلك هلك بالقيمة بالغة ما بلغت لا بالدين فی الدر المختار ضمن بايداعه واعارته واجارته واستخدامه وتعديه كل قيمته اھ و فی الهندية عين الرهن امانة فی يد المرتهن بمنزلة الوديعة ففی كل موضع لوفعل المودع بالوديعة يغرم فكذالك المرتهن اذا فعل ذالك بالرهن اھ ملتقطا اور اگر باذن راہن واقع ہوں تو یہ تصرفات اگرچہ جائز و نافذ ہوں گے مگر وہ رہن زائل ہوجائیگا اور مرتہن مذکور مرتہن نہ رہے گا فی الدر المختار الاجارة والرهن من اجنبی اذا باشرها احدهما باذن الأخر يخرج من الرهن ثم لا يعود الا بعقد مبتدأ لانها عقود لازمة بخلاف العارية اھ ملخصا بہرحال یہ حیلہ عمرو کو کچھ مفید نہیں کہ اگر زید کا اذن نہ تھا تو یہ عقودِ مال غیر میں تصرفِ بیجا و گناہ ہیں نہ اُس مکان میں رہنا جائز اور اگر باذن زید واقع ہوئے یا بعد وقوع اُس نے جائز کردئے تو اجارہ صحیح اور مکان میں سکونت حلال بعد اجازت اور جو کرایہ ہو اُس کا مالک زید مگر مکان رہن سے نکل گیا فی شرح الطحاوی ثم التتارخانية ثم الشامیه ان رهن باذن الراهن صح الثانی وبطل الاول اھ و فی الهندية ان اجر المرتهن من اجنبی بامر الراهن يخرج من الرهن وتكون الاجرة للراهن الخ شقوق اس مسئلہ میں بکثرت ہیں لان رهن المرتهن اما ان يكون باذن الراهن اولا و على الثانی اما ان يجيز او يرد او لا ولا فهذه اربعة وعلى كل منهما مثلها فی الاجارة فتكون ستة عشر و ان جعل الاولان من التشقيقين واحدا لاتحاد الحكم فان الاجازة اللاحقة كالوكالة السابقة كما فی الخيرية فتبقى تسعة لیکن حاصل حکم اُسی قدر ہے کہ یا تو رہن معدوم یا یہ اجارہ بیجا اور سکونت ناجائز —

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۱۶) ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتہن سے مکانِ مرہون کرایہ پر لینا مالک مرہون یا غیر مالک کو مباح ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: مرتہن سے راہن کا شئ مرہون کو کرایہ پر لینا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ مالک کا اپنی ملک کو دوسرے سے کرایہ پر لینا محض بے معنیٰ ہے فی الهندیة اجرها من الراهن لا تصح الاجارة اور اجنبی کو بھی مرتہن سے اجارہ لینا مباح نہیں کہ وہ غیر مالک ہے اور کرایہ پر دینے کا اصلاً اختیار نہیں رکھتا تو جس طرح مرتہن اس فعل سے گناہ گار ہوگا کہ اس نے ملک غیر میں تصرف بیجا کیا اس لئے کرایہ لینا اُسے حلال نہ ہوگا بلکہ شرع حکم دے گی کہ خیرات کردے یا راہن کو دے دے اور یہی اولٰی ہے کما حققناہ فی تحریر مستقل۔ اسی طرح یہ مستاجر بھی جبکہ جانتا ہو کہ مکان اس کی ملک نہیں بلکہ اس کے پاس بطورِ رہن ہے اُس سے کرایہ پر لے کر مبتلائے گناہ ہوگا کہ یہ غیر کے مکان میں بے اُس کے اجازت کے رہا اور مرتہن کو گناہ پر معاون ہوا قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ومن القواعد المقررة ان ما حرم اخذه حرم اعطاءه ہاں اگر یہ اجارہ باذن راہن واقع ہو یا راہن بعد وقوع اجازت دے دے تو بے شک عقد جائز ونافذ اور رہنا حلال ومباح ہو جائے گا مگر اس تقدیر پر درحقیقت راہن سے اجارہ لینا ہوا نہ مُرتہن سے ولہٰذا بعد اجازت جو کرایہ آئے گا اس کا مالک راہن ہوگا اور اس صورت میں مکان مرہون رہن سے نکل جائے گا کما فی الهندیة وغیرها واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۱۷) از جالندھر محلہ راستہ بھگواڑہ دروازہ مرسلہ میاں شمس الدین شعبان ۱۳۱۰ھ

گروی زمین ومکانات سے نفع اُٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اس قسم کے مسائل میں قول منقح ومحرر واصل محقق ومقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود وحرام ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعة فهو ربا جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے رواه الحارث فی مسنده عن امیر المومنین المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنه اور اگر اس بنا سے جدا ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع وانتفاع ہو تو وہ مدیون کی مرضی پر ہے اُس کے خالص رضا واذن سے ہو تو روا ورنہ حرام اب یہ بات کہ یہ انتفاع بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک اُس کے لئے معیار شرط وقرارداد ہے یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے تو وہ نفع بر بنائے قرض حرام ہوا اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا

پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت محض بطور احسان و مروّت حاصل ہوئی تو وہ بربنائے حسنِ سُلوک ہے نہ بربنائے قرض تومدار کار شرط پر ٹھہرا یعنی نفع مشروط سود اور نفع غیر مشروط سود نہیں بلکہ باذن مالک مُباح پھر شرط کی دو۲ صورتیں ہیں نصًا یعنی بالتصریح قرارداد انتفاع ہوجائے اور عرفًا کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر بحکم رسم ورواج قرارداد معلوم اور دادوستد خود ہی ماخوذ و مفہوم ہو ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام و سود ہے فان المعھود عرفا کالمشروط لفظا درمختار میں ہے قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس فتح القدیر میں ہے فی الفتاوی الصغری وغیرھا ان کان النفع مشروطا فی القرض فھو حرام القرض بھذا الشرط فاسد والا جاز الاتری انہ لو قضاہ احسن مما علیہ لایکرہ اذا لم یکن مشروطا وقالوا وانما یحل ذٰلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاھر فان کان یعرف ان ذٰلک یفعل کذٰلک فلا اھ ملخصًا منح الغفار میں جواہر الفتاوی سے ہے اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ فھو ربٰو والا فلاباس بہ ردالمحتار میں ہے ما فی الجواھر یصلح للتوفیق وھو وجیہ وذکروا انظیرہ فیما لو اھدی المستقرض للمقرض ان کانت بشرط کرہ والا فلا جب یہ اصل کلّی معلوم ہولی حکم مسئلہ واضح ہوگیا کہ اگر مکان وغیرہ شیئ مرہون سے مرتہن کا بذریعۂ سکونت وغیرہ نفع لینا مشروط ہوچکا ہے جیسا کہ دخلی رہن ناموں میں اس کی صاف تصریح ہوتی ہے جب تو اس کا صریح سود حرام ہونا ظاہر ورنہ غالب عرف و عادت رسم ورواجِ زمانہ صراحۃً حاکم ابنائے زمان اسی نفع کی غرض سے قرض دیتے ہیں اور لینے دینے والے سب بغیر ذکر اُسے قرار یافتہ سمجھتے ہیں اگر مرتہن جانے کہ مجھے انتفاع نہ ملے گا ہر گز عقد نہ کرے اور راہن بوجہ قرض دیا نہ ہو تو کبھی مجبورًا اجازت انتفاع نہ دے ولہذا مُرتہن اس نفع و سود کو اپنا حق واجب جانتے اور راہن کو اُس پر مجبور کرتے ہیں۔ تو یہ انتفاع اگرچہ لفظًا مشروط نہ ہو عرفًا بے شک مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے علامہ احمد طحطاوی پھر علامہ محمد شامی قدس سرہما ایسا ہی حواشی دُر میں فرماتے ہیں الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع ہاں اگر مرتہن بے لحاظ انتفاع قرض دے اور صرف بغرض وثوق وصول جو تشریع رہن سے مقصود شارع ہے رہن لے اور عاقدین وقتِ عقد صراحۃً شرط کرلیں کہ مرتہن کسی طرح نفع اُٹھانے کا مجاز نہ ہوگا وذٰلک لان ما صار معروفا لا یصیر مرفوعا بالسکوت فلا یکفی عدم الشرط بل شرط العدم کے یفوق الصریح الدلالۃ

پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتہن صرف بربنائے اجازت نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اُس وقت روک دے تو فوراً رُک جائے یعنی بعد اس شرط عدم انتفاع کے مالک نے برضائے خود مکان رہن میں رہنے کا اذن دیا یہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ اُس نے منع کیا تو فوراً باز رہے اور اصلاً چون وچرا نہ کرے تو ایسا انتفاع جب تک رضائے راہن رہے حلال ہوگا، مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرمائے آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۱۸) ۱۴ رجب ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے مبلغ دو ہزار روپیہ بلا سود قرض لئے ایک موضع اپنا بطور رہن کے عمرو کے قبضہ میں دے دیا تو فیر اس موضع کی تقریباً تین سو روپیہ ہے اس صورت میں بعوض حق المحنت تحصیل وصول زر و ادائے سامان حاکم وقت و دیگر کاروبار متعلقہ موضع مذکور کے مبلغ دس روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سو بیس روپیہ سالانہ عمرو کو دینا چاہتا ہے پس لینا اجرت مذکورہ کا عمرو کو زید سے بحالت مسطورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور زید کے کاموں کا انجام دینا اور توفیر وصول کرکے پہنچانا باخذ اجرت و حق المحنت درست ہے یا نہیں۔

الجواب: رہن و اجارہ باہم دو عقد متنافی ہیں کہ شرعاً جمع نہیں ہوتے جو اُن میں بوصف نفاذ دوسرے پر وارد ہوگا اسے باطل کردے گا کما نص علیہ العلماء الکبار فی معتمدات الاسفار تو رہن دیہات کا یہ طریقہ کہ زمین مزارعین پر کے اجارہ پر رہے اور گاؤں مرتہن کے پاس رہن ہو محض باطل و بے معنی ہے بلکہ یہ رہن اجازت مستاجران زمین پر موقوف رہے گا اگر وہ باطل کردیں گے رہن باطل ہوجائے گا اجازت دیں گے تو اُن کا اجارہ باطل ہو کر ان کی طرف سے استعفاء قرار پائے گا پھر بعد استعفا جب رہن صحیح ہو تو اب زمین اجارۂ زراعت پر نہیں اُٹھ سکتی اگر راہن بے اجازت مرتہن زمین اٹھائے گا اجازت مرتہن پر موقوف رہے گی اگر باطل کردے گا اجارۂ زمین باطل ہوجائے گا رہن قائم رہے گا اجازت دے گا تو رہن باطل اجارۂ زمین صحیح ہوجائے گا بہر حال رہن و اجارہ دونوں جمع ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا کل ذالك مصرح بہ فی الکتب الفقہیۃ پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اپنا گاؤں عمرو کے پاس رہن رکھا ظاہر ہے کہ مزارعین دہ سے استعفا نہ لیا ہوگا کما ھو المعروف المعھود فی ھذہ العھود تو شرعاً وہ رہن صحیح ہی نہ ہوا اور اگر بالفرض استعفا لے بھی لیا تو اب کہ مزارعوں کے پاس اجارہ پر ہے ضرور ہے کہ یہ اجارہ بعد رہن یا راہن نے کیا اور مرتہن نے اُسے جائز رکھا کہ تحصیل زر اجارہ پر نوکر رکھنا چاہتا ہے یا مرتہن نے کیا اور راہن نے اسے جائز کردیا کہ تحصیل پر اُسے نوکر رکھنا چاہتا ہے بہر حال گاؤں رہن سے نکل گیا اب نہ زید راہن نہ عمرو مرتہن نوکری کا اختیار ہے قرضہ عمرو ذمۂ زید جدا

رہا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم احکم۔

مسئلہ (۱۱۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس بارے میں کہ ایک مکان پختہ زید کا اور بعد فوت زید کے وہ مکان زیر قبض ودخل دونوں لڑکوں زید کے رہا ایک طفل کلاں کا نام عمرو اور طفل خورد کا نام بکر بباعثِ تنگدستی کے بکر حصّہ اپنا غیر شخص کے ہاتھ مبلغ چہار صد روپیہ کو فروخت کرتا تھا عمرو نے ظلم تعدّی کرکے مبلغ تین سو روپیہ کو خرید کرلیا اُس میں سے مبلغ ایک سو روپیہ نقد بکر کو دیئے اور بالعوض مبلغ صد روپیہ کے مکان سکونت اپنے کا عمرو نے پاس بکر کے رہن دخلی کردیا بعدہٗ وہ مکان بکرایہ سہ روپیہ ماہواری کرایہ پر بکر نے دے دیا وہ کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب بصورتِ مستفسرہ میں برتقدیر صحت بیع اگر بکر نے مکانِ مرہون باجازت عمرو کرایہ پر دیا تو رہن باطل ہوگیا اور زرکرایہ عمرو کو ملے گا بکر کا اُس میں کچھ حق نہیں اور جو عمرو کی اجازت نہ تھی تو زرکرایہ بکر کا ہے مگر اُس کے لئے وہ مال طیّب نہیں زرِ خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے مانع اجابت دُعا ہوتا ہے کما فی الحدیث بلکہ تصدق کردے یا مالک کو دے دے کما فی غمز العیون للحموی عن البزازیہ ونحوہ فی الھندیہ عن فتاوٰی قاضی خان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۲۰) از ریاست رامپور

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ ہندہ از زید نابالغ کہ دراں زمان ہشت سالہ بود قرضے گرفت ومکان خود بمیعاد دو ماہ نزد گرو داشت وہندہ بدستور دراں مکان ساکن بود پس ازاں زید آں مکان را بذریعہ مرتہنی بعمرو پسر ہندہ بحساب یازدہ روپیہ چہار آنہ ماہوار بکرایہ داد در کرایہ گرفتن لفظ عمرو ہم چنیں بودہ کہ مکان فلانی از زید بچندیں اجرت ماہانہ بکرایہ گرفتم واقرار میکنم کہ تا انفکاک رہن اجرت ماہ بماہ دہم ویک اقرار نامہ نوشت کہ میان دو ماہ میعاد مندرجہ رہن نامہ موضع بینی عوض مکان نزدِ مرتہن رہن خواہم کرد ندرو پیہ کرایہ یکساں بمرتہن دہم لیکن عمرو دران مکان یکروز ہم سکونت نورزید بمکانِ مملوک خود کہ ہمدراں محلہ واقع است ساکن ماند آں مکان فارغ بود کہ ہندہ خود دروسکونت میداشت کہ از یں بیازدہ ماہ فک رہن وتبدیلش بموضع بینی رو نمود زید تا چارو نیم سال از مطالبہ اجرت مہر سکوت برلب نہاد بعد ایں قدر مدت مدید برائے اجرت یافتن استغاثہ کرد گواہانش بوقوع رہن واجارہ شہادت دادہ بیاں می کنند کہ مدعا علیہ پس از تصدیق اجارہ نامہ وسپردنش بمدعی قبضہ بر مکان کرد بہ متعلقان خویش درو سکونت ورزید بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ براں مکان انکار ست حالا از علمائے دینِ متین ایدھم اللہ

بتوفیقہ استفسار میرود کہ درصورت مذکورہ حکم شرعی چیست در رہن واجارہ مسطورہ صحیح است یانہ و زر کرایہ کل یا بعض برذمہ عمرو واجب الادا است یاچہ وگواہی مذبور صالح استناد وشایان اعتماد است یا خیر بینوا توجروا۔

الجواب: رہن مذکورہ ہرگز صحیح نیست واگر نباشد در وجز تقرر اجل تا ایں قدر ہم افساد را بسند است فی الاشباہ الاجل فی الرھن یفسدہ ہم چنیں آں اجارہ نیز وجہ صحت ندارد کہ تقریر سوال سپید می گوید کہ مدت در پردہ جہالت ماند نفس ایجاب وقبول از ذکر اجل راسا معزول وآں لفظ کہ تا فکاک رہن کرایہ ماہ بماہ دہم وعدہ ایست جداگانہ از سنخ قبول بیگانہ واگر نہ آنچناں گیریم تا فکاک رہن خود امریست تامعین چہ دانی امروز می شود یا در دہ سال ومعلوم ہست کہ جہالت مدت در اجارہ فساد آرد فی الدرالمختار کل ما افسد البیع یفسدہ کجھالۃ مدۃ اھ ملخصا پس درصورت مستفسرہ بحساب اجر مسمی یعنی یازدہ روپیہ چار آنہ کلا یا بعضا چیزے لازم نیاید بلے اگر اینجا سخن می تواں گفت اجر مثل حدیث باید کرد یعنی آنچہ اُجرت ہمچو خانہ در ہمچو جائے در ہمچو زمانے باشد بشرطیکہ بر زر مسمی نیفزاید کما ھو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اذا فسدت لا لجھالۃ المسمی لیکن در اجارہ فاسدہ اجر مثل ہم لازم نیاید الا بدو شرطے حقیقت انتفاع مستاجر بداں چیز مستاجر کہ قوۃ تمکن انتفاع را اینجا برگ وبار نیست فی الاشباہ المتمکن من الانتفاع یوجب الاجر الا فی مسائل الاولی اذا کانت الاجارۃ فاسدۃ فلا یجب الا للانتفاع کما فی فصول العمادی دوم وقوع تسلیم از جانب مواجر بروجہ اجارہ کما فی غمز العیون والبصائر عن البزازیۃ انما یوجب الاجر فی الفاسدۃ بحقیقۃ الانتفاع اذا وجد التسلیم من جھۃ الاجارۃ وفی الھندیۃ بعد ما وجد الانتفاع حقیقۃ انما یجب الاجر اذا وجد التسلیم الی المستاجر من جھۃ المواجر پس درصورتیکہ عمرو مستاجر دراں مکان یکروز ہم سکونت نور زید نہ آں مکان فارغ بود کہ خود ہندہ مالکہ در وسکونت میداشت دگر ہیچ مپرس کہ مواجرین رہن عقد تا چند را سال تناسخ فکر دند یا فکاک رہن وتبدیل مرہون درچہ قدر مدت پدید آمد کائناما کان وانگے از اُجرت برذمہ او لازم نیست زیرا کہ چوں حقیقت انتفاع بر بہوائے عدم کشاید لزوم اجر نیز عنان معاتش درگو تمکن ہزار باشد وخود ازینجا چہ می مپرسی کہ جائے تمکن ہم ست زید را گو کہ از گریباں عمرو دست کوتاہ دار واز شہادت شہدائے زید ہم اینجا کارے نکشاید وآبے بر روئے کار نیاید کہ از بیان شان بر تقدیر استجماع شرائط قبول ہمیں قدر ثبوت می پیوند کہ مدعا علیہ براں مکان قبضہ آورد یا وابستگان خویش درو سکونت کرد از کجا کہ مدعی نیز آں مکان را از مکان

تفریغ نمودہ بدست مدعاعلیہ سپرد و خود باتو گفتہ ایم کہ مجرد سکونت بے تسلیم موا جر بروجہ اجارہ اینجا ثمرے ندارد می تواند کہ سکونت عمر بر سبیل ہماں انبساط معہود کہ درمیان اصول و فروع بودہ باشد کہ اولاد را چنانکہ دانی اگرچہ مساکیں جداگانہ باشد گاہے از سکونت نزد والدین ہم مانع نیست نہ ازیں بیان گواہان مدت انتفاع رنگ ظہور یافت و قول ایشان کہ بلکہ ہنوز قبضۂ مدعاعلیہ بران مکان آشکارست باچہ کار آید کہ قبضۂ انتفاع و تمکن انتفاع را شامل و اینجا محض تمکن از ثمر عاطل کما قدالقینا علیک سخن گفتنی ماند از اقرار نامہ کہ مدعاعلیہ بتحریرش پرداخت اگر نیک بنگری ہمانا سراسر لغو و مہمل ست و بربیانش حکمے نمی رسد اینکہ مجرد وعدہ و آں ہم بچیزے کہ شرعا وجہ صحت ندارد از چہ رو موا خذہ و مدعی را مطالبہ روا باشد بالجملہ ہرچند در اجارہ ملک غیر بے رخصت شرع مطہر اگر پیش از استیفائے منافع اجازتے از مالک رو نماید استحقاق اجرت مر عاقد موا جر را می باشد شرع فرمائش دہد کہ تصدق دہ یا بداماں مالک نہ کما فی منیۃ المفتی والخانیۃ والغمز والھندیۃ وغیرہا اما در صورت مستفسرہ بربنائے وجوہ مذکورہ گردن عمرو از بار اجرت آں فرد می بینم فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ آیں مباحث را در فتوٰی مفصلہ ہرچہ تمامتر رنگ ایضاح داد است از انجا می باید گرفت کہ دریں رہ پالغز رفتار نہایت سال و سحت و دشوار گزار یاراں سشین را کار چہ بلاد شوار افتادہ است کُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ والعلم بالحق عند واھب العلوم عالم کل سر مکتوم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد البدر و اٰلہ وصحبہ الاقمار والنجوم

مسئلہ ۱۲۱: از قصبہ پاڑ ہم ضلع مین پوری پرگنہ مصطفٰی آباد مسئولہ محمد صادق علی خاں صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے پانچ بسوہ زمینداری ایک موضع کی بقرار داد مبلغ ۱۳۹ سالانہ مالیانہ حق مالکانہ کے مسمٰی خالد سے واسطے معاش اپنے کے تا مدت گیارہ سال رہن دخلی کی اور مرتہن یعنی خالد مذکور قابض شے مرہون ہوا بعد چند سال مسماۃ زینب راہنہ فوت ہوئی تو بعد ازیں بحث مقدمہ اثبات وراثت مسماۃ مریم مدعیہ وارثہ راہنہ جس میں سوت راہنہ اور دوسرا مرتہن جائداد مرہونہ مدعاعلیہا مجیب تھے از روئے شرع محمد علیہ الصلوات والتسلیم شے مرہون جزءً یعنی ۱۶ بسوانسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ ملکیت حقیت راہنہ کی اور مدعیہ وارثہ کی ٹھہری اور جزءً شے مرہون یعنی ۴ بسوہ ۳ بسوانسہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسی شے مرہون مال غصب اور حقیت ملکیت شخص ثالث جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھا قرار پائی چنانچہ ۱۶ بسوانسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ مدعیہ وارثہ راہنہ کو ملے اور بعد ازیں فک الرہن بھی ہوگئی اور ۴ بسوہ ۳ بسوانسہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ یعنی بمقدار مال غصب معلق رہے چنانچہ آج تک وہ مال غصب بہ قبضۂ

رہن قائم مقام مرتہن ہے اور اب وارثہ راہنہ بھی مرچکی ہے مگر اُس کی اولاد باقی ہے یعنی وارثہ راہنہ کی تو مسئلہ فرماؤ بقید نام وباب کتاب کے جس سے مسئلہ اخذ کرو کہ حق انفکاک رہن اس مرہون مذکورہ بالا کا وارثان وارثہ راہنہ کو ہے یا نہیں اجر دے تم کو اللہ صاحب نیک اجر۔

الجواب :- بلاشبہ ہے۔ تقریر سوال وبیان سائل سے واضح کہ یہاں شخص ثالث نہ فریق مقدمہ تھا نہ راہنہ یا اُس کے وارث اپنے غصب کے مقر تو بالائی طور پر غاصب سمجھ لینا اُن کے حق فک کو کیا زائل کرسکے جب کہ علماء تصریح فرماتے ہوں کہ راہن اگر اقرار بھی کردے کہ شے مرہون دوسرے کی ملک ہے تاہم اُسے یہی حکم دیں گے کہ فک رہن کراکر مالک کو واپس دے درمختار باب التصرف فی الرہن میں ہے لورھن شیئا ثم اقر بالرھن بغیرہ لایصدق فی حق المرتھن ویومر بقضاء الدین ورد ہ الی المقر لہ معہذا جب ملک غیر بے اذن غیر کوئی شخص راہن کو دے تو راہن غاصب اور مرتہن مثل غاصب الغاصب ہوتا ہے ہدایہ باب الرھن الذی یوضع علی ید العدل میں ھے ان مات العبد المرھون فی ید المرتھن ثم استحقہ رجل فلہ الخیار ان شاء ضمن الراھن وان شاء ضمن المرتھن لان کل واحد منھما متعد فی حقہ بالتسلیم او بالقبض غایۃ البیان علامہ اتقانی باب مذکور میں ہے ای متعد فی حق المستحق اما الراھن فبتسلیم الرھن الی المرتھن واما المرتھن فبالقبض فصار الراھن کالغاصب والمرتھن کغاصب الغاصب راہن جب کہ مالک سے غاصب اور مرتہن کا مدیون ہوا تو آخر اسے یہی حکم ہوگا کہ مرتہن کا دین دے اور مالک کو اُس کی شے واپس کرے اور جب مرتہن اپنا دین پالیتا ہے تو اُسے کوئی حق حبس نہیں رہتا اور جس سے وہ چیز لی تھی یعنی راہن اگرچہ وہ حقیقتاً غاصب ہی ہو اُسے سپرد کردینے سے بری الذمہ ہوجاتا ہے عالمگیری کتاب الغصب باب ثانی عشر میں ہے غاصب الغاصب یرد الی الغاصب الاول لیخرج عن العھدۃ — بالجملہ صورت مستفسرہ میں بعد ادائے دین وارثان راہنہ کو شے مرہون واپس دینے میں مرتہن یا اُس کے قائم مقام کو کوئی عذر نہیں ہوسکتا اب اگر حقیقتاً اُس میں شخص ثالث کا حصہ ہے تو ورثہ راہنہ پر فرض ہوگا کہ مستحق کو اُس کا حق پہنچائیں یہ دوسری بحث ہے جس سے مرتہن کو تعلق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۲۲) مسئولہ حاجی غلام حضرت ۵ رجب المرجب ۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کچھ زیور سونے کا عمرو کے پاس لے کر گیا کہ مجھے روپے کی ضرورت ہے زیور رکھ لو اور روپیہ دے دو میں روپیہ دے کر زیور اپنا لے لوں گا عمرو نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں زید نے کہا تم کسی اور سے یہ کام کرادو عمرو وہ زیور بکر کے پاس لے گیا اور زید

کا مقولہ بکر سے کہا بکر نے جواب دیا میں بیس۲۰ روپے تولہ کے حساب سے اس زیور کے دام دیتا ہوں اور یک ماہ تک وعدہ پر واپسی کرتا ہوں یک ماہ تک اگر روپیہ نہ دیا تو میں واپس نہ کروں گا عمرو نے یہ شرط منظور کرکے روپیہ لے لیا۔ زید کا روپیہ عمرو کے پاس قبل وعدہ کے جمع تھا زید نے اپنے زیور کا تقاضا عمرو سے کیا اور کرتا رہا عمرو اپنے کاروبار میں مصروف تھا بکر سے تقاضا مابین وعدہ نہ کرسکا یہاں تک کہ وعدہ سے عرصہ زیادہ ہوگیا اب عمرو نے بکر سے زید کا وہ زیور طلب کیا اور روپیہ دینا چاہا تو بکر نے زیور واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا میں نے بعد گزرنے وعدے کے زیور فروخت کردیا لیکن بدون اطلاع اور بلا اجازت زید و عمرو کے فروخت کیا اور وہ زیور اُس قدر روپیہ سے جو زید کو دیا گیا تھا سوائے قیمت سے بھی زائد کا تھا پس صورت مسئولہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آیا وہ بکر کو وہ زیور واپس کرنا لازم ہے یا نہیں اور اُس کے نفع کا مالک اور نقصان کا متحمل زید یا عمرو یا بکر بینوا توجروا۔

الجواب: یہ صورت بیع الوفا کی ہے اور بیع الوفا مذہب معتمدین محض رہن ہے اور مرتہن جب بلا اذن راہن شے مرہون کو بیع کردے تو وہ بیع اجازت راہن پر موقوف رہتی ہے بشرطیکہ شے مبیع ہنوز موجود ہو اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوجائے تو راہن کو اختیار ہوتا ہے کہ مرتہن یا مشتری جس سے چاہے اپنی چیز کا تاوان لے لے فتاوٰی خیریہ میں ہے سئل فی رجل باع رجلا اخر دارا بثمن معلوم الی اجل معلوم بیعا معادا علی انه فی شهر کذا یحضر الثمن ویسترجع الدار ثم مضی الزمن المعین بینهما ولم یقدر البائع علی الثمن الا بعد مدة والثمن دون قیمة الدار فهل للبائع دفع الثمن واسترجاع الدار اجاب بجبر المشتری علی قبول الثمن من البائع ورد الدار علیه والذی علیه الاکثر انه رهن لایفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام اھ ملخصا جواہر الفتاوٰی پھر حاشیہ جامع الفصولین پھر ردالمحتار میں ہے حکمه حکم الرهن وهو الصحیح اسی طرح جواہر الاخلاص میں ہے کمارأیته فیها شرح الطحاوی پھر جامع الرموز پھر حاشیہ شامی میں ہے توقف علی اجازة الراهن بیع المرتهن فان اجازه جاز والا فلا وله ان یبطله ویعیده رهنا ولو هلك فی ید المشتری قبل الاجازة لم تجز الاجازة بعده وللراهن ان یضمن ایهما شاء درمختار ور دالمحتار میں ہے ضمن بتعدیه (کالبیع بلا اذن قهستانی) کل قیمته (ای بالغة مابلغت لانه صار غاصبا اتقانی) فیسقط الرهن بقدره اھ مختصرا پس صورت مستفسرہ میں بکر پر لازم ہے کہ زیور ہنوز نہیں بیچا تو فوراً اپنا دیا ہوا روپیہ لے کر کل زیور واپس کردے اور اُس مہمل و باطل

قرار دادکی آڑنہ لے اور اگر بکر نے واقع میں بیع کر دیا اور زیور ہنوز مشتری کے پاس موجود ہے تو زید کو اختیار ہے چاہے اُس میں بیع کو جائز کر دے اور زرِ ثمن تمام وکمال خود لے یا رد کر دے اگر رد کر دے تو مشتری پر فرض ہے کہ روپے واپس کرے اور اگر زیور تلف ہو گیا یا اب اُس کا پتہ نہیں چلتا یا قابو سے باہر ہے تو زید اُس کا پورا تاوان بکر سے لے سکتا ہے مثلاً اگر بکر نے ۸۰ روپے اسے دیتے اور زید کا باز ار کے بھاؤ سے ۱۱۳ روپے کا نکلا تو بکر کے ۸۰ روپے ساقط و برابر ہو گئے زیادہ کے ۳۳ روپے زید کو دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۳) از شہر کہنہ مرسلہ عبد الصمد صاحب ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شے مرہون سے نفع اُٹھانا بہ اجازت راہن جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- مرہون سے انتفاع حرام محض ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعۃ فھو ربا بہ اجازت راہن نفع اُٹھانے کے یہ معنیٰ تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہوا ور اُس کی اجازت ہی کا پابند رہے جب وہ خوشی سے کہہ دے انتفاع کرے اور جس وقت منع کر دے فوراً باز رہے مثلاً اُس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو یہ آکر رہا اُسی وقت اُس نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً نکل جائے کچھ عذر حیلہ درمیان میں نہ لائے ایسا یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے ہیں اور راہن دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ رجسٹری کے کاغذوں میں لکھی جاتی ہے کہ اُس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ کہے کہ نکل جاؤ ہرگز نہ نکلیں گے اور یہی جواب دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو تو جائیں یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں بالاجماع حرام و ربا ہے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شے سے فائدہ اُٹھانا مثلاً زمین رہن رکھا اُس کو جوتتا ہے اور اس میں زراعت بوتا ہے اور اس کے مینڈھ وغیرہ بند ھواتا ہے اُس کے نیچے اُس کا منافع کھاتا ہے اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اوپر جائز ہے اُس کے منافع کھانا یا نہیں فقط

الجواب:- مرتہن کو مرہون سے نفع اُٹھانا حرام اور نرا سُود ہے کما افادہ العلامۃ الطحطاوی والعلامۃ الشامی فی حاشیتی الدر وحققناہ فی فتاوینا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۴) از ریاست رامپور متصل کوتوالی مکان مرحوم مجددی مرسلہ مولوی احمد حسین صاحب
۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

چند شخص نے ایک مِلک مُشترک اپنے چند شخصوں کے پاس بالاشتراک رہن کی زرِ رہن لے لیا اور ملک پر مرتہنان کو قبضہ دے دیا رہن نامہ میں یہ لکھ دیا کہ ہم نے منافع ملک مرہون مرتہنان کو ہبہ معاف کردیا اور بخش دیا۔ اکثر راہنان مرگئے اور بعض زندہ ہیں۔ مرتہنان نے بعد موت راہنان متوفی منافع ملک مرہون زائد از مقدارِ زرِ رہن حاصل کریں یہ ارشاد فرمایا جائے کہ منافع مذکورہ حق جائز و شرعی مرتہنان کا ہے یا نہیں اور باوجود اس کے کہ مرتہنان نے منافع ملک مرہون بقدر مقدارِ زرِ رہن یا زائد از زرِ رہن خود کا وصول کرلیا پھر بھی وہ مستحق پانے زرِ رہن کے ہیں یا وارثانِ راہن زرِ رہن یا فتنی مرتہن کو منافع وصول شدہ میں مجرا و محسوب کرسکتے ہیں اور بلا ادائے زرِ دیگر ملک کو چھڑا سکتے ہیں۔ ہبہ و بخشش زرِ منافع مذکورہ رہن نامہ عموماً اور بعد موت راہنان خصوصاً کیا اثر رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: صورتِ مستفسرہ میں زرِ منافع مرہون مرتہنوں کے حق میں ضرور حرام اور سود ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعة فھو ربا اخرجه الحارث فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ عفو والدریہ میں محیط سے ہے لیس للمرتھن ولا للراھن ان یزرع الارض ولا یؤاجرھا لانه لیس لھما الانتفاع بالرھن اشباہ میں ہے یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن باذن الراھن تہذیب وجامع المضمرات میں ہے یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرھن وان اذن له الراھن درمختار میں ہے قال المصنف وعلیه یحمل ما عن محمد بن اسلم انه لا یحل للمرتھن ذالك ولو بالاذن لانه ربا غمز العیون میں ہے فی الجامع لمجد الائمة عن عبد اللہ بن محمد بن اسلم انه لا یحل له ان ینتفع شیئ منه لان اذن له الراھن لانه اذن فی الربا لانه یستوفی دینه فتکون المنفعة ربا تحقیق یہ ہے کہ انتفاع مرتہن جب مشروط ہو جائے تو باہم اُس کی قرارداد عمل پر آئے تو بالاجماع حرام ہے اور جو امر عرف ظاہر سے معلوم و معہود ہو وہ بلا ذکر بھی مثل مشروط ہے اور شک نہیں کہ اب انتفاع مرتہنان کی بلاضرور دائر و سائر و عالمگیر ہے تو رہن میں اگر اس کا ذکر بھی نہ آتا عرفاً مشروط قرار پاتا اور حرام ہوتا راہنوں کی اجازت قطعاً اسی عرف پر مبنی اور اُسی قرض کے دباؤ سے ناشی ہے یہ نہ ہو تو ہر گروہ اجازت نہ دیں کہ ہماری جائداد کا منافع زید و عمرو لیں اور ہم نہ پاسکیں مرتہنوں کا قرض دینا بھی اسی منافع پر ہے اور وہ ضرور راہنوں کو اُس پر مجبور کرتے ولہٰذا دستاویز میں لکھا لیتے ہیں اور

اگر بعد تحریر راہن انہیں انتفاع سے منع کریں کبھی باز نہ رہیں گے بلکہ تا ادائے زر رہن اپنا حق جانیں گے یہ نہ ہرگز راہنوں کی طرف سے بطور خود محض احسانا بے دباؤ اپنے ملک کی منفعت جب تک اپنا جی چاہے مباح کرنا ہے نہ مرتہنوں کی طرف سے نرے اجنبی طور پر بے کسی دعوی بے کسی داب کے صرف اجازت دہندہ کی خوشی پر جب تک وہ چاہے اُس کی ملک سے نفع پانا ہے بلکہ قطعا وہی شرط وقرارداد لزومی اور بالاجماع حرام وربا ہے طحطاوی علی الدر المختار ورد المحتار میں ہے الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع واللہ تعالٰی اعلم راہنوں کا منافع مرتہنوں کو ہبہ کردینا محض لغو بے معنی ہے منافع کے ہبہ کئے گئے اُس وقت موجود نہ تھے اور معدوم کا ہبہ باطل ہے اور باطل کے لئے کوئی اثر نہیں فتاوٰی خیریہ میں ہے وبھذا علم عدم صحۃ ھبۃ ما سیتحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ فکیف یملکہ وھذا ظاھر۔

مسئلہ (۱۲۵) از شہر متصل کچی سرائے مرسلہ ابو تراب بوساطت محمد عبدالرشید صاحب ۱۷ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا کہ ایک دوکان زید نے مبلغ ماہ عـــہ ۷۵ روپیہ پر رہن دخلی بمیعاد پانچ سال حسب فتوی ایک مولوی صاحب کے لیا تھا (یعنی اس عرصہ میں جو کچھ اس کی مرمت میں صرف ہوا وہ میرا اور کچھ آمدنی اس مدت میں ہوگی وہ میری ہوگی جب روپیہ واپس کروگے دوکان چھوڑ دوں گا) اور تین سال تک اسی طرح کرتا رہا یعنی اُس کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کرکے منافع کو لیتا رہا اب وہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے اب آپ حضرات سے التجا ہے کہ مولوی صاحب کے ان قولوں میں کون صحیح ہے اگر وہ واقعی حرام ہے تو اس مدت تین سال میں جو کچھ روپیہ مولوی صاحب نے کھلایا اُس کا گناہ کن پر ہوگا اور وہ روپیہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ مولوی صاحب ہر طرح ماخوذ وگنہگار ہیں کہ انہوں نے حرام غذا کو حلال بتایا اور ایک مسلمان کو حرام کھانے میں مبتلا کیا اور یہ مسئلہ کوئی ایسا خفی نہ تھا کہ عالم پر مخفی رہتا رہا زید اُس کی دو حالتیں ہیں وہ مولوی صاحب جس کے فتوی پر اس نے عمل کیا کوئی ایسا ہی نام کا مولوی تھا جب تو زید بھی ماخوذ گنہگار رہے عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین مفتیان مستندین کے فتوی پر عمل کریں نہ یہ کہ ہر کس وناکس سے پوچھ کر اور اگر وہ عالم معتمد تھا تو جب تک اس فعل کے حرام ہونے پر زید کو اطلاع نہ ہوئی اُس کے لئے امید آسانی ہے کہ اُس نے ایک عالم معتمد کے فتوی پر عمل کیا وہ اسی قدر کرسکتا تھا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۲۶) ازشہر بریلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ جناب سید حاجی ابوالحسن صاحب پارچہ فروش ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

زید و عمرو نے ایک جائداد باہمی خریدی اور نفع نقصان اُس کا برابر ٹھہرایا اسی جائداد کا ایک جز ایک اور شخص کے پاس رہن تھا مبلغ ۲۰۰ روپے تو اس کہا گیا کہ تو ہمارا جائداد واگذاشت کردے اُس نے جواب دیا کہ میں مع سود روپیہ لوں گا زید نے ایک دستاویز اسی شخص کے نام ایک دوسرے شخص سے جس کا وہ مقروض تھا خریدی پھر چند مدت تک وہ دستاویز زید کے پاس رہی بعد کو اُس سے کہا گیا کہ تو ہماری جائداد کا جز چھوڑ دے اُس نے بخوفِ دستاویز خرید کردہ کے ما روپے پر چھوڑ دیا اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ مجھے ما عـــــہ ۱۲۵ روپے میرے حصے کے دے اب عمرو پر از روئے شریعت ما عـــــہ ۱۲۵ اسے دینا لازم ہے یا للعہ ۱۴ کہ نصف ما ہے بینوا توجروا

الجواب: بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زید نے سو روپے دے کر فک رہن کرایا اور کاغذ میں مرتہن سے ڈھائی سو روپے پانا لکھ لیا اس صورت میں اُس کا سوا سو روپے مانگنا محض ناجائز ہے صرف پچاس ۵۰ روپے لے سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۷) از ریاست رامپور محلہ گنج مرسلہ شیخ محمد نور ۳ صفر مظفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے ۲۴ اگست ۱۸۹۸ء کو ایک دستاویز بہ مضمون بیع نامہ بعوض مبلغ پانصد روپیہ بابت یکمنزل دوکان مملوکہ خود بنام عمرو تحریر کی ہے جس میں شرط مندرجہ ذیل تحریر ہے۔

مضمون شرط

اگر میں بائع اندر مدت دس سال کے کل زرِ ثمن یکمشت مشتری کو ادا کروں تو مبیعہ مذکورہ واپس لے لوں ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور کے اسی زرِ ثمن میں یہی بیع قطعی تصور ہوگی لہٰذا بیعنامہ بالوفا لکھ دیا گیا کہ سند ہو۔ عمرو فوت ہوگیا زید نے دکانِ مذکور پر اپنا قبضہ کرکے دکاندار سے کرایہ دوکان کا خود وصول کیا ورثائے عمرو نے اول زید پر عدالت میں دعوی دلاپانے دخلی کا باستحقاق رہن کیا عدالت سے ڈگری باستحقاق رہن دلاپانے دخلی کی ہوگئی مگر تا ہنوز ورثائے عمرو نے دخلی حاصل نہیں کیا ہے اب ورثائے عمرو بنام زید دعوی کرتے ہیں کہ جس قدر کرایہ زید نے ایام قبضہ رہنے میں کرایہ دار سے وصول کیا ہے وہ ہم کو زید سے دلایا جائے زید یہ عذر کرتا ہے کہ ورثائے عمرو شرعًا مجھ سے رقم زرِ کرایہ جو میں نے اپنی مملوکہ دکان سے وصول کیا ہے مجھ سے

دلا پانے کے مستحق نہیں ہیں۔ شرعاً کیا ہونا چاہیئے جواب بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیے بینوا توجروا فقط سائل زید۔

الجواب: بیع بالوفاء خالص رہن ہے رہن سے زیادہ کچھ اثر نہیں رکھتی فی الدر المختار عن حاشیۃ جامع الفصولین عن جواہر الفتاوی ھذا البیع باطل وھو رھن وحکمہ حکم الرھن وھو الصحیح خیریہ میں ہے والذی علیہ الاکثر انہ رھن لایفترق فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام حسن الماتریدی قد فشا ھذا البیع بین الناس وفیہ مفسدۃ عظیمۃ وفتواک انہ رھن وانا ایضا علی ذالک فالصواب ان نجمع الائمۃ ونتفق علی ھذا ونظھرہ بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوینا وقد ظھر ذالک بین الناس فمن خالفنا فیہ فلیبرز نفسہ ولیقم دلیلہ

اور شرع مطہر میں رہن و اجارہ دو عقد متنافی ہیں کہ کسی حال جمع نہیں ہوسکتے جو چیز کسی کے اجارہ میں ہے اگر مالک اُسے رہن کرے گا یہ رہن اجازت مستاجر پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کردے اور اپنا قبضہ چھوڑ کر مرتہن کا قبضہ کرادے تو اجارہ جاتا رہے گا رہن پورا ہوجائے گا ورنہ رہن تمام نہ ہوگا اور اجارہ باقی رہے گا اور جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک اسے اجارہ پر دے یہ اجارہ اجازت مرتہن پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کردے اور اپنا قبضہ مرتہنی چھوڑ کر قبضہ مستاجر کرادے تو رہن جاتا رہے گا اجارہ نافذ ہوجائے گا اور رد کردے تو اجارہ باطل ہوجائے گا اور رہن بدستور رہے گا یہ جو عوام زمانہ میں رائج ہے کہ مکان یا دُکان کرایہ پر ہے وہ اجارہ قائم رکھ کر مالک اُسے رہن رکھ دیتا ہے اور روز رہن سے اُس کرایہ کا مستحق مرتہن سمجھا جاتا ہے محض بے ہودہ و بے معنٰی و حرام ہے اور اصلاً کوئی عقد شرعی نہیں کہ اجارہ میں بھی قبضہ کی حاجت ہے اذ لایمکن الانتفاع الابہ اور رہن تو بے قبضہ تمام ہی نہیں ہوتا قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ اور شے واحد وقت واحد میں دو مختلف جہت سے دو قبضوں میں نہیں ہوسکتی فتاوٰی خیریہ میں ہے اذا کان البیت مقبوضا فی الرھن دون الاجارۃ اعتبر وکان المرتھن احق بمالیتہ من المستاجر وان کان مقبوضا فی الاجارۃ دون الرھن کان المستاجر احق بہ من المرتھن وان اتصل بکل منھما قبض فالعبرۃ للاسبق تاریخا منھما مالم یجز صاحب القبض السابق العقد المتأخر لانفساخ السابق بالاجازۃ منہ للعقد اللاحق بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دُکان پہلے سے بنیے کے پاس کرایہ پر تھی ـــــــ اور اب تک کرایہ پر ہے کرایہ دار نے کسی وقت مرتہن کے لئے خالی نہ کی نہ اپنا قبضہ چھوڑ کر عمرو کا قبضہ کرایا اس صورت میں یہ رہن محض ناتمام و بے اثر و بے معنٰی ہے

وارثان عمرو کو کوئی دعوی دخلیابی کا نہ پہنچتا تھا حاکم کو ایسا بے اصل دعوی سُننا بھی نہ تھا نہ کہ ڈگری دیتا کہ قبضہ جو رہن میں شرط ہے کہ باذن راہن ہو نہ یہ کہ قاضی جبرًا قبضہ دلادے عقد کہ ناتمام رہا قاضی کو اُس کے تمام کرنے پر جبر کا کیا اختیار عالمگیریہ میں ہے لایجوز الرھن الامقبوضا و شرط صحۃ القبض ان یاذن الراھن فان قبض بغیر اذن الراھن لم یجز قبضہ اھ مختصرا عقود الدریہ میں ہے ان ادعی المرتھن الرھن بالقبض یقبل برھانہ علیھما وان ادعی الرھن فقط لایقبل لان مجرد العقد لیس بلازم۔ اور جب خود عمرو کا کوئی حق اُس دُکان میں ثابت نہیں تو ورثاء عمرو کا کیا حق ثابت ہوسکتا ہے سائل کا کہنا کہ زید نے دکان مذکور پر اپنا قبضہ کرکے دکاندار سے کرایہ خود وصول کیا اُسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو عوام میں پھیلی ہوئی ہے کہ شئے مواجر کے رہن کو بھی باوصف بقائے اجارہ اپنے زعم میں رہن صحیح وتام سمجھتے ہیں ورنہ حقیقۃً قبضہ مستاجر کا ہے اور ملک زید کی ہے اور عمرو کے ہنوز نہ مرتہنی پوری ہوئی نہ اُس کا کوئی قبضہ بالجملہ شک نہیں کہ زر کرایہ کا مالک خاص زید ہے عمرو یا وارثان عمرو کا اُس میں کچھ حق نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی رہن صحیح وتام ہو اور مرتہن باجازت راہن اُسے کرایہ پر دے یا بے اجازت دے اور راہن جائز کردے تو اس صورت میں بھی کرایہ کا مالک خاص راہن ہوتا ہے اور کرایہ پر اُٹھانے سے رہن باطل ہوجاتا ہے عقود الدریہ میں ہے امرأۃ باعت دارھا من رجل بیع وفاء منزلۃ منزلۃ الرھن ثم ان الرجل آجرھا بانھا من بعلھا باجرۃ معلومۃ قبضھا الرجل ویزعم ان الاجرۃ لہ، تکون الاجرۃ للراھنۃ ویبطل الرھن عالمگیری میں ہے وآجرہ احدھما بغیر اذنہ ثم اجاز صاحبہ صحت الاجارۃ وبطل الرھن وتکون الاجرۃ للراھن یہاں کہ رہن سرے سے خود ہی بے قبضہ وناتمام ہے اور کرایہ پر دینے والا خود زید مالک دُکان ہے تو عمرو یا وارثانِ عمرو کا زر کرایہ میں کوئی حق ہونا محض بے معنی ہے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ (۱۲۸) از کانپور محلہ پٹکاپور مطبع نظامی مرسلہ مولوی ابوسعید صاحب سوم صفر ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنی جائداد رہن کرکے کچھ روپیہ عمرو سے قرض لیا شرائط رہن یہ تھے ۔ میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ ہے اگر بعد میعاد فورًا فک نہ کراؤں تو یہی دستاویز رہن نامہ بجائے بیعنامہ اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن مقرر ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جائے گی اور اُسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرتہن کا مالکانہ ہوجائے گا اور مرتہن مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہوجائیں گے جو مجھ کو جائداد مرہونہ میں اس وقت حاصل ہیں لہٰذا یہ چند کلمہ بطور دستاویز بیع بالوفاء

کے لکھ دیئے اس رہن کے پہلے سے ایک مکان میں خود راہن رہتا تھا باقی مکانات و دکانات میں کرایہ دار راہن کی طرف سے تھے بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں اور جس مکان میں خود راہن رہتا تھا اُس کا کرایہ بھی ایک مدت تک راہن ادا کرتا رہا اب حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی سے بکمال ادب یہ سوال ہے۔ (۱) صورت مذکورہ میں شرعاً جائداد مرہونہ بعد گزرنے ایک ماہ کے رہن رہی یا بیع ہوگئی (۲) جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ داروں اور نیز زید راہن سے عمرو مرتہن کو وصول ہوتا رہا وہ ملک راہن تھا یا ملک مرتہن شرعاً اصل زررہن میں محسوب ہوتا گیا یا نہیں (۳) عمرو مرتہن کو اب اسی قدر اصل روپیہ رہن کا لینا حلال ہے جو بعد مجرائے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زررہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے۔ (۴) جس وقت زید راہن اُس قدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمرو مرتہن کا اصل زررہن باقی ہو ادا کرے تو عمرو مرتہن پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں۔

الجواب: وہ بیع بھی باطل محض اور وہ رہن بھی محض بے معنٰی اور مرتہن کے لئے وہ زر کرایہ کہ خود راہن یا اور کرایہ داروں سے لیتا رہا حرام محض اور جبکہ دین بھی روپے تھے اور کرایہ کرلیا گیا وہ بھی روپے ہیں بسبب اتحاد جنس مقاصہ ہوگیا یعنی جس قدر زر کرایہ عمرو کو وصول ہوا دین میں مجرا ہوگا اصل زررہن میں اس مجرائی کے بعد جو باقی ہے اُسی قدر کا مطالبہ عمرو کو حلال ہے زیادہ حرام ہے اور جائداد ہنوز کامل مرہون ہوئی ہی نہیں چھوڑنا نہ چھوڑنا کچھ معنٰی نہیں رکھتا زید کو اختیار ہے کہ بے ادائے بقیہ زر دین اپنا قبضہ جائداد پر رکھے عمرو صرف اپنے بقیہ دین کا مطالبہ کرسکے گا جائداد کے قبضہ پر جبر کا اُسے کوئی اختیار نہیں بیع تو یوں باطل محض ہے کہ ایک شرط پر معلق کی گئی اور بیع قابل تعلیق نہیں اشباہ میں ہے تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء اور رہن یوں بے معنٰی ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ قدوری میں ہے الرھن یتم بالقبض اور جب رہن ہنوز تام نہیں ہوتا تو مرتہن کو تحصیل قبضہ پر جبر نہیں پہنچتا نہ بے اذن راہن قبضہ کرسکتا ہے عالمگیری میں ہے قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الرھن لا یجوز الرھن الا مقبوضا کذا فی المحیط و شرط صحۃ القبض ان یاذن الراھن فان قبض بغیر اذن الراھن لم یجز قبضہ راہن کو اختیار ہے کہ بے ادائے دین اپنا قبضہ رکھے عنایہ میں ہے ان قبضہ المرتھن علی ھذا الوجہ تم العقد ولزم وان لم یقبضہ فان الراھن بالخیار بین التسلیم و عدمہ یہاں کہ تمام اشیائے مرہونہ یا قبضہ مستاجران میں تھیں یا قبضہ خود مالک

مکان میں اور بعد رہن بھی مالک ومستاجران ہی کا قبضہ رہا تو مرتہن کا قبضہ متحقق نہ ہوا اور رہن بے اثر وبے معنیٰ رہا جو کچھ زر کرایہ عمرو نے وصول کیا محض ناحق تھا اور اصل دین میں مجرا ہوکر صرف باقی زرِ اصل کا اُس کو مطالبہ جائز رہا عقود الدریہ میں ہے رھن زید دارہ عند عمرو بدین ثم آجر عمرو الدار من زید مدۃ معلومۃ باجرۃ معلومۃ قبضها من زید فالاجرۃ باطلۃ فلیرجع زید بما دفع ان لم یکن من جنس الرھن وان کان من جنسہ تقع المقاصۃ اور بالفرض اگر یہ خیال قابل تسلیم ہو سکے کہ زید کا کرایہ داروں اور عمرو کا سامنا کرادینا اور ان سب کی اس پر تراضی گویا اُس کی مفید ہوئی کہ آج سے عقد اجارہ کہ زید ومستاجران میں تھا بتراضی فریقین منتہی ہوکر عمرو مستاجرین میں باذن زید عقد اجارہ منعقد ہوا اور اُسی قدر کو قبضہ مرتہن فرض کرلیا جائے تو اب بھی یہاں آش درکاسہ کا مضمون ہوگا مرتہن جب باذنِ راہن شے مرہون کسی شخص ثالث کو اجارہ دے رہن فوراً باطل ہوجاتا ہے اور اجرت کا مالک خاص راہن قرار پاتا ہے تو مرتہن نے جو کچھ لیا غصب تھا دین سے مجرا ہوکر صرف باقی زرِ اصل کا اسے مطالبہ پہنچے گا اور جائداد اُس کی رہن سے نکل گئی باقی لے کر چھوڑنا کیا معنیٰ ہندیہ میں ہے لو آجر واحد منهما (ای من الراھن والمرتھن) باذن صاحبہ او بغیر اذنہ ثم اجاز صاحبہ صحت الاجارۃ وبطل الرھن وتکون الاجرۃ للراھن وکذالک لو استاجرہ المرتھن صحت الاجارۃ وبطل الرھن اذا وجد القبض للاجارۃ ھکذا فی شرح الطحاوی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۲۹) ازمقام قصبہ بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سید محمد تجمل حسین صاحب ڈاکٹر

مخدوم ومکرم بندہ حضرت مولوی احمد رضاخاں صاحب بعد سلام علیک کے التماس ہے کہ میں نے ایک مکان رہن یا قبضہ لیا تین سو روپے پر اور یہ مکان اور دوکان ایک ہندو کا ہے اور اسی شخص نے پھر مجھ سے یہ مکان دُکان تین روپے مہینے پر کرائے پر لے لیا ہے میعاد دو سال کی ہے مگر شرط یہ بھی دستاویز مذکور میں ہے کہ اگر اندر دو سال کے مکان دکان نہ چھڑا سکے تو رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے سمجھا جاوے مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ فعل ناجائز ہے براہ بندہ نوازی اس مسئلہ سے مطلع فرمائیے کہ جو کرایہ نامہ میں نے لکھا ہے وہ روپے لوں یا نہ لوں جائز ہے لینا یا نہیں اور وہ روپیہ کسی غریب یا کسی حاجت مند کو دیا جاسکتا ہے یعنی کسی کام میں یہ روپیہ کرایہ کا صرف ہوسکتا ہے یا نہیں اگر یہ روپیہ کسی کام میں آسکتا ہے تو خیر اور اگر کسی کام میں نہیں آسکتا تو اتنے روپیہ کو کیا کیا جائے یا جس کے یہ روپیہ ملے اُسی کو واپس کیا جائے جواب صاف مرحمت ہو۔ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اگر یہ روپیہ ناجائز ہے

اور آپ اپنے صرف میں نہیں لا سکتے ہیں تو میں قرضدار ہوں جس کی ادا میرے امکان سے باہر ہے مجھ کو دیدیجئے کہ میں قرضہ ادا کروں۔

الجواب:۔ سید صاحب سلمہٗ فی الواقع رہن دخلی بھی سود ہے اور شئے مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا اور اُس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے اگر اُس نے کسی مسلمان سے سود لیا ہو تو اس سے یہ رقم نہ بنیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے جو ناجائز رقم لی تھی وہ اس مسلمان کی اُس پر شرع کی رو سے آتی ہوئی وصول کر کے مستحق کو پہنچاتا ہوں لینا جائز ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح بُرا کام بُرا ہے بُرا نام بھی پسندیدہ نہیں تو یہ جواز خالص بلا کراہت ہوتا یو ہیں یہ بھی کہ سود کی نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک نامسلم غیر ذمی کا مال طریق جائز قانونی سے لے کر اُس محتاج مدیون مسلمان کی مدد کرتے جو آپ سے استمداد کر رہا ہے یا اور مساکین مسلمین کے صرف میں لاتے کوئی حرج نہ رکھتا غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں صرف بُرے نام کے سبب بچنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۰) از دھاروپور مرسلہ جناب فوجدار خاں صاحب ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

علمائے دین واتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ھذا میں کہ کسی اہل ہنود کی حقیت اگر چہ رہن دخلی کبھی جائے اور اس کی مال گزاری سرکاری سال بہ سال بموجب بند وبست سرکاری سرکار کو ادا کی جائے تو اُس کا منافع جو کچھ اراضی میں ہوگا وہ سود میں شمار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حکم ہے — سوال اوّل

جواب:۔ ہندو کی حقیت رہن دخلی لینا اور اُس سے منافع حاصل کرنا کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اپنے قرض پر نفع لینے یا سود کی نیت نہ کرے بلکہ یہ کہ ہندو کی رضامندی سے اُس کے مال پر قبضہ جائز ہے اور اُس مباح سے نفع حاصل کیا جاتا ہے فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۲ اگر کسی اسامی دخیل کار کی اراضی موروثی چند سال معین کے لئے رہن رکھی جائے اور اس اراضی مرہونہ کا لگان زمین دار کو رہن دار سال بسال ادا کرے تو اس اراضی کے کاشت کرنے سے جو کچھ منافع ہوگا اُس کے واسطے کیا حکم ہے بینوا توجروا

جواب:۔ دخیل کار زمین موروثی کا شرعاً مالک نہیں ہوتا اُس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تا مدت رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع

حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ دخیل کار کو ہم نے قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اُس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گنا ہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہٰذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے اس میں حکم یکساں ہے خواہ وہ دخیل کار مسلمان ہو یا ہندو لانہ رہن ملك غیرہ فالمالك ان لم یقع منه اجازة الرهن واذن لهذا فی الزرع بالاجر المعهود فهذه اجارة نافذة وقد کان الرهن موقوفا علی اجازته وکل موقوف طرأ علیه بات بطل وان فرض انه اجاز الرهن ولو لا لة فالرهن الی اجل فاسد والفاسد واجب الفسخ ویستبد به کل منهما فلما آجر من هذا بطل الرهن والاجارة (لان الرهن) متنافیان لا یجتمعان کما صرحوا به واللّٰه تعالٰی اعلم

قال فی رد المحتار فی مسئله من اعار لیرهن افتی فی الحامدیة لو قید العاریة بمدة معلومة ومضت المدة بان للمعیر اخذها (من) المستعیر قال وبه افتی فی الخیریة والاسمعیلیة ومثله فی فتاوی ابن نجیم قائلا ولیس له مطالبة بالرهن قبل مضی المدة فاذا مضت وامتنع من خلاصه من المرتهن اجبر علیه اھ اقول ولا یخالفه ما فی الذخیرة استعارة لیرهنه بدینه فرهنه بمائة الی سنة فللمعیر طلبه منه وان اعلمه انه یرهنه الی سنة اھ لان الرهن هنا فاسد لتأجیله کما مر وکلا منافی تاجیل العاریة تأمل اھ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۳۱) از ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خان محمد ۸ رجمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

(نوٹ) اُدھار خریدا اور اطمینان کے لئے پاس زیور رہن رکھا جائز ہے یا نہیں)۔

الجواب: جائز ہے۔ پھر اگر زیور مرتہن کے پاس تلف ہو جائے تو اگر جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً نوٹ روپوں کو خریدا اور چاندی کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور سونے کا زیور گرو کیا جب تو اُس کا وزن معتبر ہوگا اور اگر خلاف جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً نوٹ روپوں کو خریدا اور سونے کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور چاندی کا زیور گرو کیا تو زیور کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً نوٹ سو روپے کو مول لیا اور چاندی کا زیور کہ وزن میں سو روپے بھر اور قیمت میں دو سو روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ جاتا رہا تو برابر ہوگئے کہ وزن یکساں تھا اور اگر پچاس روپے بھر کا زیور رہن کیا جو قیمت میں سو روپے کا تھا اور تلف ہو گیا تو دین میں سے صرف پچاس ساقط ہوئے کہ یہاں قیمت میں سو روپے کا تھا رہن رکھا

اور وہ ہلاک ہوگیا تو برابر ہوگئے دین ساقط ہوگیا کہ یہاں قیمت کا اعتبار ہے، درمختار میں ہے صح رھن الحجرین والمکیل والموزون فان رھن بخلاف جنسہ ھلک بقیمتہ وھوظاھر وان بجنسہ ھلک بمثلہ وزنا اوکیلا لاقیمتہ ولاعبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان تساویا فظاھر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراھن وان الرھن ازید فالزائد امانۃ درر وصدرالشریعۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۳۲) حیدرآباد دکن محلہ قاضی پورہ دفتر قادری تفسیر مرسلہ جناب مولوی سید عبدالجبار صاحب سلمہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر سے زید نے مکان رہن لیا اور اب زید اس مکان کے کرایہ سے یا خود رہ کر منتفع ہونا چاہتا ہے آیا یہ درست وجائز ہے یا نہیں زید کا بیان ہے کہ کچھ خفیف ترمیم یا آہک پاشی میں اپنی ذات سے کرلیتا ہوں اس صورت میں کیا انتفاع جائز ہوسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب مرتہن کو رہن سے کسی طرح کا انتفاع جائز نہیں نہ رہ کر نہ کرایہ پر دے کر سب حرام اور سود ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعۃ فھو ربو[1] رواہ الحارث فی مسندہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یہاں جو انتفاع ہوتا ہے معروف ومعہود ہے اور معروف مشروط اور مشروط بالاجماع حرام اور وہ یقیناً روپے کے دباؤ سے ہوتا ہے تو یہاں اذن راہن کی صورت مستحق نہیں اگرچہ حیلہ باطلہ کے طور پر اُس کا نام کرلیا ہے کہ انتفاع بالاذن کے یہ معنی ہیں کہ نہ اُس کی شرط ہو نہ اُس پر اصرار بلاشرط اگر راہن بطور خود مثلاً کسی وقت سکونت کی اجازت دے تو صرف اُس کے اذن کی بنا پر رہنا چاہئے اور اُس میں اپنے کو ہر وقت اُس کے اذن کا محتاج جانے یہاں تک کہ وہ اس وقت کہہ دے کہ باہر نکل جاؤ تو وہ فوراً بلاعذر چلا جائے یا اُس نے اجازت دی اور نہ اسباب لایا ایک قدم دروازے کے اندر اور ایک باہر ہے کہ راہن نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً قدم باہر نکال لے یہ صورت اذن راہن کی ہے مگر حاشا اس کا وجود کہاں بلکہ بالیقین بزور رہتے ہیں اور تادائے دین راہن ہرگز منع نہیں کرسکتا ہے اور منع کرے تو ہرگز نہیں مانتے لاجرم حکم مطلقاً تحریم ہے طحطاوی علی الدرالمختار پھر ردالمحتار میں ہے الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع انتہی آہک پاشی وغیرہ کا حیلہ مفید نہیں کہ اگر اسے اُجرت ٹھہرائیں تو اول تو رہن واجارہ دو عقد متنافی ہیں جمع

نہیں ہوسکتے اور رہن چھوڑ کر اجارہ مانیں تو اُجرت مجہول ہے اور ایسا اجارہ حرام اور عاقدین گنہگار اور دونوں پر اس کا فسخ واجب اور وہ نہ کریں تو حاکم پر لازم کہ جبراً فسخ کردے دفعاً للمعصیۃ کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۳۳) از بھڑوچ مسئولہ محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمرو نے باغ وزمین گرو رکھا چند عرصہ بیں عمرو مع آل اولاد مرگیا اب اس کے باغ وزمین کا واپس لینے والا کوئی نہ رہا وہ باغ وزمین زید ہی کے پاس ہے اب اگر زید اُس باغ وزمین کی آمدنی کے روپے سے خیرات وحج کرے تو از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں۔

الجواب اگر وہ باغ وزمین اس کے روپے سے جو اس نے راہن کو دیا تھا زیادہ قیمت کی ہوں جیسا کہ اکثر اشیاء مرہونہ میں یہی ہوتا ہے تو یہ اُس سب کا مالک نہیں ہوسکتا بقدر اپنے روپے کے لے سکتا ہے باقی فقرائے مسلمین کا حصہ ہے جبکہ فی الواقع مالک کا کوئی وارث نہ رہا ہو جس قدر اس کا حصہ ہے اس سے حج کرسکتا ہے اور تصدق سب کا ممکن ہے اپنے حصہ کا باختیار خود اور حصۂ فقراء اس طرح کہ وہ انہیں کا مال ہے اور اگر اُس کی مالیت اُس کے روپے سے کم یا برابر ہو تو اُس سب کو اپنے دین میں سے لے سکتا ہے علی ما نقل الفتوٰی علیہ فی ردالمحتار ان فی زماننا لہ اخذ حقہ من خلاف جنسہ اُس وقت اُس سے حج وتصدق کا جواز خود ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۳۴) از قصبہ دوکانہ خاص پاڑھم ضلع مین پوری مرسلہ حکیم ظہور الدین صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

جناب فضیلت مآب فیض اکتساب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیکم۔

آنکہ مژدۂ صحتوری مزاج کا مدام دعاگو اور جواب باصواب کا آپ کے اسلامی معاملات شہر و یکتائے آفاق ہے منتظر مثل ماہی بے آب ہوں۔

یہ مسئلہ بذریعہ سوال مندرجہ صدر کے بجواب مندرجہ تحت کہ جس کے نقل منسلک لہذا ہے آنجناب نے عرصہ گزرا کہ حل فرمایا تھا۔ تو ۴ بسوہ ۳ سوانسہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ مال غصب اُس وقت معلق تھا کہ بعدہ جس کا دعوٰی ورثائے شخص کو ثالث نے باستحقاق مستخفہ مجوزہ عدالت بابت دخلیابی بانفکاک الرہن وزیر عدالت کیا کہ جو ۱۳ رمئی ۱۸۹۱ء کو بعارض تمادی قانون انگریزی ڈسمس ہوا تو اب جو ورثا راہنہ کو جو ۱۶ سوانسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ اور منجملہ پانچ بسوہ رہن کردہ مذکورہ کی پاچکے ہیں اس ۴ بسوہ ۶ کچوانسہ اور دو ثلث کچوانسہ ملکیت مال معلق کو فک الرہن کرادیں تو اب بھی ہوسکتا ہے یا کہ بوجہ

اس کے ورثائے شخص ثالث مستحقہ کا دعوٰی ڈسمس ہونے سے قائم مقام مرتہن شرعاً مالک اصل ہوگیا اور ورثہ راہنہ غاصبہ کو انفکاک الرہن کا کوئی حق باقی نہ رہا اور اگر شرعاً استحقاق ہے تو اب بصورت استحقاق ورثہ راہنہ فک الرہن کرادیں تو اصل مالک یہ بھی رہے گی یا کہ ورثائے شخص ثالث کو استحقاق پھر بھی ورثہ راہنہ پر پہنچانے کا رہے گا یا کہ کوئی حق ورثائے ثالث کا اب بوجہ اس کے اس کا دعوٰی ڈسمس ہوچکا ہے نہیں رہا امید کہ جیسی صورت شرعاً ہو بجواب مفصل صاف صاف بحوالہ کتب بواسطے خدا اور رسول جواباً ارقام فرماکر معزز ممتاز فرمائیں والسلام

الجواب اٹھارواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۳ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا وہی جواب اس کا اب بھی ہے جو جب تھا حق انفکاک وارثان راہنہ کو ہے ادائے دین مرتہن راہنہ ہی کے ترکہ سے ہوگا جزء معلق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے تو ان پر فرض ہے کہ بعد انفکاک وارثان ثالث کو پہنچادیں شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا جوہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب اللعان پھر اشباہ والنظائر فن ثانی کتاب القضاء والشہادت والدعاوی میں ہے الحق لایسقط بتقادم الزمان قذفا او قصاصا او لعانا او حقا للعبد اور اگر ان کو معلوم نہ کوئی ثبوت تو وہ جز بھی ملک راہنہ سمجھا جائے گا جو اس پر قابض تھی اور جس نے بدعوی مالکانہ اُس کو رہن کیا لان القبض دلیل الملک اس صورت میں وہ خود وارثان راہنہ کا ہے بہرحال وارثان مرتہن کا کسی طرح نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۳۵) از لکھنؤ نئی سڑک جوتابازار نخاس مرسلہ حاجی قدرت اللہ خاں تاجر جفت پاپوش ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

استفتاء مزید (یعنی نسبت مسئلہ آمدہ از کانپور ۳ صفر ۱۳۲۶ھ)

واقعات مندرجہ استفتاء سابق میں لکھا ہے (بعد اس زمین کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں) اس کی نسبت عمرو مرتہن نے ظاہر کیا ہے کہ صحیح واقعہ اس طرح ہے کہ بر بنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد راہن نے کرایہ داروں سے کہا کہ کرایہ عمرو مرتہن کو دیا کریں اگر یہ صحیح واقعہ استفتاء میں تحریر ہوتا تو فتوٰی یہ ہوتا کہ شرعاً بیع صحیح ہوگئی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرتہن ہے۔ لہٰذا حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی کی خدمت والا میں بکمال ادب گذارش ہے کہ عبارت استفتاء مسلکہ (بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) عبارت صحیح یہ ہے کہ (بر بنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد کرایہ داروں سے راہن نے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) پس اس تصحیح واقعہ و تبدیل عبارت کے بعد احکام مندرجہ فتوٰی میں کیا تبدیلی

ہوگی۔ اور کیا اس صورت میں جائداد بیع ہو جائے گی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرتہن ہوگا۔ بملاحظہ حالات مندرجہ استفتاء سابق وتصحیح واقعہ مندرجۂ استفسار مزید ہذا و فتوٰی منسلکہ جواب بحوالۂ کتب عطا ہو۔

الجواب اس تبدیلی سے ایک تغیر ضرور ہوا سوال سابق میں اگر عبارت یوں صاف مصرح ہوتی تو جواب میں بہت تخفیف رہتی عبارت اولٰی سے ظاہر یہ تھا کہ رہن کے بعد ہی راہن نے کرایہ داروں سے ایسا کہہ دیا اور جب کہ یہ شرط رہن نامہ نہ تھا کہ اُس میں حصول بیع وملک مرتہن انقضاء میعاد ایک ماہ و عدم فک رہن پر مشروط تھا پیش از میعاد رہن کے اس کہہ دینے سے ناواقف کو وہم ہوسکتا تھا کہ راہن نے کرایہ داروں سے اپنا اجارہ فسخ کرکے مرتہن سے اجارہ کرادیا اور گویا اس طرح رہن پر مرتہن کا قبضہ ہوگیا جس کے دفعہ کو فتوائے سابقہ میں وہ تقدیر لکھی گئی نیز یہ وہم ہوسکتا تھا کہ جب کہ اجازت قبل میعاد بربنائے شرط نہیں تو یہ راہن کا مرتہن کو محض احساناً بلا شرط اپنی طرف سے منافع مرہون کی اجازت دینا ہوا تو وہ کرایہ حق مرتہن میں حلال ہونا چاہیے تنویر الابصار میں ہے لہ حبس رھنہ بالانتفاع بہ مطلقا الاباذن جواہر الفتاوٰی پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ وھو ربا والافلاباس اور اُس جواب کی حاجت ہوتی جسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں منقح کیا جس کا خلاصہ یہ کہ محض بروجہ تبرع واحسان اجازت انتفاع یہاں لفظ بے معنی واسم بے مسمی ہے یقیناً قرض ہی کے دباؤ سے اجازت ہوتی ہے مرتہن اسے اپنا حق سمجھتے ہیں اور معروف مثل مشروط ہے تو وہ خالص ربا ہی ہے طحطاوی علی الدرالمختار پھر ردالمحتار میں ہے والغالب من احوال الناس انھم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع نیز یہ وہم ہوسکتا تھا کہ شرعاً بوجہ تعلیق وعدم قبضہ نہ یہاں بیع ہوئی نہ رہن تمام اور یہ اجازت پیش از میعاد اُس قرارداد پر مبنی نہیں کہ کہا جائے جب وہ عقد باطل ہوا یہ یہ اجازت بھی باطل ہوگئی اذا بطل المتضمن بطل التضمن بلکہ یہ ایک اجازت مستقلہ ہے تو اپنا عمل کرے گی لصدورھا عن اھلھا فی محلھا اور جواب کی حاجت ہوتی ہے کہ رہن نہ سہی قرض تو ہے اور اُسی کی وجہ سے یہ اجازت ہے ورنہ راہ چلنے کے لئے نہ کہہ دیتا کہ میری تمام مکانات دکانات کا کرایہ آج سے فلاں کو دیا کرو اور خود اپنے مکان سکونت کا کرایہ دینا اس پر دلیل قاطع ہے تو اجازت اگرچہ مستقلہ ہے اجازت حرام وربا ہے اور ربا ہندہ کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا رواہ الحارث بن ابی اسامہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام عبداللہ ابن محمد ابن اسلم سمرقندی نے فرمایا

اذن لہ فی الربا لانہ یستوفی دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فیکون ربا وھٰذا امر عظیم
اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ فضل ربا نہیں بلکہ فضل مستحق بالعقد اور یہ جبکہ پیش از میعاد دو وقت
قرارداد ہے مستحق بالعقد نہیں اور پھر اسی تنبیہ کی ضرورت ہوتی کہ المعہود عرفا کالمشروط لفظاً غرض
اس عبارت سابقہ میں متعدد اوہام اور اس کے دفع کی مؤنت تھی اب کہ سوال میں آپ تصریح ہوگئی کہ حسب
قرارداد وبعد مرور میعاد اُسی شرط کی بنا پر راہن نے یہ اجازت دی سب مؤنتیں اُٹھ گئیں اور خود ہی ظاہر
ہوگیا کہ یہ اجازت، اُسی شرط باطل پر مبنی تھی اور باطل پر جو کچھ مبنی ہو باطل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں ما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب
اللہ فھو باطل ان کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق رواہ الشیخان عن اُمّ
المومنین رضی اللہ عنہا تو اس تبدیل سے احکام فتوائے سابقہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اور ان کی تائید و
توکید ہوگئی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۳۶) از مقام مذکور ۸ رجمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گذارش ہے کہ قبل اس کے دو عریضہ خدمت اقدس
میں روانہ کئے ہیں مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ وہ منافع
جائداد مرہونہ ملک مرتہن بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالمگیری میں ایک جزئیہ موجود ہے اِلّا اَن یاذن الراھن
براہ دستگیری عاجزان اس کے متعلق جو تحقیق صحیح حضور والا کی رائے میں ہو اس سے آگاہ فرماکے سرفرازی
بخشی جاوے بعید بندہ نوازی سے نہ ہوگا زیادہ حد ادب عریضہ قدرت اللہ خاں از لکھنؤ نئی سڑک جوتا بازار۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج چوتھا روز ہے جواب فتوٰی حاضر کرچکا ہوں
غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کارڈ لکھا۔ اُس فتوٰی میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں ۔

(۱) یہاں رہن ہی نہیں محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانیے تو اجازت راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے یہاں عنقا ہے ہرگز محض اُس کی
اجازت بروجہ احسان وتبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے بلکہ دَین کے دباؤ سے جس پر اس مرتہن کا
راہن کو دربارۂ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا لاجرم اُسے اپنا حق
سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو تو جب سائل نے تصریح کردی کہ یہ اجازت بعد انقضائے میعاد بربنائے قرارداد
تھی تو قطعاً نفی کی شرط ہوگئی اور دین پر جو نفع شرط کرلیا جاوے بالاجماع ربا و حرام قطعی ہے اسے بہ اجازت

راہن لینا نہیں کہہ سکتے بلکہ معاہدہ فاسدہ محرمہ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ (۱۳۷) از ریاست رامپور محلہ زبینہ عنایت خاں مرسلہ حامد علی خاں صاحب ۱۸ جمادی الاخری ۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ازروئے شرع مبین اندریں مسئلہ کہ زید بکر کا مقروض ہے بکر نے زید پر عدالت میں دعوٰی دائر کرکے عدالت سے اپنے وصول کرلینے قرضہ کی ڈگری حاصل کی ہے زید کو ایک جائداد متروکہ عمرو اپنے مورث اعلٰی سے منجملہ ۱۶ سہام کے ۶ سہام شرعًا پہنچی جائداد متروکہ عمرو اُس کی حیات سے منجانب عمرو ایک شخص کے پاس رہن دخلی ہے اور کوئی جائداد زید کی سوائے سہام مذکورہ نہیں ہے جس سے وصول ڈگری ہوسکے اندریں صورت بکر حق وحصہ مرہونہ زید بہ تحفظ حق مرتہنی بکر عدالت سے نیلام کرا کر زرڈگری اپنا وصول کرنے کا مختار ہے یا نہیں اگر شے مرہونہ مذکورہ شرعًا بغیر انفکاک نیلام نہیں ہوسکتی اور کیا صورت ہوسکتی ہے کہ بکر اپنا زرڈگری زید سے وصول کرسکے بکر مجبورًا کل زررہن یافتنی مرتہن قابض عدالت میں داخل کرکے اور انفکاک کرکے حق وحصہ زید جائداد مذکورہ سے نیلام کرادے اور بصورت مذکورہ بکر زررہن ادا کردہ خود کو دے کر بکر حصہ داران شرکا، زید سے شرعًا وصول کرنے کا مختار ہوگا یا نہیں فقط۔

الجواب بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد گاؤں ہے اور اس کی زمین زمانہ عمرو سے مزارعوں کو اُٹھی ہوئی ہے وہ اس پر بدستور قابض رہے اُن سے زمین نکالی نہ گئی اور اسی حالت پر وہ گاؤں ایک شخص کے پاس دخلی رکھ دیا اور واقعی یہاں پر یہی معمول ہے یوں ہی کرتے ہیں اجارہ مقدم ہوتا ہے رہن مؤخر بلا تخلیہ مزارعین ہرگز نہ زمین سے دست بردار ہوتے ہیں نہ اپنا عقد فسخ کرتے ہیں بلکہ اسی مقبوض فی اجارہ کو محض زبانی و کاغذی باتوں سے معًا مقبوض فی الرہن تصور کرلیا جاتا ہے حالانکہ شے واحد پر وقت واحد میں دو قبضہ مختلف وارد نہیں ہوسکتے تو حقیقۃً رہن بے قبضہ و بے اثر رہتا ہے اگرچہ براہ نادانی اُسے زمین پر قبضہ ہونا سمجھیں اور رہن دخلی کہیں اعتبار حقائق کا ہے نہ مزعومات عوام کا لہٰذا اس صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہے۔

رہن سرے سے جائز ہی نہیں نہ مرتہن کو جائداد میں کوئی حق کہ اور قرضخواہوں پر مقدم ہو حاکم زید کو حکم دے کہ اپنے سہام بیچ کر ڈگری ادا کرے اگر وہ نہ مانے حاکم نیلام کردے اور حق مرتہنی کوئی نہیں جس کا تحفظ کیا جائے فتاوٰی خیریہ میں ہے۔ الواجب فی ذالک شرعا النظر فی کلا العقدین (الرھن والاجارۃ) فان کان مقبوضا فی الرھن دون الاجارۃ اعتبروان المرتھن احق

بما لیته من المستاجر ومن سائر غرماء المیت وان کان مقبوضًا فی الاجارۃ دون الرھن کان المستأجر (ای الذی عجل الاجرۃ) احق به من المرتھن ومن سائر الغرماء حتی یستوفی الاجرۃ المعجلة اھ د م) وان خلا العقد ان عن القبض کان جمیع الغرماء اسوۃ فیه یتقاسمونه بقدر حقوقھم وان اتصل بکل منھما قبض فالعبرۃ للاسبق تام یخامنھما مالم یجز صاحب القبض السابق العقد المتاخر لانفساخ السابق بالاجازۃ منه للعقد اللاحق وکل ھذہ الاحکام صرح بھا علماء نا الاعلام اھ مختصرا موضحا بزیادۃ ما بین الاھلة اوراس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن توشرع میں نہیں ہوتا مگر دخلی قال تعالٰی فرھٰن مقبوضة مگر عوام جسے رہن دخلی کہتے ہیں جس میں مرہون سے مرتہن کا انتفاع شرط ہوتا ہے جیسے مکان رہن میں اُس کا رہنا یا دیہہ رہن کی توفیر لینا یہ قطعاً سود اور محض حرام اور مردود ہے کما حققناہ فی فتاوینا حدیث میں ہے کل قرض منفعة فھو ربا جواہر الفتاوی میں ہے اذا کان مشروطا صار قرضا فیه منفعة فھو ربا اور از آنجا کہ مزارعوں سے راہن ہی ہوا لانه العاقد والمنافع انما تتقوم بالعقد تنویر میں ہے ماھو یدل عن المنفعة کالکسب والاجرۃ یکون للراھن ــــــ تو راہن تک مرتہن نے اتنی توفیر پائی کہ اُس کے تمام وکمال دین کے برابر یا زائد تھی اور دَین وتوفیر ایک جنس ہوں مثلاً روپے قرض دیئے تھے اور مزارعوں پر بھی لگان میں روپیہ ہی دیا ہے نہ بٹائی تو مرتہن نے اپنا دَین وصول پالیا اور وہ چاہے یا نہ چاہے مقاصہ ہوگیا یعنی یہ توفیر کہ اُس نے لی غصبالی تو اس قدر راہن کا دین مرتہن پر لازم ہوا اور جبکہ یہ اُس مقدار کو پہنچ گیا جتنا اس کا دین راہن پر تھا دونوں کا معاوضہ ہوا اتنی توفیر کا تاوان مرتہن پر سے جاتا رہا اور مرتہن کا دَین راہن پر سے اُتر گیا اور جائداد رہن سے نکل گئی اب اسے اس پر کوئی حق ومطالبہ باقی نہیں ہے ڈگری دار بلامزاحمت اپنا دین حصہ زید سے وصول کرے اشباہ والنظائر میں ہے آخر الدینین قضاء للاول اُسی میں ہے للزوج علیھا دین وطلبت النفقة لاتقع المقاصة بدین النفقة بلارضاء الزوج بخلاف سائر الدیون لان دین النفقة اضعف فصار کاختلاف الجنس فشابه ما اذا کان احد الحقین جیدا والاٰخر ردیا لاتقع التقاص بلاتراض اور اگر لگان روپے سے ہوا اور موت راہن تک مرتہن کی توفیر بقدر اپنے دین کے نہ ملی اگرچہ ایک ہی روپیہ کم ہو تو اس صورت میں اگرچہ جائداد راہن سے نہ نکلی اور اُسے حق حبس حاصل ہے درمختار میں ہے لایکلف من قضی بعض دینه تسلیم بعض رھنه حتی یقبض

البقیۃ ولہٰذا وہ صورت کہ صرف بقدر سہم زید ادائے دین کرکے اتنے حصے کو فک کرالیں بے رضائے مرتہن ناممکن ہے اور بعد موت راہن جو توفیر مرتہن لیتا رہا اُس سے مقاصہ نہ ہوگا کہ اب عاقد خود مرتہن ہے تو بعد کی توفیر کا یہ خود ہی مالک ہوگا ۔ لما قدمنا ان المنافع فی الاجارۃ لاتتقوم الا بالعقد فلا یملکھا الا العاقد کائنا من کان اگرچہ بوجہ ربا ملک خبیث وحرام ہے اور اُس پر فرض ہے کہ یہ توفیر مالکان جائداد کو دے اور یہی بہتر ہے یا تصدق کردے کما حققناہ فی فتاوینا مگر از انجا کہ ملک حرام ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ مالکوں کو دے تو مرتہن کے لئے خیر یہی ہے کہ بعد موت راہن بھی اگر توفیر بقدر دَین وصول ہوگئی، جائداد سے دست بردار ہو۔ یونہیں توفیر اگر روپیہ نہ تھی بلکہ بٹائی ہے تو اُس کا غلّہ بھی اگر موت راہن تک یا اُس کے بعد آج تک اتنا وصول ہوگیا کہ بازار کے بھاؤ سے اُس کی قیمت دَین کے برابر ہو جب بھی اُس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنا دَین وصول سمجھے اور جائداد چھوڑ دے بلکہ جتنا روپیہ یا غلہ دین سے زائد آیا ہو مالکان جائداد کو واپس دے عقود الدریہ میں ہے یرد ما قبض علی المالک وھو الاولیٰ ثم سئل یلزم المسمی للمالک ام للعاقد فقال للعاقد ولا یطیب لہ بل یردہ علی المالک وجیز کردری وغمز العیون میں ہے آجر المرتھن الرھن من اجنبی بلا اجازۃ الراھن فالغلۃ للمرتھن ویتصدق بھا کالغاصب او یردھا علی المالک خیریہ میں ہے والثانی افضل لخروجہ من الخلاف ف

یہ سب اُس صورت میں ہے کہ یہاں رہن تسلیم کرلیں ورنہ ہم ثابت کرچکے کہ سرے سے رہن جائز ہی نہیں بہرحال ان صورتوں میں مرتہن کو کوئی مزاحمت پہنچتی ہی نہیں اور اگر ابنائے زمانہ اسے نہ مانیں نہ مجوزین سے اس تجویز کی امید ہو کہ مدت سے نہ صرف کفار بلکہ دنیا بھر کے عامۂ حکام نے اپنے تراشیدہ قوانین باطلہ کے آگے شرع مطہر کے احکام حقہ عادلہ کو منسوخ سمجھ رکھا ہے تو بکر فقط اُتنا دَین کہ حصۂ زید پر ہے ادا کرکے اتنا استخلاص کرالے اور اگر یہ ناممکن ہو جب تک کل دین ادا نہ کیا جائے تو مرتہن کا سارا مطالبہ ادا کرکے جمیع جائداد رہن سے چھڑا کر اپنا دَین حصۂ زید سے وصول کرے اور جو کچھ اس میں سے مرتہن کو دینا پڑے وہ تمام وکمال ورثاء عمرو سے وصول کرے کہ جو شخص دوسرے کا دین بے اُس کے کہے بطور خود ادا کرے وہ اُس وقت متبرع ٹھہرتا ہے کہ اس کی ادا میں مضطر نہ ہو اور جسے بے اس کے چارۂ کار نہ ہو وہ متبرع نہیں اور اُسے اصل مدیون سے وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اپنے حق تک بے اُس کے نہ پہنچ سکنے کی بھی صورت اضطرار ہے جیسا کہ یہاں ہے درمختار میں ہے اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منھما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن ردالمحتار میں ہے قولہ غاب واحد منھما

قید به لانه لو کان حاضرا یکون متبرعا بالاجماع لانه لایکون مضطرا فی ایفاء الکل اذ یمکنه ان یخاصمه الی القاضی فی ان ینقد حصته ولیقبض نصیبه فتح در مختار میں ہے رهن الاب من مال طفله شیئا بدین علی نفسه جاز ولو ادرك الابن ومات الاب لیس للابن اخذه قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان رهنه لنفسه لانه مضطر کمعیر الرهن رد المحتار مسئلہ معیر میں ہے لانه یرید بذالك تخلیص ملکه فهو مضطر الیه اور شرعا اگرچہ یہ مرتہن مرتہن نہ ہو یا اُس کا دَین بتمامہ توفیر سے ادا ہوگیا ہو جس کے سبب اُس کا مطالبہ شرعًا باطل ہو مگر قانون زمانہ کے اعتبار سے اسے بے اُس کے دئے اپنے حق تک وصول ناممکن ہے تو توادا میں مضطر ہوا اور رُجوع کا اختیار ملا۔ غرض مدار کار اضطرار پر ہے نہ اُس مطالبہ کے حق ہونے پر در مختار میں ہے النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانها فی المطالبة کالدیون فوقها حتی لو اخذت من الاکار فله الرجوع علی مالك الارض وعلیه الفتوی رد المحتار میں ہے فی آخر اجارات القنیة برزظهیر الدین المرغینانی وغیره المستأجر اذا اخذ منه الجبایة الراتبة علی الدار والحوانیت یرجع علی الآجر وکذا الاکار فی الارض وعلیه الفتوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

مسئولہ ظہور الدین صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا گیا ہے وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر لے تو جائز ہوگا یا نہیں۔ زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندۂ خدا سود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع جائز حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے

مسلمان کو دیا اور اس جائداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے لہٰذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا
مکرر یہ ہے کہ یہ سُنا ہے کہ حضور نے رہن دخلی کی کوئی ایسی صورت نکالی ہے جو جائز ہے امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاؤں گا۔ مکرر یہ کہ شرعی طور پر ایسی کون کون سی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کا لین دین کرسکیں اور فائدہ بھی اپنا اُٹھاسکیں امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرمادی جائیں گی جو حسبِ تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیث نبوی میں واقع ہوں اللہ اس کا اجر دے گا۔ فقط۔

الجواب: ع۱ زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہ رہن رکھنے کے ہیں اور رہن کی حفاظت ذمہ مرتہن ہے کہ وہ اسی کے حق میں محبوس ہے اس پر اُجرت لینے کے کوئی معنی نہیں اگر لے گا خالص سود ہوگا یہ نفع جائز نہیں ہوسکتا بلکہ قطعی حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ع۲ جائداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے ایک یہ کہ جائداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو لکھ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دین میں مکفول کی اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں یہ شرعاً محض باطل و مہمل ہے نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہوسکتا ہے کہ جائداد مرتہن کے قبضے میں دی نہیں جاتی دوسری صورت رہن دخلی کی ہے وہ خود ہی حرام و سود ہے تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں وہ یہ کہ جائداد مرتہن کے قبضے میں دے دی جائے اور مرتہن صرف اس پر قبضہ رکھے کسی طرح کا نفع اُس سے حاصل نہ کرے یہ صورت جائز اور یہی رہن شرعی ہے اور اس کی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جواب اوّل میں گزرا کہ اُس پر کچھ لینا محض سود اور حرام قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع۳ رہن دخلی کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، میں نے نکالی ہے نہ کوئی نکال سکتا ہے اُس کے جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اپنا مکان رہن رکھا اور کوئی شرط اُس کی سکونت کی قرار نہ پائی پھر زید نے محض اپنی خوشی سے صرف بطور احسان اُسے سکونت کی اجازت دی اور وہ اُس کی اجازت ہی کی بنا پر اس میں رہنا چاہتا ہے نہ اُس پر اصرار کرے گا نہ قرض کا دباؤ ڈالے گا یہاں تک کہ اگر اُس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو آیا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اُس نے کہا اب میں اجازت نہیں دیتا تو فوراً پاؤں باہر نکال لے ایسا رہنا ہو تو ممکن ہے مگر یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے حاشا ہرگز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ محمد سبحان از موضع پوراکوٹھی ڈاکخانہ شمشیر نگر ضلع گیا ۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں مسلمانوں کی رائے ہے کہ شاہراہ بیچ بستی

کے جو عام لوگ کو فائدہ پہنچ سکے ایک کنواں پختہ تیار کریں اور قیمت چرم قربانی کا اُس میں خرچ کریں کیونکہ اس بستی میں ایک شخص کو کسی کو لیاقت نہیں جو ایک آدمی کنواں بند ھو اسکے پانی پینے کی از حد تکلیف ہے ایسی حالت میں قیمت چرم قربانی کنویں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

ع۲ ہم نے ایک بیگہ کھیت گروی مبلغ پچاس روپے اس شرط پر دے کر لیا کہ تا ادائے روپیہ ہم نے اُس کھیت کو آباد کیا اور اُس کی مال گزاری لگان وغیرہ ہر سال ادا کرتے گئے اور پیداوار اُس کی اپنے مصرف میں لائے اس طور کا کھیت لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- ع۱ قربانی کی کھال ہر نیک ثواب کے کام میں صرف ہو سکتی ہے حدیث میں ہے کلوا وادخروا وا تجروا۔ ہاں جس نے دام حاصل کرنے کے لئے بیچی ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ دام فقیروں ہی کو دے حدیث میں ہے من باع جلد اضحیتہ لا اضحیۃ لہ واللہ تعالیٰ اعلم

ع۲ کاشتکار کھیت کا مالک نہیں ہوتا نہ اُسے بے اجازت زمین دار رہن کرنے کا اختیار اور یہاں اگر زمین دار بھی اجازت دے گا تو نہ اس طرح کہ کھیت معطّل ہے اور اس کی لگان نہ ملے بلکہ یوں ہیں کہ کھیت تم جوتو اور لگان ادا کرو یہ اجارہ ہو گا نہ کہ رہن اس صورت میں اس نے جو روپیہ اُس کاشتکار کو دیا وہ اُس کے ذمہ رہا اور کھیت کا مستاجر اس کی جگہ یہ ہو گیا اُسے کھیت سے کوئی تعلق نہ رہا زمین دار کو اختیار ہے اس کے پاس رکھے خواہ اُسے واپس دے یہ جو کچھ جوتے بوئے اس کا ہے لگان زمین دار کا ہے اور اس کا قرض کاشتکار پر ہے صورت شرعی تو اس میں یہ ہے اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کھیت اسی کاشتکار سابق کے اجارہ میں ہے ہمارے پاس رہن ہے اور زمین دار نے بھی اسے مستاجر نہ بنایا بلکہ اُس کو رکھا اور اس نے اس کا قائم مقام ٹھہرا کر لگان لیا تو یہ صورت باطل ہے مرتہن کو رہن سے نفع لینا جائز نہیں تو امر ناجائز کا قصد کیا اور ناجائز کا قصد بھی گناہ ہے اگرچہ واقع کے خلاف ہو کہ یہ نہ رہن شرعی ہے نہ رہن و اجارہ جمع ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۳۸) مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ۔

۱۰ ربیع الاوّل شریف ۳۵ھ

ایک کاشتکار کی زمین ملکیت سرکاری اُس کا کھاتا بند ہے اور وہ لگان اُس کا فی بیگہ دو روپیہ ماہوار بابت کاشتکار دیتا رہتا ہے یہی زمین اُس نے رفع ہونے کی غرض سے مبلغ ایک صد روپے یا اس سے زیادہ کم میں کسی مسلمان کے رہن بالقبض کر دی اب مرتہن نے اس کو کاشت کیا اور وہی کھاتہ سرکاری زمین کا جو سابق کاشتکار دیا کرتا تھا سرکار نے اس سے وصول کر لیا یا اُس نے کسی قدر منافع پر دے کر

شخص کو کاشت کرادی تو جو منافع زمین سرکاری سے مرتہن نے بحالت ادائگی کھاتہ معہودہ سرکاری حاصل کیا وہ زرِ رہن میں محسوب کرے گا یا کیا۔

الجواب: رہن و اجارہ جمع نہیں ہوسکتے یہ زمین کہ اجارہ میں ہے رہن نہ ہوئی اور ظاہر ایہاں یہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس کی جگہ اس کو مستاجر زمین سمجھے بلکہ مستاجر وہی رہتا ہے اور یہ مثل ذیلی اور اُس کا اُس زمین سے انتفاع نہیں مگر بربنائے قرض اور قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل کیا جائے جائز نہیں حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا لگان جو مرتہن نے گورنمنٹ کو ادا کی خود کاشت کی اور اس کے بدلے دی نہ کہ راہن کی طرف سے تو اُس کا جس طرح راہن سے مطالبہ کوئی وجہ نہیں رکھتا ہاں اگر راہن کہے کہ میرے ذمہ جو لگان ہے وہ ادا کیا کر اب وہ اس بنا پر ادا کرتا ہے تو اُس کا مطالبہ راہن سے کرسکتا تھا اسی طرح جبکہ اس نے زمین میں کاشت کی تو جو پیداوار ہے اُس کا یہی مالک ہے اگرچہ یہ انتفاع اُس کو ناجائز تھا اس کے سبب زرِ رہن سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۳۹) از موہن پور مسئولہ سالار بخش خیاط ۱۲ شعبان ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کہ کھیت رہن ۶ بیگہ مبلغ ایکسو روپیہ میں رکھا گیا اور لگان اُس کا ۶ روپیہ ہے اور کاشت خود کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں۔

(۲) زمین داری ۱۲ بسوانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ ہیں وہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: (۱) صورت مسئولہ میں اگر موروثی کھیت دخیلکار آسامی سے بالعوض ایک سو روپے کے رہن رکھا ہے تو اُس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک یعنی زمین دار سے اجازت حاصل کریں دخیلکار آسامی موروثی ہونے سے شرعاً مالک نہیں ہوتا صورت جواز یہ ہے کہ اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تا مدت رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیّب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے دخیلکار کو قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اُس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے دخیلکار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہٰذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مواضعات کا دخلی رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے حدیث میں ارشاد فرمایا کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع

اُٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۴۰) اودے پور میواڑ مرسلہ احمد خاں وکیل دربار مارواڑ متعینہ مورخہ ۲ ذی قعدہ ۳۵ھ

جناب عالی عرض ہے کہ زمین داری ۱۲ بسوانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ میں وہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ۱۔ صورت مسئولہ میں موروثی کھیت دخیلکار آسامی سے بالعوض ایکسو روپے کے رہن رکھا ہے تو اُس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک زمین دار سے اجازت حاصل کریں دخیلکار آسامی موروثی ہونے سے شرعاً مالک نہیں ہوتا صورت جواز یہ ہے کہ اُس پر قبضہ کے بعد اصل مالک زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تا مدت رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ دخیلکار کو ہم نے قرض دیا ہے اُس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمیندار کی ہے دخیلکار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک کی اجازت لے کر کاشت کی ہے لہٰذا ہم کو اپنے کاشت کا نفع حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ مواضعات کا دخلی رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے حدیث میں ارشاد فرمایا۔ کل قرض جر منفعہ فھو ربا جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۴۱) از ریاست رامپور مرسلہ منا بھائی ۲۰ صفر ۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ پر چند قطعہ دوکانات و مکانات اپنے جو بقبضہ کرایہ داران زید کی طرف سے تھیں بذریعہ رہن نامہ مصدقہ بکر کے پاس رہن کیں بعد ازاں اُس زر رہن پر مبلغ پانچسو روپے اور اضافہ کر کے دوسری دستاویز بحوالۂ دستاویز سابقہ تصدیق کرادی دستاویز مذکور میں اقرار تسلیم قبضہ بکر نے تحریر کرالیا اور یہ بھی دستاویز میں تحریر کرالیا کہ جو منافع بذریعہ سکونت وغیرہ کرایہ داروں سے مرتہن وصول کرے وہ حق مرتہن ہے چنانچہ مبلغ چار ہزار نو سو پینتالیس روپے بکر نے بذریعہ زید کرایہ داران سے وصول پائے اور حسب مضمون دستاویز دوکانات کو کرایہ پر قائم رکھ کر اس کرایہ کی منفعت بکر نے حاصل کی اس کے بعد پھر بکر نے عدالت میں نالش زر رہن بغرض نیلام جائداد مرہونہ دائر کی۔

زید مدعاعلیہ کو یہ عذرات ہیں

(۱) قبضہ مرتہن مرہونہ پر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ مرہونہ پہلے سے بقبضہ کرایہ داران تھی جس کا مرتہن کو خود اقرار ہے اور رہن میں قبضہ واقعیہ و تسلیم خاص کی ضرورت ہے تصریحات فقہیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلیم و قبضہ کی تحریر کافی نہیں ہے درمختار میں فاذا سلمہ وقبضہ المرتھن یوں نہیں ہے کہ فاذا کتب تسلیمہ وقبض المرتھن اور بعد تحریر دستاویز مرتہن کا قبضہ نہیں ہوا۔

(۲) دستاویز میں یہ الفاظ ہیں کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرایہ مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے یہ اذن راہن برائے اجارہ ہے چنانچہ منافع کرایہ مرتہن نے بذریعہ اجازت راہن کے حاصل کئے اور یہ صورت ہے اجارہ دینے کی مرتہن کا باذن راہن کے اور یہ امر مبطل رہن ہے یہ مانا کہ نئے دوکانداروں کو بکر نے دوکان نہ دی لیکن پرانے دوکانداروں کو قائم رکھ کر منفعت باجازت راہن حاصل کی۔

(۳) رہن میں زیادتی فی الدین حضرت امام الائمہ سیدی ابوحنیفہ الکوفی وحضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز نہیں حالانکہ پہلے ایک ہزار روپے میں رہن ہونا اس کے بعد پانسو روپے اور لے کر ایکہزار پانسو میں رہن ہونا خود بکر کو تسلیم ہے۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اس زیادتی فی الدین کو جائز کہنا حجت نہیں ہے کہ فتوی اختلاف کی صورت میں امام صاحب کے قول پر ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کے ساتھ امام محمد بھی ہیں درمختار میں ہے والاصح کما فی السراجیۃ وغیرھا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق۔

(۴) بکر مرتہن نے جو زرکرایہ تعدادی چار ہزار نوسو پینتالیس روپے آٹھ آنے کرایہ داروں سے بذریعہ زید وصول کیا ہے وہ حق راہن یعنی زید ہے چنانچہ وان باذنہ فللمالک کما فی درمختار وتکون الاجرۃ للراھن کما فی قاضی خان اس پر بیّن دلیلیں ہیں (بکر مدعی یہ کہتا ہے)

(۱) اقرار قبضہ جبکہ دستاویز میں تحریر ہے تو ضرورت کسی دیگر ثبوت کی نہیں کیونکہ مکانات مرہونہ کو راہن نے جب اپنے حقوق سے خالی کرکے مرتہن کے حوالے کردیا جس پر دستاویز شاہد ہے تو مرتہن کا قبضہ پورا ہوگیا۔

(۲) دستاویز کے یہ الفاظ کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرایہ مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے اور اس پر بذریعہ راہن مرتہن کا عملدرآمد بہ صورت اجارہ باذن راہن ہے اور اجارہ باذن راہن مبطل ہی نہیں ہوتا بلکہ دینا مرتہن کا باذن راہن مبطل ہوتا ہے یہاں اجارہ دینا مرتہن کا ثابت نہیں کیونکہ اس نے دوکانات پر نئے دوکانداروں کو نہیں بٹھایا۔

(۳) زیادتی فی الدین امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک جائز ہے اور معاملات میں اکثر فتوٰی انہیں کے قول پر ہوتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعًا عذرات مندرجہ بالا بکر کے صحیح ہیں یا اقوال زید کے صحیح ہیں ہر سوال کا جواب بالتفصیل نمبروار بحوالہ کتب فقہ عنایت ہو بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب :- عذرات زید صحیح ومسموع اور شبہات بکر باطل و مدفوع ہیں

(۱) رہن اور یہ اجارہ تو دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ نفاذ سے عاطل بدائع امام ملک العلماء میں ہے القبض شرط جواز الرھن لقولہ سبحٰنہ وتعالٰی فرھٰن مقبوضۃ وصف سبحٰنہ وتعالٰی الرھن بکونہ مقبوضا یقتضی ان یکون القبض فیہ شرطا ولانہ عقد تبرع للحال فلا یفید الحکم بنفسہ کسائر التبرعات اسی میں شرائط نفاذ اجارہ میں ہے۔ الحکم فی الاجارۃ المطلقۃ لایثبت بنفس العقد عندنا لان العقد فی حق الحکم ینعقد علٰی حسب حدوث المنفعۃ فکان العقد فی حق الحکم مضافا الٰی حین حدوث المنفعۃ فیثبت حکمہ عند ذلک حتی لو انقضت المدۃ من غیر تسلیم المستاجر لایستحق شیئا من الاجر ولو مضٰی بعد العقد مدۃ ثم سلم فلا اجر لہ فیما مضی لعدم التسلیم فیہ۔ رہن قبضہ مرتہن چاہتا ہے کہ اُس کا مقتضی حبس ہے اور حبس بے قبض ناممکن اور اجارہ قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اُس سے مقصود انتفاع ہے اور انتفاع بے قبض نامتصور اور شے واحد کا وقت واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال ولہٰذا اگر راہن بے اجازت مرتہن یا مرتہن با جازت راہن شے مرہون شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرتہن کو اجارہ دے تینوں صورتوں میں رہن باطل ہو جاتا ہے بدائع میں ہے۔ لیس لہ ان یؤاجرہ من اجنبی بغیر اذن المرتھن لان قیام ملک الحبس لایمنع الاجارۃ لان الاجارۃ تعتمد الانتفاع وھو لایملک الانتفاع بنفسہ فکیف یملکہ غیرہ ولو فعل وقف علٰی اجازتہ فان ردہ بطل وان اجاز جازت الاجارۃ وبطل عقد الرھن لان الاجارۃ اذا جازت وانھا عقد لازم لایبقی الرھن ضرورۃ والاجرۃ للراھن لانھا بدل منفعۃ مملوکۃ لہ وولایۃ قبض الاجرۃ لہ ایضا لانہ ھو العاقد وکذا لیس للمرتھن ان یؤاجرہ من غیر الراھن بغیر اذنہ لان الاجارۃ تملیک المنفعۃ والثابت لہ ملک الحبس لا ملک المنفعۃ فکیف یملکھا من غیرہ فان فعل وقف علٰی اجازۃ الراھن فان اجازہ جاز وبطل الرھن لما ذکرنا وکانت الاجرۃ للراھن

وولایۃ قبضہا للمرتہن لان العاقد ھو المرتہن ولایعود رھنا اذا انقضت مدۃ الاجارۃ لان العقد قد بطل فلایعود الابالاستئناف اُسی میں ہے یخرج المرھون عن کونہ مرھونا ویبطل عقد الرھن بالاجارۃ بان آجرہ الراھن من اجنبی باذن المرتہن او المرتہن باذن الراھن او استاجرہ المرتہن۔ یہاں کہ فریقین کو اقرار ہے کہ دکان و مکان رہن سے پہلے سے منجانب زید کرائے پر ہیں اور جب سے اب تک برابر قبضہ کرایہ داران میں ہیں کبھی اُن سے خالی نہ کرائی گئیں۔ تو تخلیہ کہ شرط رہن تھا کبھی نہ ہوا اور رہن سرے سے ناجائز وناتمام رہا۔ عوام عموماً اور آج کل کے قانون داں خصوصاً نرے زبانی یا کاغذ کے تلفظ کو قبضہ کہتے اور سمجھتے ہیں نہ وہ تخلیہ کے معنیٰ سے آگاہ ہیں نہ اُس کی حاجت جانتے ہیں زید اگر اپنا مکان جس میں اُس کا مال اسباب رکھا ہوا ہے عمرو کو ہبہ کرے اور کنجی اُسے دے دے وہ کہیں گے قبضہ دے دیا حالانکہ ہرگز شرعاً قبضہ نہ ہوا کہ تخلیہ نہ ہوا بدائع میں ہے۔ وعلٰی ھذا یخرج ما اذا وھب دارا فیھا متاع الواھب وسلم الدار الیہ اوسلم الدار مع ما فیھا من المتاع فانہ لایجوز لان الفراغ شرط صحۃ التسلیم والقبض ولم یوجد دستاویزیں کہ بکر کو قابض کردینا مسطور یقیناً اس سے یہی محاورہ جہال منظور تو بکر کا اُس سے استدلال ہباءً منثوراً اور اگر فرض کیجئے کہ اُسے شرط قبضہ ہی پر محمول

---

[1] مشی فی الھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا علٰی ان القبض شرط اللزوم فلایتم الرھن الابہ قال فی العنایۃ وھو اختیار شیخ الاسلام وھو مخالف لروایۃ العامۃ قال محمد لایجوز الرھن الامقبوضا ومثلہ فی کافی الحاکم الشھید ومختصری الطحاوی والکرخی اھ قال الکرخی انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد والحسن بن زیاد وصححہ فی الذخیرۃ قھستانی والمجتبٰی درمختار والمحیط ھندیہ وبہ جزم فی البدائع کما تری وکذا ذکرہ فی الرھن من العقود الدریۃ انہ الصحیح اقول والھدایۃ مع مشیہ علٰی انہ شرط اللزوم کلامہ فی الدلائل فی مسئلۃ لایجوز رھن المشاع وغیرھا یدل علٰی انہ شرط الانعقاد فتدبرہ وراجع العنایۃ ونتائج الافکار وکذا التنویر مع اتباعہ للھدایۃ قال لایصح رھن المشاع قال فی الدر الصحیح انہ فاسد اھ تأمل وراجع ما علقنا علٰی رد المحتار ویستفاد من العنایۃ ان معنی شرط الجواز عند قائلیہ ان الرھن باطل ان لم یقبض فاخترناہ لما علمت لہ من القوۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔

رکھیں تو اب دو وجہ سے مردود ہے اولاً جب یقیناً معلوم کہ کرایہ داروں سے تخلیہ کرکے قبضہ کسی وقت نہ دلایا پہلے سے اب تک کرایہ داروں کا قبضہ مستمر ہے اور اُوپر بیان ہوچکا کہ شے واحد پر وقتِ واحد میں دو مختلف قبضے محال تو یہ اقرار بالمحال ہوا اور اقرار بالمحال باطل و نامسموع ہے مثلاً بھائی اقرار کرے اور رجسٹری کرادے کہ متروکہ پدری اُس میں اور اس کی بہن میں بذریعہ میراث پدر نصف نصف ہے یہ اقرار مردود ہے بہن اس سے استدلال نہیں کرسکتی کہ وہ شرعاً محال ہے لہٰذا ثلث سے زیادہ نہ پائے گی، یونہی یہاں باوصف استمرار قبضہ مستاجران قبضہ مرتہن شرعاً محال ہے لہٰذا اقرار واجب الابطال ہے اشباہ والنظائر میں ہے الاقرار بشیئ محال باطل کما اقر لہ بارش یدہ التی قطعھا خمسمائۃ درھم ویداہ صحیحتان لم یلزمہ شیئ کما فی التاتارخانیۃ وعلٰی ھذا افتیت ببطلان اقرار انسان بقدر من السھام لوارث وھو ازید من الفریضۃ الشرعیۃ لکونہ محالا شرعامثلا لومات عن ابن وبنت فاقر الابن ان الترکۃ بینھما نصفان بالسویۃ فالاقرار باطل لما ذکرنا اھ وقیدہ السید العلامۃ زیرک زادہ فی حاشیتہ علی الاشباہ کما رأیت فیھا ونقلہ السیّد العلامۃ الحموی فی الغمز بلفظۃ قیل واقرہ بان یزید فی اقرارہ بالارث قال اذ یتصور ان یکون الترکۃ بینھما نصفین بالوصیۃ مع الاجازۃ اوغیرھا من وجوہ التملیک کما ھو ظاہر اھ اقول یمکن التنصیف بینھما بالارث ایضا کما اذا ماتت عن زوج وبنت منہ وابن من زوجھا الاول ثم مات ھذا الزوج ولم یرثہ الابنتہ فلابد ان یزید فی الاقرار بارثھما عن ھذا المورث ثانیاً بالفرض زید قبضہ بکر کا مقر ہے مگر بکر خود اپنے قبضہ سے منکر ہے کہ تسلیم کرتا ہے کہ اب تک قبضہ مستاجران مستمر ہے اور مقر لہ جب اقرار کی تکذیب کرے اقرار باطل ہوجاتا ہے اشباہ میں ہے المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ الخ واستثنی سبعۃ اشیاء لیس ھذا منھا اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ بکر کا کہنا کہ حقوق سے خالی کرکے مرتہن کے حوالے کردیا صریح غلط ہے۔

(۲) بلاشبہ جب باتفاق فریقین یقیناً ثابت کہ دوکان و مکان پہلے سے کرایہ پر ہیں اور یہ کہ راہن و مرتہن دونوں اس اجارے اور اس کی بقا پر راضی مرتہن اب تک اس کرایہ سے متمتع ہوتا رہا تو بعد رہن اگر یہ اجارہ از جانب راہن ہے تو مرتہن کا اذن ہے اور از جانب مرتہن فرض کیجئے تو راہن کا اذن ہے اور ہم بدائع ملک العلماء سے لکھ آئے کہ دونوں صورتوں میں رہن باطل ہے نیز فتاوٰی امام قاضی خان وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہما میں ہے۔ ان آجر المرتھن من اجنبی بامر الراھن یخرج من الرھن وتکون

الاجرۃ للراھن وان آجرہ الراھن من اجنبی بامر المرتھن یخرج من الرھن والاجر للراھن بکر کا کہنا ہے کہ اجارہ باذن راہن مبطل رہن نہیں ہوتا۔ اگر یہ مقصود کہ کسی شخص ثالث فضولی کا باذن راہن اجارہ میں دینا مبطل رہن نہیں جب تک مرتہن بھی اُس پر راضی نہ ہو تو صحیح ہے مگر معاملہ دائرہ سے بے علاقہ یہاں کسی فضولی نے اجارہ نہ دیا اور بالفرض ہو بھی تو راہن و مرتہن دونوں کی رضا موجود بہرحال رہن باطل ہوگیا خانیہ و ہندیہ میں ہے ان آجرھا اجنبی بغیر اذن الراھن و المرتھن ثم اجاز جمیعا کان الاجر للراھن وتخرج من الرھن اور اگر یہ مقصود کہ مرتہن کا باذن راہن اجارہ دینا مبطل رہن نہیں تو صریح کذب اور تمام کتب کے خلاف ہے اور یہ عذر کہ یہاں اجارہ دینا مرتہن کا ثابت نہیں کہ اُس نے نئے دکاندار کو نہ بٹھایا محض باطل و بے اثر ہے اولاً مرتہن کا اجارہ دینا ثابت نہ سہی راہن کا اجارہ دینا اور اس پر مرتہن کی رضا تو ثابت ہے یہ کیا لبطلان رہن کو بس نہیں ثانیاً عقد اجارہ وقتاً فوقتاً نیا ہوتا ہے کہ منفعت بتدریج پیدا ہوتی ہے اُسی تدریج سے اجارہ تجدید پاتا ہے بدائع میں ہے الطارئ فی باب الاجارۃ مقارن لان المعقود علیہ المنفعۃ وانھا تحدث شیئا فشیئا فکان کل جزء یحدث معقودا علیہ مبتدأ[1] ہدایہ میں ہے۔ الاجارۃ تنعقد ساعۃ فساعۃ حسب حدوث المنفعۃ تبیین الحقائق میں ہے (جواز العقد لیس باعتبار ان المعدوم جعل موجودا حکما وکیف یقال ذالک والموجود من المنفعۃ لا یقبل العقد لانہ عرض لا یبقی زمانین فلا یتصور فیہ التسلیم بحکم العقد والقدرۃ علی التسلیم شرط لجواز العقد ومالا یتصور فیہ التسلیم لا یکون محلا للعقد بل باعتبار ان العین التی ھی سبب وجود المنفعۃ اقیمت مقام المنفعۃ فی حق صحۃ الایجاب والقبول وفی حق وجوب التسلیم اذ العین ھی التی یمکن تسلیمھا دون العرض فالعقد فی حقھا فی الحال فوجب علیہ تسلیمھا وصار العقد مضافا منعقدا للحال فی حق المنفعۃ لان اقصی ما یتصور العقد علی المنفعۃ ان یکون العقد مضافا الی وقت حدوثھا فینعقد العقد فی کل جزء من المنفعۃ علی حسب وجودھا شیئا فشیئا وھو معنی قولنا ان عقد الاجارۃ فی حکم عقود یتجدد انعقادھا علی حسب حدوث المنافع وانما اقامت العین مقام المنفعۃ تصحیحا للعقد فی حق الانعقاد والتسلیم ضرورۃ عدم تصورھما فی المنفعۃ ولا ضرورۃ فی حق الملک فی [illegible] ل اذ الثابت للضرورۃ یثبت بقدرھا فلا یظھر فی حق ملک البدل کما لا یظھر فی حق ملک المنفعۃ فیکون العقد مضافا الی وقت حدوثھا غیر منعقد

للحال فی حقھما اھ وانما سقناہ لما فیہ من الفوائد والا یکفینا بعضہ کما لا یخفی۔

تو بعد میں جو ساعت آئی اُس میں نیا عقد اجارہ ہوا یہ اگر مرتہن کی طرف سے باذنِ راہن ہے تو بلا شبہ مرتہن نے جدید اجارہ کیا اور اس کے لئے دکانداروں کو جدید ہونا کیا ضرور عقد نیا ہونا چاہئے وہ بے شک حاصل۔ کیا اگر مرتہن باذن راہن اسی مستاجر کو دے جیسے پہلے راہن دے چکا تھا تو رہن باقی رہے گا دوسرے کو دے تو جاتا رہے گا اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل مرتہن کے عقد اجارہ باذن راہن کو تمام کتابوں نے مبطل رہن رکھا ہے نہ کہ صرف بحال تبدیل مستاجر۔ رہن پر اجارہ نافذہ کا ورود ہی اسے باطل کرتا ہے کہ دوام حق حبس جو شرط رہن ہے زائل ہوتا ہے تعیین مستاجر کو اُس میں کیا دخل۔ بدائع میں ہے الاجارۃ تبطل الرھن اُسی میں ہے اخبر اللہ تبارك وتعالٰی ان المرھون مقبوض فیقتضی کونہ مقبوضا ما دام مرھونا اُسی میں ہے الرھن فی اللغۃ عبارۃ عن الحبس قال اللہ عزوجل کل امرئ بما کسب رھین ای حبیس فیقتضی ان یکون المرھون محبوسا ما دام مرھونا ولو لم یثبت ملك الحبس علی الدوام لم یکن محبوسا علی الدوام فلم یکن مرھونا اُسی سے گزرا الاجارۃ اجازات لا یبقی الرھن ضرورۃ۔

(۳) بے شک زیادت فی الدین ناجائز ہے یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اور اسی پر متون و شروح اور یہی من حیث الدلیل اقوٰی کما یظھر بمراجعۃ البدائع والتبیین وغیرھما اور بے شک فتوٰی ہمیشہ قول امام پر ہے مگر بضرورت اس بارے میں ہمارا مبسوط رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علی قول الامام طبع ہو چکا ہے بکر کا قول کہ معاملات میں اکثر فتوٰی قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے یہ صرف مسائل متعلقہ وقف و قضا میں کہا جاتا ہے اور وہ بھی کوئی ضابطہ نہیں کہ بے تصحیح صریح اُس سے خلاف قول امام و خلاف متون و شروح تصحیح کرلیں مگر یہ بحث یہاں کوئی نتیجہ خیز نہیں نہ اُس کی اصلاً حاجت جبکہ ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ یہ رہن خود ہی باطل محض ہے پھر بحث زیادت کی کیا گنجائش۔

(۴) چار ہزار نو سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کہ بکر کے کرایہ داروں سے وصول کئے وہ ضرور حق زید ہیں بکر کا اُن میں کوئی حصہ نہیں کہ یہ اجارہ راہن باذن مرتہن ہے یا علی التنزل اجارہ مرتہن باذن راہن مگر ہم کتب معتمدہ بدائع امام ملک العلماء و فتاوٰی امام قاضی خان و فتاوٰی عالمگیریہ سے ثابت کر آئے کہ دونوں صورتوں میں اجر ملک راہن ہے فقط فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے کا حق بھی راہن ہی کو ہے اور دوسری صورت میں مرتہن کو کہ وہی عاقد ہے وصول کرے اور راہن کو دیدے

خود اُس میں سے کچھ نہیں لے سکتا۔ لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ اپنا قرض پندرہ سو مجرا کرکے تین ہزار چار سو پینتالیس روپے آٹھ آنے زید کو ادا کرے دستاویز میں زید کا لکھنا کہ جو منافع مرتہن وصول کرے حق مرتہن ہے باطل و بے اثر ہے کہ تغیر حکم شرع ہے اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ اگرچہ واقع میں عند الشرع وہ حق زید ہے مگر زید کا یہ لکھنا اپنی طرف سے بکر کو اُن منافع کا ہبہ ہے جب بھی باطل ہے کہ منافع بوقت تحریر معدوم تھے اور معدوم کا ہبہ باطل۔ بدائع میں ہے۔ لا تجوز هبة ما ليس بموجود وقت العقد بان وهب ما يثمر نخله العام وما تلد اغنامه السنة ونحو ذلك بخلاف الوصية والفرق ان الهبة تمليك للحال وتمليك المعدوم محال والوصية تمليك مضاف الى ما بعد الموت والاضافة لا تمنع جوازها ولا سبيل لتصحيحه بالاضافة الى ما بعد زمان الحدوث لان التمليك بالهبة لا يحتمل الاضافة الى الوقت فبطل اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۲) از ریاست رامپور مرسلہ جناب مفتی عبد القادر صاحب مفتی کچہری دیوانی ریاست۔
۱۸ / ربیع الاول ۳۶ھ

مرہونہ پر بعد عقد رہن مرتہن کا قبضہ شرعی ہوگیا۔ اس کے بعد بطور عاریت یا اجارہ یا غصب مرہونہ راہن کے قبضہ میں پہنچ گیا تو علمائے محققین سے سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں عقد رہن باطل ہوجائے گا یا وہ علٰی حالہ باقی رہے گا اور کیا مرتہن کو بر بنائے رہن مذکور استرداد مرہونہ کا استحقاق شرعًا حاصل ہے بینوا توجروا

الجواب: فی الواقع صور مذکورہ میں عقد رہن باطل نہ ہوگا اور مرتہن کو استرداد مرہون کا حق رہے گا۔ عاریت و غصب میں تو ظاہر کہ منافی رہن نہیں عقد اجارہ البتہ منافی رہن ہے ولہٰذا اگر مرتہن باذن راہن یا راہن باذن مرتہن شخص ثالث کو یا راہن مرتہن کو اجارہ دے تو رہن باطل ہوجائے گا مگر یہاں کہ مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا خود اجارہ ہی باطل ہوگا کہ مالک کو اُس کی ملک اجارہ دینا کیا معنی اور جب اجارہ باطل ہوا منافی رہن نہ پایا گیا اور عقد بحالہ باقی رہا والمسائل مصرح بها فی البدائع وغیرها۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۳) از ہوڑہ محلہ کوکر بھو کا مکان مدار بخش گنیر مرسلہ جان محمد صاحب۔ ۲۸ شوال ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں

الجواب: کھیت کہ زمین دار کی ملک ہو وہ بے اُس کی اجازت کے رہن نہیں ہوسکتا اور اگر اس کی اجازت سے ہو یا یہ رہن رکھنے والا خود اُس زمین کا مالک ہے تو رہن صحیح ہوجائے گا مگر اُس

میں کھیتی کرنی ناجائز ہوگی حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۴۴۴) از قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ مرسلہ خضر محمد ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں عملداری غیر مسلم کی ہو اور ہر طرح سے انہیں استیلا ہو اور مسلمان باشندے مغلوب ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم جائداد کسی مسلمان کے یہاں رکھے اور بخوشی خاطر جائداد کے منافع کو اُس مسلمان کے لئے حلال کردے تو بقول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ منافع مسلمان کے لئے سود تو نہ ہوں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں سود نہیں ہاں یہ سود کی نیت سے لے تو اپنی نیت پر گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۴۵) از شہر بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زمین کو عمر کے پاس رہن رکھا مدت پانچ سال کی عمر اس زمین کو خرچ دے کر تصرف کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا اور باجازت زمیندار ہو تو وہ اجارے پر نہ رہے گی اجارہ رکھیں گے کہ خراج دے اور کاشت کرے تو رہن نہ رہے گا نہ زید کو زمین سے تعلق رہے گا عمرو کاشتکار مستقل ہوجائے گا روپیہ زید پر قرض رہا وہ ادا کرے اور اُس کے بعد زمین واپس لینے کا اسے اختیار نہ ہوگا ہاں اگر عمر خود چھوڑ دے چھوڑدے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۴۶) ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھے اور وہ مرتہن اس چیز پر برابر سود لیتا رہے اور فرض کرو کہ اُس نے دو سو روپیہ کا سود لیا اب وہ شخص جس کی وہ چیز ہے رہن چھڑانا چاہتا ہے تو وہ مرتہن یہ کہتا ہے کہ دو سو روپیہ میں سے میں تم کو پانچ روپیہ واپس دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم شریعت کی رُو سے جو سود کہ تم نے دیا ہے معاف کرو لیکن مالک چیز اس خوف سے کہ یہ پانچ روپیہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں معاف کرنے پر راضی ہوجائے تو یہ معافی جائز ہوگی یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو اُس کی کیا صورت ہوگی اور ایسی صورت میں مرتہن کو اپنے سود کا کتنا حصہ دینا چاہیئے۔

الجواب: مرتہن پر فرض ہے کہ جتنا سود لیا ہے سب راہن کو واپس دے اور یہ اولٰی ہے یا فقرائے مسلمین پر تصدق کرے، اُس میں سے اپنے صرف میں ایک حبہ لانا اُسے حرام ہے اور اگر صرف

کر چکا ہے اُس کا معاوضہ راہن یا فقیروں کو دینا فرض ہے راہن کے معاف کئے سے معاف نہ ہوگا کہ یہ اُس کا آتا ہوا نہیں جو اُس کے چھوڑے سے چھوٹ جائے الا تری انہ لا یحب علی الآخذ ردہ الیہ انما حکموا علیہ بالاولولیہ بلکہ وہ اللہ واحد قہار کے غضب کا خبیث مال ہے کسی حال میں مرتہن کے لئے حلال نہیں ہو سکتا اگر توبہ بھی کرے گا تو مقبول نہیں جب تک وہ سارا لیا ہوا راہن یا فقرا کو نہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷

مرسلہ نیاز الدین احمد صاحب ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان صورتوں میں کہ شے مرہون پر تصرف جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ہمارے اطراف میں ایک قطعہ زمین اس طور پر لیتے ہیں کہ مثلاً صاحب زمین کو ۱۰۰ روپے اس عہد و پیمان و قول و پر دیتے ہیں کہ صاحب زمین روپیہ ادا کر سکے تو زمین مرتہن کے قبضہ سے چھوٹ کر راہن کے قبضہ میں آجاتی ہے اس میں بات اتنی ہے کہ مرتہن زمین کا خراج ادا کرتے ہیں اور پیداوار زمین کو خود لیتے ہیں اور جس وقت وہ دیتے ہوتے روپے لے گا وہ سو روپے پورا لے گا ——

(۳) یہ صورت بعینہٖ دوسری ہے مگر ذرا بیش و کم یہ ہے کہ دلیل اس طور پر لکھتے ہیں کہ اگر راہن مدت معہود میں روپیہ ادا نہ کرے تو زمین فروخت ہو کر مرتہن کے قبضہ میں ہمیشہ کے لئے آجاتی ہے۔

الجواب: مرتہن کو مرہون سے انتفاع حرام ہے حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالک زمین ہے جیسے زمین دار معافیدار اگرچہ خراج گورنمنٹی بطور مال گزاری یا ابواب اُس پر ہو جب تو یہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور حرام ہے اور اگر رہن رکھنے والا کاشتکار ہے اور خراج وہ لگان ہے کہ زمین دار کو دیا جاتا ہے تو اسے بے اجازت زمین دار نہ رہن رکھنے کا اختیار نہ اُسے رہن لینے کا۔ اب کہ رہن رکھ دی اور مرتہن نے زمین دار کو لگان دیا اور اُس نے قبول کیا یہ عقد اجارہ زمین دار و مرتہن میں ہوا رہن باطل ہو گیا اور پہلا کاشتکار زمین سے بے تعلق ہو گیا یہ مرتہن ہی کاشتکار ہو گیا زراعت اسے جائز ہے اور اس کا روپیہ پہلے کاشتکار پر قرض ہے جب وہ روپیہ دے اس پر زمین چھوڑنا لازم نہیں جب تک سال تمام پر زمین دار اس سے نہ چھوڑائے اور دوسری صورت جس میں میعاد گزر جانے پر زمین کا فروخت ہو جانا ہے اگر مالک زمین نے زمین رکھی تو رہی ہے اور یہ شرط مردود اور اگر کاشتکار نے رہن رکھی تو زمین فروخت ہو جانے کا بطلان اور بھی ظاہر اُسے پرائی زمین بیع کر دینے کا کیا اختیار ؟ غرض یہ سب جاہلانہ طریقے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۴۸) ۱۶؍رجب ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین علی وجہ الرہن خریدنا جائز ہے یا نہ۔

الجواب: علی وجہ الرہن خریدنا بعینہٖ رہن لینا ہے اس پر تمام احکام رہن کے ہوں گے خریدار کو اس سے نفع اٹھانا حرام دَین اگرچہ بعد میعاد ملے زمین واپس نہ دینا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

ضمیمۂ رہن ج ۱۸

مسئلہ (۱۴۹) از شہر محلہ روہیلی ٹولہ متصل مسجد جہان خاں مسئولہ طالب علم بنگالی ۱۳؍شوال ۳۸ھ

زید نے بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صد روپیہ دے کر لے لی اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے زمین اُن کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپے میں سے مبلغ عما ہر سال میں کم ہوتا جاوے یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: یہ صورت رہن واجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہوسکتے رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال اُجرت منافع زمین رہن ٹھہرے اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت مجہول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو لہٰذا یہ شرعًا جائز نہیں گناہ ہے اس کا فورًا فسخ کرنا دونوں پر واجب ہے۔ زمین فورًا واپس کردے یا اُس اجارۂ فاسدہ کو فسخ کرکے از سرِنو صحیح اجارہ متعین مدت کرے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادائے قرض زمین پر قبضہ رہے گا رہا اس کا قرض ہے اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵۰) اظہار الحق ساکن چندوسی محلہ کاغذی مکان شیخ عبدالحق صاحب ۱۰ محرم ۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا مرتہن ہے اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریت لے کر اس میں سکونت اختیار کرے یا اس کو کرائے پر اُٹھائے تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

الجواب: بے اجازت راہن عاریۃً رہے کہ جس وقت راہن منع کرے فورًا سکونت چھوڑ دے

مستقل کر کے صرف قبضہ رہن رکھے جائز ہے اور کرایہ پر چلانا بے اجازت راہن ہو تو حرام ہے اور با اجازت ہو تو رہن جاتا رہا کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۵۱) از میران پور کٹرہ ضلع شاہ جہان پور مسئولہ محمد صدیق بیگ صاحب ۵ محرم الحرام ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود سے زمین دخلی رکھ کر پانچ برس کے واسطے اُس میں زراعت خود کرے یا اُن کو بونے پر کسی دوسرے کو دیدے یہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:- ہنود سے اس عقد کے کرنے میں حرج نہیں۔ بجواز العقود والفاسدۃ مع من لیس ذمیا ولامستامنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۵۲) از الہ آباد مسئولہ سید سبحن الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فٹن گاڑی مبلغ ۲۰۰ روپیہ میں دخلی رہن رکھی راہن نے ہر قسم کی مالکانہ اجازت بخوشی دی راہن نے اُس کو کرایہ مبلغ ۷ روپیہ ماہوار پر دے دیا یہ کرایہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ زید نے ایک گھوڑا اپنا اس میں لے کر ڈالا اور کرایہ پر اس شخص کو جس سے دخلی رہن رکھی ہے مبلغ سو روپیہ ماہوار دے دی۔ بینوا توجروا

الجواب: (۱) یہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا

(۲) یہ بھی حرام ہے مالک کو اس کی شے کرایہ پر دینا اور بھی بے معنیٰ ہے ہاں اگر رہن سے باز آئے اور اُس کی گاڑی اُسے واپس دے اور اپنا گھوڑا سات روپے مہینے کرایہ پر دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۵۳) از ضلع رنگپور ڈاک خانہ مہی پور موضع کلقند مدرسہ ملک بنگال مسئولہ فضل علی صاحب۔

۴ رمضان ۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے شرع متین ومفتیان دین مبین اندریں مسئلہ کہ شخصی چند بیگہ اراضی خود نزد کسے رہن داشتہ بعوضش یکصد روپیہ قرض گرفت ومرتہن بایں شرط کہ تامدت ایفائے زر مقروض از زمین مرہونہ بادائے خراج زمین داران بکاشتکاری خود خواہد داشت قرض داد پس ایں چنیں قرض دادن جائز ست یانہ بینوا توجروا۔

الجواب:- قرض دادن رواست وآں شرط فاسد وبیجاست وآں رہن باطل وبے معنی ست

در مختار ست کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع ومالا فلا کالقرض راہن مالک زمین نبود ونہ از مالک برائے رہن استعارہ نمودہ کاشتکاری برائے ادگزاشت وخراج

زمین دار ہم پیش او داشت چوں زمین دار این معنی رضا داد و خراج از یں مُقرِض گرفت این عقد اجارہ میاں زمین دار و مقرض شد و راہن بر کراں ماند وذالک ان الرهن والاجارة عقدان متنافیان لا یجتمعان والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ از رنگون سکی منڈلی سربرٹ مکان ۳۱ کمرہ ۱۳ مسئولہ محمد ابراہیم خطیب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی جائداد عمرو کے پاس رہن رکھی عمرو نے زید کی موجودگی میں مدت رہن ختم ہونے سے پیشتر ہی کوٹ سے اجازت لے کر بے اطلاع اُس کی جائداد مرہونہ کو بیع کر دیا اب زید اس بیع کو فسخ کرے گا یا نہیں اور ثمن بیع ادا کر کے اپنی جائداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: زید بے شک اُس بیع کو فسخ کرسکتا ہے اور زرِ ثمن ادا کرنا اُس کے ذمہ نہیں زرِ ثمن کا مطالبہ مشتری اُس مرتہن سے کرے گا زید کے ذمہ صرف زرِ رہن ہے ردالمحتار میں ہے

توقف علی اجازۃ الراھن بیع المرتھن فان اجازہ جاز والا فلا ولہ ان یبطلہ ویعیدہ رھنا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۵۵) از آول ضلع رہتک مسئولہ محمد جمال مہتمم مدرسہ رونق الاسلام ۳ شوال ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع رہن جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جائز ہے اور اس کے لئے کتاب الرہن درمختار مطبع منشی نولکشور ص ۵۵۴ کی عبارت پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مرہون شی کا نفع باجازت راہن جائز ہے کیا زید کی دلیل صحیح ہے مگر قول ثانی درمختار کہ متقی کے لئے جائز نہیں یہ بھی سود ہے زید کہتا ہے کہ اتقا نہایت مشکل ہے اور یہ متقی کے لئے ہے مگر عمرو کا جواب ہے کہ ہر مسلمان متقی ہے تو کیا عمرو کا جواب صحیح ہے اور کیا ہر مسلمان متقی ہے اور تقویٰ اور فتوی میں کچھ فرق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مرتہن کو رہن سے انتفاع جس طرح رائج ہے قطعاً مطلقاً اجماعاً حرام ہے اوّل تو وہ شرط سے ہوتا ہے رہن نامہ میں لکھا جاتا ہے اور پھر اذن بھی حقیقتاً اذن نہیں۔

مسئلہ (۱۵۶) مدرسہ منظر اسلام مرسلہ محمد احمد طالب علم بنگالی مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ہزار روپیہ لیا اور اپنا مکان کو بکر کے پاس دخلی رہن چھوڑا یعنی جب تک زید وہ روپیہ نہ دے سکے اتنا روز بکر کو اختیار خاص ہے چاہے وہ خود اس مکان میں رہے بسے یا دوسرے شخص کے پاس کرایہ پر دے کر روپیہ

لیوے آیا اس صورت میں بکر کے لئے ملکیت ثابت ہے اور بکر کا مکان سے کرایہ وصول کرنا مطابق شرع شریف سود ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ خود رہنا بھی حرام اور کرایہ لینا بھی سود اگر کرایہ پر دیا تو از آنجا کہ اجازت زید سے تھا کرایہ کا مالک زید ہوا اور اب مکان رہن سے نکل گیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۵۷) از محلہ بہاری پور بریلی ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد۔

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اُس کا اُٹھا نا لینا گناہ ہے یا نہیں آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اُٹھالے۔ اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں سچائی میں ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ قرآن شریف اُٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اُٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اُٹھانا گناہ ہے مہربانی فرما کر مطلع فرمائیے کہ ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے۔

الجواب:۔ جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اُٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اُٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم بہت سخت کرنا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ یکم ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک عورت قوم طوائف سے تھی جس نے عمرو سے نکاح کیا۔ ہندہ کی نائکہ کے اور بھی چند رنڈیاں مختلف البطن تھیں جو اپنا پیشہ کسب ابتک کرتی ہیں ہندہ نے جس کا کوئی وارث نہ تھا۔ شوہر کے بھتیجے کو متبنی کیا اور اپنی حیات میں اپنے کل متروکہ کی بابت جو اسے ترکہ شوہر ہی سے پہونچا تھا زید کے لئے وصیت کی کہ میرے بعد کل ترکہ کا مالک زید ہو اب بعد انتقال ہندہ اس کی نائکہ کی دوسری رنڈی لیلیٰ بدعویٰ خواہری ترکہ چاہتی ہے اس صورت میں شرعاً حق لیلیٰ کا ہے یا زید کا بینوا توجروا

الجواب

شوہر کا بھتیجا یا اپنا متبنی شرعاً وارث نہیں۔ پس اگر گواہان عادل سے جنہیں شرع قبول کرے وصیت ثابت ہو جائے تو شک نہیں۔ کہ زید ہر طرح موصی لہ ہو گیا خواہ لیلیٰ ہندہ کی بہن ہو یا نہ ہو۔ فرق یہ ہوگا کہ لیلیٰ وہندہ ایک ماں کے پیٹ سے ہوتیں تو وہ اخیافی بہن ٹھہر کر چھٹے حصے کی فرضاً اور نصف کی رداً مستحق ہوگی فان الرد مقدم عندنا علی الموصی لہ بجمیع المال صرف ایک ثلث باقی بعد ادائے دین میں وصیت نافذ ہوگی دو ثلث باقی ماندہ لیلیٰ کو ملیں گے۔ فرضاً ورداً اور اگر ثابت ہوگا کہ لیلیٰ ہندہ کی بہن نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے انھیں بہنیں کہا جاتا کہ دونوں ایک ڈیرے کی رنڈیاں تھیں تو وصیت کل مال میں جاری ہوگی اور بعد ادائے دین اگر ذمہ ہندہ ہو کل متروکہ زید کو ملیگا مگر اس امر کا لحاظ واجب ہے کہ نسب کے ثبوت میں صرف شہرت کافی ہے کما فی الخلاصۃ والخانیۃ والہدایۃ والہندیۃ والدر وغیرھا پس اگر مشہور ہو کہ یہ دونوں عورتیں ایک ماں کے پیٹ سے ہیں اگرچہ اولاد زنا ہی ہوں تو بیشک وہ بہنیں ٹھہریں گی اور لیلیٰ وارثہ ہوگی کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ جمادی الاخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے مرتے وقت زیور اپنے بھائی کے سپرد کیا اور یہ کہا یہ زیور میری بہو متوفی کا ہے۔ اس تفصیل سے کہ کچھ اس کے والدین کا دیا ہوا ہے اور کچھ میرا دیا ہوا ہے اور

اول بہو کا انتقال ہوا تو اس کو تجہیز و تکفین میں ۔ نے کیا اور بعد کو اس کے خاوند کا انتقال ہوا تو اس کی بھی تجہیز و تکفین میں نے کیا اور وہ دونوں لاولد مرے ہیں اور بالعوض اسکے مال دونوں کے مرنے میں اس مال کے تعداد سے زیادہ روپیہ میرا خرچ ہوگیا ہے اور اس مال میں کسی کا دعویٰ نہیں ہے ۔ تم بعد میرے کل مال کے میرے خیرات کر دینا ... کے والدین کہتے ہیں ۔ کہ ہماری دختر کا مال ہے ہم وارث ہیں اور خاوند کے وارث کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی ... بھاوج کا مال ہے ہم وارث ہیں ۔ عورت کے والدین کہتے ہیں کہ ہماری دختر کا مہر بھی چاہئے ۔ خاوند کے وارث کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی نے کہا کہ مہر مجھ کو میری زوجہ نے بخش دیا ہے ۔ اب بموجب شرع شریف کے وہ مال خیرات کیا جائے یا وارثان کو دیا جائے اور کس کس وارث کو کس قدر تعداد سے دیا جائے

الجواب

---

(۱) اگر عورت نے اپنی بہو کی تجہیز و تکفین اپنے پاس سے بطور خود کی تو اس کا معاوضہ پانے کی اصلاً مستحق نہیں فی العقود الدریة عن التتارخانية عن العيون اذا كفن الوارث الميت من مال نفسه يرجع والاجنبی لا يرجع ... وفيها عن نهج النجاة لو كفن الميت غير الوارث من مال نفسه ليرجع فی تركة بغير امر الوارث فليس له الرجوع اشهد على الوارث اولم يشهد اس تقدیر پر نصف زیور خاص بہو کی ماں باپ کا ہے جس کی نسبت عورت کی وصیت ... اور اگر شوہر متوفاۃ یعنی اپنے پسر خواہ بہو کے مادر یا پدر غرض اس کے کسی وارث کے اذن سے تجہیز و تکفین ... کی تو جس قدر صرف کفن دفن میں صرف ہوا بشرطیکہ اس میں قدر سنت یعنی پانچ کپڑوں اور ثمن مثل سے زیادتی نہ کی ہو اس قدر کی قیمت بہو کے ترکہ سے لے سکتی ہے فی العقود اما الاجنبی فلا رجوع له مطلقا الا اذا اذن له الوارث باقی کا نصف اس کے ماں باپ کا حق ہے رہا دونوں صورتوں میں باقیماندہ آدھا وہ نصیبہ شوہر تھا اب ... تجہیز و تکفین پسر میں بھی نظر کریں گے ۔ اگر قدر سنت یا کفن مثل سے زیادت کی ہے مثلاً تین کپڑوں کے جگہ چار کپڑے ... دیئے یا جیسے کپڑے وہ عید کو پہنتا تھا ان سے بہتر کفن دیا تو یہاں بھی ترکہ پسری سے اس کا مطالبہ نہ کر سکیں گے بلکہ یہ ٹھہرے گا کہ وہ ایک سلوک تھا جو اس نے بطور خود کیا فی العقود عن الانقروی عن مجمع الفتاوی ان كفنه باكثر من كفن المثل لا يرجع لان احد الورثة لا يملكه وهل له ان يرجع فی التركة بقدر كفن المثل قالوا لا يرجع لان اختياره ذلك دليل التبرع اھ قلت مثله فی الخانية مقتصرا عليه لا وبه حكم فی الخلاصة والبزازية والملتقط وان قالوا فيما بعد انه ان قيل يرجع بقدر كفن المثل فله وجه كما هو لفظ الاولين او لا يبعد كما هو لفظ الاخير فان ذلك ليس برواية ولا فيه دلالة على الحكم به او الاحيا لحكما لا يخفى اسی طرح کفن دفن کے علاوہ سوئم چہلم فاتحہ درود وغیرہا کے مصارف کہیں مجرا نہیں ملتے فی الحاشية الطحطاوية على الدر المختار التجهيز لا يدخل فيه السبح والصمدية والجمع والموائد لان ذلك ليس من الامور اللازمة فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب

علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا لوکان اجنبیا ہاں اگر تجہیز وتکفین پسر مطابق سنت کی اور اس میں کفن
مثل پر زیادت نہ کی تو بیشک ترکہ پسری میں اس قدر کا استحقاق سب وارثان سے بیشتر رکھتی ہے لانہ دین
والدین مقدم علی الارث اور یہاں کسی وارث پسر کا اذن بھی درکار نہیں کہ عورت خود اپنے پسر کی وارث تھی۔
فی العقود دکنا حاوی الزاھدی احد الورثۃ انفق فی تجہیز المیت من الترکۃ بغیر اذن الباقین یحسب من مال
المیت ولا یکون متبرعا مگر صرف اس کا کہنا کہ میں نے اپنے پاس سے پسر کا کفن دفن کیا حجت نہیں دیگر ورثہ
مانیں یا گواہان شرعی سے ثبوت ہو تو اس وقت یہ ٹھہرے گا کہ پسر پر اس قدر اس کی ماں کا دین ہے۔
یوہیں وارثان مرد کا یہ کہنا کہ ہمارے بھائی نے کہا تھا زوجہ نے مجھے مہر بخش دیا محض نامسموع ہے اگر وہ
سچ بھی کہتے ہیں تو مدیون کا اپنی زبان سے دعوی عفو کیونکر حجت ہوسکتا ہے بلکہ گواہ درکار ہیں کہ زوجہ نے مہر
بخش دیا تھا اگر بخشش ثابت ہوجائے تو اس نصف سے جو نصیبۂ مرد قرار پایا تھا پہلے اس کی ماں کا دین جو
بشرائط مذکورہ (یعنی ثبوت باقرار ورثہ یا شہادت گواہان وعدم تجاوز بر قدر مسنون وکفن مثل) قابل ادا ہوا اگر
کے باقی وارثان مرد پر (جن میں اس کی ماں بھی داخل ہے) سب فرائض منقسم ہوجائے اور اگر معافی ثابت
نہ ہو تو یہ دیکھنا ہے کہ زوجہ کا نصف مہر جس کا مطالبہ شوہر پر باقی رہا اور ماں کا دین بابت تجہیز وتکفین جو بشرط مذکور
قابل ادا ثابت ہو اور اسی طرح اور قرض بھی اگر ذمہ مرد ہوں) سب مل کر مقدار کل ترکہ مرد سے (خواہ یہ نصف حصہ
زیور ہو جو اسے ترکہ زوجہ سے ملا یا اپنا اور مال ہو اس مجموع سے) زیادہ ہے یا برابر یا کم اگر برابر یا زائد ہو تو ماں
یا بھائی کوئی وارث بحیثیت وراثت کچھ نہ پائے گا بلکہ اس حصہ زیور اور دیگر ترکہ مرد سے سب دائنوں کا حق
حصہ رسد ادا کیا جائے گا اور اگر مجموعہ دیون مجموعہ ترکہ پسر سے کم ہے تو بعد ادائے دیون (وانفاذ وصایائے پسر اگر
کی ہوں) جو بچے گا وہ وارثان مرد پر مع اس کی ماں کے تقسیم ہوجائے گا۔ اب ان سب صورتوں میں جو کچھ اس
عورت وصیت کنندہ کے حصہ میں آکر پڑے گا خواہ ہو کے ترکہ سے بذریعہ دین تجہیز وتکفین (جس حالت میں کہ وہ
واجب الادا ہو) یا پسر کے حصہ سے خواہ بذریعہ مطالبہ تجہیز وتکفین بشرط مذکور یا بطور وراثت یا دونوں وجہوں سے
ان سب کو جمع کرکے مع اس کے باقی مال کے دا اگر رکھتی ہو، اس مجموع کی تہائی میں اس کی وصیت خیرات بلا اجازت
اس کے وارثوں کے نافذ ہوگی فان الدین ایضا یدخل فی الوصیہ بالمال علی ما صححہ فی الوھبانیۃ
لانہ مال حکمی واذا اخرج صار مالا حقیقۃ وثبوت حق الموصی لہ بعد الخروج فکن کالموصی لہ فی القصاص
واذا انقلب مالا یثبت فیہ حقہ لانہ مال المیت اما قولھم من حلف لا مال لہ ولہ دین لایحنث فذلک لان
بناء الایمان علی العرف افادہ فی امعراج الدرایۃ قلت ومن الدلیل علی ما قلت جواز البیع بالدین
وانما ھو مبادلۃ مال بمال فافھم باقی جو رہے گا خاص اس کے وارثوں کا ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ اولیٰ جس نے نصف مہر اپنا اپنی حیات میں زید کو ہبہ کر دیا تھا ایک بیٹا اسی شوہر سے اور ایک ماں اور شوہر چھوڑ کر انتقال کرگئی اس کے بعد وہ لڑکا بھی باپ اور نانی کے سامنے مرگیا زید نے دوسری شادی کی زوجہ ثانیہ نے کل مہر اپنا زید کو معاف کر دیا اب زید نے یہ زوجہ اور دو برادر حقیقی ورثہ اپنے چھوڑ کر وفات پائی اس صورت میں ترکہ زید کا کس طرح منقسم ہوگا اور بابت مہر باقیماندہ زوجہ اولیٰ کے ترکہ سے کس قدر کسے دیا جائے گا بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات ترکہ زید سے پہلے بقیہ مہر زوجہ اولیٰ جو ذمہ زید واجب الادا ہے یعنی نصف مہر باقیماندہ کے بہتر حصوں سے انیس حصے زوجہ اولیٰ کی ماں کو دیے جائیں کما یظہر بالتخریج اسی طرح اگر اور دیون ووصایائے زید ہو تو وہ بھی ادا ؤنافذ کئے جائیں۔ اس کے بعد جس قدر باقی بچے آٹھ سہم پر منقسم ہو دو سہم زوجہ ثانیہ اور تین تین ہر بھائی کو پہونچیں واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص تین پسر اور ایک دختر بطن زوجہ منکوحہ ذی مہر سے چھوڑ کر فوت ہوا اور تین پسر اور تین دختر بطن دو عورتوں غیر منکوحہ سے چھوڑے بعدہٗ زوجہ منکوحہ بھی وہی اولاد مذکور چھوڑ کر فوت ہوئی اس صورت میں ترکہ متوفی کا کس طور پر منقسم ہوگا اور بحالت زندہ رہنے اور عورات غیر منکوحہ اور ان کی اولاد کے کون کون مستحق وراثت کا ہے اور ادائے دین مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جن دو عورتوں کو سائل غیر منکوحہ ظاہر کرتا ہے اگر فی الواقع ان سے نکاح ہونا ثابت نہیں نہ وہ کہ ان شرعی نہ ایک مدت تک اس شخص کے پاس مثل ازواج رہیں اور باہم ان میں معاملات مانند زن وشوہر جاری نہ تھے تو وہ دونوں اور ان کی اولاد سب ترکہ سے محروم ہیں۔ اس صورت میں برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء الدیون واجراء الوصایا ترکہ شخص متوفی کا سات سہم پر منقسم ہوکر دو دو سہم تینوں پسر زوجہ منکوحہ اور ایک اس کی دختر کو ملے گا اور ادائے دین مہر مثل سائر دیون ووصایا تقسیم ترکہ پر بلاریب مقدم ہے ھو مصرح بہ فی کتب الفقہ واللہ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر عددین متوافقین کا مخرج جزء وفق بارہ ہو تو ان میں نسبت توافق بجزء من اثنی عشر کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر قبل تقسیم ترکہ ایک یا دو یا زائد ورثہ انتقال کریں اور ان کے وارث باعیانہم وہی ورثہ میت اول ہوں اور ان کی موت سے تقسیم متغیر نہ ہو تو ان ورثائے اموات کو بین سے خارج اور کأن لم یکن کر دینا اولٰی ہے یا ان بطون کی اقامت اور ہر ایک کی علیحدہ تصحیح۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واللہ الموفق للصدق والصواب صورت مستفسرہ میں جیسے کہ تعبیر بکسر منطق اور ان عددین کو متوافقین بنصف السدس یا بالسدس النصف کہنا جائز ویسے ہی تعبیر بالجزء اور انہیں متوافقین بجزء من اثنی عشر کہنا بھی روا اور فرائضیوں میں شائع وذائع فی السراجیہ ففی الاثنین بالنصف وفی الثلثۃ بالثلث وفی الاربعۃ بالربع ھکذا الی العشرۃ وفی ما وراء العشرۃ بجزء اعنی فی احد عشر بجزء من احد عشر وفی خمسۃ عشر بجزء من خمسۃ عشر وفی شرحہا الشریفیۃ وبالجملۃ یمکن فیما وراء العشرۃ باسرہا ان یعبر فی التوافق بالاجزاء المضافۃ الی المخرج کجزء من احد عشر وجزء من اثنی عشر وجزء من ثلثۃ عشر ویمکن فی بعضہا ان یعبر بالکسور المنطقۃ المرکبۃ فی التنبیہ علی ذلک خلط الشیخ المنطق بالاصم حیث ... واحد عشر معا وفی حاشیتہا للقاضی عبد النبی الاحمد نگری رحمۃ اللہ تعالٰی فان قیل لم قال المص وفیما وراء العشرۃ یتوافقان بجزء مع انہ یمکن التعبیر فی البعض بغیر لفظ الجزء قلت غرض المص رحمہ اللہ تعالٰی ان توافق العددین فیما وراء العشرۃ بالجزء ممکن کلی دون التعبیر بلفظ اٰخر فافہم وفی رد المحتار تنبیہ اذا توافق العددان بجزء مرکب وھو ما تألف من ضرب عدد فی عدد کخمسۃ عشر مع خمسۃ واربعین فان شئت قلت ھما متوافقان بجزء من خمسۃ عشر وان شئت نسبت الواحد الیہ بکسرین یضاف احدھما الی الاٰخر فتقول بینہما موافقۃ بثلث الخمس ثلث فیعبر عنہ بالجزء وبالکسور المنطقۃ المضافۃ بخلاف غیر المرکب فانہ لا یعبر عنہ الا بالجزء وفی القاعدۃ المکیۃ ان کان المفتی للعددین اکثر من عشرۃ فانظر فان کان المفتی فردا اولا وھو الذی لیس لہ جزء صحیح ای لا یترکب من ضرب عدد فی عدد کاحد عشر فقل الموافقۃ بینہما بجزء من احد عشر لانہ لا یمکن التعبیر عنہ صحیحا بشیئ اٰخر وان کان المفتی زوجا کالثمانیۃ عشر او فردا مرکبا وھو الذی لہ جزءان صحیحا او اکثر کخمسۃ عشر فان شئت ان تقول کما قلت فی الفرد الاول ھو موافق بجزء من خمسۃ عشر وبجزء من ثمانیۃ عشر وان شئت ان تنسب الواحد الیہ بکسرین یضاف احدھما الی الاٰخر فتقول فی خمسۃ عشر موافقہ بثلث الخمس وفی ثمانیۃ عشر بثلث السدس مرقس علیہ نظائرہ وفی مختصر الفرائض فان اتفقا فی الاثنین فھما متوافقان بالنصف وفی الثلثۃ بالثلث وھکذا الی العشرۃ بالعشر وان توافقا فی احد عشر او اکثر منہ یعبر بالجزء مثلا فی احد عشر بجزء من احد عشر وفی اثنی عشر بجزء من اثنی عشر وھکذا الخ وفی زبدۃ الفرائض

مولانا عماد الدین اللبکنی رحمۃ اللہ تعالٰی واگر در دوازدہ متفق شوند توافق بجزء من اثنی عشر گویند یعنی توافق بحصہ دوازدہم چنانچہ بست و چہار و سی و شش (۲۴، ۳۶) وعلٰی ہذا القیاس درجمیع مراتب وفی زبدۃ الفرائض مولانا عبد الباسط القنوجی رحمۃ اللہ تعالٰی درمافوق العشرۃ بجزوے کہ مضاف بسوے عاد باشد تعبیر کنند پس در احد عشر بجزوے از احد عشر و اثنی عشر بجزوے از اثنی عشر وہکذا تا غیر نہایت اور جب انتقال بعض ورثہ قبل از تقسیم کیفیت مذکورہ سے ہو تو انہیں خارج من البین وکان لم یکن کرنا ہے اولٰی ہے نہ اقامت بطون وافراز تصحیحات فی الفرائض الشریفیۃ (لو صار بعض الانصباء میراثا قبل القسمۃ) فنقول ان کانت ورثۃ المیت الثانی من عداہ من ورثۃ المیت الاول ولم یقع فی القسمۃ تغیر فانہ یقسم المال حینئذ قسمۃ واحدۃ اذ لا فائدۃ فی تکرارھا کما اذا ترک بنین وبنات من امرأۃ واحدۃ ثم ماتت احدی البنات ولا وارث لھا سوٰی تلک الاخوۃ والاخوات لاب وام فانک یقسم مجموع الترکۃ بین الباقین للذکر مثل حظ الانثیین قسمۃ واحدۃ واحدۃ کما کانت تقسیم بین الجمیع کذلک فکان المیت الثانی لم یکن فی البین وفی الدر المختار (مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صححت المسئلۃ الاولٰی) واعطیت سھام کل وارث (ثم الثانیۃ) الا ان اتحد کأن مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدھم عنھم وفی الفتاوی الھندیۃ ان کانت ورثۃ المیت الثانی ھم ورثۃ المیت الاول ولا یتغیر القسمۃ فانہ یقسم واحدۃ لانہ لا فائدۃ فی تکرار القسمۃ وفی مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق (ان مات البعض قبل القسمۃ فصحح مسئلۃ المیت الاول واعطی سھام کل وارث ثم صحح مسئلۃ المیت الثانی) ھذا ان کانت ورثۃ یرثون خلاف ما یرثون من المیت الاول اما ان کانوا یرثونہ بعینھم فلا حاجۃ الی التصحیح کما لو مات عن عشرۃ ابناء ثم مات احد البنین ولم یترک وارثا سواھم کذا فی الزاھدی وفی الرحبیۃ الباسطیۃ بدانکہ اگر ورثہ میت ثانی عین ورثہ میت اول باشند ونیز قسمت تغیر نیابد بجہت آنکہ از یک جنس بوند پس بنابر اختصار میت ثانی را کالعدم شمار کردہ بر تصحیح واحد اکتفا نمایند وفی مختصر الفرائض اعلم ان ورثۃ المیت الثانی ان کانوا ھم الوارثین للمیت الاول سوی المیت الثانی ولا یتغیر التقسیم بموتہ تقسم الترکۃ علی الورثۃ الباقیۃ تقسیما واحدا ویجعل المیت الثانی کأن لم یکن فی البین مثلا ترک اربعۃ (۴) ابناء وثلاث (۳) بنات کلھم من زوجۃ واحدۃ ثم مات ابن واحد قبل القسمۃ وترک ثلثۃ اخوۃ وثلث اخوات لاب وام ثم ماتت اخت وترکت ثلثۃ (۳) اخوۃ واختین (۲) کانت المسئلۃ من الثمانیۃ لکل من الابناء الثلثۃ اثنان ولکل من البنتین واحد ویجعل الابن والبنت کأن لم یکونا فی البین انتھت مھمذا امطمح نظر علمائنا فی الفن کان واما تقلیل سھام وتسھیل حساب کما لیس بخاف علی من لہ ادنی ممارسۃ فی رقاق ھذا الفن ولہذا درصورت تعدد عاد اکثر الاعداد کا اعتبار فرماتے ہیں تا جزء وفق اقل ہو اور حساب اہون واسہل اور اصول ثلثہ

تصحیح سے کہ بین السہام والرؤس متقرر ہیں۔ نسبت تداخل کو محض رؤ ماللاختصار خارج اور اگر سہام رؤس پر منقسم ہو جاویں تو تماثل ورثہ توافق کی طرف راجع کرتے ہیں ونظائر ذلک کثیرۃ وفی اسفار الفن مسطورۃ اور یہ ظاہر کہ ورثہ مذکورین کو کائن لمریکن کرنے میں اختصار قسمت اور خفت مؤنت اور حساب کی ہے۔ اور اسی مقصود فن سے کمال مناسبت واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرا اور وارثوں میں اپنی دو زوجہ اور زوجہ اولیٰ کا مہر سوا لاکھ روپیہ کا اور ایک دختر بھی ہے اور زوجہ ثانی لاولد و مہر اس کا دس ہزار روپیہ تک ہے اور ایک بھائی کتنے سہام پر جائداد تقسیم ہوگی بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ جائداد بقدر ۔۔ کے ہے اور حکم شرع میں ادائے مہر و دیگر دیون تقسیم ترکہ پر مقدم اس صورت میں کہ مقدار دونوں مہروں کی حیثیت جائداد سے زائد ہے۔ کسی وارث کو جائداد میں استحقاق مالکانہ نہیں۔ لہٰذا کل جائداد متروکہ سے جو بعد تجہیز و تکفین کے باقی رہا دونوں زوجہ کے مہر اور ان کے سوا اگر کوئی اور دین ہو تو ان کے ساتھ وہ بھی سب بطور حصہ رسد ادا کر دئے جائیں اور کسی وارث کو کچھ نہ ملے گا مگر یہ کہ مہر معاف ہو جائے یا کوئی وارث جائداد کے خالص کر لینے کو اپنے پاس سے ادا کر دے تو بعد ادائے دین و اجراء وصیت جو بچے گا سولہ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور چھ برادر کو ملیں گے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد کے مالک زید و عمرو و بکر سہ برادران حقیقی تھے اول زید فوت ہوا خالد و عمدہ والدین چھوڑے پھر عمدہ نے عمرو و بکر پسر ہندہ سعیدہ دختر خالد شوہر چھوڑے پھر خالد نے وارثان مذکور سے انتقال کیا پھر عمرو نے زوجہ خدیجہ چھوڑ کر لاولد وفات پائی پھر ہندہ شوہر عبداللہ پسر حامد محمود دختر فاطمہ چھوڑ کر مر گئی ترکہ کیونکر منقسم ہوگا بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و صحت ترتیب اموات و تقدیم ما یقدم کالمہر والدین والوصیۃ ایک ثلث جائداد کہ حصہ زید ہے نوسو ساٹھ ۹۶۰ سہام پر منقسم ہو کر ورثہ احیاء پر جس حساب سے بٹ جائے۔

المبلغ ۹۶۰

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۴۴۰	۲۲۰	۸۰	۵۵	۶۶	۶۶	۳۳

وذلک لان التصحیح یبلغ الفین (۲۸۸۰) وثمانمائۃ وثمانین وکان ینقسم ھکذا

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۱۳۲۰	۶۶۰	۲۴۰	۱۶۵	۱۹۸	۱۹۸	۹۹

کما یظھر بالتخریج فوجدنا فی السھام کلھا موافقۃ بالثلث فرددنا المسئلۃ للاختصار الی ماتری اور ثلث دوم کہ حصہ عمرو ہے تین سو بیس سہام پر انقسام پاکر یوں ہر وارث و ملے۔

المبلغ ۱۳۲۰

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۸۰	۱۲۰	۶۰	۱۵	۱۸	۱۸	۹

کما یظھر بالمناسخۃ اور ثلث سوم خاص بکر کا ہے اور اگر ساری جائداد ملا کر دفعۃً تقسیم کرلینا چاہیں تو بہت اختصار ہوجائے گا کل جائداد کے ایک سو چوالیس (۱۴۴) حصے کرکے اس طرح تقسیم کریں ہر ایک اپنے تمام حقوق کو پہونچ جائیگا۔

المبلغ ۱۴۴

بکر	سعیدہ	خدیجہ	عبداللہ	حامد	محمود	فاطمہ
۸۸	۲۰	۱۶	۵	۶	۶	۳

یہ اختصار قابل اظہار طلبہ ہے کہ کیونکر ان سہام میں بکر کا ثلث الگ ہوکر دونوں ترکے پورے پورے تقسیم ہوگئے من دون ان یقال ان فاضل باطل کجعل الموارث الاعلی داخل الادنی بقاعدۃ کما فی التقسیم المفاد علی نحو ابطلھا المقدرۃ عند الحُسّاب مگر یہ جبھی ممکن کہ وقت تقسیم تینوں بھائی جائداد میں بحصہ مساوی شریک ہوں عام ازیں کہ اول ہی سے برابر تھے اور زید و عمر کے ترکہ پر دین وصیت کچھ نہ تھا یا تھا اور اس جائداد کے غیر سے ادا کردیا گیا یا اول سے مختلف تھے اور دیون ووصایائے زید و عمرو اس ترکہ سے ادا ہوکر اب تینوں حصے برابر آگئے اور اگر وقتِ تقسیم کمی بیشی ہے خواہ ابتداسے تھی یا اب بوجہ ادائے دین و وصیت ہوگئی تو تقسیم کی وہی پہلی صورت رہے گی کہ ہر ایک کا جدا بٹے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لڑکا بعمر ڈھائی برس اور زوجہ اور والدہ اپنی اور برادر حقیقی چھوڑ کر فوت ہوگیا بعدہٗ بلا اجازت زوجہ زید کے چچا زید متوفی نے مال متروکہ زید و نیز مال جہیزی زوجہ زید کا پسر زید کے نام قائم کرکے تا بلوغ پسر مذکور سپرد برادر حقیقی زید کے کر دیا وقت سپردگی مال مذکور کے نانا لڑکے اور نیز اہل برادری نے سپردگی مال میں رضامندی ظاہر کی پس اس صورت میں جو رضامندی اور اجازت زوجہ زید سے نہیں لی گئی مال لڑکے کے نام قائم کرنا اور برادر حقیقی زید کے سپرد کرنا جائز ہے یا نہیں اور مال زید کے سہام پر تقسیم ہوگا بیّنوا توجروا

الجواب

مال جہیز تو خاص ملک زوجہ زید ہے نہ وہ زید کا ترکہ نہ زید کے کسی وارث کا اس میں کوئی حق ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ لاحق لاحد فیہ اور متروکہ زید بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر و دیگر دیون وتنفیذ وصایا چوبیس سہام پر منقسم ہوکر تین سہم زوجہ اور چار والدہ اور سترہ پسر کو ملیں گے تو متروکہ زید میں بھی چوبیس سہام سے سترہ کا استحقاق پسر کو تھا کل ترکہ زید بنام پسر زید کر دینا ظلم وجہالت ہے اور اس کے ساتھ زوجہ زید کا جہیز بھی ملا دینا اور ظلم بر ظلم اور نانا یا اہل برادری کی رضامندی کوئی چیز نہیں کہ وہ غیر مالک ہیں۔ قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل پس یہ نام قائم کرنا اور زید کی سپردگی میں دینا سب بیہودہ و باطل ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶ ماہ صفر ۱۳۰۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مذہب اہل تسنن پر فوت ہوا اور اس نے ایک دختر سنی زوجہ اولی متوفیہ کے بطن سے اور ایک زوجہ مدخولہ نومسلم شیعہ اور ایک برادر خالہ زاد کہ زید کا بہنوئی ہے اور دو بھانجے حقیقی مذہب سنی اور ایک بھائی چچازاد شیعہ اور ایک نواسہ شیعہ اور داماد شیعہ یعنی باپ اس نواسہ کا کہ جس کی ماں حیات میں زید متوفی کی مرگئی تھی وارث چھوڑے جائداد مقبوضہ مملوکہ زید متوفی جمیع ورثہ پر از روئے فرائض کس طرح تقسیم ہونا چاہئے اور کون کون ذی حق جائداد مذکور میں ہوسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

تحریرات مجتہد لکھنؤ وتجربہ خواص وعوام شیعہ سے ثابت کہ اس زمانے کے شیعہ ضروریات دین کے منکر ہیں تو ہرگز نہ ان سے مناکحت جائز نہ وہ نکاح شرعًا نکاح نہ وہ اہلسنت کا ترکہ پاسکیں نہ اہلسنت کو ان کا مورث کہہ سکیں۔ عالمگیری میں ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبقولھم

فی خروج امام باطل (الیٰ ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریہ اسی میں ہے اختلاف الدین ایضا یمنع الارث پس کل ترکہ زید بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وعدم وارث آخر وتقدیم مایقدم کالدین والوصیۃ صرف اس کی دختر سنیہ کو ملیگا اور یہ مدخولہ اور چچازاد بھائی کہ شیعہ ہیں کچھ نہ پاویں گے نہ خالہ زاد بھائی بھانجوں نواسے داماد کا کوئی حق ہے ہاں اگر یہ مدخولہ یا چچازاد بھائی دونوں کسی ضروری دین کا انکار نہ کرتے ہوں تو بشرائط مذکورہ ترکہ آٹھ سہم پر منقسم ہوگا ایک زوجہ اور چار دختر اور تین ابن العم کو ملیں گے اور صرف ابن العم منکر نہ ہو تو دو حصہ ہوکر دختر وابن العم کو نصفا نصف پہونچے گا زوجہ کچھ نہ پادے گی۔ اور صرف زوجہ منکر نہ ہو تو آٹھ پر تقسیم ہوکر ایک سہم زوجہ اور سات دختر کو پہونچیں گے ابن العم محروم رہے گا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۲۰ صفر ۱۳۱۶ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ زید با برادر خرد حقیقی شریک حال بودہ مکان وزیور ونقد وظروف واشیائے خانہ داری تعدادی تخمیناً پانزدہ صد روپیہ ہر دو بشرکت بزور بازوئے خود فراہم کردند ودر خورد ونوش معیشت ہیچ امتیازے نداشتند وعلاوہ اموال مذکورہ دیگر زمین از سرکار خاص بنام زید معاف شد الا در آبادی زمین مزبورہ وتیاری چاہ بہم زر مشترک شد وآمدنی سالیانہ بشرکت صرف می نمود حالا زید زوجہ ثانیہ لاولد وزوجہ ثالثہ ویک پسر وسہ دختر از بطن زوجہ اولیٰ کہ پیش از زید مردہ بود وتعدادی اینہا زید بحیات خود شادی کرد وسہ پسر از بطن زوجہ ثالثہ کہ ہر سہ بحیات زید ناکتخدا ماندند وہمیں یک برادر وارث گذاشتہ وفات یافت پس ترکہ زید چساں انقسام یابد وزمینے کہ تنہا بنام زید معاف ست دراں برادر دیگر را ہم حصہ است یا خیر ودر اولاد زوجہ اولیٰ وثالثہ بوجہ کتخدا شدن بحیات زید از صرف زید وناکتخدا ماندن فرقے در ارث خواہد بود یا نے بینوا توجروا

الجواب

زمینے کہ تنہا بنام زید معاف شد خاص ملک اوست برادر دیگر را دراں استحقاقے نیست فان الاقطاع انما یکون لمن اقطع لہ کما ان الموھوب لایملکہ الامن وھب لہ ودر آبادی وتیاری چاہ صرف زر مشترک مستلزم ملک برادر در زمین نیست کما لایخفی اما آنچہ بحالت اتحاد ویکجائی بزور بازوئے خود پیدا کردند اگر ہر دو بکسب واحد بوجہ شرکت اشتغال می داشتند گو یکے عمل بیش می کرد ودیگرے کم یا آنچہ بکاسب جداگانہ خود ہامی اندوختند خلط می کردند ویکجا صرف می نمودند کہ در ملک ہر دو تفاوت معلوم نیست پس ہمہ آنچہ بہم حاصل کردہ اند نصفاً نصف علی السویہ ملک ہر دو برادر باشد فی الفتاوی الخیریۃ سئل فی اخوین سعیھما واحد وعائلتھما واحدۃ حصلا بسعیھما اموالا من مواش وغیرھا فھل یجمیع

ماحصلاہ بسعیہما وکسبہما مشترک بینہما تجب قسمتہ بینہما مناصفۃ ۱ھ اجاب نعماء لخصا۔ فی رد المحتار یؤخذ من ھذا ما افتی بہ فی الخیریۃ فی زوج امرأۃ وابنہا اجتمعا فی دار واحدۃ واخذ کل منہما یکتسب علی حدۃ ویجمعان کسبہما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمیز فاجاب بانہ بینہما سویۃ وکذٰلک لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیہم ونما المال فہو بینہم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرای ۱ھ وناکتخدا ماندن بعض اولاد بحیات مورث موجب زیادت حصۂ ایشاں برکتخدایان نیست فان الارث انما یکون بعد الموت وعندہ علی اختلاف العلماء لاتبلد بالاجماع فما وصل الی بعضہم من قبلہ علی جہۃ تبرع من المورث لایمکن ان یحسب من الارث وسببہ ھی الوصلۃ المعلومۃ وھم فیہا سواء پس دریں صورت کل زمین معافی ونیمہ ایں اموال کہ درآنہا شرکت ہر دو برادر است بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر سہ زوجہ ودیگر دیون وانفاذ وصایا بریک صد وہفتاد وشش سہام انقسام یافتہ یازدہ سہم بہر زن موجودہ وبست وہشت بہر پسر وچاردہ بہر دختر رسد وبرادر را در ترکۂ زید حظے نیست واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مہر مسماۃ ریاست النساء مرحومہ کا ذمہ احمد شاہ خاں شوہر کے واجب الادا ہے اور ترکۂ مسماۃ سے نصف حصہ اس کے شوہر کا ہے مہر تعدادی ۵۰۰۰ ہزار روپیہ ہے۔ اور ترکہ بمقدار قلیل مسماۃ کی والدہ اور بھائی دعویدار مہر ہیں۔ اس صورت میں ترکہ اس کے شوہر کو ملے گا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بیشک ملے گا فان الدین المحیط علی المیت تمنع تقسیم الترکۃ بین الورثۃ لادین المیت وہ ترکہ سے اپنا حصہ لے اور باقی وارث اس سے نصف مہر لیں اگر نہ دے دعویٰ کریں فان الدین قد حل بالموت یہ خیال کہ اس پر مہر کثیر ہے اور جائداد قلیل اگر ترکہ سے حصہ دے دیا جائے گا شاید کسی کے نام منتقل کردے اور مہر مارا جائے ہرگز اسے ترکہ ملنے سے مانع نہ ہوگا نہ یہ روکنا کچھ مفید، وہ بلا تقسیم بھی بیع کرسکتا ہے جو قطعًا نافذ ہوگی کہ یہ حجر بالدین امام کے نزدیک مطلقًا اور بے حکم قاضی اجماعًا جائز نہیں ہندیہ میں محیط سے ہے: ثم لاخلاف عندھما ان الحجر بسبب الدین لایثبت الابقضاء القاضی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد مذہب اہلسنت والجماعت نے عورت مذہب

شیعہ تبرائی سے حسب طریقہ رفاض صیغہ پڑھایا اور اپنی زوجیت میں لایا وہ عورت زوجہ شرعی ہوسکتی ہے یا نہیں اور ترکہ اس مرد کی مستحق ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

وہ ہرگز زوجہ شرعیہ نہیں نہ اصلاً ترکہ کی مستحق۔ رافضی تبرائی ہمارے فقہائے کرام اصحاب فتاوٰی رحمہ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک مطلقاً کافر ہے عامہ کتب فتاوٰی میں اس مسئلہ کی جابجا تصریح ہے اور فقہائے محدثین کے نزدیک ان کا کفر بوجوہ کثیرہ ثابت اولاً خود یہی تبرائے ملعون والعیاذ باللہ تعالٰی فقہائے کرام فرماتے ہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شان میں ان کلمات ملعون کا بکنے والا کافر ہے فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ فھو کافر بحرالرائق میں ہے امام ابوزید دبوسی و امام ابواللیث سمرقندی و امام ابوعبداللہ حاکم شہید وغیرہم ائمہ کبار رافضی تبرائی کے مطلقاً کافر ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و منح الغفار و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ میں جزم کیا درمختار میں ہے فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبۃ وبہ اخذ الدبوسی وابواللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف الخ ثانیاً حضرت افضل الاولیاء المحمدیین امیر المومنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت برحق سے انکار کرنا فقہائے کرام فرماتے ہیں صحیح مذہب پر اس کا منکر کافر ہے۔ فتاوٰی ظہیریہ پھر طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے ص من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ش ای خلافتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الامۃ ص فھو کافر ش القول ص الصحیح ش لاجماع الامۃ علی ذلک من غیر خلاف احد یعتد بہ اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ الصحیح انہ کافر ثالثاً حضرت امیر المومنین امام العادلین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت برحق سے منکر ہونا۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں اصح مذہب پر یہ بھی کفر ہے ظہیریہ و عالمگیریہ و سیرت احمدیہ وغیرہا میں ہے کذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی فی اصح الاقوال فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے ان انکر خلافۃ الصدیق او عمر فھو کافر اور کتب فقہ کا تتبع کیجئے تو ان کے سوا اور وجوہ کفر بھی روافض تبرائی میں پیدا ہوں گی اور حق یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے یہ رافضی قطعاً یقیناً بالاجماع کافر مرتد ہیں کہ ان کا منکر ضروریات دین ہونا تحریرات مطبوعہ مجتہد لکھنؤ وغیرہا سے ثابت وقد فصلنا ذلک فی بعض فتاوینا ولن تجد احدا منھم الا وھو یقول بنقصان القرآن العظیم الموجود بایدی المسلمین الیوم عن القدر المنزل علی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد افصح بذلک کبارھم وصغارھم وعلماؤھم وجھالھم تحریرا

اوتقریرا وکذلك بتفضیل سیدنا علی المرتضی وسائر الائمۃ الاطہار کرم اللہ تعالٰی وجوھھم علی جمیع الانبیاء السابقین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین فلایجوز لمسلم ان یرتاب فی کفر ھؤلاء الانجاس الارجاس والعیاذ باللہ تعالٰی من شر کل وسواس خناس پس بلاشبہہ رافضیہ ہرگز اہلسنت کی زوجہ شرعیہ نہیں ہوسکتی اور ان سے مناکحت محض باطل اور اولاد اولاد زنا اور وہ ہرگز ترکہ اہلسنت کا استحقاق نہیں رکھتی عالمگیری میں ہے اختلاف الدین یمنع الارث واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید حسین علی نے نوکری سے روپیہ پیدا کیا اور اپنے مکان پر جمع کرکے بھیجا (۲) کی زوجہ معصومہ نے بعد انتقال میر حسین علی کے اس روپے سے اپنے نابالغ بیٹے میر فضل علی کے نام جائداد خرید دی سر علی حسین نے یہی زوجہ و پسر اور دو دختر مستین بسم اللہ وارث چھوڑے پھر فضل علی نے یہی وارث اور حیدر علی چچا پھر بسم اللہ نے شوہر علی جان اور یہی ورثہ پھر معصومہ نے دختر مستین وارث چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں وہ جائداد میر حسین علی کی قرار پائے گی یا فضل علی کی اور ہر وارث کو کس قدر پہنچے گا بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں مالک جائداد فضل علی ہے عقود الدریۃ میں ہے ذکر فی الذخیرۃ والتجنیس امرأۃ اشترت ضیعۃ لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لاتملك الشراء للولد وتکون الضیعۃ للولد لان الام تصیر واھبۃ والام تملك ذلك ویقع قبضا عنہ ۱؎ احکام الصغار من البیوع پس جائداد مذکورہ بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء الدین واجراء الوصیۃ چوبیس سہام پر منقسم ہوکر اس حساب سے ورثہ فضل علی کو دیجائے گی۔

مستین	حیدر علی	علی جان
۱۷	۴	۳

البتہ جب کہ وہ روپیہ جس کے عوض یہ جائداد خریدی گئی ملک میر حسین علی تھا اور اس میں تمام وارثان میر حسین علی کا حق تھا جسے معصومہ نے بے اجازت دیگر ورثہ خرچ کر ڈالا تو باقی وارثوں کے حصص کا تاوان معصومہ پر آیا کہ وہ اس کے ترکہ سے دعوی اسی جائداد فضل علی کا حصہ ہویا اس کے سوا اور کوئی چیز ہو) وصول کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے ما اشتراہ احدھم لنفسہ یکون لہ ویضمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترك واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ جناب سید مظہر حسن صاحب خادم جبہ مقدسہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام حسین خاں لاولد مرا اور اس نے نکاح بھی نہ کیا تھا اس کا وارث سوا خیراتی خاں اس کے پھوپھی زادہ بھائی کے اور کوئی نہ تھا مگر خیراتی خاں اس کے سامنے مرگیا، خیراتی خاں نے اپنی زوجہ سے کہ اس کے سامنے مرچکی تھی، ایک دختر چھجی اور زوجہ ثانیہ سے کہ زندہ ہے دو پسر بندہ حسن و محب حسین چھوڑے اس صورت میں یہ وارثان خیراتی خاں غلام حسین خاں کے وارث ہوں گے یا نہیں اگر ہوں گے تو کس کس کو کتنا کتنا پہونچے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء الدین واجراء الوصیۃ۔ ترکہ غلام حسین خاں کا پانچ سہام پر منقسم ہوکر دو دو سہم بندہ حسن و محب حسین اور ایک سہم چھجی کو ملے گا اور زوجہ خیراتی خاں کچھ نہ پائے گی عالمگیریہ میں ہے ان اجتمعوا وکان خیرقس ابتہم متحدا فالاقوی اولی ثم ولد الوارث اولی وان استوت قرابتہم فللذکر مثل حظ الانثیین فان ترک ابن عمۃ وابنۃ عمۃ فالمال بینہما للذکر مثل حظ الانثیین والکلام فی اولاد ہولاء بمنزلۃ الکلام فی آبائہم عند انعدام الاصول اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ٹونک دروازہ کلاں مرسلہ احمد حسن خاں محرر تھانہ جھندوا پرگنہ سرونج ریاست ٹونک ۱۰ رجب ۱۳۰۹ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بوہار خاں نے ایک عورت مسلمان کی تھی اس سے تین لڑکے بوہار خاں کے پیدا ہوئے مگر نکاح نہ کیا تھا اب بوہار خاں کے ترکہ میں یہ لڑکے وارث ہوسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع ثبوت شرعی سے ثابت ہوکہ بوہار خاں اس عورت کو بے نکاح تصرف میں لایا اور یہ لڑکے معاذ اللہ محض زنا سے پیدا ہوئے غرض حالت وہ ہو کہ شرع ان کا نسب بوہار خاں سے اصلاً نہ ثابت کرے تو بیشک ترکہ بوہار خاں میں ان کا کوئی حق نہیں درمختار میں ہے یرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لااب لہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴ رجب ۱۳۰۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید پیدا ہوا اس کی خالہ نے اپنی بہن سے اسے لیکر اپنا بیٹا کرکے پالا اور بعد انتقال ہمشیرہ یہ عورت پدر زید کے نکاح میں آئی اس صورت میں کچھ ترکہ اسے ملیگا

یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر مراد سائل کی یہ ہے کہ اس صورت میں زید کو اپنی اس خالہ کے ترکہ سے بوجہ متبنی یا سوتیلے بیٹے ہونے کے کچھ پہونچے گا یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ کچھ نہیں کہ متبنی یا سوتیلا بیٹا ہونا شرعاً ترکہ میں کوئی استحقاق نہیں پیدا کرتا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ اس صورت میں زید اپنی حقیقی والدہ یا والد کے ترکہ سے حصہ پائے گا یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ بیشک پائے گا کسی کا اسے اپنا بیٹا بنالینا اپنے حقیقی والدین کے بیٹے ہونے سے خارج نہیں کرتا واللہ اعلم

مسئلہ: از مارہرہ شریفہ باغ پختہ مرسلہ مولوی نبی بخش صاحب ۲۶ شوال المکرم ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے فرزند سے جو کہ عورت منکوحہ سے ہے بسبب اس کے اعمال زبون (یعنی فرزند اپنے باپ کی عزت کا خواہاں ہے اور سخن نازیبا باپ کو کہتا ہے اور قصد کرتا ہے کہ اگر موقع ہو تو باپ کو مار ڈالوں) کے سخت ناخوش ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو عاق کر دے اور اپنی جائداد کو دو اور لڑکوں کہ جو عورت غیر منکوحہ سے ہیں دیدے تو اس شخص کا اپنے فرزند کے ان افعال پر عاق کرنا اور اپنی جائداد کو غیر منکوحہ کے لڑکوں کو دینا کیسا ہے اور عاق ہونے کے واسطے کون سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بے علموں کے ذہن میں یہ ہے کہ جس طرح عورت کا علاقہ زوجیت قطع کرنے کے لئے شرع مطہر نے طلاق رکھی ہے کہ اس کا اختیار بدست شوہر ہے اور اس کے لئے کچھ الفاظ ہیں کہ جب شوہر سے صادر ہوں طلاق واقع ہو یوں ہی اولاد کا علاقہ ولدیت قطع کرنے کے لئے عاق کرنا بھی کوئی شرعی چیز ہے جس کا اختیار بدست والدین ہے اور اس کے لئے بھی کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ والدین انکا استعمال کریں تو اولاد عاق ہو کر ترکہ سے محروم ہو جاتے۔ مگر یہ محض تراشیدہ خیال ہیں جس کی اصل شرع مطہر میں اصلاً نہیں نہ علاقہ ولدیت وہ چیز ہے کہ کسی کے قطع کئے منقطع ہو سکے مگر معاذ اللہ بحالت ارتداد والعیاذ باللہ تعالٰی۔ شرع میں عقوق ناحق نافرمانی والدین کو کہتے ہیں کہ یہ کار اولاد ہے جو شخص اپنے ماں باپ کا حکم بے عذر شرعی نہ مانے گا یا معاذ اللہ انھیں آزار پہونچائے گا وہی عاق ہے اگرچہ والدین اسے عاق نہ کریں بلکہ اپنی فرط محبت سے دل میں ناراض بھی نہ ہوں مگر کوئی شخص عاق ہونے کے سبب ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتا اور جو فرمانبرداری والدین میں مصروف رہے اور وہ بے وجہ اس سے ناراض رہیں یا بحکم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی کسی مخالف شرع بات میں ان کا کہا نہ مانے اور وہ اس سبب سے ناخوش ہوں تو ہرگز عاق نہیں۔ اور

اگر کوئی شخص لاکھ بار اپنے فرماں بردار خواہ نافرمان بیٹے کو کہے کہ میں نے تجھے عاق کیا یا اپنے ترکہ سے محروم کردیا تو نہ اس کا یہ کہنا کوئی نیا اثر پیدا کر سکتا ہے نہ وہ بدیں وجہ ترکہ سے محروم ہوسکے۔ یہ شخص اگر اپنی جائداد اپنے بیٹے کو محروم کرنے کے لئے ان بے نکاحی عورت کے لڑکوں کو دیدیگا تو دنیا میں یہ کارروائی اسکی اگرچہ چل جائے مگر عند اللہ ماخوذ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی اس کی میراث جنت سے قطع کردے۔ رواہ ابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از صاحبگنج گیا مکان سید محمد ابوصالح صاحب خان بہادر رئیس کٹرہ مرسلہ شیخ وزارت حسین خاں ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے انتقال کیا اور دو ماموں ایک بھتیجا یعنی پھوپھی زادہ بھائی کا لڑکا جسکا باپ اس عورت کے سامنے مرچکا تھا اور ایک پھوپھی زادہ بہن کو چھوڑا اس صورت میں ترکہ اس کا کس کس کو کس قدر ملے گا بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر وتقدیم مایقدم کالدین والوصیۃ کل ترکہ دونوں ماموں نصفاً نصف پائیں گے پھپھی کے اولاد کو کچھ نہیں ملے گا۔ علامہ ابوعبداللہ محمد غزی تنویر میں ذوی الارحام کے احکام عامہ میں فرماتے ہیں یحجب اقربھم الابعد اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بدایوں مرسلہ مولانا مولوی عبدالرسول محب احمد سلمہ اللہ تعالٰی ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ
مولانا المجد زاد مجدکم ادائے مایجب مستسعد بودہ شرف اندازمعروضات ام کہ استفسار حدرست حامل ابلاغ والاخدمت ست صورتش ہکذا اصل المسئلہ زید

ابن ابن ابن عم جد الاب	خواہر	مادر
۱	۳	۲

قال فی الدر ثم العصبات بانفسھم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ الخ قال العلامۃ الشامی قولہ ثم جزء جدہ ای بالجد مایشمل اب الاب وما فوقہ الی اخرھا واللہ اعلم الساطی الواس رحب احمد عبدالرسول عفی عنہ زیرق مخالف را دریں مسئلہ مخالفتے ست میگوید کہ مراد از جزء جد ہمیں فقط عم اب وعم جد ست نہ آنہا کہ فوق اینہا اند ونزد شامی علیہ الرحمۃ از صنف صرف ہمیں دو اہل قرابت مراد اند چنانکہ از مثال پر ظاہر ست بو الیس حامل جواب مطلوب والسلام خیر خدم

افقر البرایا عبدالرسول محب احمد عنہ

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم الاکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب جناب حق و صواب ست فی الواقع درصورت مستفسرہ بکر عصبۂ زید و مستحق باقی و در قول درجزء جدہ داخل است کہ در فرائض بلکہ ہمہ ابواب فقہ از جد ہمیں پدر پدر یا جد قریب پدر مراد نباشد بلکہ از نسب پدر جملہ ذکور کہ در نسبت بالیشان زن نیاید بنی بلث عن فوہ قاطبۃ وھو المراد حیث اطلق صاحب سراجیہ درہمیں بیان تقسیم عصبات فرمود ثم الجد ای اب الاب و ان علا خود ہمیں عبارت در مختار است ثم الجد الصحیح وھو اب الاب وان علا در شریفیہ است ھو الذی لا یدخل فی نسبتہ الی المیت ام کاب الاب و ان علا در زبدۃ الفرائض ست یعنی اب الاب ہرچند بالارود مسئلہ واضح ست و شک در آن از ہیچ ذی علم معقول نے تاہم نص جزئیہ خاصہ بشنوید در زبدہ است عصبہ بنفسہ چار قسم ست (الی قولہ) چہارم جزء جد میت مانند عم اعیانی و علاتی و ابنائے ایشاں ہرچند بالا و پایان روند بعد ازانست بعد ازاں جزء جد میت یعنی اعمام او و بعد ازاں ابناء ایشاں ہرچند پایان روند بعد ازاں جزء جد اب میت یعنی اعمام اب او بعد ازاں ابنائے ایشاں ہرچند پایان روند بعد ازاں اعمام جد میت و ابناء ایشاں ہرچند بالا و پایان روند تا غیر نہایت واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از واجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹیٹ مرسلہ ملا یعقوب علیخاں آخر شعبان سنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرعیہ ومفتیان طریقہ نبویہ اس مسئلہ میں کہ مسمی حافظ فتح محمد صاحب کے تین فرزند حمیدالدین اور رحیم الدین اور نورالدین ان تینوں برادران حقیقی کی اولاد سے کوئی ورثہ شرعیہ باقی نہیں مگر زوجہ رحیم الدین فقط باقی ہے لیکن نورالدین کی عورت مطلقہ کے نطفہ زنا سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکی تو بحین حیات نورالدین فوت ہوئی اور زوجہ مطلقہ باقی ہے اب وہ لڑکا جو نطفۂ زنا دختر سے نورالدین کے پیدا ہوا زوجہ رحیم الدین سے حصہ چاہتا ہے تو فرزند زنازادہ از روئے شرعی حقدار حصہ ہے یا محروم اور زوجہ رحیم الدین مرحوم نے اپنے برادر زادہ کو اس حصہ اپنے کا کہ ترکہ شوہری سے حسب القاعدہ شرعیہ پایا تھا مالک ومتبنا و مختار کرکے ہبہ نامہ نمودہ قاضی صاحب لکھ کر قبضہ کرادا کے چند روز کے بعد منتقل سوئے جنان ہوئی تو اس جائداد ہبہ شدہ حصہ ترکہ شوہری سے بنام برادرزادہ زوجہ رحیم الدین وزوجہ حمیدالدین موسومہ عظیم خاں خلف محبوب خانصاحب سے وہ لڑکا زنازادہ حصہ چاہتا ہے۔ درست یا ممنوع اور خط تبنگی اور وہ ہبہ نامہ جو زوجہ رحیم الدین اور حمیدالدین نے جائداد منقولہ وغیر منقولہ اور مقبوضہ وغیر مقبوضہ حصہ یافتہ کیا تھا جائز ہے یا منسوخ اس مسئلہ میں جو حکم بالتحقیق ہو بیان فرماویں بحوالت الکتاب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

الجواب

شرع مطہر کو اثبات نسب میں نہایت احتیاط منظور جہاں ادنٰی گنجائش پائی ہے نسب ثابت فرمائی ہے اور حتی الامکان ہرگز ولد الزنا نہیں ٹھہراتی۔ صدہا صورتیں نکلیں گی کہ عوام اپنی بے علمی سے بچہ کو ولد الزنا سمجھیں اور شرعًا وہ ثابت النسب ہو مثلاً یہی مطلقہ کی صورت ہے اگر عورت کو طلاق رجعی دے اور اس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا تو اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد بچہ پیدا ہو شوہر کا ہی قرار پائے گا یونہی اگر طلاق بائن یا مغلظ تھی اور ہنوز دو برس نہ گزرے کہ بچہ ہوگیا دو برس کے بعد ہوا اور شوہر نے اقرار کیا کہ میرا بچہ ہے تو بھی اس ہی کا ٹھہریگا یونہیں بہت صورتیں ہیں جنہیں زعم جہال مخالف شرع مطہر ہے۔ درمختار میں ہے یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرھا وعلوقہا فی العدۃ ما لم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ ولو تقر بمضیہا ولو لتمامہما لا یثبت النسب وقیل یثبت ورجحہ فی الجوہرۃ انہ الصواب الا بدعوتہ لانہ التزمہ الخ ملخصا۔ پس اگر زن مطلقہ نورالدین کی وہ لڑکی جسے سائل نطفہ زنا سے بتاتا ہے کسی ایسی ہی صورت پر پیدا ہوئی تھی جس میں شرعًا وہ دختر نورالدین قرار پائی اگرچہ جہال دختر زنا کہیں تو بیشک اس دختر کا بچہ اگرچہ وہ اس کے بطن سے معاذاللہ بذریعہ زنا ہی پیدا ہوا ہو نورالدین کا نواسہ اور اس کے ذوی الارحام سے ہے کہ اگر نورالدین کا کوئی وارث اہل فرض وعصبات سے نہ تھا تو وہ مستحق ترکہ نورالدین ہے اور اگر نورالدین اپنے کسی بھائی سے پہلے مرا تو ان بھائیوں میں جو سب سے پیچھے مرا ہو کہ نہ اس کا کوئی عصبہ ہو نہ سوائے زوجہ کے کوئی ذی فرض تو اس کا ترکہ اس لڑکے کو پہنچے گا کہ یہ اس کے بھائی کا نواسا ہے ولد الزنا کا نسب اگرچہ باپ سے نہیں ہوتا شرعًا اس کا کوئی باپ ہی نہیں وللعاہر الحجر مگر ماں سے یقینًا ثابت اور اس کی طرف سے ضرور وارث ہوتا ہے اور نانا یا نانا کے بھائی کی قرابت قرابت مادری ہے تو اس ذریعہ سے اس کی وراثت میں شک نہیں فی الھندیۃ ولد الزنا لا اب لہ فترثہ قرابۃ امہ ویرثہم اھ ملخصا۔ ہاں اگر مطلقہ نورالدین کی دختر کا نسب شرعًا نورالدین سے نہ ٹھہرے تو اس کا یہ بیٹا نورالدین کا کوئی نہیں۔ اگرچہ یہ پسر ولد الحلال ہے کہ دختر زنا شرعًا دربارہ میراث دختر نہیں تو وہ لڑکی خود ہی نورالدین کی بیٹی نہ تھی اس کا بیٹا نواسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ بہرحال پر ہم اسے وارث کہہ آئے اس تقدیر پر بھی زوجہ رحیم الدین کے مال میں اس کا کوئی حق نہیں کہ نانا کی بھاوج ہوتا شرعًا ذریعہ توریث نہیں خصوصًا جو مال کہ وہ اپنے بھتیجے کو ہبہ شرعیہ کرکے قابض کراچکی اس سے اسے بھی کچھ تعلق نہ رہا وہ خاص اس موہوب لہ کا مال ہوچکا اس میں اس

شخص کا دعوٰی اور بھی بیجا ہے۔ اور ہبہ جس قدر اشیائے منقسمہ جداگانہ بلاشرکت وشیوع تھا اور واہبہ نے موہوب لہ کو اس پر قبضہ کاملہ دلادیا اس قدر میں تام وکامل ہوگیا اور جن اشیاء سے موہوب لہ کو قبضہ کاملہ نہ دلایا خواہ یوں کہ سرے سے قبضہ ہی نہ ہوا یا ہوا تو شیئ موہوب جدا ومنقسم ہوکر قبضہ میں نہ آئی اس قدر میں باطل ہوگیا درمختار میں ہے المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اس صورت میں یہ اشیاء جن کا ہبہ ناتمام رہا بعد موت واہبہ وارثان واہبہ کو وراثۃً پہنچے گی رہا تبنی کرنا وہ شرعًا کوئی چیز نہیں قال اللہ تعالٰی ان اُمّھٰتھم الا التی ولدنھم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد علی نے زوجہ رحمو ابن غلام محمد و بنت بجو، منیرن اور ایک مکان خام جس میں دو سو گز زمین تھی چھوڑ کر انتقال کیا پھر بجو مادر رحمو اور شوہر و پسر و دختر چھوڑ کر فوت ہوئی پھر رحمو نے پسر غلام محمد دختر منیرن چھوڑ کر وفات پائی غلام محمد نے بعد پدر اس مکان خام کا ایک حصہ کچے اور ایک حصہ بیرونی پختہ اینٹ سے بصرف خویش تعمیر کیا اور تین سو ساٹھ روپے اپنے اوپر قرض اور صرف اسی مکان کا حصہ متروکہ اور زوجہ تیار بی بی دو پسر علی محمد، ولی محمد دختر آبادی بیگم چھوڑ کر رحلت کی علی محمد، ولی محمد نے باپ کی تجہیز وتکفین کی اور کل قرضہ ادا کیا اس صورت میں حصہ غلام محمد کس قدر ہوا اور وارثان آبادی بیگم ترکہ غلام محمد سے اپنی موروثہ کا حصہ علی محمد ولی محمد سے بے ادائے قرضہ پانے کے مستحق ہیں یا اب ترکہ علی محمد کہ صرف یہی حصہ ہے اور اس کی قیمت مقدار دین مذکور سے بہت کم ہے علی محمد وولی محمد کا مدیون ہوگیا کہ جب تک یہ دین ادا نہ ہو کوئی وارث حصہ پانے کا مستحق نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم مایقدم کالمھر والوصیۃ ترکہ شیخ محمد علی سے حصہ غلام محمد $\frac{157}{288}$ ہے کما یظھر بالقسمۃ بحر ورد الکسر الی اقل المخارج یعنی اگر اس جائداد کے دو سو اٹھاسی حصے کئے جائیں تو ان میں سے ایک سو ستاون سہم غلام محمد کے ہونگے باقی وارثان منیرن وشوہر واولاد بجو کے اور جب کہ حسب بیان سائل ترکہ غلام محمد صرف یہی ہے اور وہ مقدار دین سے بہت کم تو جب تک دین ادا نہ کرلیا جائے کوئی وارث غلام محمد بذریعہ وراثت اس سے کچھ نہیں پاسکتا۔ جائداد جیسے پہلے اور شخص کے دین میں مستغرق تھی اب علی محمد وولی محمد کا دین اس پر محیط ہے جب کہ انھوں نے صراحۃً یہ نہ کہدیا ہو کہ ہم یہ قرضہ محض بطور تبرع واحسان ادا کرتے ہیں۔ ترکۂ پدری سے واپس نہ لیں گے۔ اشباہ میں ہے والدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث فی جامع الفصولین لو استغرقھا دین لا تملکھا بالارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ الوارث بشرط التبرع وقت الاداء اما لو اداہ من مال نفسہ مطلقًا یجب لہ

دین علی المیت فتصیر مشغولۃ بدین فلا یملکھا اھ ملخصاً واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ترکہ تاج محمد کا اس کے ورثہ احیا پر چار لاکھ تین ہزار دو سو سہام ۲۰۰ مذکورہ یوں منقسم ہوا۔

ظہورن ، ننھی بنت کلن ، زوجہ چھو ، اجبہ ، بھجو ، سعد اللہ جیا چھٹن برادر زادہ عمدہ ، ننھے برادر چھٹن

۲۳۰۴۰ ، ۳۰۷۲۰ ، ۲۸۸۰۰ ، ۵۷۶۰ ، ۱۱۷۱۶۸ ، ۱۱۷۱۶۸ ، ۸۰۶۴ ، ۱۶۲۰۰ ، ۱۶۲۰۰

تلن ، زوجہ نتھا ، منا ، چھٹن برادر بندا ، مستین ،

۱۶۲۰۰ ، ۲۰۲۵ ۱۴۱۷۵ ، ۵۱۲۰ ، ۲۵۶۰ ،

پس ایک سو ساٹھ گز زمین متروکہ مورث سے ہر وارث مذکور کو کس کس قدر پہنچے گا بینوا توجروا

الجواب

ظہورن ، ننھی بنت کلن ، زوجہ چھو ، اجوبہ ، بھجو ، سعد اللہ جیا چھٹن برادر زادہ عمدہ

۹ گز ، ۱۲ گز ، ۱۱ گز ، دو رعان ، ۴۶ گز ، ۴۶ گز ، ۶ گز

۲ گرہ ، ۳ گرہ ، ۶ گرہ ، ۴ گرہ ، $\frac{97}{105}$ گرہ ، ۳ گرہ ، ۶ گرہ

ننھے برادر چھٹن ، تلن ، زوجہ نتھو ، منا ، چھٹن برادر بندا ، مستین

۶ گز ، ۶ گز ، ۱۲ گرہ ، ۵ گز ، دو رعان ، درعہ

۶ گرہ ، ۶ گرہ ، ۱۰ گرہ ، $\frac{32}{63}$ گرہ ، $\frac{16}{63}$ گرہ ،

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو لڑکے عمرو بکر ہیں جس میں سے عمر بڑا لڑکا اور بکر چھوٹا لڑکا ہے۔ زید نے دونوں لڑکوں کی شادی کر کر اپنی جائداد کو نصف نصف دونوں بہوؤں پر یعنی زوجہ بکر و زوجہ عمر تقسیم کرکے بیع کر دی بعد کو بکر کی زوجہ نے انتقال کیا بینوا توجروا

الجواب

اگر مدعی اب تک وہاں موجود نہ تھا یا بوجہ نابالغی وغیرہ معذور تھا یا بکر کو اقرار ہو کہ یہ جائداد بذریعہ بیع زوجہ اس نے پائی ہے تو ان صورتوں میں دعوٰی مدعی قابل سماعت ہے ورنہ نہیں کما فصلہ العلماء فی کتبھم مثل الفتاوی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰ صفر ۱۳۱۱ہجری
مشرف

ترکۂ خالصہ زمین ۴۸ للعہ ۱۱ گرہ

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
عبدالجلیل	عبدالخلیل	اسمٰعیل	عباسی جاں	نوابی جان	چھوٹی جان
عــــہ درعہ	عــــہ درعہ	عــــہ درعہ	صہ درعہ	صہ درعہ	صہ درعہ
۱۳ ۱/۹ گرہ	۱۳ ۱/۹ گرہ	۱۳ ۱/۹ گرہ	۶ ۵/۹ گرہ	۶ ۵/۹ گرہ	۶ ۵/۹ گرہ

چھوٹی جان — مف صہ درعہ ۶ ۵/۹ گرہ

زوج غلام محی الدین خاں	ابن امین الدین خاں	ابن امام الدین خاں	بنت
۱ درعہ	۱ درعہ	۱ درعہ	
۵ ۲۳/۳۶ گرہ	۹ ۲۹/۳۰ گرہ	۹ ۲۹/۳۰ گرہ	۱۲ ۵۹/۶۰ گرہ

اسمٰعیل — مف عــہ ۱۳ ۱/۹ گرہ

زوجہ	ابن	بنت
۱ درعہ	ے درعہ	ےہ درعہ
۵ ۲۳/۳۶ گرہ	۴ ۵۳/۵۴ گرہ	۲ ۵۳/۱۰۸

وَاللہُ تعالیٰ اَعلمُ

مسئلہ :۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ مسمی زید فوت ہوا۔ ایک زوجہ اور چند اولاد بیٹا و بیٹی متوفی کے وارث ہیں۔ زوجہ چاہتی ہے کہ ترکہ متوفی کا بعوض دین مہر کے کہ ادا نہیں ہوا ہے مجھ کو ملنا چاہیئے۔ دین مہر کثیر ترکہ قلیل دین مہر کو کافی نہیں ہو سکتا ہے۔ دیگر وُرثاء کہتے ہیں کہ بموجب فرائض کے ترکہ میں سے وراثتاً سب کو حصہ ملنا چاہیئے اب اول اَدائے دین مہر ہونا چاہیئے یا ترکۂ مشکل ورثاء پر تقسیم ہوتے

الجواب ۔ ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہو لے کوئی وارث کچھ نہیں پا سکتا جبکہ اس کی مقدار ترکہ سے زائد ہے قال تعالیٰ من بعد وصیۃ توصون بھا او دین مگر عین جائداد کا مہر میں دیا جانا ضروری نہیں ورثہ کو اختیار ہے کہ مہر اپنے پاس سے ادا کریں اور جائداد تقسیم ترکہ سے

لئے بچالیں یا جائداد بیچ کر ادائے مہر میں صرف کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ا ز صفر المظفر ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اس مسئلہ میں کہ زید نے بلا وصیت انتقال کیا اور چھوڑی جائداد منقولہ مکسوبہ و متفرقہ خود از قسم زر نقد و زیور طلائی وغیرہا اور اثاث البیت خانگی۔ ایک مکان معہ حصہ آراضی موروثی اور وارثان شرعی زید کے حسب ذیل۔ ایک برادر حقیقی بکر حیات۔ یک زوجہ ہندہ جو تخمیناً یک ماہ بعد زید کے مرگئی اور اپنا مہر شرعی روبرو شاہدین شوہر زید کو معاف کر دیا تھا اور خورد نوش یکجائی ہندہ کے بعد وفات شوہر کے ہمراہی بکر مکان مذکور میں تھی چنانچہ تجہیز و تکفین و رسومات موتہ زید و نیز ہندہ کی زید کے روپئے سے ہوئی۔ بعد وفات کے مسمیان خالد و محمود، حامد، احمد برادران ہندہ متوفیہ زر نقد مع زیور مذکورہ بالا جس پر کہ زید بحیات خود باختیار تصرف مثل رہن و بیع وغیرہ وقتاً فوقتاً مالکانہ متصرف تھا اس کو برادران ہندہ باخفائے ورثائے زید مکان موروثی سے لے گئے لہٰذا اب تنازع بابت متروکہ زید کے درمیان ورثاء زید یعنی بکر و خالد و حامد و محمود و احمد کے ہے پس صورت مذکورہ بالا تقسیم متروکہ کے کس طور پر ہونا چاہئے اور تجہیز و تکفین و سوئم وغیرہا زید کی بکر نے زید کے روپئے سے اور ہندہ کی تجہیز و تکفین وغیرہ برادران ہندہ نے زید کے روپئے سے کی بینوا توجروا

الجواب

جو زیور ملک زید تھا یعنی نہ جہیز ہندہ کا تھا نہ زید نے ہندہ کو تملیک کر دیا تھا اگرچہ پہننے کو دیا ہو) وہ متروکہ زید ہے خاص ورثاء اس کے مستحق نہیں۔ برادر زید نے تجہیز و تکفین زید بقدر سنت میں جو خرچ کیا وہ مجرا پائیگا کہ اسے نکال کر باقی ترکہ وارثان زید پر تقسیم ہوگا۔ اور جو کچھ صدقہ و خیرات روز وفات و وقت دفن و سوم وغیرہا میں اٹھایا وہ خاص برادر زید کے حصہ پر پڑیگا باقی ورثہ کو اس سے سروکار نہیں۔ پس برتقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و صحت ترتیب اموات خرچ تجہیز و تکفین زید بقدر سنت اور نیز اگر کوئی دین ذمہ زید ہو وہ ادا کرکے جو باقی بچے مع اس روپئے کے جو برادر زید و برادران ہندہ نے خرچ فاتحہ و صدقہ وغیرہا میں اٹھایا سب کے سولہ[16] سہام کریں ان میں سے چار سہم کامل خاہر زید کو دیں اور آٹھ سہم میں خرچ فاتحہ و صدقات زید شامل کرکے برادر زید کو دیں۔ یعنی جو کچھ برادر زید نے فاتحہ میں اٹھایا وہ اسے وصول پایا ہوا تصور کریں باقی چار سہام میں کل خرچ تجہیز و تکفین ہندہ بقدر سنت و خرچ فاتحہ ہندہ کہ برادران ہندہ نے کیا سب شامل کرکے برادران ہندہ کو دیں یعنی موت ہندہ کل خرچ انھیں چار سہام پر ڈالیں پھر اس میں سے خرچ مسنون ترکہ ہندہ پر پڑیگا اور خرچ

زائد صرف ان برادران کے حصہ پر جنہوں نے اٹھایا اور سب نے اٹھایا تو سب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱: از شہر کہنہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے بیٹے نے انتقال کیا پوتا اور بھتیجے موجود ہیں۔ بھتیجے اس پر زور ڈالتے ہیں کہ اپنا مال ہمیں لکھ دے اس لئے کہ ہمیں تیرے وارث ہیں پوتا محجوب الارث ہو چکا ہے اس صورت میں پوتے کو محروم کرکے بھتیجوں کو لکھ دینا جائز ہے یا نہیں اور ان کی درخواست قابل سماعت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ان کی یہ درخواست مہمل و ناقابل سماعت ہے اول تو حیات مالک میں اس کے مال کا کوئی وارث نہیں اور بعد موت کب معلوم کون زندہ ہوگا کون مردہ اور اگر عورت کے بعد پوتا اور بھتیجے سب باقی رہے تو پوتا ہی وارث ہوگا۔ بھتیجے اس کے ہوتے کچھ نہ پائیں گے تو محجوب الارث خود بھتیجے ہوں گے نہ کہ پوتا۔ پوتا اپنے دادی دادا کا خود وارث ہے نہ بواسطہ پدر کہ اس کے پہلے مر جانے سے یہ محجوب الارث ہو جاتے یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عورت کو ہرگز جائز نہیں کہ پوتے کو محروم کرنے کیلئے اپنا مال بھتیجوں کو لکھ دے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے والعیاذ باللہ تعالیٰ رواہ ابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از لکھنؤ محلہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ابوالخیر محمد جان صاحب ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مثلاً زید کے تین لڑکوں اور دو لڑکیوں میں سے ایک لڑکا بحالت حیات والدین بالکل مفقود الخبر ہوگیا پچیس تیس برس سے اس کا کہیں پتا نہیں اس درمیان میں پہلے اس کے والد نے پھر اس کی والدہ نے انتقال کیا اب زید متوفی کے لڑکے اپنے والدین متوفیین کے متروکہ کو حسب ہدایت شرع شریف تقسیم کرنا چاہتے بلکہ ماں کے متروکہ کو کیونکہ جائداد ماں کے نام ہے لیکن اس مفقود الخبر لڑکے کی زوجہ جو ہنوز زندہ ہے عذر کرتی ہے کہ میرے زوج مفقود الخبر کا بھی حصہ لگاؤ اور چونکہ وہ نہیں ہے لہذا حصہ وہ مجھے دو پس استفسار کیا جاتا ہے کہ ابن مفقود الخبر کی زوجہ عند الشرع زوج مفقود کا حصہ پاسکتی ہے یا نہیں اگر پاسکتی ہے تو کس قدر اور لڑکیوں کا حصہ کیا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ لڑکا کہ حیات مادر میں مفقود الخبر ہوگیا ترکہ مادر میں مثل میت ہے فی التنویر میت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ۔ توجب تک بعد وفات مادر اس کا زندہ رہنا شرعاً ثابت نہ ہوجائے اس کی زوجہ وغیرہ مدعیان ارث مفقود کو ترکہ مادری سے اس کے حصہ کا مطالبہ ہرگز نہیں پہنچتا کہ بے اس ثبوت کے شرعاً خود اسے ترکہ مذکورہ سے کچھ نہ ملے گا اس کے ورثہ کو بذریعہ توریث بالواسطہ پہنچنا کیا معنی بلکہ وہ ترکہ برتقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر وتقدم مقدم کالدین والوصیۃ چوبیس سہام پر منقسم کریں ہر پسر موجود کو چھ ہر دختر کو تین دے کر چھ موقوف رکھیں یہاں تک کہ عمر مفقود سے ستر سال کامل گزرجائیں یعنی وہ مدت منقضی ہوکہ اگر زندہ ہوتا تو ستر برس کا ہوجاتا مثلاً وقت فقدان بست سالہ تھا اور مفقود ہوئے تیس برس ہوئے تو بیس برس اور انتظار کریں یا پینتیس سال کی عمر میں گما اب پچیس گزرے تو دس برس ھذا احسن مایصار الیہ ویعول علیہ فانہ المؤید بالحدیث وشاھد حال الزمان الحدیث ان المرمی ھٰھنا ھو حصول الظن لیس الا فانہ لاسبیل الی الیقین فتقدیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر من تقدیر غیرہ وقد نص العلماء کشارحی المنیۃ العلامۃ المحقق محمد بن امیر الحاج فی الحلیۃ والعلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ وغیرھما فی غیرھما انہ لایعدل عن درایۃ ماوافقتھا روایۃ لاسیما وھو الارفق بالناس والاوفق بالزمان فقد تقاصرت الاعمار وتعجلت المنون وحسبنا اللہ ونعم الوکیل فلذا عولنا علیہ فی جمیع فتاوٰنا وباللہ التوفیق اخرج الترمذی عن ابی ھریرۃ وابویعلی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما قالا قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمار امتی مابین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذٰلک سندہ حسن کما نص علیہ الحافظ فی فتح الباری امام محقق علی الاطلاق مالک ازمۃ الترجیح والفتیا فتح القدیر میں فرماتے ہیں عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین فکانت المنتھی غالباً جواہر اخلاطی میں ہے انہ احوط واقیس اسی میں ہے وعلیہ الفتوٰی اس مدت میں اگر ظاہر ہو کہ مفقود زندہ ہے یا بعد موت مادر زندہ تھا اگرچہ ایک آن بعد مرگیا تو یہ چھ سہام بحالت حیات خود اسے ورنہ بحسب احکام فرائض اس کی زوجہ وغیرہ ان کے ورثہ کو کہ اس کی موت کے وقت زندہ تھے اگرچہ اب مرچکے ہوں دیدئے جائیں اور اگر ثابت ہو کہ مفقود پیش از مادر مرگیا تھا یا مدت مذکورہ گزرجائے اور کچھ ثبوت نہ ہو یہاں تک کہ روز فقدان سے اس کی موت کا حکم کردیا جائے تو ان سہام میں اس کے ورثہ کا کچھ حق نہیں بلکہ انھیں چار اولاد موجود کو دیے جائیں ہر پسر کو دو ہر دختر کو ایک فی التنویر یوقف قسطہ فان ظھر حیا فلہ

ذٰلك وبعدہ یحکم بموتہ فی مال غیرہ من حین فقد فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ اھ ملخصًا یہ چھ سہام تا انفصال احکام اس کے پاس امانۃً رہیں گے جس کے قبضہ میں متروکۂ مذکورہ اس وقت یعنی بعد موت مورثہ ہے خواہ وہ کوئی پسر موجود ہو یا دختر یا زن پسر یا کوئی اجنبی جس میں حفظ واصلاح ضروری کے سوا کسی تصرف مالکانہ کا اسے اصلا اختیار نہ ہوگا جب تک اس سے کوئی خیانت ظاہر نہ ہو ورنہ اس کے قبضہ سے نکال کر کسی عادل ثقہ امین متقی خداترس کو سپرد کریں گے فتح میں ہے الرجل مات عن ابنتین وابن مفقود وابن ابن والمال فی ید اجنبی لاینزع من ید الاجنبی الا اذا ظہرت خیانتہ فیوخذ منہ ویوضع علٰی ید عدل ولوکان فی ید البنتین لایحول المال عن موضعہ ولوکان فی ید ولد المفقود یوقف فی ید من کان فی یدہ اھ ملتقطاً فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہٗ امین نہ کریں گے اس پر مگر جو مال غیر کو نار سوزاں جانتا ہو اور قبول نہ کریگا اسے مگر فاسق افسق یا غافل احمق یا عادل مرفق قلیل ماھم ہیہات ہیہات کہاں علم اور کہاں عدالت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از تھانہ کچھا علاقہ خام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام غوث نے اپنی پہلی بیوی کے مرنیکے بعد دوسری شادی کی پھر دوسری کے انتقال ہوجانیکے بعد تیسری شادی کی پہلی کا حقیقی بھائی اور دوسری کی ایک لڑکی جو اس کے ساتھ آئی تھی اور تیسری مع اپنے ایک لڑکے کے جو ہمراہ آیا تھا زندہ ہے۔ تینوں عورتوں کا مہر پینسٹھ پینسٹھ روپیہ کا بندھا تھا اب شرع شریف کے نزدیک کتنا کتنا مہر کس کس وارث کو پہنچیگا بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں پہلی بیوی لاولد کے بھائی یا اس کے سوا اور جو وارث ہو انھیں ترکۂ غلام غوث سے مہر کے تبیس ۲۳ روپے آٹھ آنے دئے جائیں اور دوسری کی بیٹی وغیرہ ورثہ کو اس کے مہر کے اڑتالیس ۴۸ روپئے بارہ آنے اور تیسری کہ زندہ ہے اسے اسکے مہر کے پورے پینسٹھ ۶۵ روپئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از میرٹھ چھتہ شیخان مرسلہ حافظ محمد اکبر صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ ہجری

زید مع اپنے کل خاندان کے کافر ہے ہندہ زید کی بیٹی اور رجہندہ زید کی بیوی بعد مرنے زید کے دونوں مسلمان ہوگئیں ہندہ رنڈی بنکر کسب کرانے لگی اپنی ذاتی جائداد پیدا کی اور نکاح کرلیا اب وہ مرگئی اور سوائے خاوند کے کوئی وارث نہیں ہندہ کے ماموں زاد بھائی کی جو اس وقت تک کافر ہے دو بیٹیاں مسلمان ہوگئیں ان کا باپ یعنی ہندہ کا ماموں زاد بھائی کافر ہے کیا یہ دونوں وارث شرعی ہندہ کے ترکہ

سکے ہوسکتے ہیں۔ اور ان کا باپ حاجب ہے اور مانع اختلاف دینین کا اس پر اثر ہے بدیہ دونوں ذوی الارحام ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ کی ماں اگر اس سے پہلے مرگئی بعد اس کے صرف شوہر اور یہ دو عورتیں اس کے ماموں زاد بھائی کی بیٹیاں رہیں اس کا کوئی رشتہ دار مسلمان کہ درجۂ وراثت میں ان کے ہمسر یا ان سے مقدم ہو نہیں تو متروکۂ ہندہ بعد ادائے دیون و وصایا چار سہام پر منقسم ہوکر دو سہم شوہر اور ایک ایک ان دونوں عورتوں کو ملے گا اور ان کے کافر باپ کا زندہ ہونا انھیں محروم نہ کرسکے گا کہ کافر ترکۂ مسلم میں مردہ ہے اور مردہ نہ خود وارث ہو نہ دوسرے وارث کو محروم کرسکے شریفیہ میں ہے المحروم عن المیراث بالکلیۃ لایحجب عندنا غیرہ اصلا لاحجب حرمان ولاحجب نقصان ھو قول عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم روی ان امرأۃ مسلمۃ ترکت زوجا مسلما واخوین من امہا مسلمین وابنا کافرا فقضی فیہا علی وزید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما بان للزوج النصف ولاخویہا الثلث ومابقی فھو للعصبۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک عورت اور ایک بیٹی اس کی مسلمان ہوئی اور ایک بیں سے اس نے نکاح کرلیا اور اپنی بیٹی کا بھی نکاح کردیا۔ اور جس مرے مال لیا تھا اس کی پہلی بی بی سے اولاد ہے اور اس نومسلم عورت اور شوہر ثانی سے کوئی اولاد نہ ہوئی بجز اس لڑکی کے اور کوئی اولاد نہیں ماں باپ فوت ہوگئے اب یہ عورت جو رہی اس کا خاوند مرا موافق شرع شریف کے اسکے خاوند کا جو کچھ کہ تھا تقسیم ہوگیا اب یہ عورت مری اس کی کوئی اولاد نہیں دو بھائی اس کے ہیں وہ اس کے باپ، ماں میں شریک نہیں ماں باپ الگ ہیں اب اس عورت کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو بیان کرو اللہ تعالٰی اجر دیگا۔

الجواب

شوہر مادر کے بیٹے جو نہ اپنے باپ کے نطفے نہ اپنی ماں کے پیٹ سے ہوں وارث نہیں پس اگر عورت مذکورہ کا کوئی وارث شرعی مسلمان موجود نہیں نہ اس نے کسی کے لئے اپنے مال کی وصیت کردی تو اس کا کل مال بعد ادائے دین (اگر اس کے ذمہ ہو) محتاج بیکس مسلمانوں کو دیدیا جائے یا ان دواد ارو کفن میں صرف کیا جائے اگر یہ پسران شوہر مادر بیکس محتاج ہیں تو انھیں بھی دیں یا انھیں کو دے دیں غرض یہ محتاج ہوں تو بوجہ محتاجی مستحق ہوسکتے ہیں نہ بوجہ وراثت درمختار میں ہے ترکۃ بلاوارث مصرفہا اللقیط الفقیر والفقیر بلاولی اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے قولہ والفقیر بلاولی ای لیس لہ من تجب نفقتہ علیہ قال

فی البحر یعطون منہ نفقتہم و اردیتہم ویکفن بہ موتاہم ویعقل بہ جنایتہم اھ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کلکتہ مدرسہ عالیہ مرسلہ مولوی سید عبدالرؤف صاحب طالب علم ساکن ڈھاکہ عشرہ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ ہجری

چہ می فرمایند علمائے دین متین اندریںکہ شخصے درہنگام تقسیم زوجہ وے اموال خودرا بحین حیات خود در میان ورثہ کہ ورائے او چہار پسر و یک دختر بودند ہیچ اعتراض نکردہ و اظہار وانکار بر عدم شمار او در میان ورثہ تا نمودہ باہتمام خود حصہ یک پسر را کہ بر تقدیر عدم شمار او در میان ورثہ دو بہرہ از نہ سہام می شدی بہ زوجہ پسر کلاں وے درعوض کابین نوشتہ داد و باختیار خود رجسٹری نمود بعد از وفات زن بوقت اخذ پسران دیگر بہرہائے خود را دعوی نماید ومیگویند کہ ربع از اموال متروکہ زن بمن میرسد پس اگر ربع از ما بقی بعد از اخذ زوجہ پسر یکہ دو بہرہ از نہ برضائے او یافتہ گرفتہ آید حیف علی الارث پسران دیگر لازم آید کہ زن درحین حیات خود برین راضی ناشدہ زوج را اجمالاً چیزے از اموال خود دادہ راضی بر عدم اخذ ترکہ وے نمود بود تا حیف علی الارث درحقوق فرزندان دیگر کہ ورائے پسر کلاں او بودند لازم نیاید بینوا توجروا۔

الجواب

اگر چند در مسئلہ بس غریبہ کہ از اغرب سائل توان گفت بعض علماء صورتے آوردہ اند تا بصورت تخارج بحیات مورث کما ذکرہ فی الاشباہ عن طبقات الشیخ عبدالقادر عن خزانۃ الجرجانی عن ابی العباس الناطفی عن بعض مشائخہ و فی جامع الرموز عن الناطفی ثم اعقبہ عن الجواھر بما ھو اوثق و اقرب و فی جامع الفصولین عن جامع الفتاوی حکی قولین کما فی رد المحتار قلت ورأیت فی جامع الفصولین تقدم قبلہ عن السیر الکبیر للامام محمد ما ھو الموافق للاصول والمرافق للمعقول والمنقول کما اشرنا الی کل ذٰلک فیما علقنا علی رد المحتار اما آں نیز بایں طور ست کہ مورث ہر یکے از ورثہ را مالے دہد بر آں شرط کہ پس از مرگ بہرہ از میراثش نباشد اینجا بعد استفسار حاصل شد کہ زن شوہر خود را چیزے ندادہ است بلکہ مالے بنام پسر بجمین او کہ از ہمخوابہ پیشین بودہ ہمراہ پسران خودش تعیین نمود و شوہر ہمبریں معنی راضی باسقاط حقش از میراث شد پس ایں نماند جز وعدہ تبرک ارث و وعدہ مجردہ جبر قضاء انسزد فی الظہیریۃ والخانیۃ والھندیۃ لایلزمہ الوفا بالمواعید و فی الذخیرۃ والھندیۃ ھٰذا وعد منہ ولا یلزمہ بذٰلک شیئ خاصہ در امر میراث کہ ہم باختیار وارث نیست بلکہ بناچار رسد فی الاشباہ من القولے فی الملک لایدخل فی ملک الانسان شیئ بغیر اختیارہ الا الارث اتفاقا وکذا الوصیۃ فی مسألۃ الخ

خاصہ بجائے کہ آں وعدہ پیش از ثبوت ارث ہم در حیات مورث صورت بست و پیداست کہ سقوط پیش از ثبوت معنی ندارد الا ترٰی ان المرأۃ لو اسقطت حقہا من القسم کان لہا الرجوع قال فی غمز العیون انما جاز لہا الرجوع لان حقہا لم یکن ثابتا بعد فیکون مجرد وعد فلا یلزم کالمعیر الخ ولہٰذا اگر مورث برائے وارثے وصیتے کرد و دیگران بحیاتش رضا دادند ایں اجازت بجوے نیرزد وایشاں را پس از مرگ مورث رجوع میرسد فی الدر المختار لا تعتبر اجازتہم حال حیاتہ اصلا بل بعد وفاتہ فی رد المحتار لانہا قبل ثبوت الحق لہم لان ثبوتہ عند الموت فکان لہم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف الاجازۃ بعد الموت لانہ بعد ثبوت الحق تمامہ فی المنح پس دعوی شوہر بجائے خود ست آنچہ ہنگام مرگ زن در ملک زن بودہ ربع او بشرط عدم موانع ارث وتقدیم ماتقدم کالدین والوصیۃ بشوہرش میرسد دریں حیف در میراث لازم نیست کہ آنچہ پسر پیش از موت مورثہ یافت اگر مالکہ بروجہ صحیح شرعی تملیک او کردہ بود آں مقدار از ارث خود بیروں رفت کہ ارث متعلق نہ شود جز بترکہ و ترکہ نیست جز آنکہ ہنگام موت مورث در ملک اوست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از اٹنگہ مرسلہ حامد حسین خاں ۱۰ شوال ۱۳۱۲ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ماں اور تین حقیقی چچا وارث چھوڑے اور اسکی ماں کے انتقال ہندہ سے سال بھر بعد ایک لڑکا پیدا ہوا پس ترکہ ہندہ کا کس طرح منقسم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب: غیر میت سے جو حمل ہو وہ صرف تین صورتوں میں وارث ہوسکتا ہے یا تو وقت موت میت سے ٹھیک چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے اندر پیدا ہو یا اس کی ماں موت یا طلاق کی عدت میں ہو اور اس کے پیدا ہونے تک عدت گزر جانیکا اقرار نہ کرے یا باقی وارث اقرار کرتے ہوں کہ یہ بچہ وقت موت میت اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ سائل مظہر کہ یہاں صورتیں نہ تھیں کہ لڑکا موت ہندہ سے سال بھر بعد پیدا ہوا اور اس کا باپ زندہ رہا اور ماں کو طلاق بھی نہ ہوئی کہ عدت میں ہوتی اور دیگر ورثہ کو تسلیم بھی نہیں کہ یہ وقت موت ہندہ اپنی ماں کے حمل میں تھا پس صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور متقدمہ علی المیراث کالدین والوصیۃ ترکہ ہندہ کا نو ۹ سہام پر منقسم ہوکر تین سہم اسکی ماں اور دو دو ہر حقیقی چچا کو ملیں گے فی رد المحتار وان کان (ای الحمل) من غیرہ فانما یرث لو ولد لستۃ اشہر او اقل والا فلا الا اذا کانت معتدۃ ولم تقر بانقضائہا او اقروا بوجودہ کما یعلم من سکب الانہر مع شرح ابن کمال وحاشیۃ یعقوب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از پیلی بھیت ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اور فضلائے شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی ہندہ سے کی اور بہ سبب ناچاقی طرفین کے ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور بعد کو اسی زید نے ایک شادی ایک طوائف سے کی بعد کو زید فوت ہوگیا اور بعد فوت ہونے زید کے طوائف بھی فوت ہوگئی اور اس طوائف نے اپنی کچھ ملکیت چھوڑی تو اس ملکیت کا مالک کون ہوگا جبکہ طوائف لاولد ہے آیا زید کا بھائی بہن یا ہندہ یا کون ہوگا۔

الجواب

زن فاحشہ اگر ولدالزنا ہو تو اس کا ترکہ اس کے مادری اقربا مثل مادر و مادر مادر و برادر و خواہر مادری یا خالہ ماموں وغیرہم کو ملے گا اور اگر ولدالزنا نہ تھی تو اس کا ترکہ مثل تمام لوگوں کے اقربائے پدری و مادری سب کو حسب فرائض پہنچیگا اور اگر اس کا کوئی وارث اصلاً نہ ہوگا تو فقرائے مسلمین پر تقسیم کر دیا جائے گا کما ھو حکم سائر الضوائع بہر حال زید کے بہن بھائی یا ہندہ کا اس میں کوئی حق نہیں مگر جب کہ ثابت ہو کہ اس کا کوئی وارث شرعی نہیں اور ترکہ فقراء کو دینا ٹھہرے تو ان میں جو فقیر ہو بحکم فقر مثل اور فقراء کے پاسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ دام ظلہم العالی ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ترکہ حرامیوں کا کیسے تقسیم ہو۔ باپ کی سمت تو مفقود محض ہو گئے ماں کی سمت کو پہنچیگا یا اس کو بھی نہیں مثلاً ایک عورت کی دو بیٹیاں ہیں اور دونوں حرام سے تو بعد فوت ایک اخت کے دوسری اخت وارثہ ہوگی یا نہیں اور اگر ایک اخت عقد کرکے پردہ نشیں ہوگئی۔ دوسری بالستور بے پردہ اور پیشہ کسب کا رکھتی ہے تو اس اخت تائبہ کا ترکہ اس غیر تائبہ کو ملے گا یا نہیں ملتا ہو اور یہ تائبہ اس خیال سے کہ میرا ترکہ فاحشہ کو نہ ملے کہ اس کے فسق و فجور میں مدد پہنچے گی اپنا مال امور خیر میں صرف کر دے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اولاد زنا صرف مادری رشتوں سے وارث و مورث ہوتی ہے مثلاً صورت مسئولہ میں ایک بہن دوسری کا ترکہ اخت مادری ہو کر پائے گی نہ اخت علینیہ اگرچہ دونوں ایک ہی شخص کے نطفہ سے ہوں درمختار میں ہے یرث ولد الزنا واللعان بجھۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب لہما اور جس طرح اخت تائبہ غیر تائبہ کی وارث ہوتی یوہیں غیر تائبہ تائبہ کی وارث ہوگی کہ زانیہ ہونا موانع میراث سے نہیں ہاں بخیال مذکور تائبہ کا اپنے مال کو وجوہ خیر میں صرف کر دینا اور فاحشہ کے لئے میراث نہ چھوڑنا بصرح علماء

جائز بلکہ یہی افضل و بہتر ہے خلاصہ میں ہے لوکان ولدہ فاسقا فاراد ان یصرف الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکتہ بزازیہ میں ہے ان اراد ان یصرف مالہ الی الخیر وابنہ فاسق فالصرف الی الخیر افضل من ترکہ لہ لانہ اعانتہ علی المعصیۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۰: از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مصرحہ ذیل میں۔

سوال اول

شاہ محمد عیسٰی و شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت ہر سہ برادران حقیقی ایک جائداد مشترک پر قابض و دخیل تھے۔ شاہ محمد عیسٰی نے انتقال کیا۔ دو لڑکے تین لڑکیاں چھوڑیں لڑکے نے دو لڑکیوں کا نکاح مختلف جگہوں پر کردیا وہ دونوں چند روز کے بعد مرگئیں اب تقسیم ترکہ کے وقت ترکہ میں وہ حصہ جائداد بھی شامل کیا جائے جو لڑکیوں کے باپ کے جائداد متروکہ مشترکہ میں سے ہوتا یا نہیں اور واضح رہے کہ وہ جائداد اولاً شاہ محمد عیسٰی، شاہ محمد فصاحت میں مشترک تھی پھر بعد انتقال شاہ محمد عیسٰی کے ان کے لڑکے اور شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت میں مشترک رہی اور آجتک بدستور مشترک ہے صرف نام تینوں آدمیوں کا کاغذات سرکاری میں داخل ہے لیکن تحصیل وصول انتظام وغیرہ سب ایک جا بالاشتراک ہوتا ہے۔ آپس میں بقدر حصہ کے لوگ تقسیم کرلیتے ہیں۔ لڑکیوں نے اپنی حیات میں اپنا حصہ بھی نہیں مانگا اور نہ دینے کا عرف ہے خلاصہ یہ کہ اس جائداد میں مشترک در مشترک ہے (یعنی پہلا اشتراک ابن شاہ محمد عیسٰی و شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت میں اور دوسرا اشتراک شاہ محمد عیسٰی کے لڑکے اور لڑکیوں میں) ان لڑکیوں کے شوہروں کا کچھ حق ہوتا ہے کہ نہیں تفصیل سے حوالہ قلم فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصہ شرعی کا مالک ہوتا ہے مانگے خواہ نہ مانگے لے یا نہ لے دینے کا عرف ہو یا نہ ہو اگرچہ کتنی ہی مدت ترک کو گزر جائے۔ کتنے ہی اشتراک در اشتراک کی نوبت آئے اصلاً کوئی بات میراث ثابت کو ساقط نہ کرے گی نہ کوئی عرف فرائض اللہ کو تغیر کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ نہ مانگنا درکنار اگر وارث صراحۃً کہدے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی ملک زائل نہ ہوگی تو شاہ محمد عیسٰی کے ترکہ میں بشرط عدم مانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت ہر دختر سات سہام سے ایک سہم کی مالک ہوتی اور ہر دختر کے متروکہ سے بشرائط مذکورہ اگر لاولد تھی شوہر نصف ورنہ ربع کا جس کے ثبوت میں دو آیۃ قرآنیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین وقولہ تعالٰی ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مماترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین کافی ہیں اشباہ

میں ہے لایدخل فی ملک الانسان شیئ بغیر اختیارہ الا الارث اتفاقا الخ اسی میں ہے
لوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذ الملک لایبطل بالترک غمز العیون میں ہے لومات
عن ابنین فقال احدھما ترکت نصیبی من المیراث لم یبطل لانہ لازم لایترک بالترک بل
ان کان عینا فلا بد من التملیک وان کان دینا فلا بد من الابراء الخ اشباہ میں ہے الحق لا
یسقط بتقادم الزمان اسی میں ظہیریہ سے ہے التعامل بخلاف النص لایعتبر واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم

احمدی بی بی نے انتقال کیا ماں اور شوہر اور ایک بھائی اور دو بہنوں کو چھوڑا۔ چونکہ تقسیم ترکہ کا رواج نہ تھا اور نہ کسی نے اپنے حصہ کا اس وقت مطالبہ کیا اس وجہ سے احمدی بی بی کے زیورات اور برتن وغیرہ اسباب جہیز میں سے (جو کل شوہر کے قبضہ میں تھے) شوہر نے بہت کچھ اپنی دوسری منکوحہ کو پہنا کر سسرال سے میکے رخصت کر دیا اور برتن میں سے بھی کچھ اپنے عزیز کو بوقت ضرورت دیدیا۔ اور خود یعنی وہ شوہر بھی تھوڑے دنوں کے بعد انتقال کر گیا۔ اب یہاں چند باتیں دریافت طلب ہیں۔ ایک یہ کہ احمدی بی بی کے ترکہ میں سے شوہر کا کتنا ہوا تھا دوسرے جو زیور وغیرہ کہ شوہر نے اپنی پہلی بیوی مسماۃ احمدی کے ترکہ مشترکہ میں سے بلا اجازت دیگر ورثہ کے دوسری منکوحہ کو پہنا دیا وہ اس کا یعنی دوسری منکوحہ کا ہوا یا شوہر کے مرنے کے بعد پھر شوہر کی طرف عود کر آئیگا اور شوہر ہی کی ملک سمجھا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ اب احمدی بی بی کے باقی ورثہ یعنی ماں بھائی وغیرہ اپنا حصہ لینے پر مستعد ہوتے ہیں تو اب ان ورثہ کا حق ان زیورات اور برتن وغیرہ میں بھی ہوتا ہے یا نہیں جو شوہر متوفی نے اپنی دوسری منکوحہ کو بلا اجازت پہنا دئے تھے اور عزیز کو دیدیئے تھے اگر ہوتا ہے تو یہ حق اب کس طرح لیا جائے آیا ان زیورات اور برتنوں کو دوسری منکوحہ اور عزیز سے واپس لے کر ہر شخص بقدر حصے کے تقسیم کرے یا ان زیورات وغیرہ دے دی ہوئی چیزوں سے دست بردار ہو کر شوہر متوفی کے علاقہ سے بقدر اپنے حصے کے نقد روپیہ وصول کریں۔ چوتھے اس کی تصریح فرمائیے کہ شوہر اپنی حین حیات میں جو زیورات اور کپڑے کہ اپنی زوجہ کو پہنا دیتے یا پہننے کو دیدئے تو وہ زوجہ کا ہو جاتا ہے یا نہیں یعنی اگر شوہر مر جائے تو وہ زیورات اور کپڑے زوجہ سے واپس لیکر شامل ترکہ کریں گے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بحال صحت واختصاص وراثت وتقدیم دین ووصیت ترکہ احمدی بی بی بارہ[۱۲] سہم پر منقسم ہو کر دو[۲] سہم مادر چھ[۶] شوہر دو برادر ایک ایک ہر خواہر کا ہوا۔ شوہر جو زیور اپنی عورت کو پہنائے اگر صراحۃً دلالۃً لفظاً عرفاً کسی طرح ثابت ہو کہ اس سے مقصود زوجہ کو مالک کر دینا ہے تو عورت بعد قبضہ مالک ہو جاتی ہے ورنہ نہیں یہی حال

ثیاب نفقہ کے سوا ان بھاری گرانبہا جوڑوں کا ہے جو شادی براتوں میں آنے جانے کیلئے تے ہیں عورت کا صرف پہننا برتنا دلیل ملک نہیں ہے کہ زن وشوہر اپنے باہمی انبساط کے باعث ایک دوسرے کے ملک سے تمتع کیا ہی کرتے ہیں۔

بحرالرائق وعقود الدریہ میں ہے لایکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا۔ پس وہ زیور کہ شوہر احمدی بی بی نے اپنی زوجہ ثانیہ کو پہنایا اور وہ برتن کہ عزیز کو دئے اگر ان میں دلیل ہبہ وتملیک ثابت نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ وہ زوجہ ثانیہ وعزیز مذکور سے واپس لے کر وارثان شوہر وبقیہ ورثہ احمدی بی بی پر نصفا نصف منقسم ہوں گے۔ ہر چیز کا نصف کہ حق شوہر تھا زوجہ ثانیہ ودیگر ورثہ شوہر کو حسب فرائض پہنچے گا اور نصف باقی انھیں چھ $\frac{4}{6}$ سہام مذکورہ ہر مادر وبرادر وخواہران احمدی بی بی کو اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے یہ زیور برتن زوجہ وعزیز کو ہبہ کر دئے تھے تاہم وہ ہبہ ہر شی کے نصف میں کہ مملوک بقیہ ورثہ احمدی بی بی تھا بوجہ ناراضی مالکان باطل وبے اثر ہوا وہ ہر چیز کا نصف زوجہ وعزیز سے بٹوا سکتے ہیں باوصف بقائے عین متروکہ خواہی نخواہی اخذ قیمت پر مجبور نہ کئے جائیں گے کہ یہ عدد النصف ان موہوب لہما کے ہاتھ میں بطور غصب تھا اور مغصوب جب تک بعینہٖ قائم ہو حکم اس کا رد عین ہے نہ کہ ایجاب ضمان قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن ہاں نصف دیگر کہ حق شوہر تھا بوجہ ہبہ شوہر وقبضۂ موہوب لہما وازانجا کہ زیور برتن دونوں ایسی چیز ہیں جن کا ایک ایک عدد جداگانہ قابل تبعیض نہیں ولا یضر الشیوع فیما یضرہ التبعیض لکونہ مما لایحتمل القسمۃ ولذا اجازھبۃ درھم صحیح من رجلین علی الصحیح کما فی الخانیۃ وغیرھا وقال فی الحادی والثلثین من جامع الفصولین یقسم الشائع علی قسمین شائع یحتمل القسمۃ کنصف الدار ونصف البیت الکبیر وشائع لایحتملھا کنصف قن ورحی وحمام وثوب وبیت صغیر فالفاصل بینھما حرف واحد وھو ان القاضی لو اجبر احد الشریکین علی القسمۃ بطلب الاٰخر فھو من القسم الاول ولو لم یجز فھو من الثانی اذ الجبر اٰیۃ القبول اھ وفی القسمۃ الھندیۃ الاوانی المتخذۃ من اصل واحد کالاجانۃ والقمقمۃ والطست، المتخذۃ من صفر ملحقۃ بمختلفۃ الجنس فلا یقسمھا القاضی جبرا کذا فی العنایۃ ویقسم تبر الفضۃ والذھب وما اشبہ ذلک مما لیس بمصوغ الخ زوجہ ثانیہ وعزیز مذکور کی ملک ہوگیا جن سے اب واپسی ممکن نہیں لمکان الزوجیۃ وموت الواھب وکلاھما یمنع الرجوع اس بیان سے تمام مراتب مسئولہ کا جواب واضح ہوگیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں بحالت نفاذ تصرفات ایک دوکان اپنے نبیرہ کے نام اپنے روپے سے خرید کر دی اور اسے بولایت اس کے باپ

کے اس دوکان پر قبضہ کرادیا اب زید نے انتقال کیا اس صورت میں وہ دوکان حسب فرائض ورثہ زید پر منقسم ہوجائے گی یا صرف نبیرہ کو ملے گی بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب کہ زید نے وہ دوکان اسی ؎ نام خریدی اور بولایت اس کے پدر کے اسے قابض کردیا تو وہ نبیرہ اس کا مالک ہوگیا اور وہ دوکان متروکہ زید نہ قرار پائیگی کہ حسب فرائض اس کے ورثہ پر تقسیم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی وارث چھوڑ کر انتقال کیا اور ہندہ نے اپنے پوتوں میں سے ایک پوتے کو جسے اپنا متبنٰی کیا تھا نسبت اپنی جائداد کے وصیت کیا بعد انتقال ہندہ اس کے ورثہ مذکورین اور نبیرہ موصی لہ میں پنچایت ہوئی سرپنچ و پنچان مقبولہ فریقین نے فیصلہ کردیا کہ تین بسوہ جائداد ہندہ سے بابت وصیت نافذہ فی الثلث نبیرہ موصی لہ کو دیے اور باقی مال ورثہ پر تقسیم کردیا۔ اب پسر ہندہ نے انتقال کیا اس کے اور بیٹے اپنے بھائی پر دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ تین بسوہ حسب فرائض ہم پر منقسم ہوجائیں اس صورت میں حکم شرع کیا ہے بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ تین بسوہ کہ نبیرہ موصی لہ نے بابت وصیت حسب فیصلہ پنچایت پائے ان کا مالک صرف یہی موصی لہ ہے۔ اس کے اور بھائیوں کا اس میں کچھ حق دعوٰی نہیں نہ وہ حسب فرائض ان پر تقسیم ہوسکیں کہ یہ متروکہ ان کے باپ کا نہیں بلکہ اسے مال جدہ سے از روئے وصیت پہونچے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام محمد فوت ہوا۔ اس نے ایک زوجہ اور ایک پسر اور سہ دختران وارث اپنے چھوڑے ذی مہر قابض جائداد ہے۔ ترکہ مورث کا تقسیم نہیں ہونے دیتی اور کہتی ہے پانچ ہزار روپیہ دین مہر میرے کا بموجب وصیت مورث کے ادا کردو۔ بعد ادا کرنے دین مہر کے جائداد تقسیم کرلو۔ اس صورت میں ترکہ مورث کا بدوں ادائے دین مہر کے تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ادائے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے پس جب تک مہر اور دیگر دیون بھی اگر ہوں ادا نہ ہولیں تقسیم نہ کرنا چاہئے مگر ہاں تعین مقدار پنج ہزار روپیہ میں تفصیل ہے اگر یہ مقدار سوا اقرار مورث کے دوسرے طریقہ سے بھی ثابت ہے یا مورث کا وہ مرض جس میں اس نے انتقال کیا مرض موت یعنی ایسا مرض نہ تھا جس میں غالب ہلاک ہوتا یا اس کے سبب سے وہ صاحب فراش یا کارہائے بیرون خانہ سے عاجز ہوگیا ہو یا ورثہ نے بعد اقرار حیات

مورث میں خواہ اس کے بعد تصدیق اس مقدار کے کئے تھے گو اب مجیز نہ ہوں یا یہ مقدار مہر مثل زوجہ سے زائد نہیں تو ان سب صورتوں میں پورے پانچ ہزار دینا لازم ہیں ورنہ بقدر مہر مثل دلایا جائیگا اور قدر زائد میں اقرار مورث کا اعتبار نہ کیا جائیگا فی الهندیة اقر فی مرض موته بدین من مهر لامراة یصدق الی تمام مهر مثلها وتحاص غرماء الصحة کذا فی خزانة المفتیین ولو اقر لها بزیادة علی مهر مثلها فالزیادة باطلة کذا فی المبسوط۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ فوت ہوئی زید پسر عائشہ دختر خالد زوج وارث چھوڑے۔ زیور و اسباب متروکہ ہندہ خالد اپنے تصرف میں لایا بعدہٗ خالد بھی فوت ہوا۔ فاطمہ زوجہ اور زید و عائشہ پسر و دختر وارث چھوڑے۔ مہر ہندہ کا ذمہ خالد ہے آیا زید و عائشہ کو ترکہ خالد سے مطالبہ اس زیور و اسباب کا پہونچ سکتا ہے یا نہیں اور مہر ہندہ تقسیم ترکہ پر مقدم ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی زید و عائشہ کو مطالبہ اپنے سہام شرعیہ کا اس زیور و اسباب کے متروکہ خالد سے پہنچتا ہے اور ان سہام اور نیز مہر ہندہ اور مہر فاطمہ بھی اگر ہو تقسیم ترکہ پر مقدم ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیات خاتون ایک دختر سارہ اور ایک شوہر امیر الدین وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوئی بعدہٗ شوہر کا زوجہ فتح خاتون اور مریم اور تین پسر علاء الدین بطن فتح خاتون سے اور حمید الدین، بشیر الدین بطن مریم سے اور تین دختر سارہ بطن حیات خاتون اور سکینہ و ہندہ بطن مریم سے وارث اپنے چھوڑ کر مرگیا اور امیر الدین نے اپنی حیات میں بحالت نفاذ تصرفات ایک حصہ اپنی جائداد کا فتح خاتون اور علاء الدین کو دیکر الگ کردیا تھا اس صورت میں امیر الدین کو متروکہ حیات خاتون سے کیا ملے گا اور وہ ورثہ امیر الدین پر کیونکر تقسیم ہوگا اور فتح خاتون و علاء الدین کو ترکہ امیر الدین سے حصہ پائیں گے یا بسبب اس کے کہ وہ بقدر اپنے حصص کے حیات مورث میں لیکر جدا ہوگئے تھے نہ پائینگے بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی الخ متروکہ حیات خاتون سے چہارم امیر الدین کو ملیگا اور وہ مثل اس کے اور متروکات کے بشرط عدم موانع ارث و وارث اخر و تقدیم دیون و مہور زنان و وصایا ۱۴۴ سہام پر منقسم ہو کر ۹-۹ سہام فتح خاتون و مریم اور ۲۸-۲۸ علاء الدین و حمید الدین و بشیر الدین اور ۱۴-۱۴ سارہ و سکینہ و ہندہ کو ملیں گے اور امیر الدین کے فتح خاتون و علاء الدین کو ایک پارہ جائداد دیکر الگ کردینا مانع ارث

نہیں مگر ہاں اگر یہ دینا بطریق تصالح و تخارج تھا یعنی امیر الدین نے وہ جائداد ان دونوں کو اس شرط سے دی تھی کہ یہیں تمہارے اس حصہ میں دیتا ہوں جو تمہیں بعد میرے پہونچے اب تمہیں میرے بعد میری جائداد میں استحقاق میراث نہیں اور انہوں نے اس معنی کو قبول کرلیا اور اس پر راضی ہوگئے تو اب انھیں دعوٰی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنا حصہ برضائے خود پہلے ہی لے چکے صرح بذلک الشیخ العلامۃ عبد القادر فی الطبقات واللہ اعلم

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور جائداد پر قبضہ چھوڑا اور دین مہر لہ سار روپیہ چھوڑا کچھ جائداد وصی وارثوں نے اپنے قبضہ میں لے لی بقیہ جائداد مسماۃ نے یعنی زوجہ متوفی نے بہ مجبوری بہ خوف کمی قیمت تصفیۂ دین مہر فروخت کرکر قرضہ شوہر ادا کیا اور آپ کچھ نہ لیا۔ اب ورثہ دعوٰی کرتے ہیں پس بلا ادائے مہر اور قرضہ یہ دعوٰی صحیح ہے یا نہیں اور شرعًا ایسی بیع درست ہے یا نہیں اور دعوٰی تقسیم بلا تصفیہ مہر ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

تقریر سوال سے ظاہر کہ دین ترکہ کو محیط تھا اور در صورت احاطہ دین ورثہ کے لئے ترکہ میں ملک ثابت نہیں ہوتی نہ بے فراغ ذمہ بادا یا ابراء باہم تقسیم کرسکیں فی الاشباہ والنظائر الدین المستغرق للترکۃ یمنع ملک الوارث قال فی جامع الفصولین من الفصل الثامن والعشرین لو استغرقها الدین لایملکها بارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء الخ پس زوجہ زید نے کہ جائداد متروکہ بیع کرکر زید کو بار دیون سے سبکدوش کیا اور ان قرض خواہوں میں ایک خود وہ تھی جس نے آپ کچھ نہ لیا اور باقی دائنوں نے جنھیں اختیار نقض بیع حاصل تھا ثمن مبیعہ سے اپنا اپنا قرض لیا اور بیع پر کچھ اعتراض نہ کیا تو اب ورثہ زید کہ بغرض تقسیم و تصرف بیجا بے قصد استخلاص ترکہ بادائے مہر و دیگر دیون دعوٰی کرتے ہیں یہ دعوٰی ان کا محض نامقبول اور شرعًا قابل سماعت سے معزول فی فتاوی الفاضل العلامۃ خیر الدین الرملی رحمۃ اللہ علیہ سئل فی رجل مات وعلیہ دین تباع بعض الورثۃ شیئا من عقارہ لاجل وفاء دینہ ھل لبقیۃ ورثتہ نقضہ ام لا اجاب ان لم تکن الترکۃ مستغرقۃ بالدین لاینفذ بیعہ الا فی حصتہ فلبقیۃ الورثۃ نقضہ فی حصصھم وان کانت مستغرقۃ بہ لاینفذ بیعہ فی حصتہ ایضا ان کان بغیر اذن الغرماء او بغیر اذن القاضی فللغرماء نقضہ والحال ھذہ واللہ اعلم اھ واللہ تعالٰی اعلم

الجواب ۲: زید و صغرٰی کو بے رضائے ارباب دیون بیع ترکہ کا اختیار نہیں اور اگر بیع کریں گے تو نافذ نہ ہوگی کہ دین ترکہ کو مستغرق ہے فی الاشباہ ولا ینفذ بیع الوارث الترکۃ المستغرقۃ بالدین وانما

يبيعه القاضى قال الحموى قوله ولا ينفذ بيع الوارث الخ يعنى ان بيعه موقوف على اجازة الغرما قال فى البزازية فى السابع من كتاب الوصايا لا يملك الوارث بيع التركة المستغرقة بالدين المحيط الا برضاء الغرماء اھ اور کبریٰ اگر اپنے مال سے ادائے دین چاہے تو زید و صغریٰ کو اگرچہ غرمائے پر راضی ہوں بلکہ خود حاکم کو بیچنے سے روک سکتی ہے ورنہ مجرد منع اس کا کچھ بکار آمد نہ ہوگا کہ ورثہ کو بوجہ استغراق دین کوئی استحقاق ملکیت اس ترکہ میں نہیں قال الحموی قوله وانما يبيع القاضى **اقول** ينبغى ان يكون البيع لحضرة الورثة لما لهم من حق امساكها وقضاء الدين من مالهم اھ ملخصا و فى الاشباه و الدين المستغرق للتركة يمنع ملك الوارث واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور چند اولاد اور متروکہ میں جائداد چھوڑ کر انتقال کیا اس کا کفن و دفن اس کے مال سے کیا گیا اور اس کی عورت نے اس کی فاتحہ و درود و سوم و چہلم وغیرہ میں بہت روپیہ اسکے مال سے اٹھایا اور وہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے ان امور میں تین سو روپئے اپنے مال سے اٹھائے ہیں انکے پانے کی مستحق ہوں۔ اس صورت میں یہ دعویٰ اس کا مسموع ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

دعویٰ اس کا باطل ہے اور امور مذکورہ اگرچہ اس نے اپنے روپئے سے کئے ہوں تبرع و احسان قرار پائیں گے اور ان کا صرف اس کے ترکہ سے واپس نہ ملیگا اور مال میت سے اٹھایا اسی قدر اس کے حصہ سے مجرا ہو جائے گا فی الطحطاوی التجهيز لا يدخل فيه السبح والصمدية والجمع والموائد لان ذلك ليس من الامور اللازمة فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه ويكون تبرعا وكذا ان كان اجنبيا اھ ہاں اگر کفن و دفن بطریق سنت اس نے اپنے مال خاص سے کیا ہو تو بیشک بقدر قیمت کفن و خرچ قبر ترکہ سے واپس لے سکتی ہے فی الخانیہ من باب الوصی بعض الورثة اذا قضى دين الميت او كفن الميت من مال نفسه لا يكون متطوعا وكان له الرجوع فى مال الميت والتركة اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور اس نے زوجہ ہندہ کو بالعوض دین مہر کے اپنی جائداد پر قابض کرا دیا بعدہٗ منجملہ وارثان ایک وارث عمرو نے کل دین مہر زوجہ اپنے پاس سے ادا کر کے جائداد کو اس کے قبضہ سے مستخلص کرایا۔ اب سب وارثان اور زوجہ اپنے اپنے حصہ شرعی کے خواستگار ہیں اس صورت میں زوجہ اور جملہ وارثان کو بقدر حصہ رسدی دین مہر کے عمرو کو دینا چاہئے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: سائل مظہر کہ یہ قبضہ زوجہ کا بذریعہ ہبہ بالعوض نہ تھا بلکہ جائداد دین مہر میں صرف مکفول تھی۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر عمرو نے دین مہر زوجہ اس شرط پر ادا کیا تھا کہ یہ میں اپنے پاس سے بطریق تبرع

دیتا ہوں اور ترکہ میت سے واپس نہ لوں گا تو ذمہ میت دین سے بری ہوا اور عمرو اس کا مطالبہ ترکہ میت خواہ ورثہ باقین سے نہیں کرسکتا اور جو یہ شرط نہ لگائی تھی تو اس قدر دین عمرو کا ذمہ میت عائد رہا تا وقتیکہ اس ترکہ مشترکہ سے ادا نہ کردیا جائے تقسیم نہ ہونے پائیگی، مگر یہ باقی ورثہ دین عمرو کو حصہ رسد اپنے پاس سے اپنے مال خاص سے ادا کردیں اگرچہ امر ان پر لازم نہیں کہ مدیون عمرو میت ہے نہ ورثہ یا دین مذکور ترکہ سے کم ہے اور اس جائداد کے سوا جس کی تقسیم مطلوب ہے اور مال بھی متوفی نے چھوڑا ہو جو ادائے دین مسطور کیلئے کفایت کرے تو اس صورت میں بھی اس قدر جائداد کی تقسیم جائز ہوگی اور دین عمرو مال باقی غیر مقسوم سے ادا کیا جائے گا۔ فی الاشباہ عن جامع الفصولین من الفصل الثامن والعشرین لو استغرقھا دین لایملکھا بارث الا اذا ابرأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ بشرط التبرع وقت الاداء اما لو اداہ من مال نفسہ مطلقا بلاشرط التبرع اوالرجوع یجب لہ دین علی المیت فتصیر مشغولۃ بدینہ الخ وفیہ بعد اسطر للوارث استخلاص الترکۃ بقضاء الدین ولو مستغرقا اھ وفی العقود الدریہ عن الفصول العمادیۃ فی الثامن والعشرین عن قسمۃ الھدایۃ ان القسمۃ مؤخرۃ عن قضاء الدین لحق المیت الا اذا بقی من الترکۃ ما بقی بالدین فان قسمت نجائز اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ اس کا عوض دین مہر زوجہ ہندہ مکفول تھا۔ عمرو وارث نے نالش انفکاک رہن کرکے بادائے ایک سو ترسٹھ روپیہ دین مہر کے دائر کرکے ڈگری حاصل کی اور کل دین مہر زوجہ ہندہ کو بلا تبرع ادا کردیا بعدہ ہندہ نے اپنا حصہ بدست مسماۃ حسینی دختر اپنی کے بیع کردیا اور حسینی بلاادائے دین کے ترکہ مورث تقسیم کردیا چاہتی ہے اس صورت میں بلاادائے دین مہر رسدی کے حسینی اپنی ماں کا تقسیم کراسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ عمرو نے اپنے زر خاص سے دین مہر ہندہ بلاتبرع ادا کیا تو وہ ترکہ جس طرح پہلے دین ہندہ کیلئے محبوس تھا اب دین عمرو کیلئے محبوس ہوگیا کذلک فی الحموی ان الوارث لو لم یشترط التبرع لم تخلص الترکۃ من الدین لانہ صار محبوسا من حق الوارث حتی کہ جب تک دین عمرو متروکہ زید سے ادا نہ کیا جائے یا ورثہ اپنے مال خاص سے بطریق تبرع قضا نہ کردیں اس ترکہ میں کوئی تصرف ورثہ کا مثل بیع وہبہ وغیرہما کے بلا اجازت عمرو مذہب راجح پر نافذ نہیں ہوسکتا فی الطحطاویۃ حکم الترکۃ قبل قضاء الدین کحکم المرھون بدین علی المیت فلا تنفذ تصرفات الورثۃ فیما ھذا اذا کانت الترکۃ اقل من الدین او مساویۃ لہ واما اذا کان فیھا زیادۃ علیہ ففی نفوذ تصرفات الورثۃ وجھان احدھما النفوذ الی ان یبقی قدر الدین واظھرھما عدم النفوذ علی قیاس المرھون اھ پس اگر عمرو نے بیع ہندہ کو

اجازت نہ دی تو حسنی کو اختیار ہے چاہے اس وقت تک صبر کرے کہ ترکہ دین سے فارغ ہوجائے یا حکم شرع کی طرف رجوع کرکے بیع فسخ کرالے کما ھو حکم المرھون المصرح بہ فی المتون رہی تقسیم ترکہ پس اگر اس ترکہ کے سوا زید متوفی کا اور کوئی مال ایسا ہے جو ادائے دین کیلئے وفا کرے یا ورثہ اس جائداد سے بقدر کفایت دین جدا کردیں تو باقی ماندہ کو باہم حسب فرائض تقسیم کرسکتے ہیں ورنہ جب تک ترکہ دین سے فارغ نہ ہوجائے خواہ یوں کہ اسی جائداد سے دیا جائے یا ورثہ اپنے پاس سے تبرعا دیں یا عمرو دین معاف کردے بے اس کے تقسیم ترکہ سے ممنوع رہیں گے کما فی القسمۃ الھندیۃ وغیرھا من کتب الفقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں مادر زید کی زمینداری تھا وہ ایک پسر تین دختر چھوڑ کر فوت ہوئے۔ ایک دختر نے اپنا حصہ زید کو دیدیا باقی دختران کو زید نے دو حصہ بموجب شرع شریف گاؤں میں دیدیئے اس گاؤں میں چار قطعہ باغ زید نے اپنی ماں کی حیات میں اس کے رضامندی سے غرس کئے تھے۔ اب بعد فوت مادر ان باغوں میں بہنوں کا بھی کچھ حق ہے وہ صرف زید غارس کیلئے ہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر زید نے تعیین کی تھی کہ یہ باغ میں اپنے واسطے لگاتا ہوں یا اس کی مادر نے اس سے کہا تھا کہ تو اپنے لئے باغ لگالے تو درختوں کا مالک زید ہی ہے نہ دیگر ورثہ اور اگر نہ اس نے اپنے لئے تعیین کی نہ مورثہ کے کلام میں خاص اس کے لئے اجازت تھی بلکہ صرف باغ لگانے کی رضامندی ظاہر کی تو وہ باغ بھی مادر زید کی ملک ٹھہر کر اس کے سب وارثوں پر حسب فرائض منقسم ہوجائیں گے فی شتی الدر المختار عمر دار زوجتہ بمالہ بامرھا فالعمارۃ لھا والنفقۃ دین علیھا لصحۃ امرھا ولو عمر لنفسہ فالعمارۃ لہ اھ ملتقطا۔ قال الشامی فلو بانیھا تکون عاریۃ ط اھ وفی وقف الاشباہ کل من بنی فی ارض غیرہ بامرہ فالبناء لمالکھا وقال الحموی قیل ھذا اذا اطلق او عینہ للمالک فلو عینہ لنفسہ فھو لہ ویکون مستعیرا للارض [illegible] بقیمۃ ما غنمہ اھ وفی متفرقات غصب الھندیۃ اذا غزلت المرأۃ قطن زوجھا فان اذن لھا بالغزل وقال اغزلیہ لنفسک قال الغزل لھا ولو قال لھا اغزلیہ ولم یذکر شیئا فان الغزل للزوج اھ بالالتقاط واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور چار پسر دو نابالغ اور ایک دختر بالغہ چھوڑ کر انتقال کیا اور کچھ روپیہ زید کا لوگوں پر قرض اور کچھ نقد تھا اس میں نقد سے تین سو روپے والدہ و دو برادران بالغ کی رضامندی سے دختر کی شادی اور کچھ روپے زید کی فاتحہ ودرود میں صرف ہوئے اور دوسرے برادران بالغ نے بطور خود تجارت کی اور اس کے نفع کا قدرے روپیہ بھی فاتحہ زید میں اٹھایا۔ اس صورت

میں ترکہ زید مکان وقرض ونقد کیونکر تقسیم ہوگا اور صرف شادی وفاتحہ کس کس پر پڑیگا اور کل مصارف شادی یہ ورثہ اس دختر سے مجرا لے سکتے ہیں یا نہیں اور نفع تجارت کا صرف انھیں دو برادران کو استحقاق ہے یا کل وارث اس میں بھی شریک ہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء المہر واجراء الوصیۃ کل متروکہ زید مکان وقرض ونقد بہتر (۷۲) سہام پر منقسم ہوکر نو (۹) سہام اس کی زوجہ اور چودہ چودہ ہر پسر اور سات دختر کو ملیں گے اور صرف فاتحہ کا خواہ ترکہ میں سے ہوا ہو یا جدا مال سے جس جس نے کیا انھیں کے ذمہ پڑیگا اور جسکی اجازت نہ تھی وہ اس سے بری رہے گا والمسئلۃ فی الفصل الثامن من الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار علی الخصوص دونوں نابالغ کہ ان کے ذمہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ انھوں نے اجازت بھی دیدی ہو وھذا اظھر من ان یخفی اور بعینہٖ یہی حال صرف شادی کا ہے جس نے صرف کیا فقط وہی اس کا متحمل ہوگا اجازت نہ دینے والوں یا نابالغوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں وہ اپنا حصہ متروکہ پدری سے پورا پورا پائیں گے اور صرف شادی کا مطالبہ صرف دختر سے نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ اس سے ٹھہرالیا ہو کہ ہم یہ سارا صرف تیرے حساب میں مجرالیں گے وذلک لان ما کانوا مضطرین فی ذلک وما سبیلہ ھذا ففاعلہ متبرع الا ان یشترط الرجوع کما اذا کفن الاجنبی المیت او قضی دین غیرہ بلا اذنہ والمسئلتان فی الدر المختار والعقود الدریۃ اور مال ترکہ سے تجارت کرکے بالغین برادروں نے بطور خود کی اس کے نفع کا صرف انھیں دونوں کو استحقاق ہے اور کوئی وارث اس میں شریک نہیں مگر ہاں اسقدر ضرور ہے کہ جو نفع حاصل ہوا وہ بقدر ان کے حصوں کے ان کے لئے طیب ہے باقی خبیث۔ انھیں چاہئے کہ اس قدر باقی ورثہ کو بحساب ان کے حصوں کو دیدیں یا خیرات کردیں اپنے صرف میں نہ لائیں۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ۷۲ روپیہ نفع میں حاصل ہوئے تو اس میں للعہ توان کے لئے پاک ہیں کہ بھائی کو معہ اور عسہ ناپاک ان عسہ کو یا تصدق کردیں یا ان میں سے للعہ دونوں برادران نابالغ کو دیدیں اور ۸ ہمشیرہ کو للعہ والدہ کو اور یہی صورت بہتر ہے فی العقود الدریۃ نقل المؤلف عن الفتاوی السراجیۃ سئل عن مال مشترک بین ایتام والام استربحہ الوصی للایتام ھل تستحق الام بحصتھا اولا اجاب لا تستحق الام شیئا مما استربحہ الوصی اوصیہ مری لغیرھا کاحد الشریکین اذا استربح من مال مشترک لنفسہ فقط لکون ما عداہما اسباغنیا ومثلہ سبیلہ التصدق علی الفقراء اھ اقول ایضا یظھر من ھذا ومما قبلہ حکم مال الحاکان المباشر للعمل والسعی بعض الورثۃ بلا وصایۃ اووکالۃ من الباقین انتہی ما فی العقود قلت واما ما ذکرنا من ان الاولی الدفع لاصحاب الحصص فلما تقرر فی کلمات العلماء ان کان خبیثا مثل ھذا

فسبیلہ التصدق وان مات علی المالك فھذا اولی والطیب لہ لکونہ نماء ملکہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکمہ احکم۔

الجواب

حق میراث حکم شرع ہے کہ رب العٰلمین تبارک وتعالٰی نے مقرر فرمایا کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوسکتا قال علماؤنا کما فی الاشباہ وغیرھا الارث جبری لایسقط بالاسقاط اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ بیٹا مثلاً اپنے باپ کا اس لئے وارث ہوتا ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو جس طرح یہ اپنے بیٹے ہونے کو نہیں مٹا سکتا یونہی اپنے حق میراث کو نہیں ساقط کرسکتا پس امداد حسن خاں کا ترکہ متوفی سے دست بردار ہونا ہرگز معتبر نہیں اور وہ اس وجہ سے زنہار کالعدم نہیں ہوسکتا اگر لاکھ بار دست برداری کرے شرع تسلیم نہ فرمائیگی اور اسے اس کے حصہ کا مالک ٹھہرائیگی ہاں اگر اسے لینا منظور نہیں تو یوں کرے کہ لیکر اپنی بہن خواہ بھاوج خواہ جسے چاہے ہبہ کامل کردے اور جو مال قابل تسلیم ہو اسے منقسم کرکے قبضہ دلادے اس وقت البتہ اس کا حق منتقل ہوجائیگا ورنہ مجرد دست برداری کچھ بکار آمد نہیں پس کل ترکہ خورشید حسن خاں منقولہ وغیر منقولہ برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث کاداء المھر واجراء الوصیۃ چار سہام پر منقسم ہوکر ایک وجیہہ النسا اور دو امداد حسن خاں اور ایک تنزیہ بیگم کو ملے گا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کا کچھ زیور کہ وہ اپنے نیہر سے لائی تھی باجازت اس کے خاص اپنے قرض کے عوض دائن کے پاس رہن رکھا اور اس کے سوا اور قرضہ بھی زید پر تھا اور ایک زوجہ زید کی اس کے سامنے مرگئی بعدہ زید نے زوجہ ثانیہ اور ماں اور تین بیٹیاں ایک بطن زوجہ اولٰی اور دو بطن ثانیہ سے اور ایک بھائی اور دو بہنیں وارث چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ ثانیہ نے بعد وفات زید زیور مرہون اپنا بالعوض اس قرضہ کے جس میں زیور رہن تھا مرتہن کو دے دیا اور اس قدر روپیہ ترکہ شوہر سے لیا چاہتی ہے۔ اس صورت میں وہ روپیہ زوجہ ثانیہ کو دلایا جائیگا یا نہیں اور تقسیم ترکہ کس حساب سے ہوگی اور زوجہ اولٰی کہ زید سے پہلے مرگئی مستحق حصہ پانے کی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ورثہ میت نابالغین ہوں تو اس کا وصی اور وصی نہ ہو تو حاکم کوئی وصی نصب کرے کہ وہ شیئ مرہون کو بیع کرکے دین مرتہن ادا کرے درمختار ص ۶۲ اور جو کبار ہوں تو وہ خود چھڑالیں ص ۔ اگر ترکہ دین مرتہن ومہر وحاجات ودیگر دیون کو وفا کرے تو پہلے دین مرتہن ادا کیا جائے بعدہ اگر باقی بچے تو دیگر دیون حصہ رسد اگر سب دین صحت یا دین مرض ہوں ورنہ دین صحت مقدم ہوگا۔ فرائض۔ بعدہ اگر کچھ باقی ہے تو

اس کے ثلث سے اور ورثہ زیادہ کی اجازت دیں تو زیادہ سے وصایا اس کے اگر ہوں تو نافذ کیجائیں پھر مابقی برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین ترکہ زید متوفی کا دوسو اٹھاسی ٢٨٨ سہام پر منقسم ہوکر ٣٦ سہام زوجہ اور ٤٨ ماں پائیں گی اور ٤٦-٤٦ ہر سہ دختران کو ملیں گے اور ٦ بھائی اور ٣-٣ دونوں بہنیں پائیں گی واللہ تعالٰی اعلم۔

صورت مستفسرہ میں جب وہ زیور خاص ملک زوجہ ثانیہ تھا اور زید نے اس کی اجازت سے اپنے قرض کے عوض رہن رکھا اور اس کے بعد وفات زوجہ نے وہ قرضہ ادا کردیا تو بلاشبہہ اس قدر روپیہ ترکہ زید سے واپس پائیگی

فی تنویر الابصار ولو امسکہ المعیر اجبر المرتھن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن بما ادی اھ

اسی طرح وہ قرضہ دوسروں کا جو ذمہ زید ہے اور دونوں زوجہ کا مہر اگر باقی ہو الخ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت کے بلانکاح ایک لڑکا زید اور ٣ لڑکیاں لیلٰی، سلمٰی، عذرا پیدا ہوئیں وہ عورت مرگئی اور اس کا بیٹا زید ایک بیٹا عمرو چھوڑ مرا اور لیلٰی سلمٰی نے نکاح کرلئے اب لیلٰی نے بھی سلمٰی، عذرا دو بہنیں اور عمرو بھتیجا اور ایک شوہر چھوڑ کر انتقال کیا۔ اس صورت میں ترکہ لیلٰی کا کیونکر منقسم ہوگا اور عذرا کہ ہنوز اسی پیشہ پر ہے مستحق ارث ہوگی یا نہیں۔

الجواب

بازاری عورت جو اپنے پیشہ پر رہے اور ایک شخص کے ساتھ بطور زنان منکوحہ بند ہوکر خانہ نشینی اختیار نہ کرے اسے صرف تعلق فاجرانہ کے سبب منکوحہ نہیں ٹھہرا سکتے تاوقتیکہ حجت شرعیہ سے ثبوت نکاح نہ ہو اور جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوتا ہے نہ باپ سے اگرچہ اس کے نطفے سے ہونا متعین ہو اور وہ اس خیال سے اس کی طرف نسبت بھی کئے جائیں قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر تو وہ چاروں صرف ماں کے جانب سے بہن بھائی ہوئے اور اسی جہت سے وراثت پاسکتے ہیں فی الدر المختار یرث ولد الزنی واللعان بجھۃ الام وحدہ لما قدمناہ فی العصبات انہ لااب لھما اور عذرا کا پیشہ فسق وفجور میں ہونا مانع ارث نہیں کہ وہ گناہ ہے نہ کفر پس صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم ماتقدم کالدین والوصیۃ ترکہ لیلٰی کا چار سہام پر منقسم ہوکر دو سہام بکر اور ایک ایک سلمٰی وعذرا کو ملیگا وذلک لانھما شریکتا ثلث والزوج النصف بقی السدس یرد علیھما فتعود من ستۃ الی اربعۃ اور عمرو کہ لیلٰی کا بھتیجا ہے بہنوں کے ہوتے کچھ نہ پائے گا فانہ ابن اخ لام فکان من ذوی الارحام کما فی تنویر الابصار وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میر محسن نے ایک مکان زنانہ اور ایک نشستگاہ مردانی اور اس کے متصل ایک قطعۂ زمین افتادہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد ان کے سوا میر انفع علی پسر اور میر جمال علی وحسن شاہ پسران میر اقنع علی برادر حقیقی میر انفع علی جو اپنے والد میر محسن کے سامنے قضا کرچکے تھے اور کوئی باقی نہ رہا خود دونوں نبیرے اپنے چچا کے سامنے محروم تھے مگر میر انفع علی نے براہ محبت انکا محروم نہ کرنا چاہا اور ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ میں اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی وارث کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کل جائداد ان دونوں اور میرے پسر عون علی کے ہے مکان زنانہ اپنے سامنے تین حصہ پر جدا جدا تقسیم کرکے ایک مکان پر میر جمال علی اور ایک پر میر حسن شاہ اور ایک پر اپنے پسر میر عون علی کو قابض کردیا مگر مکان نشست منقسم نہ ہوا اور اس میں میر انفع علی وغیرہ یہ چاروں بیٹھا اٹھا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ زمین افتادہ بھی منقسم نہ ہوئی مگر میر انفع علی نے تحریر کل جائداد کے نسبت کی تھی جسمیں وہ زمین ونشستگاہ بھی داخل تھی۔ اب بعد انتقال میر جمال علی میر حسن رضا و میر مولائی دو پسر اور بعد انتقال میر حسن شاہ، میر عابد علی ومیر باقر علی دو پسر اور زبیدۃ النساء دختر وارث ہوئے اور میر انفع علی کا سوا میر عون علی کے کوئی وارث نہ تھا جس کے انتقال کے بعد صرف میر فیض علی پسر اس کے وارث ہوئے میر فیض علی نے اپنا کل حق حقوق میر حسن رضا و میر مولائی کے ہاتھ بیع کردیا۔ اب ان بائع ومشتریان نے بھی وفات پائی میر عابد علی ومیر باقر علی پسران میر جمال علی دعوٰی کرتے ہیں کہ میر فیض علی سوا مکان اندرونی موسوم بنام میر عون علی کے مکان نشست گاہ وزمین افتادہ میں کچھ حق نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس بیع میں داخل نہیں ہوسکتا آیا یہ دعوٰی انکا شرعاً صحیح ہے یا نہیں اور زبیدۃ النساء کو متروکہ میر جمال علی سے کچھ پہونچتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: جب کہ بعد انتقال میر محسن کے شرعاً میر انفع علی کے سوا ان کا کوئی وارث نہ تھا اور میر جمال علی و میر حسن شاہ ان کے سامنے محجوب الارث تھے تو غیر وارث کو وارث کرنا کسی کے اختیار میں نہیں تنہا میر انفع علی اس کل جائداد کے مالک ہوئے اور ان کی یہ خواہش کہ میں اپنے ان دونوں بھتیجوں کو بھی وارث کیا چاہتا ہوں زبانی خواہ تحریری ہرگز شرعاً قابل قبول نہیں ہوسکتی کہ توریث رب العٰلمین جل جلالہٗ کے حکم سے ہے نہ زید وعمرو کے زبان میں۔ غایت یہ کہ اگر الفاظ اس اقرار نامہ کے صالح ہبہ ہوں یا زبانی میر انفع علی سے الفاظ ہبہ صادر ہوئے ہوں تو یہ تینوں بھائی یعنی میر عون علی ومیر جمال علی ومیر حسن شاہ اس کل جائداد کے موہوب لہٗ قرار پائیں گے مگر مکان اندرونی جسے میر انفع علی نے اپنی زندگی میں جدا جدا تین حصہ پر تقسیم کرکے ہر شخص کو ایک مکان علیحدہ پر قابض کرایا تو وہاں تو ہبہ واقعی صحیح ونافذ وتام ہے اور وہ تینوں حصے ان تینوں کا شرعاً مملوک ہوگئے لیکن مکان بیرونی وزمین افتادہ میں کہ اگرچہ ہزار بار ہبہ زبانی خواہ تحریری مانا جائے شرعاً مورث ملک نہیں ہوسکتا کہ تا وقت انتقال میر انفع علی کے وہ دونوں غیر منقسم تھے اور میر انفع علی نے اپنا تعلق وتصرف ونشست وبرخاست حسب دستور قدیم کبھی نہ اٹھا دیا تھا پس تا دم انتقال میر انفع علی کے موہوب لہم

کاقبضہ نہ پایا گیا اور ایسا ہبہ بعد انتقال واہب باطل ہوجاتا ہے فی الدر المختار

اب کہ ہبہ باطل قرار پایا تو اس مکان بیرونی و زمین افتادہ کا شرعًا کوئی مالک سوا میر عون علی کے نہ ہوا اور میر جمال علی ومیر حسن شاہ کا ہرگز ان میں کچھ حق نہ تھا بعد انتقال میر عون علی کے میر فیض علی ان دونوں قطعوں اور ایک مکان اندرونی کے بلا شرکت غیرے مالک ہوئے اور یہ سب مکانات بذریعہ بیع میر حسن رضا اور میر مولائی کی طرف بالمناصفہ منتقل ہوگئے میر عابد علی و میر باقر علی کا حق شرعی سوا اس دو ثلث مکان اندرونی کے جو میر انفع علی اپنی حیات میں ان کے مورث میر جمال علی کو دیکر قابض کرادیا تھا ہرگز نہیں اور اس میں بھی برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم امور متقدمہ کالدین والوصیۃ پانچواں حصہ ان کی بہن زبیدۃ النساء کا ہے یہ ہے حکم شرعی اور اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل محض و اللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ رحم علی و شیخ سعادت و شیخ احمد تین بھائی تھے انہوں نے اپنے روپئے سے ایک جائداد پیدا کی ان تینوں کے زندگی تک مشترک رہے اور خورد ونوش سب کا یکجا تھا پس ازاں شیخ رحم علی کا انتقال ہوا اور ان کے اولیاء زوجہ اور بچن پسر اور بجو نجو بلاقن تین دختر وارث چھوڑے ان میں سے بجو نے ماں اولیاء اور شوہر محب اللہ اور ابن سعد اللہ اور بنت عمدہ پھر نجو نے ماں اولیاء اور دو پسر وزیر مسیت اور دو دختر امیرن فقیرن پھر اولیاء نے بچن و بلاقن پسر و دختر چھوڑ کر انتقال کیا بعد وفات شیخ رحم علی کے وہ جائداد مشترکہ و غیر منقسمہ سعادت احمد کے پاس رہی اور سعادت نے زوجہ عظیمہ اور چار ابن عبداللہ حمن نتھے مہدی حسین چار بنت ورثہ چھوڑ کر وفات پائی اور جائداد سب شیخ احمد کے ہاتھ میں رہی کہ قادر بخش و ممن دو پسران کے وارث رہے انہیں سے ممن دو بیبیاں بلاقن و بندہ جو قادر بخش سے کچھ روپیہ لے کر ترکہ سے برضائے خود علیحدہ ہوگئیں چھوڑ کر انتقال کیا پسر قادر بخش نے کہ بعد مرنے اپنے باپ اور بھائی کے تمام جائداد پر قابض تھا۔ دو زوجہ مجو بنی اور ایک دختر نیازن اور پانچ بھائی چچازاد بچن عباداللہ، حمن، نتھے، مہدی حسین ورثہ چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے مرض موت میں کل مال کے نسبت اپنی دختر و زوجین کے لئے وصیت کرگیا کہ مالک اس جائداد بعد میرے وہ ہیں اور پانچوں بھائی اس کے یہ وصیت گوارہ نہیں کرتے اس صورت میں وہ متروکہ کس حساب سے منقسم ہوگا اور یہ وصیت قادر بخش کی صحیح ونافذ رہے گی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب — صورت مسئولہ میں مالک اس جائداد کے رحم علی وسعادت واحمد تینوں کے ورثہ ہیں صرف قادر بخش مالک نہ تھا کہ اسے کل جائداد کے وصیت کرنے کا اختیار ہوتا اور ایک حصہ ایک جائداد کا اس کے پاس رہنے سے حق دیگر ورثہ کا باطل نہیں ہوتا رہا حصہ اس کا اس میں وصیت نافذ ہوجاتی اگر پانچوں چچازاد بھائی اس کی اجازت دیتے

اب کہ وہ اسے گوارہ نہیں کرتے تو وہ بھی غیر نافذ ہوئی پس کل جائداد بوجہ اس کے کہ اصل مورثان اعلٰی تا حیات خود اس میں شریک رہے اور ایک دوسرے کے مال میں باہم تمیز نہ تھی اور خورد و نوش سب کا یکجا تھا برابر تین حصے کئے جائیں گے اور ہر مورث کا حصہ اس کے وارث پر بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث، و انحصار ورثہ فی المذکورین و صحت ترتیب اموات و تقدیم امور مقدمہ چوں ادائے مہور زوجات و قضائے دیون اس طریق سے منقسم ہوجائیگا۔

(تقسیم ترکہ رحم علی)

مسئلہ ۴۰ مضروبہ ۳۶ — ۱۴۴۰ — رحم علی

زوجہ اولیا	ابن بچن	بنت بلاقن	بنت بجو	بنت نجو
۵/۱۸۰	۱۴/۵۰۴	۷/۲۵۲	۷	۷/۲۵۲

مسئلہ ۳۶ — بجو — بینهما تباین — مص ۱/۷

ام اولیا	زوج محب اللہ	ابن سعد اللہ	بنت عمدہ
۶/۴۲	۶/۴۳	۱۴/۹۸	۷/۴۹

مسئلہ ۳۶ — نجو — فاستقامت — مص ۲۵۲

ام اولیا	ابن مسیت	ابن وزیر	بنت امیرن	بنت فقیرن
۶/۴۲	۱۰/۷۰	۱۰/۷۰	۵/۳۵	۵/۳۵

مسئلہ ۳ — اولیا — فاستقامت — مص ۲۶۴

ابن بچن	بنت بلاقن
۲/۱۷۶	۱/۸۸

المبلغ ۱۴۴۰

الاحیاء ۶

بچن	بلاقن	محب اللہ	سعد اللہ	عمدہ	مسیت	وزیر	امیرن	فقیرن
۶۸۰	۳۴۰	۶۳	۹۸	۴۹	۷۰	۷۰	۳۵	۳۵

تقسیم ترکۂ سعادت

مسئلہ ۹۶ سعادت

زوجہ عظیمن	ابن عباد اللہ	ابن جمن	ابن ننھے	ابن مہدی حسین	بنت	بنت	بنت	بنت
۱۲	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷

تقسیم ترکۂ شیخ احمد

سوا اس مال کے جو اس کے پسر قادر بخش نے بلاقن و بدھ ہر دو زوجہ ممن کو دے کر اس کو ترکہ سے خارج کردیا اس طور پر

مسئلہ ۲ مضروبہ ۸۰ ۱۶۰ شیخ احمد

ابن ممن	ابن قادر بخش
	۱

کان لم یکن لانہ علم برثتہ الا الاخ والزوجتان ثم ان الزوجین قد یصالحتا علی شیئ معلوم وتخارجا من الترکۃ فلم یملک الباقی الا اخاہ قادر بخش

مسئلہ ۸۰ قادر بخش مصـــ ۱

زوجہ بجو	زوجہ بنی	بنت نیازن	ابن العم بچن	ابن العم عباد اللہ	ابن العم جمن
۵	۵	۴۰	۶	۶	۶

ابن العم ننھے	ابن العم مہدی حسین
۶	۶

المبـــــــــــلغ ۸۰

الاحیـــــــــــــــاء

بجو ، بتی ، نیازن ، بکن ، عباداللہ ، جمن ، نھنے ، مہدی حسین

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ از ڈونگر گڑھ ضلع رائے پور سنٹرل پروانس مسئلہ شیخ حسن الدین احمد صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک صاحب محمد عبدالکریم خاں ڈاکٹر نہایت عابد متقی لاولد ہیں جائداد بہت ہے۔ خاص ان کی ذاتی پیدا کی ہوئی ہے موروثی نہیں اپنے والد کی جائداد میں سے ایک حبہ نہ لیا کل جائداد پدران کے علاتی بھائی قابض ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے کوئی بھائی بہن حقیقی نہیں ان کی خواہش ہے کہ کل جائداد اپنے ماموں زاد بھائی کے نام کرکے مکہ معظمہ چلا جاؤں مگر یہاں کے دیوان جو اہل اسلام ہیں فرماتے ہیں کہ اس تحریر سے کچھ نہ ہوگا اس کے حقدار علاتی بھائی بھی ہوں گے لہذا ڈاکٹر صاحب فتوٰی چاہتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر بذریعہ بیع صحیح یا ہبہ مع القبض اپنی تمام جائداد اپنے بھائی ماموں زاد کو دیدینگے وہ مالک مستقل ہو جائیگا علاتی بھائیوں کا کوئی استحقاق نہ ہوگا مگر یہ فعل اگر بلاوجہ شرعی برادران علاتی کو اپنے ترکہ سے محروم کرنے کی غرض سے ہوگا تو گناہ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی روز قیامت اسکی میراث جنت سے قطع فرما دیگا ہاں اگر وہ لوگ فساق فجار ہوں کہ جائداد کو معاصی الٰہی میں صرف کرینگے اور ماموں زاد بھائی ایسا نہیں تو جائز بلکہ بہتر ہے فی وجیز الامام الکردری ان اراد ان یصرف مالہ الی الخیر وابنہ فاسق فالصرف الی الخیر افضل من ترکہ لانہ اعانۃ علی المعصیۃ یونہی اگر اپنے مال کا ثلث ماموں زاد بھائی کو لکھدیں تو کسی حال میں کچھ مضائقہ نہیں ترکہ پدری سے جو حصہ انکا تھا یہ اگر نقل صحیح شرعی مثل بیع یا بعد تقسیم

ہبہ مع القبض کے ذریعہ سے برادران علاتی کو نہیں دیدیا ہے تو وہ بدستور ان کی ملک پر باقی ہے مطالبہ نکرنے یا یوہیں چھوڑ دینے سے ان کی ملک سے خارج نہ ہوا دو ثلث جو برادران علاتی کیلئے باقی چھوڑیں ان میں وہ حصہ بھی محسوب کرسکتے ہیں مثلاً انکا وہ حصہ جو ان کے قبضہ میں ہے اگر دو ہزار کا ہے اور اسکے علاوہ جائداد پیدا کردہ ہزار روپئے کی ہے تو یہ کل جائداد جدید ماموں زاد بھائی کو دے سکتے ہیں کہ دو ثلث انکے پاس خود موجود ہے اور یہ نئی جائداد چار ہزار کی ہے تو اسمیں سے نصف ماموں زاد بھائی کو دیدیں کہ نصف یہ اور وہ حصہ ملکر دو ثلث ہو جائیں وعلی ھذا القیاس واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور تین شخص قرابتی اسکے باقی رہے جسمیں ایک حقیقی چچا زاد بہن اور ایک بھائی ماموں زاد اور ایک بہن ماموں زاد ہے پس ان تینوں میں ترکہ کسطرح پر تقسیم ہوگا بینوا توجروا

الجواب

بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث دیگر و تقدیم دین و وصیت ترکہ ہندہ کا نو سہام پر منقسم ہوکر چھ سہم چچا زاد بہن اور دو ماموں زاد بھائی اور ایک ماموں زاد بہن کو ملیگا فی الشریفیۃ

ان استووا فی القرب ولکن اختلف قرابتھم بان کان بعضھم من جانب الاب وبعضھم من جانب الام فلا اعتبار ھھنا لقوۃ القرابۃ ولا لولد العصبۃ فی ظاھر الروایۃ فبنت العم لیست اولی من بنت الخال لعدم اعتبار کون بنت العم ولد العصبۃ لکن الثلثین ممن یدلی لقرابۃ الاب الثلث لمن یدلی لقرابۃ الام اھ مختصرا

مسئلہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی ننھے فوت ہوا ایک زوجہ ایک بیٹا ایک بیٹی ایک بھائی حقیقی وارث چھوڑے ننھے کی بی بی مہر معاف کرچکی ہے اور اپنا نکاح ثانی کیا چاہتی ہے اور بچوں کو کہ ابھی نابالغ ہیں چھوڑے دیتی ہے پس ترکہ ننھے کا ان وارثوں کو کسقدر پہونچیگا اور حق ولایت بچوں کا کسکو پہونچتا ہے بینوا توجروا

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ لڑکا آٹھ برس کا اور لڑکی چار برس کی ہے اور ننھے کا بھائی جوان ہے اور ان بچوں کی نانی بیوہ زندہ ہے اور عورت ایسے شخص سے نکاح کیا چاہتی ہے جو ان بچوں کا محرم

نہیں پس صورت مستفسرہ میں لڑکا ابھی سے اپنے چچا کے پاس رہیگا اور لڑکی اپنی ماں کے پاس نو برس کی عمر تک رہے گی اگر وہ عورت ایسے شخص سے نکاح نکرے اور اگر نکاح کریگی تو لڑکی اتنی عمر تک اپنی نانی کے پاس رہے گی اُسکے بعد چچا کی سپردگی میں دی جائیگی اور ترکہ نیضے کا بتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر ودیگر دیون ووصایا چوبیس[۲۴] سہام پر منقسم ہو کر تین[۳] سہم زوجہ اور چودہ[۱۴] سہم پسر اور سات[۷] دختر پائیں گے اور بھائی کچھ نپائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ مرسلہ بولاقی خاں بریلی

جناب مولوی صاحب سلامت بعد آداب گذارش ہے کہ ایک ہمشیرہ اور تین ہم بھائی ہیں جناب والد صاحب نے ایک عرصہ سے سب کام چھوڑ دیا تھا جو مجھ کو میسر آتا تھا حاضر لاتا تھا ایک ہمشیرہ میری نابالغ تھی اسکو میں نے اپنی محنت سے پرورش کرکے شادی کردی اور دونوں بھائی چھوٹے انکو بھی پرورش کیا اور بھائیوں کی بھی شادی کردی اب جو جائداد والد کے وقت کی ہے وہ طلب کرتے ہیں واجب ہے یا نہیں۔ اور بعد گزرنے والد کے اور والدہ کے دونوں کو میں نے دفن کیا اور کوئی پیسہ انکا خرچ نہیں ہوا اور قریب دوسو روپئے کے والد پر قرض تھے وہ بھی میں نے دیئے اور بھائی و بہن خود تسلیم کرتے ہیں لہذا آپکو تکلیف دیتا ہوں کہ شرعاً کسکو حق پہونچتا ہے۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ اسکے باپ نے ماں سے پہلے انتقال کیا ماں نے مہر معاف کردیا تھا دونوں کے وارث یہی تین بیٹے ایک بیٹی رہے۔ اس صورت میں سائل نے جو کچھ اپنے ماں باپ کی خدمت میں صرف کیا وہ کسی سے نہ پائیگا جو اپنے بہن بھائیوں کی پرورش وشادی میں اٹھایا وہ کسی سے نہ لیگا ہاں جو کچھ باپ کا قرضہ ادا کرنے اور بقدر سنّت باپ کے کفن دفن میں اوٹھایا وہ باپ کے مال پر اسکا قرض ہے پہلے یہ قرضہ اور جو قرضہ اس کے باپ کے ذمہ ہو ادا کرکے باقی بچا اس سے اگر باپ نے کچھ وصیت کسی کے لئے کی ہو نافذ کرکے باقی کے آٹھ حصے کریں ایک حصہ ماں اور دو دو حصہ ہر بیٹے اور ایک بیٹی کا۔ اب یہ ایک حصہ جو انکی ماں کو پہنچا سائل بیان کرتا ہے کہ اسکے سوا ماں کا کچھ اور ترکہ نہیں اسمیں سے جو کچھ سائل نے ماں کے کفن دفن بقدر مسنون میں اوٹھایا وہ اور اور جو قرضہ اسکی ماں پر ادا کریں اگر کچھ نہ بچے تو ماں کے اس حصہ میں سے دوسرے

وارثوں کو کچھ نہ ملے اور اگر کچھ باقی رہے تو اسکی تہائی سے ماں کی وصیت اگر اس نے نافذکی ہو ادا کرکے باقی بحساب حصّے کریں ہر بیٹے کو دو بیٹی کو ایک واللہ اعلم فقط

مسئلہ از بیجناتھ بازار رائے پور ملک متوسط مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد ودبیر انجمن نعمانیہ ۷ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ فیض النساء بیگم کے شوہر یعقوب علی مرحوم کی جائداد وقت مرنے کے اسقدر رہی جو فیض النساء بیگم کے مہر کو اکتفا کرتی اسلئے فیض النساء بیگم کل جائداد پر بعوض اپنے دین مہر کے قابض ہوئی فرمائیے کہ یعقوب علی مرحوم کی پہلی بیوی کی اولاد کو اپنی ماں متوفیہ کے مہر میں اس جائداد سے بحصہ رسدی حق مل سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ دوسری عورت کا بھی کچھ مہر ذمہ شوہر باقی ہے تو نہ ایک عورت کل ترکہ سے اپنا ہی دین پانے کی مستحق ہوسکتی ہے اگرچہ تنہا اسی کا مہر مقدار ترکہ سے زائد ہو بلکہ دونوں عورتوں کا بقدر واجب الاداء مہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ مورث ہوں سب حصہ رسد متروکہ سے ادا کیے جائینگے نہ عورت بطور خود اپنے مہر کے بدلے جائداد پر قابض ہوسکتی ہے بلکہ جائداد بیچکر مہر ادا کیا جائے گا فان حقھا فی المالیۃ لافی العین عالمگیریہ میں ہے میت اوصی الی امرأتہ وترک مالا وللمرأۃ علیہ مھرھا ان ترک المیت صامتا مثل مھرھا کان لھا ان تاخذ مھرھا من الصامت لانھا ظفرت بجنس حقھا وان لم یترک المیت صامتا کان لھا ان تبیع ما کان اصلح للبیع وتستوفی صداقھا من الثمن اھ قلت والتقیید بالاصلح حیث لم یکن الدین محیطا والا بیع کل شیئ کما لایخفی وارثان زوجہ اولی اپنی ماں کے مہر سے مقدار واجب الاداء کا دعوی فیض النساء بیگم پر کرسکتے ہیں لانھا وارثۃ فتصلح خصما للغرماء من ھذہ الجھۃ وان لم تصلح من جھتہ انھا دائنۃ وذلک بناء علی ما اختارہ الفقیہ ان الوارث خصم الغریم وان کانت الترکۃ مستغرقۃ بالدین نعم لاحلف علیہ ح کما فی وصی الھندیۃ عن المحیط مگر یہ اس حالت میں ہے کہ وارثان زن متوفاۃ پر کوئی امر مسقط مدعی یا مانع دعوی ثابت نہ ہو

ورنہ دعوی نامسموع ہوگا کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ

زید کی بیٹی کا خالد کے ساتھ نکاح ہوا دس ہزار مہر معین ہوا زید کی بیٹی مرگئی ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور والدین اور شوہر اسکا باقی رہا خالد کے پاس پانچ ہزار کی ملکیت ہے درصورت غیر دعویدار ہونے اولاد اور شوہر کے والدین کو حصّہ کسقدر ملکیت موجودہ سے ملنا چاہئے یا بقدر مہر بینوا توجروا

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں چہارم مہر کا شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا باقی اگر تمام وکمال اسے حصول نہ ہو تو جتنا وصول ہو ہر وارث اسمیں سے بقدر سہم فرائض کے لے سکتا ہے نہ یہ کہ بعض ورثہ اپنا کل مطالبہ لیلیں سائل مظہر ہے کہ اولاد دونوں نابالغ ہیں اس صورت میں اسکا دعوی نکرنا کب کیا مسقط حق ہوسکتا ہے البتہ اگر کوئی وارث بالغ دین میں سے بقدر اپنے سہم کے معاف کردے تو باقی ورثہ اپنا اپنا مطالبہ لے سکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴ / شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید مرا زوجہ اپنی کو ۳ ماہ کے حمل میں چھوڑا بعد انتقال زید کے چھ ماہ کے بعد لڑکا پیدا ہوا عمرو از راہ بدنیتی وخوف اسکے کہ لڑکا زید متوفی کی جائداد کا مستحق اوسکی حق تلفی کے واسطے لڑکے کو ولد الحرام بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بعد انتقال زید کے لڑکا سوا برس کے بعد پیدا ہوا اولا تو لڑکا صحیح طور پر بعد انتقال زید کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اور بالفرض عمرو کا قول تصدیق کیا جائے کہ لڑکا سوا برس کے بعد پیدا ہوا تو بموجب شرع شریف کے لڑکا حلالی ہے یا ولد الحرام اور زید متوفی کے نطفے سے ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

عمرو جھوٹا ہے ایسی تہمت پر قرآن عظیم نے اسی کوڑوں کا حکم دیا ہے اور گواہی ہمیشہ

کو مردود۔ سوا برس تو تھوڑا ہے دو برس تک بھی پیدا ہوتا تو بلاشبہ زید کا قرار پاتا یہ لڑکا شرعاً ضرور زید کا اور اسکا وارث شرعی ہے ہاں اگر عورت بعد موت شوہر قبل ولادت پسر اقرار کر چکی ہوتی کہ میری عدت گزر گئی اور اس اقرار سے چھ ماہ یا زائد کے بعد بچہ پیدا ہوتا تو شوہر متوفی کا قرار نہ پاتا ورنہ صرف اس بنا پر کہ موت کے سوا برس بعد پیدا ہوا ولد الحرام ٹھہرانا محض ظلم و باطل ہے درمختار میں ہے

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما ای من سنتین من وقت الموت الخ۔
شریفیہ میں ہے ان کان الحمل من المیت بان خلف امرأۃ حاملا جاءت بالولد لتمام اکثر مدۃ الحمل الی سنتین او اقل ولم تکن اقرت بالقضاء العدۃ یرث ذلک الولد من المیت واقاربہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بنارس محلہ کندی گڑ ٹولہ مسجد بازار مرسلہ حافظ ولی محمد صاحب ۲۱ شوال سنہ ۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زوجہ زید کچھ اپنے ورثائے شرعی اور زید اپنے خاوند کو چھوڑ کر مر گئی اور مہر جو زید کے ذمہ واجب الادا ہے وصول نہیں پایا اور کوئی اولاد اسنے نہیں چھوڑی اس صورت میں زید مہر میں سے بھی جو اسکے ذمہ واجب الادا ہے نصف حصّہ پاسکتا ہے جیسا کہ ہندہ کے کل متروکہ سے پاسکتا ہے یا نہیں شبہہ یہ ہوتا ہے کہ قیاسا تو مہر میں سے بھی نصف حصّہ زید کو پانا چاہیے ہے مگر مہر کو شارع اسلام نے بغرض احترام بضع رکھا ہے اور غایت اُسکی عزت و احترام زوجہ ہے اور بحالت نصف حصہ پالینے زید کے مہر میں سے بھی یہ غایت فی الجملہ ناقص ہو جائیگی ہر صورت کے جزئی بھی حوالہ کتب تحریر فرمائی جاوے اور جواب سے جلد سرفرازی بخشی جاوے فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں ضرور نصف مہر ذمۂ زید سے ساقط ہوا نہ بمعنی عدم وجوب رأسا کہ مہر بعد تاکد بالموت باین معنی قابلیت سقوط نہیں رکھتا اور غایت مذکورہ میں اگر کچھ نقص آتا تو اسی صورت سے۔ بلکہ بمعنی تملک بخلافت وراثت زوجہ لقولہ تعالٰی فلکم النصف

مما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد اور شک نہیں کہ مہر بھی متروکہ زوجہ میں داخل ہے اور یہ معنی اس غایت کے منافی نہیں بلکہ موکد ومقرر ہیں کہ کل مہر زوجہ کا قرار پایا جب تو اسمیں سے نصف اسنے وراثۃً پایا اور اگر مطلقاً انتفائے ملک زوجہ ولو مالاً منافی غرض مذکور ہو تو ہبہ وابرا بھی ناجائز ہوں مگر وہ یونہی جائز ہیں کہ ملک زوجہ پر متفرع ہیں تو اسکے مقرر ہیں نہ دافع اگرچہ رافع ہوں بلکہ اگر رفع بھی خلاف غایت ہو تو اوس سے چارہ کہاں کہ موت قطعاً نافی ملک ہے اگر کہیے کہ ملک ورثہ بوجہ خلافت قائم مقام ملک زوجہ ہے تو گویا وہ ببقائے نائب باقی ہے تو ملک زوج بھی اس نصف میں وراثۃً ہی ہوئی یہاں بھی وہی گویا حاصل اور شبہہ زائل قنیہ میں ہے قال استاذنا رحمه الله تعالى سئلت عمن ماتت عن زوج وبنتين واخ لاب وام ولا مال لها سوى مهر على زوجها مائة دينار ثم مات الزوج ولم يترك الا خمسين دينارا فقلت يقسم بين البنتين وللاخ اتساعا بقدر سهامهم لانه ذكر في كتاب العين والدين اذا كان على بعض الورثة دين من جنس عين التركة يحسب ما عليه من الدين كانه عين ويترك حصته عليه ويترك العين لانصباء غيره من الورثة فحسبنا على الزوج من المهر خمسة وعشرين دينارا كانه عين وبقى الخمسون دينارا في نصيب البنتين والاخ فتكون بينهم على سهامهم من اصل المسألة والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم احكم

مسئلہ ۹ / ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو لڑکے اول بیوی کے چھوڑے اور ایک لڑکی دوسری بیوی سے چھوڑے اور بیوی دوسری زندہ ہے اور پہلی بیوی نے انتقال کیا شوہر کے روبرو اور مہر اسکا ذمہ شوہر کے چاہیے اب لڑکے اسکے مہر اپنی ماں کا طلب کرتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ پہلی زوجہ کا مہر پچیس ہزار ہے اور دوسری کا تین سو ساٹھ تھا جس میں سے ڈیڑھ سو زید نے خود ہی ادا کر دیئے تھے اب دو سو دس باقی ہیں اور جائداد دونوں مہروں کو کافی نہیں۔ صورت مستفسرہ میں دونوں مہر اور اسیطرح اور جو دین ذمۂ زید ہو حصّہ رسد ادا کریں پہلی بی بی اس سبب سے کہ اسکا نکاح پہلے ہوا پہلے پانے کی (کہ جب تک اوسکا مہر ادا نہ ہولے زوجۂ ثانیہ کا بقیہ مہر یا اور کسی دائن کا دین ثابت ادا نہ کیا جائے) ہرگز مستحق نہیں بلکہ وہ سب ایک ساتھ ادا کئے جائینگے اور جبکہ جائداد اور نہیں کافی نہیں دونوں مہروں اور ہر دین ثابت کو حصہ رسد ادا کیا جائیگا اور جب کچھ نہ بچے ورثہ کچھ بذریعہ وراثت نہ پائینگے قال اللہ تعالیٰ من بعد وصیۃ توصون بھا او دین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۶ رشعبان ۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کثیر اپنے محروم الارث بھتیجوں کو لکھدی اور اپنے حقیقی بھائی وارث کیلئے ایک ضعیف شی رکھی اس سے اسکی نیت بھائی کی حق تلفی تھی کہ اسے میرے بعد نہ پہنچے اس صورت میں اسپر کچھ مواخذہ عنداللہ ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ وارث آوارہ وبد وضع نہ ہو جس سے مظنون ہو کہ مال جو اسکے لئے رہیگا معاصی الہیہ میں اوڑائیگا تو اوسے محروم کرنے کی نیت سے کوئی کارروائی کرنی عنداللہ قابل مواخذہ ہے حدیث میں ہے من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ جو اپنے وارث کے میراث پانے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اوسکی میراث جنت سے قطع فرما دے گا رواہ ابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کوئی خفیف شی باقی رکھنا کافی ہو گا جبکہ نیت اس فساد کی ہو فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی اگر نیت کا ثبوت چاہیئے ورنہ صدیق اکبر وامام حسن مجتبیٰ وام المومنین صدیقہ وغیرہم ائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارہا اپنے کل مال تصدق فرما دیئے ہیں اپنے کھانے پہننے کو بھی کچھ نہ چھوڑا کما صحت بذلک الاحادیث واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المقصد النافع فی عصوبۃ الصنف الرابع۔

۱۳۱۵ھ

مسئلہ ۱۱ از اٹاوہ متصل کچہری متصل مکان مولوی حبیب علی صاحب مرسلہ مولوی وصی علی ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصبات کی جو چار قسم مقرر ہیں فروع میت اصول میت فروع اب میت فروع جد میت منجملہ ان کی قسم اول و دوم و سوم میں کوئی بحث نہیں مگر قسم چہارم یعنی فروع جد میت کا سلسلہ الی مالا نہایۃ ہے کہ حق رسی اسکی دشوار بلکہ غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کیونکہ کوئی مسلمان الیسا نہ ہوگا جس کا عصبہ نسبی قسم چہارم یعنی دادا کی اولاد یا پردادا کی اولاد یا سر دادا کی اولاد یا ان سے بھی عالی کسی جد کی اولاد موجود نہ ہو اگر دیہہ یا قصبہ مسکونہ میت میں نہ ہوگا تو دوسرے دیہہ یا قصبہ میں یا دوسرے شہر یا ملک میں ہوگا مثلاً ہند میں نہ ہوگا تو عرب یا عجم میں ہوگا تمامی ربع مسکون میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگا پس درصورت عدم موجودگی عصبات قسم اول و دوم و سوم کے ایسے عصبات کو تلاش کرنا اور انکا حصہ انکو پہنچانا غیر ممکن ہے اور ظاہرا شرع شریف میں کوئی ایسا حکم بھی پایا نہیں جاتا کہ میت کے ورثہ حاضرین میت کے ترکہ کو باخود تقسیم کرلیں حقداران غیر حاضرین کو اطلاع بھی نہ دیوں یا جو لوگ بوجہ لاعلمی وفات مورث یا بوجہ لاعلمی مسائل شرعیہ کے دعویدار نہوں انکے حقوق ضائع کر دیئے جائیں بلکہ مفقود کے واسطے جبکہ یہ حکم ہے کہ حصہ اسکا نوّے برس کی عمر تک امانت رہے تو ایسے حصہ دار کیونکر محروم کئے جاسکتے ہیں علاوہ اسکے دیگر حقداران جو بصورت نہ ہونے عصبات نسبی کے مستحق ہیں مثلاً مولی العتاقہ ذوی الفروض مستحق پانے حصہ کے بطور رد کے ذوی الارحام مولی الموالات مقرلہ النسب موصی لہ مستحق رد وغیرہ ان کے حقوق قائم ہونے کی کوئی صورت ہے نہیں معلوم ہوتی کیونکہ جبکہ عصبہ نسبی کا غیر موجود ہونا حسب تشریح صدر غیر ممکن ہے تو حقداران مابعد کے حقوق قائم ہونا بھی غیر ممکن ہے پس ایسے حقداران کے متعلق جو مسائل ہیں وہ محض بیکار ہوئے جاتے ہیں حالانکہ شریعت کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو مورد اعتراض کسی قسم کا ہوسکے لہذا دریافت طلب امور مصرحہ ذیل ہیں

اولاً عصبات کی جو اقسام قرار دی گئی ہیں خصوصاً قسم چہارم میں جو الفاظ (او عالیھا) شروع ہیں ان کا ماخذ کیا ہے یعنی کس آیۃ قرآن شریف یا کس حدیث شریف سے ماخوذ ہے یا اور کس ماخذ سے۔ **ثانیاً** عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا حسب شرح صدر ناممکن ہے کہ نہیں **ثالثاً** عصبات نسبی کا غیر اگر موجود ہونا ناممکن ہے تو مسائل متعلقہ عصبات سببی وغیرہ جو بصورت نہ ہونے عصبات نسبی کے مشروع ہیں کس صورت میں کار آمد ہو سکتے ہیں **رابعاً** شرع شریف میں کہیں ایسا حکم ہے کہ غیر حاضرین حصہ دران کو اطلاع ندی جائے یا جو لوگ بوجہ لاعلمی وفات مورث یا لاعلمی مسائل شرعی کے دعویدار نہ ہوں وہ اپنے حقوق واجبی سے محروم رہیں انکی تلاش نہ کی جائے۔ **خامساً** ایسا ہو سکتا ہے کہ عرب سے کوئی شخص آئے اور آپ کو سید ممی اولاد علی و بنی فاطمہ ثابت کر کے ہند میں کسی اولاد علی بنی فاطمہ کا ترکہ اسکے ذوی الفروض سے تقسیم کرالیوے یا ہند کا کوئی سید عرب میں جاکر کسی سید متوفی کا ترکہ پائے قاضیان عرب بصورت ثابت کر دینے نسب کے اسکو دلادیں گے **سادساً** عہد صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین یا تابعین یا تبع تابعین میں کبھی ایسے عصبات بعیدہ کو بمقابلہ ذوی الفروض کے حصہ دلایا گیا ہے کہ نہیں اگر دلایا گیا تو کس کتاب سے ثابت ہے **سابعاً** اس استفتا کے مفتیان صاحبان کے علم میں کبھی ایسے عصبات بعیدہ ممی پر دادا کے بھائی کی اولاد یا سر دادا کی عم کی اولاد یا انسے بھی عالی کسی جد کی اولاد کو بحالت موجودگی ذوی الفروض نسبی کے حصہ ملا ہے کہ نہیں اگر ملا ہے تو کب کس خاندان میں **ثامناً** اگر کسی قصبہ یا شہر میں رواج یہ ہے کہ بصورت عدم موجودگی عصبات قسم اول و دوم و سوم کے منجملہ قسم چہارم جد کی اولاد تک بمقابلہ ذوی الفروض کے حصہ دیا جاتا ہے اب الجد یا جد الجد یا اس سے بھی عالی کسی جد کی اولاد کو حصہ نہیں دیا جاتا بلکہ ذوی الفروض پر رد ہو جاتا ہے تو یہ رواج قابل عمل درآمد ولائق لحاظ ہے کہ نہیں بینوا توجروا

الجواب

جواب سوال اول

ماخذ اسکا کلام اللہ عزوجل و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے قال اللہ تبارک و تعالٰی

واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتب اللہ ان اللہ بکل شیئ علیم ؕ

حدیث اول عبد بن حمید و ابن جریر اپنی تفسیر میں قتادہ سے راوی ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ

قال فی خطبۃ الاٰن الاٰیۃ التی ختم بہا سورۃ الانفال انزلہا فی اولی الارحام بعضہم اولٰی ببعض فی کتاب اللّٰہ ماجرت بہ الرحم من العصبۃ ھذا مختصر۔ **حدیث دوم** احمد وبخاری ومسلم وترمذی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الحقوا الفرائض باھلہا فما بقی فھو لاولٰی رجل ذکر۔ **حدیث سوم** صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن مومن الا وانا اولٰی بہ فی الدنیا والاٰخرۃ فاقرؤا ان شئتم النبی اولٰی بالمومنین من انفسہم فایما مومن مات وترک مالا فلورثتہ وعصبتہ من کانوا ومن ترک دینا اوضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ والحدیث عند الشیخین واحمد والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عنہ بنحوہ۔ **حدیث چہارم** احمد وابوداؤد ونسائی ابن ماجہ بیہقی بسند صحیح بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مااحرز الولد اوالوالد فھو لعصبتہ من کان۔ **حدیث پنجم** عبدالرزاق اپنی مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی سے راوی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کل نسب توصل علیہ فی الاسلام فھو وارث موروث۔ **حدیث ششم** سنن بیہقی میں ہے عن جریر عن المغیرۃ عن اصحابہ قال کان علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اصحابہ [illegible] المجید واذا سہم اعطوا القرابۃ وما قرب اوبعد اذا کان رحما فلہ المال اذا لم یوجد غیرہ ھذا مختصر آیۃ کریمہ نے رشتہ داروں کو مطلق رکھا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمادی کہ آیت میں ہر عصبہ نسبی داخل سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث سوم وچہارم میں صاف تعمیم فرمائی کہ عصبہ وارث ہے کوئی ہو حدیث پنجم میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اسلام میں نسب جہاں جاکر ملے موجب وارثت ہے حدیث ششم میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ارشاد کہ رشتہ دار پاس کا ہو یا دور کا جب اور نہ ہو تو سب مال اوسی کا ہے ان ارشادات سامنے تو تمام قریب وبعید کے عصبات نسبی کو دائرۂ توریث

میں داخل فرمایا اور حدیث دوم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد اقدس نے کہ جو اہل فرائض سے بچے وہ قریب تر مرد کے لئے ہے ترتیب الاقرب فالاقرب کا حکم بتایا لاجرم بلحاظ قرب اتصال یہ اقسام اربعہ منتظم ہوئیں۔

جواب سوال دوم

ہرگز ناممکن نہیں بلکہ بارہا واقع ہوا اور خود زمانہ رسالت میں ہوا اور اب واقع ہے اور عادۃً واقع ہوتا رہیگا **اولاً** فرض کیجئے مجوس وہنود و نصاریٰ یہود و غیرہم کفار کی اقوام سے ایک شخص مسلمان ہوا اور اسکے باقی رشتہ دار اپنے کفر پر ہیں انہیں انکا عصبہ نسبی کون ہے کوئی نہیں قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم رواہ الشیخان عن اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما **ثانیاً** ایک کافرہ حاملہ مسلمان ہوئی اور ایام اسلام میں بچہ پیدا ہوا یا اسکے چھوٹے بچے جو زمانہ کفر ہی میں پیدا ہوئے تھے بحکم الولد یتبع خیر الابوین دینا مسلمان قرار پائے ان بچوں کا کوئی قریب نسبی اُنکا عصبہ نہیں **ثالثاً** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں للعاھر الحجر زانی کے لئے پتھر۔ تو ولد الزنا کا نہ کوئی باپ نہ کوئی عصبہ نسبی لہذا ایک عورت کے دو بچے کہ زنا سے ہوں اگرچہ ایک مرد سے ہوں باہم ولد الام کی میراث پاتے ہیں نہ بنی الاعیان کی کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار **رابعاً** زن وشو نے لعان کیا بچہ بے عصبۂ نسبی رہگیا لانہ ایضا لااب لہ کما فی الدر ایضا **خامساً** دار الحرب سے کچھ کفار مقید ہوکر آئے امیر المومنین نے غانمین پر تقسیم فرمادیئے یہ سب کنیز وغلام مسلمان ہوگئے آپس میں نہایت قریب کے رشتہ دار ہیں اور سب مسلم مگر سب مملوک اب انہیں ایک آزاد ہوا باقی اسکے عصبۂ نسبی نہیں کہ رق مانع ارث ہے **سادساً** ایک بچہ سڑک پر پڑا ہوا ملا پرورش کیا گیا اسکا عصبۂ نسبی کسے کہا جائے اسیطرح اور بعض صور بھی ممکن ان میں بعض صورتیں علم عدم کی ہیں جیسے ولد زنا و لعان بعض عدم علم کی جیسے لقیط اور مقصود اس سے بھی حاصل کہ توریث بے علم ناممکن لاجرم ذوی الارحام وغیرہ مدارج تحتانیہ کی طرف رجوع ہوگی ہمارے زمانے میں زوجین پر بھی رد ہوتا ہے کما نصوا علیہ۔ اب سوال سوم خود مندفع ہوگیا اور حاجت جواب نہیں

تنبیہ ان صور کے سوا ایک صورت نادرہ اور ہے کہ وہ بھی ایکبار واقع ہوئی اور ممکن تو بے شمار بار ہے یعنی بچے کا بن باپ کے پیدا ہونا۔ سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ابتک کوئی عصبہ نسبی نہیں یہانتک کہ بعد نزول اُن کے اولاد ذکور پیدا ہوں۔ اب رہا زمانہ رسالت میں وقوع اسکے لئے حدیثیں سنئے **حدیث ہفتم** سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے ان مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مات وترک شیئا ولم یدع ولدا ولا حمیما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطوا میراثہ من اھل قریتہ **حدیث ہشتم** مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان وردان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقع من عذق نخلۃ فمات فاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمیراثہ فقال انظروا لہ ذا قرابۃ قالوا مالہ ذو قرابۃ قال فانظروا ھم شھریا لہ فاعطوہ میراثہ یعنی بلدیا لہ ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غلام آزاد شدہ نے انتقال فرمایا ان کے نہ اولاد تھی نہ کوئی قرابت دار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا ترکہ انکے ایک ہم وطن کو عطا فرمادیا۔ علماء فرماتے ہیں یہ عطا فرمانا بطور تصدق تھا نہ بطور توریث اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذریعۂ ولائے عتاقہ وارث نہوئے کہ انبیاء کرام نہ کسیکے وارث ہوں نہ کوئی انکا وارث مال ہو علیہم الصلوٰۃ والسلام

جواب سوال چہارم

شرع مطہر میں کہیں ایسا حکم نہیں نہ ترک دعوی اگرچہ باوصف علم وفات مورث وعلم مسائل شرعیہ بالقصد بلکہ بالتصریح ہو موجب حرمان اشباہ میں ہے لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ غمز العیون میں ہے لو مات عن ابنین فقال احدھما ترکت نصیبی من المیراث لم یبطل لانہ لازم لا یترک بالترک بلکہ شرع مطہر میں حکم ہے اگر کچھ لوگ قاضی کے پاس حاضر آئیں اور کسی جائداد غیر منقولہ کی نسبت ظاہر کریں کہ انکے فلاں مورث سے ترکہ میں اونھیں پہنچی اور اسکی تقسیم چاہیں تو قاضی صرف ان کے بیان

پر اُسکی تقسیم نکرے جبتک بینہ سے ثابت نکریں کہ مورث مر گیا اور اتنے وارث چھوڑے فی الدر المختار عقار یدعون انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرھنوا علی موتہ وعدد ورثتہ اور مال منقول کو اگرچہ تقسیم کردیگا مگر کاغذ قسمت میں لکھدیگا کہ یہ صرف انکے بیان پر تقسیم کیا گیا فی الھندیۃ یذکر القاضی فی صک القسمۃ باقرارھم اس سوال کاجواب تو یہ ہے مگراسکو مانحن فیہ یعنی توریث عصبہ بعیدہ قسم چہارم پر ورود نہیں کما ستعرفہ انشاء اللہ تعالٰی۔

جواب سوال پنجم

اولاً مجرد کسیکے زبانی ادعا پر کہ میں فلاں کا نسیب ہوں توریث نہیں ہوسکتی اسکے لئے ثبوت شرعی چاہیئے **ثانیاً** استحقاق ارث عصوبت صرف نسیب ہونے پر متبنی نہیں بلکہ شرع میں اسکے لئے ترتیب ہے جبتک ثابت نہو کہ اوس ترتیب کی رو سے یہی مستحق یا یہ بھی مستحق ہے ترکہ نہیں دیا جاسکتا یہاں عدم علم عدم حکم میں مثل علم عدم کے ہے ولہذا چند شخص ایک معرکہ میں مقتول یا ایک واقعہ میں غریق یا حریق ہوں اور انکی موت کا تقدم تاخر نہ معلوم ہو تو نہ باپ بیٹے کا ترکہ پائیگا نہ بیٹا باپ کا ہر ایک کے ورثہ احیا وارث ہونگے وبس جب کسی سید کا انتقال ہو تو جہانتک اسکا سلسلۂ نسب معلوم ہے اسکے آباء و آباء آباء الاقرب فالاقرب کی اولاد ذکور الاقرب فالاقرب تلاش کرینگے جو اقرب ثابت ہوگا وہی عصبہ ٹھہرائینگے اگرچہ بیس پشت پر اس سے ملتا ہو اور سلسلہ معلومہ میں اولاد ذکور سے کوئی معلوم نہیں تو تمام جہان کے سادات کرام کو عصبہ ٹھہرانا محال کہ ان میں یقیناً بعض بعض سے اقرب ہیں اور ایک معین کو جزافاً عصبہ اقرب کہدینا محال کہ ترجیح بلا مرجح وحکم بلا دلیل ہے اور جب کیکی عصوبت ثابت نہیں کیکا استحقاق ثابت نہیں تو اُن میں کوئی شخص کیونکر ترکہ پاسکتا ہے یا قاضی اسے دلا سکتا ہے علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شریفیہ میں فرماتے ہیں لنا ان سبب استحقاق کل منھما میراث صاحبہ غیر معلوم یقینا ولما لم یتیقن بالسبب لم یثبت الاستحقاق اذ لا یتصور ثبوتہ بالشک

جواب سوال ششم

اس مبحث میں بمقابلۂ ذوی الفروض کی قید زائد وضائع ہے کلام اسی عصوبت بعیدہ کے ترکہ پانے میں ہے وہ زمانۂ صحابۂ کرام بلکہ زمانۂ اقدس سید انام علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام میں واقع ہوا **حدیث نہم** عبدالرزاق اپنی مصنف میں اور ابن جریر وبیہقی ضحاک بن قیس سے راوی انہ کان طاعون بالشام فکانت القبیلۃ تموت باسرھا حتی ترثھا القبیلۃ الاخرٰی الحدیث یعنی زمانہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ملک شام میں طاعون واقع ہوا کہ سارا قبیلہ مرجاتا یہاں تک کہ دوسرا قبیلہ اس کا وارث ہوتا **حدیث دہم** ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف اور امام ابوداؤد سنن میں حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل فقال ان عندی میراث رجل من الازد ولست اجد ازدیا ادفعہ الیہ قال فاذھب فالتمس ازدیا حولا قال فاتاہ بعد الحول فقال یارسول اللہ لم اجد ازدیا ادفعہ الیہ قال فانطلق فانظر اول خزاعی تلقاہ فادفعہ الیہ فلما ولی قال علی الرجل فلما جاءہ قال انظر کبر خزاعۃ فادفعہ الیہ ولفظ ابن ابی شیبۃ قال فاذھب فادفعہ الی اکبر خزاعۃ یعنی ایک صاحب نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی میرے پاس ایک ازدی یعنی قبیلۂ بنی ازد سے ایک شخص کا ترکہ ہے اور مجھے کوئی ازدی نہیں ملتا جسے دوں فرمایا سال بھر تک کوئی ازدی تلاش کرو۔ ایک سال کے بعد حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ میں نے کوئی ازدی نہ پایا فرمایا تو بنی خزاعہ میں جو شخص سب سے زیادہ جد اعلٰی سے قریب ہو اُسے دے دے۔ بنی ازد بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے جب میت کے قبیلہ اقرب کا کوئی نہ ملا تو ترکہ نے قبیلہ اعلٰی کی طرف رجوع کی اب کون بتاسکتا ہے کہ یہ میت اس اکبر خزاعی سے کہ اس کا عصبہ ٹھہرا کس قدر پشتہا پشت کے فصل پر جاکر ملتا ہوگا۔ اس حدیث سے وہ تلاش کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا جس کا سوال چہارم میں استفسار تھا

جواب سوال ہفتم

ان حدیثوں کے بعد اگرچہ نہ اس سوال کا محل نہ اس کے جواب کی حاجت مگر استفسار[1] پر کہا جاتا ہے کہ ہاں بارہا فقیر کے یہاں سے ایسی عصو بات بعیدہ کو ترکہ دلایا گیا ہے کئی کئی روز سائلوں نے کہا اس کا کوئی عصبہ نہ رہا کوئی نہ تھا کوئی نہیں اور ان پر بار بار تحقیق و تفتیش کی تاکید کی گئی اور بالآخر پتا لگا کر لائے کہ پردادا یا پردادا کے باپ کی اولاد کا فلاں مرد فلاں جگہ باقی ہے فقیر نے پندرہ سولہ سال سے تقسیم ترکہ کے مسائل اپنے اصحاب و احباب کے متعلق کر دیئے ہیں اور نادراً جو خود لکھنا ہوتا ہے اپنے مجموعہ فتاوی میں ان کی نقل نہیں رکھتا مگر جب کسی فائدہ نفیسہ پر مشتمل ہو لہذا ان سب وقائع کا پتہ نہیں دے سکتا ہاں ابھی اسی شعبان[1] میں اسی شہر کا ایک مسئلہ لکھا گیا

حاشیہ [1] بعدہ ۹ صفر ۱۳۱۹ھ کو اسی بریلی کے مسلمان حلوائیوں کا ایک مناسخہ آیا جس میں احمد بخش نامی ایک شخص کا ترکہ کہ اس کی زوجہ و ہمشیرہ سے بچا بلاقی و انعام اللہ نے پایا کہ احمد بخش کے پردادا کے چچا کے پوتے کے پوتے ہیں ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے یہاں ذی فرض نسبی بھی موجود ہے پھر احمد بخش کی پھوپھی سراجن مری وہی دو عصبے اس کے بھی وارث ہوئے وہ اس کے دادا کے چچا کے پرپوتے کے بیٹے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ اس تحقیق کا نتیجہ ہے جو بیان کی جاتی ہے۔

نور محمد
زید　غلام غوث
صلابت　لال محمد　فیض اللہ
محمو　محمد بخش
سعد اللہ　عطار اللہ　احمد بخش
انعام اللہ　بلاقی

جس میں قاضی زادوں کے خاندان سے ایک عورت کے پردادا کا پرپوتا اوسکا وارث ہوا ثواب الخیر بنت رعایت علی بن قاضی رحمت علی بن قاضی مولوی شیخ الاسلام کا ترکہ فرزند علی بن محمد علی بن قاضی بدر الاسلام بن قاضی مولوی شیخ الاسلام کو ملا۔ فرائض نویسان زمانہ دریافت نہیں کرتے سائلوں جاہلوں کے تبلانے پر قناعت کرتے ہیں وہ کیا جانیں کس کس کو ترکہ پہنچتا ہے لاجرم بلاوجہ حق تلفیاں ہوتی ہیں اگر تفتیش کامل کی عادت ہوتی تو آج ایسی توریثیں اچنبھا نہ معلوم ہوتیں۔ سچ ہے جو وارد ہوا حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی تعلموا الفرائض وعلموہ الناس فانہ لنصف العلم وھو ینسی وھو اول علم ینزع من امتی فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ وہ نصف علم ہے اور وہ بھولا جاتا ہے اور پہلا علم ہے جو میری امت سے نکل جائیگا رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

جواب سوال ہشتم

یہ رواج باطل ومردود ونامعتبر ہے کہ صراحۃً مخالف شرع مطہر ہے کوئی رواج نص کے خلاف معتبر نہیں ہوسکتا ورنہ ربا وزنا وشراب ورباب کا رواج اس سے بدرجہا زائد ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرمائیں فلاولی رجل ذکر جو فرائض مقدرہ دلاکر باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو بہ نسبت دیگر اقارب کے میت سے قریب تر ہے۔ ایسے مرد کے ہوتے ہوئے جو رد کیا جائیگا صراحۃً حق تلفی وظلم العیاذ اور الیسا رد خود واجب الرد ہوگا یہ رواج نہ صرف حدیث بلکہ اجماع امت کے خلاف ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی قد اجمعوا علی ان ما بقی بعد الفرائض فھو للعصبات یقدم الاقرب فالاقرب واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ از دیگر شریف ضلع ہردوئی مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کی زوجہ اولی سے ایک پسر اور ایک دختر تابعد فوت زوجہ اولی خالد نے عقد ثانی کیا اس سے بھی اولاد ہے اب خالد

نے اولاد زوجہ اولیٰ کو مکان سے نکال دیا اور جملہ حقوق سے محروم کیا اور ذمہ خالد کے مہر زوجۂ اولیٰ کا واجب الادا ہے پس اس صورت میں اولاد زوجہ اولیٰ مستحق پانے مہر وغیرہ مادر متوفیہ اپنے کے خالد سے از روئے شرع شریف ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

مہر جبکہ کل یا بعض ذمۂ شوہر واجب الادا ہو اور عورت نے ابرا و معافی معتبر شرعی مرجائے تو وہ مثل دیگر دیون واموال متروکۂ زن ہوتا ہے اگر شوہر بعد کو زندہ رہے تو وہ خود بھی اس سے اپنا حصۂ شرعی حسب شرائط مقررۂ علم فرائض پاتا ہے جبکہ عورت کا ترکہ قابل تقسیم ورثہ ہو یعنی عورت پر کوئی دین ایسا نہ ہو جو اسکے تمام متروکہ نقد و دین و جائداد کو محیط و مستغرق ہو ورنہ شوہر خواہ کوئی وارث بذریعہ وراثت مہر خواہ دیگر متروکہ سے کچھ پانے کے مستحق نہ ہونگے سب ادائے دین مورثہ میں صرف کیا جائیگا لقولہ تعالیٰ من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین پس صورت مستفسرہ میں زوجہ اولیٰ پر اگر ایسا دین تھا تو کل مہر جسقدر ذمۂ خالد واجب الادا ہے اس سے وصول کرکے زن متوفاہ کے قرضخواہوں کو دین اور اگر ایسا نہیں تو جسقدر دین غیر محیط عورت پر ہو اسکے کل متروکہ مہر وغیرہ سے ادا کرکے باقی کے ثلث میں اسکی وصیت اگر اس نے کی ہو نافذ کرکے باقی کا ایک ربع خالد پر سے ساقط کریں کہ یہ خود اسکا حصہ ہوا اور تین ربع دیگر وارثان زن کو دیں خواہ یہی پسر و دختر ہوں یا ان کے ساتھ اور بھی مثل مادر و پدر زن یا اسکے جد صحیح وجدہ صحیحہ علیٰ تفصیلہ الفرائض الله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ

از مہیڑی متصل مسجد لب سڑک مرسلہ مولوی مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کھنڈ ۱۳ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بی بی فوت ہوئی اور اس کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو اس سے تھے وہ بھی فوت ہوگئے۔ اب متوفیہ کے باپ کی جائداد متروکہ میں سے جو اسکے بھائی اور ماں کے قبضہ میں ہے متوفیہ کے شوہر کو از روئے شرع شریف حصہ مل سکتا ہے یا نہیں اگر مل سکتا ہے تو کس حساب سے اور متوفیہ کے ماں اور بھائی اسکے شوہر سے اگر اس نے معاف نہ کیا ہو زر مہر پانے کے مستحق ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ہندہ یعنی زن متوفاۃ کا بھائی اسکے مہر وغیرہ متروکہ سے کسی شئی کا مستحق نہیں اور لیلیٰ یعنی مادر ہندہ ضرور اپنا حصۂ مہر شوہر ہندہ سے پانے کی مستحق ہے یوہیں زید یعنی شوہر ہندہ اپنا حصہ ہندہ کے اس ترکہ سے جو اُس نے متروکہ پدری سے پایا مادر و برادر ہندہ سے لینے کا استحقاق رکھتا ہے باقی رہا یہ کہ لیلیٰ کا مہر اور زید کا اوس ترکہ میں کتنا حق ہے اسکی تعیین تفصیل ورثۂ ہندہ پر موقوف تھی سائل نے کچھ نہ بتایا کہ عمرو وسلمیٰ یعنی پسر و دختر ہندہ کی شادیاں ہوئی تھیں یا نہیں اون کے بعد عمرو کی زوجہ یا سلمیٰ کا شوہر یا کسیکی کچھ اولاد رہی یا نہیں اگر رہی تو صرف از قسم اناث تھی یا کیا بر تقدیر اول ایک دختر تھی یا متعدد دہمراں وارثان عمرو وسلمیٰ میں اگر تھے کسی ایسے کا انتقال ہوا یا نہیں جسکے موت سے لیلیٰ کا حصہ بڑھے۔ ہوا تو کتنوں کا۔ کس ترتیب سے۔ کیا کیا وارث چھوڑے۔ ان صور کے اختلاف سے زید ولیلیٰ کے استحقاق میں یہ اختلاف پڑیگا کہ اونمیں ہر ایک۔ ترکۂ عمرو وسلمیٰ سے کبھی سدس پائیگا کبھی کم کبھی زائد اور بعض صورتوں میں زید کے لئے پانچ سدس ہونگے لہذا تعیین نہیں کی جاسکتی کہ زید ولیلیٰ ترکہ و مہر ہندہ سے کس کس قدر کے مستحق ہوتے۔ اجمالاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہندہ کو جو کچھ ترکۂ پدری سے ملا یا زیور و مہر وغیرہ یا جو کچھ اسکا ذاتی تھا بر تقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دین و وصیت چھتیس (۳۶) سہام ہو کر نو (۹) سہم زید اور چھ (۶) لیلیٰ اور چودہ عمرو اور سات سلمیٰ کو ملیں گے اور جو کچھ عمرو وسلمیٰ کو ملا وہ اون کے ورثہ پر تقسیم ہوگا جنمیں زید ولیلیٰ بھی ضرور مستحق یا صرف یہی دونوں مستحق ہونگے بہر حال وہ چہارم کہ زید نے ترکۂ ہندہ سے پلئے اور جو جو حصہ اوسے ترکۂ عمرو وسلمیٰ سے ملا اسکے مجموع کا مطالبہ وہ اُس ترکۂ ہندہ سے کرسکتا ہے جو قبضۂ مادر و برادر ہندہ میں ہے اور وہ چھٹا حصہ کہ لیلیٰ نے مہر ہندہ سے پایا اور جو جو کچھ اوسے حصہ عمرو وسلمیٰ سے پہونچا منجملۂ مہر اس مجموع کا مطالبہ لیلیٰ زید سے کرسکتی ہے اگر صورت یہ ہو کہ عمرو وسلمیٰ نے سوا زید ولیلیٰ کے کوئی وارث نچھوڑا ہو تو کل متروکۂ ہندہ مہر وغیرہ سب بہتر (۷۲) سہام ہو کر انیس (۱۹) سہم لیلیٰ اور ترپن (۵۳) زید کو ملینگے اس صورت میں زید مادر و برادر ہندہ سے منجملہ حصہ ہندہ از ترکہ پدری $\frac{53}{72}$ لینے کا مستحق ہے اور لیلیٰ منجملۂ مہر زید سے $\frac{19}{72}$ کما لایخفی علی من یعرف التخریج

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین پسر دو دختر ایک زوجہ تھی زوجہ نے انتقال کیا عمرو پسر کلاں نے کہ ماں اوسکے ساتھ رہتی تھی بے اذن زید بطور خود اپنی والدہ کی تجہیز و تکفین کی جب زید کا وقت انتقال قریب آیا اس نے تیس روپیہ قرض لیکر اپنے منجھلے پسر بکر کو کہ زید اسکے ساتھ رہتا تھا دیئے کہ کفن و دفن میں اوٹھانا اب تقسیم جائداد زید پر منازعت ہے عمرو کہتا ہے والد نے تیس روپئے اپنی تجہیز کیلئے بکر کو دیئے تھے میں نے والدہ کی تجہیز تکفین کی اسکے تیس روپیہ میں ترکہ والدہ سے لوں گا خالد پسر خورد کہتا ہے والد نے اور بھائیوں کی شادی خود کی میری شادی نہ ہوئی اسکا صرف علاوہ حصہ شرعیہ کے ترکہ والد سے مجھکو ملے اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور پسر کلاں و خورد کے یہ دونوں دعویٰ قابل سماعت ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں دعوی باطل و نا قابل سماعت ہیں عورت کی تجہیز و تکفین اگرچہ مذہب مفتی بہ میں مطلقاً ذمہ شوہر لازم ہے تو بکر نے اپنے باپ کا واجب ادا کیا مگر جب کہ یہ فعل اسکا بطور خود بے اذن پدر تھا تو وہ اسکی طرف سے تبرع یعنی احسان اور ایک نیک سلوک ٹھہریگا جسکا معاوضہ پانیکا وہ یا ماں یا باپ کسی کے ترکہ سے استحقاق نہیں رکھتا تنویر الابصار میں ہے اختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنها علیه وان ترکت مالا ردالمحتار میں ہے لوکفنه الحاضر من ماله لیرجع علی الغائب منهم بحصته فلارجوع له ان انفق بلا اذن القاضی حاوی الزاهدی واستنبط منه الخیر الرملی انه لوکفن الزوجة غیر زوجها بلا اذنه ولا اذن القاضی فهو متبرع اسیطرح شادی کا صرف مانگنا محض بے معنی ہے جبکی شرع مطہر میں کچھ اصل نہیں مصارف شادی زید پر دین نہ تھے کہ اسکے ترکہ سے لئے جائیں کما لایخفی علی احد ممن له مساس بالعلم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ ربیع الاول شریف سنہ ۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمدی بیگم فوت ہوئی ایک بہن کی دو دختر زینب وسکینہ اور دوسری بہن کے دو پسر ایک دختر خالد ولید ہندہ اور بھائی کی ایک دختر ہاجرہ وارث چھوڑے یہ سب بہن بھائی حقیقی تھے تو ترکہ محمدی بیگم کا ان پر کس طور سے تقسیم ہوگا بینوا توجروا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت ترکہ محمدی بیگم کا اونچاس سہام پر منقسم ہو کر چودہ۱۴ سہم ہاجرہ اور پانچ پانچ زینب وسکینہ وہندہ اور دس دس خالد وولید کو ملینگے واللہ تعالٰی اعلم صورۃ القسمۃ ھکذا

مسئلہ ۷ × ۷ ۴۹ — محمدی بیگم

اخ — اخت — اخت

ہے کاختین لتعدد فروعہا — ہے کثلث لذلک

بنت — بنت بنت — ابن ابن بنت

ہاجرہ — زینب سکینہ — خالد ولید ہندہ

۱۴/۲ — ۵ ۵ — ۱۰ ۱۰ ۵

مسئلہ

از ملک بنگالہ ضلع بردوان ڈاک خانہ گدا موضع کدمیہ مرسلہ محمد مسلم صاحب ۲۸ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت فوت ہوئی اوسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے زوج البنت واخت الزوج وابن عم الزوج کے آیا انھیں کو ملیگا بطور وراثت یا بطور استحقاق بیت المال اس زمانہ میں بیت المال نہیں ایسا مال مہتمم مدرسہ کو دیا جائے کہ وہ حوائج مدرسہ میں خرچ کرے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ میت کا کوئی وارث شرعی موصی لہ بجمیع المال تک نہ ہو تو جو کچھ اسکی تجہیز و تکفین و ادائے دیون سے بچے فقرائے بیکس و بے قدرت عاجزین مسلمین کو دیا جائے۔ ان تین شخصوں میں اگر کوئی اسطرح کا ہو تو اسے دیں اور اگر داماد فقیر عاجز ہو تو وہ مستحق تر ہے اسے دینا انسب ہے کہ وہ سب سے زیادہ عورت کا قریب ہے داماد محرم و مانند پسر ہوتا ہے۔ اس مال کا مہتمم مدرسہ کو ایسے خرچ مدرسہ کیلئے دینا جو مصرف مذکور سے جدا ہو عامۂ کتب کے خلاف ہے درمختار میں ہے بیوت المال اربعة (الی قولہ) ورابعھا الضوائع مثل مالا ؛ یکون لہ اناس وارثونا ؛ ثم قال ورابعھا فمصرفہ جہات ؛ تساوی النفع فیھا المسلمونا ؛ قال فی ردالمحتار لکنہ مخالف لما فی الھدایۃ والزیلعی فان الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب ان الذی یصرف فی مصالح المسلمین ھو الثالث اما الرابع فمصرفہ اللقیط الفقیر و الفقراء الذین لا اولیاء لھم کما فی الزیلعی وغیرھا عامۃ الکتب اھ مختصرا وتمام تحقیقہ البازغ فیما علقنا علیہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ بکر نے انتقال کیا اور اپنی ملکیت سے دو مکان زنانے اور ایک مردانہ اور ایک کھپریل بقیمت مبلغ ۳ اور ایک درخت نیب بقیمت مبلغ آٹھ روپئے کا چھوڑا۔ زید اور عمرو مکانات مذکور پر بتقسیم مساوی کہ ایک مکان خاص زید کا اور ایک خاص عمرو کا اور نشست گاہ اور کھپریل اور درخت نیب مشترک قابض ہوئے زید نے خاص اپنا کہ جسمیں صرف دو کوٹھے تھے فروخت کر دیا۔ بعد چند روز کے فوت ہو گیا اولاد زید کی عرصہ تیس ۳۰ برس تک مکانات مشترکہ اور درخت نیب و کھپریل پر قابض رہی اور سکونت بھی مکان خاص عمرو میں اپنے چچا کے پاس رہے۔ قضارا عمرو اور اولاد زید میں نااتفاقی ہوئی اولاد زید نے جدا ہو کر دوسری جگہ سکونت اختیار کی بعد چند روز کے عمرو بھی فوت ہو گیا تب اولاد عمرو نے وہ سب مکانات اور درخت نیب تین حصہ مساوی پر آپس میں

تقسیم کرلیا۔ اولاد زید کو کچھ آیا بوجہ جدا ہو جانے اور قبضہ چھوڑ دینے کے اولاد زید کا حق نہ رہا

الجواب

نہ جدا ہو جانے سے حق ساقط ہو سکتا ہے نہ قبضہ چھوڑ دینے سے نشستگاہ اور کھپریل اور درخت میں نصف اولاد زید کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ہندہ فوت ہوئی اور زینب اخت عینی اور زید پسر ہمشیرہ اور عمرو پسر برادر حقیقی اور خالد برادر علاتی اور شوہر وارث چھوڑے پس ترکہ کسطرح ہوگی بینوا توجروا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم امور متقدمہ علی المیراث کالدین والوصیۃ ترکہ ہندہ کا دو سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم شوہر اور ایک حقیقی خواہر کو ملیگا باقی کوئی کچھ نہ پائیگا بھانجا تو ذوی الارحام سے ہے اور بھتیجا بھائی کے ہوتے محروم بھائی عصبہ تھا اہل فرائض یعنی شوہر و خواہر سے جو بچتا لیتا مگر ان سے کچھ باقی بچا ہی نہیں لہذا اسے کچھ نہ پہنچا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از الہ آباد کچہری دیوانی مرسلہ شیخ رضی الدین صاحب وکیل ۱۴ محرم ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین فرقہ سنت و جماعت بیچ اس مسئلہ کے۔ کہ شیخ معین الدین نے انتقال کیا اور سماۃ مینا بی بی ایک زوجہ لاولد اور سماۃ عائشہ بی بی ایک خالہ علاتی یعنی نانا کی دختر دوسری ماں سے جو متوفی کی حقیقی نانی نہ تھی اور سماۃ مصری بی بی ایک خالہ عینی کے تین پسر اور ایک دختر اور سماۃ برکت النساء بی بی دختر عم حقیقی متوفی کو چھوڑا اور بعد فوت شیخ معین الدین مذکور کے سماۃ برکت النساء بی بی بھی تین پسر و تین دختر چھوڑ کر فوت کر گئی پس ایسی صورت میں املاک متروکہ شیخ معین الدین متوفی از روئے شرع شریف حنفی کے کسکو کسکو کس قدر پہونچے وسیگا فتوی بحوالہ عبارت کتاب کے ارقام و مرحمت فرمایا جاوے بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں برتقدیر عدم موانع ارث وارث آخر وتقدیم مہر ودیون ووصایا ترکہ شیخ معین الدین کا چار سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم زوجہ اور تین سہم عالیہ کو ملیں گے اور مصری کی اولاد یا برکت النساء کیلئے کچھ نہیں۔ شرعاً ذوی الارحام کے ہر صنف بلکہ عصبات کی بھی ہر نوع میں یہ حکم عام ہے کہ قرب درجہ مطلقاً موجب ترجیح ہے ایک صنف کے ذوی الارحام یا ایک نوع کے عصبات میں جسے میت تک انتساب میں وسائط کم ہوں گے وہ کثیر الوسائط پر ہمیشہ مقدم رہیگا اگرچہ دوسرا قوت قرابت یا ولدیت عصبہ رکھتا ہو مثلاً برادر علاتی ابن الاخ عینی سے مقدم ہے اور بنت خالہ ابن ابن العمہ پر مرجح ہے وھکذا شریفیہ میں ہے اولٰھم بالمیراث اقربھم الی المیت من ای جھۃ کان ای سواء کان الاقرب من جھۃ الاب او من غیر جھتہ فاولاد العمۃ اولٰی من اولاد اولاد الخالۃ وبالعکس لوجود الاقربیۃ مع اختلاف الجھۃ اھ مختصرا

درمختار میں ہے یقدم الاقرب فی کل صنف اور شک نہیں کہ خالہ بنت العم سے اقرب ہے خالہ کے معنی ہیں خواہر[1] مادر[2] میت اور بنت عم کے معنی دختر[1] برادر[2] پدر[3] میت ولہذا بنت العم ابن الخالہ یا بنت الخالہ پر مقدم نہیں ہوتی دونوں ایک درجے میں رکھی جاتی ہیں حل المشکلات علامہ القروی میں ہے من مات وترک بنت عم لابوین وابن خال لاب او لام فالمال بین الفریقین اثلاثا ثلثا المال للبنت لانھا من جانب الاب وثلثہ للابن لانہ من جانب الام اور جب بنت العم اولاد خالہ سے مساوی الدرجہ ہوئی تو خالہ سے بالبداہتہ نیچے درجے میں ہوئی اور جب بنت العم نے بوجہ ولدیت عصبہ اولاد خالہ پر ترجیح نپائی کہ خیر قرابت مختلف ہے تو خالہ کے ہوتے اسکی ولدیت عصبہ بدرجۂ اولٰی ساقط الاعتبار ٹھہری سراجیہ وشریفیہ میں ہے ان استووا فی القرب ولکن اختلف حیز قرابتھم بان کان بعضھم من جانب الاب وبعضھم من جانب الام فلا اعتبار ھٰھنا لقوۃ القرابۃ ولا لولد العصبۃ فی ظاھر الروایۃ فبنت العم لاب وام لیست اولٰی من بنت الخالۃ لعدم اعتبار کون بنت العم ولد العصبۃ اھ باختصار بالجملہ خالہ اگر علاتیہ صنف رابع میں ہے اور بنت العم حکماً اولاد صنف رابع کے مثل ہے حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے

حکم بنات الاعمام حکم اولاد الصنف الرابع اور صنف رابع اولاد صنف رابع پر بالاجماع مقدم ومرجح ہے کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ فیض رسان دام ظلہم بعد تسلیم کے عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور ایک نواسے کو بیٹا بنایا ہے اب وہ شخص اپنی حیات میں اپنا مال واسباب تقسیم کرنا چاہتا ہے اور یہ دریافت کرتا ہے کہ نواسے کو مثل بیٹے کے جو اسباب وغیرہ تقسیم کرکے دوں تو اسکا مواخذہ میرے ذمے تو نہ ہوگا کہ بیٹی کے مقابلے میں نواسے کو بھی مثل بیٹے کے حصہ دیا ہے اسکا فتوی صحیح طور پر مہر لگا کر مرحمت فرمائیے گا تاکہ اس پر عمل کیا جائے کمترین بندہ محمد عبدالصبور

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مہر وغیرہ دین جو کچھ ادا کرکے جو باقی بچے تین حصے برابر کردیجئے ایک پسر ایک دختر ایک نواسے کو اسمیں کوئی مواخذہ یا کسیکی حق تلفی نہو گی۔ زندگی میں جو اولاد پر تقسیم کی جائے اسمیں بیٹیا۔ بیٹی دونوں برابر رکھے جاتے ہیں اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از فیروزپور مرسلہ مولوی غلام صدیق نائب مدرس مدرسہ شاہی ضلع بریلی ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ کو قابل نکاح سمجھکر اپنے نکاح میں لایا اور ہم بستر ہوا یہانتک کہ ہندہ کو حمل رہا اسکے بعد زید پر واضح ہوا کہ ہندہ نے دھوکا دیا وہ عمرو کی منکوحہ ہے زید نے فورًا اوسے اپنے یہاں سے نکال دیا ہندہ نے اپنے شوہر عمرو کو کچھ دے دلاکر طلاق لی اور بعد تین مہینے گزرنے کے پھر زید کے پاس آئی زید نے اب اسے رکھ لیا اور حمل مذکور سے لڑکا بھی پیدا ہولیا تھا مگر اب بعد طلاق اس سے نکاح نہ کیا اسپر لوگ انگشت نما ہوئے زید نے پھر عورت کو نکال دیا اس نے تیسرے شخص سے نکاح کرلیا اب زید کا انتقال ہوا ایک ہی لڑکا جو یقینًا زید کے نطفہ سے ہے اور چار لڑکیاں اور ایک بھائی ایک بھتیجا ایک چچازاد بہن وارث چھوڑے اس صورت میں ترکہ زید کا کس طرح منقسم ہوگا اور یہ لڑکا اسکا وارث ہوگا یا نہیں　بینوا توجروا

صورت مستفسرہ میں یہ لڑکا شرعاً زید کا بیٹا اور اسکا وارث ہے منکوحۂ غیر سے نکاح جبکہ ناکح کو اسکا نکاح غیر میں ہونا معلوم نہ ہو نکاح باطل نہیں بلکہ فاسد ہے فی ردالمحتار عن البحر عن المجتبی اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا قال فی البحر فعلی ہذا یفرق بین فاسدہ و باطلہ فی العدۃ ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرہا اور ایسی صورت میں مذہب مفتی بہ پر حتی الامکان بچہ اسی ناکح ثانی بنکاح فاسد کا قرار پاتا ہے نہ شوہر اول صاحب نکاح صحیح کا فی الدرالمختار غاب عن امراتہ فتزوجت باخر وولدت اولاد ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتملہ الحال فی ردالمحتار قولہ غاب عن امراتہ شامل لما اذا بلغہا موتہ او طلاقہ فاعتدت وتزوجت ثم بان خلافہ ولما اذا ادعت ذلک ثم بان خلافہ اھ ح اھ وفیہ حکم الدخول فی النکاح الموقوف فی الفاسد فیسقط کالاول الحد ویثبت النسب ویجب الاقل من المسمی ومن مہر المثل الخ اور جب شرعاً اُسکا نسب زید سے ثابت اور وہ زید کا بیٹا ہے تو وارث ہونے میں شبہہ کیا ہے حیث لا مانع من الارث پس بر تقدیر عدم وارث آخر و تقدیم دین و وصیت ترکۂ زید چھ سہام پر منقسم ہو کر دو سہم یہ لڑکا اور ایک ایک سہم ہر ایک بیٹی پائیگی اور بھائی بھتیجا بہن کوئی کچھ نہ پائیگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست عثمانپور ضلع بارہ بنکی مرسلہ شیخ محمد عنایت حسین صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

چہ میفرمایند علماء دین اطہر و مفتیان شرح مطہر اندریں مسئلہ کہ مسمی زید سہ پسر دارد بکر عمرو خالد خالد را شخصے لاولد بہ تبنیت گرفت وقائم مقام جائز خود نمود دریں صورت خالد از متروکہ پدری شرعی حصہ ہم خواہد یافت یا محروم الارث خواہد شد فقط

الجواب

پسر خواندہ نہ چہ اینکس را پسر میشود نہ خود بے علاقہ از پدران الحقائق لاتتغیر۔ شرعاً وارث پدر ست نہ اینکس دیگر۔ خواستہ اش حسب خواستہ است کہ وصیت کرد بدست متبنی آمدہ باشی ایں وانثت نیست الا لاوصیۃ لوارث قال اللہ تعالٰی وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الی قولہ تعالٰی ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ الایۃ وقال تعالٰی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین نیست خاصہ تبنّی کسے از موانع ارث ارث پسر از پدر وھذا اظھر من یظھر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تین زوجہ لیلٰے۔ سلمٰی۔ سعاد اور ایک ماموں زاد بھائی عمرو اور ایک خالہ زاد بہن جمیلہ اور ایک پھپی زاد بہن حسینہ چھوڑ کر انتقال کیا اور اسکی زوجہ سلمٰی عمرو کی حقیقی بہن ہے اور دوسری زوجہ سعاد جمیلہ کی حقیقی بہن ہے اس صورت میں ترکہ زید کا کسطرح منقسم ہوگا بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر ہر سہ زوجہ ودیگر دیون ووصایا ترکہ زید بہتر سہم ہو کر اس حساب[1] سے منقسم ہوگا۔

مسئلہ ۴ × ۶ = ۲۴ × ۳ = ۷۲

زوجہ	زوجہ وہی بنت خالہ	زوجہ وہی بنت خالہ	ابن الخال۔	بنت الخالہ	بنت العمۃ
لیلٰے	سلمٰے	سعاد			
۶	فرضاً ۶ / رحماً ۴ — ۱۰	فرضاً ۶ / رحماً ۳ — ۹	عمرو	جمیلہ	حسینہ
			۸	۳	۳۶ واللہ تعالٰی اعلم

[1] اسلئے کہ چار سے ایک تینوں زوجہ پر منکسر ہے اور باقی تین سے دو قرابت پدری اور ایک قرابت مادری کو پہنچا اسمیں دو خال اور دو خالہ ہیں یا ایک ایک خال وخالہ ہوں تو بوجہ تعدد اولاد بجائے دو خال و دو خالہ ہیں بہرحال یہ ایک چھ پر منقسم ہوگا اور سر منکسر ہے تین اور چھ جن پر انکسار ہوا متداخل ہیں اور چھ عدد اکبر ہے تو اسکی ضرب چار میں دی گئی اب قرابت مادری کو چھ ملے جن میں سے چار اولاد خال کے لئے ہیں اور وہ ایک ابن ایک بنت ہے چار تین پر منکسر ہوئے ۲۴ میں پھر ۳ کی ضرب سے بہتر ہوئے۔ ۱۲ منہ

مسئلہ از بشارت گنج بریلی ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لفظ عاق بالعین وآق بالالف کے کیا معنی ہیں ایک کاغذ میں زید کے جانب سے زید کے بیٹے کا عاق ہونا لکھا ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکو زید نے لکھا بھی ہے یا نہیں وہ کاغذ زید کے مرنے کے سوا سو برس بعد ایک شخص پیش کرتا ہے آیا وہ قابل تسلیم ہے یا نہیں اور زید کا لڑکا اس کاغذ کے رو سے عاق ہوگا یا نہیں درصورت عاق ہونے کے بھی آیا ترکہ سے محروم ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

آق ترکی میں سپید کو کہتے ہیں اور عاق عربی میں وہ اولاد کہ ماں یا باپ کو آزار پہونچائے ناحق ناراض کرے کوئی کاغذ بے شہادت شرعیۃ قابل تسلیم نہیں ہوتا نہ وہ منسوب الیہ کا لکھا قرار پا سکتا ہے ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر درمختار میں ہے لایعمل بالخط فتاوی قاضی خاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصك فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط تو پسر زید اُس کاغذ بے ثبوت کے ذریعہ سے ہرگز عاق نہیں ٹھہر سکتا اور جو شخص فی الواقع عاق ہو تو اسکا اثر امور آخرت میں ہے کہ اگر اللہ عزوجل والدین کو راضی کرکے اسکا گناہ معاف نہ فرمائے تو اسکی سزا جہنم ہے والعیاذ باللہ مگر میراث پر اُس سے کوئی اثر نہیں پڑتا نہ والدین کا لکھ دینا کہ ہماری اولاد میں فلاں شخص عاق ہے ہمارا ترکہ اُسے نہ پہنچے اصلا وجہ محرومی ہو سکتا ہے کہ اولاد کا حق میراث قرآن عظیم نے مقرر فرمایا ہے قال اللہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین والدین خواہ تمام جہان میں کسی کا لکھا اللہ عزوجل کے لکھے پر غالب نہیں آسکتا ولہذا تمام کتب فرائض وفقہ میں کسی نے اسے موانع ارث سے نہ گنا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ فوت ہوئی اُس نے اپنے حقیقی چچا کی ایک دختر کے تین پسر اور تین دختر اور دوسرے حقیقی چچا کی دختر کے دو دختر اور حقیقی پھپی کے دختر کا ایک پسر اور حقیقی ماموں کے دختر کے دو پسر ایک دختر اور اپنے شوہر کے حقیقی بھائی کی دو دختر اور شوہر کے حقیقی بہن کے دختر کے ایک دختر تین پسر چھوڑے اس صورت میں ترکہ ہندہ کا کس کو پہنچیگا اور کتنے سہام پر منقسم ہوگا بینوا توجروا

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون ووصایا ترکہ ہندہ کا دوہزار آٹھ سو پانچ [۲۸۰۵] سہام پر منقسم ہوکر چچازاد بہن کے ہر پسر کو تین سو بیس [۳۲۰] اور دونوں چچازاد بہنوں کی ہر دختر کو ایکسو ساٹھ [۱۶۰] اور پھپی زاد بہن کے پسر کو ایکسو دس [۱۱۰] اور ماموں زاد بہن کے ہر پسر کو تین سو چوہتر [۳۷۴] اور اسکی دختر کو ایک سو ستاسی [۱۸۷] ملینگے اور شوہر کے بھائی بہن کی اولاد کچھ نہ پائینگی وصورۃ المسألۃ ھکذا

مسئلہ ۳×۸۵ ۲۵۵ ×۱۱ ۲۸۰۵

وذلک لان اصل المسئلۃ من ثلثۃ اثنان منھا لقرابۃ الاب وواحد لقرابۃ الام ثم ما اصاب قرابۃ الاب یقسم علی اول البطن اختلف ذکورۃ وانوثۃ وھو البطن الاول ویعتبر فی الاصول ابدان الفروع فالعم الاول ستۃ اعمام والثانی عمان والعمۃ واحدۃ فھم کسبع عشرۃ عمات بینھن وبین سھمھن اعنی اثنین مباینۃ وما اصاب قرابۃ الام وھو الواحد ینقسم علی خمسۃ وبینھما ایضا مباینۃ فقررنا الرأسین اعنی ۱۷ و ۵ علی حالھما وبینھما ایضا تباین فضربنا احدھما فی الآخر کانت ۸۵ ضربناہ فی المسئلۃ بلغت ۲۵۵ منھا ۸۵ لفریق الام منقسما اخماسا ۱۷ للبنت و ۳۴ لکل ابن ومثلاہ اعنی ۱۷۰ الفریق الاب منقسما علی سبعۃ عشر فسھم منھا اعنی ۱۰ للعمۃ ای لابنھا وھی طائفۃ الانثی عن ھذا الفریق وجمعنا الطائفۃ الذکور

منہ وھو ۱۶۰ ونظرنا تحتھم فلم یکن فی البطن الثانی اختلاف بذکورۃ
وانوثۃ انما کان فی البطن الثالث الحی فیہ ثلثۃ ابناء وخمس
بنات فی قوۃ احدی عشرۃ بنات و ۱۶۰ لا تستقیم علیھن بل
تباین فضربنا ۱۱ فی المبلغ صحت من ۲۸۰۵ منھا لطائفہ المذکور من
فریق الاب ۱۷۶۰ لکل بنت ۱۶۰ ولکل ابن ۳۲۰ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو پسر تھے عمرو بکر اور دو دختر ہندہ و سعاد بعد انتقال زید کے بکر کے دختر کی پوتی لیلیٰ باقی ہے اور سعاد کا پرپوتا خالد ہے اور عمرو کے ایک پسر ایک دختر تھی دختر عمرو کا پوتا ولید ہے اور پسر عمرو کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا بیٹا سعید دوسری کی بیٹی جمیلہ زندہ ہے اور ہندہ کے دو پسر تھے ایک پسر کا پوتا حمید ہے اور دوسرے پسر کے ایک بیٹا تھا جس کی دختر حسینہ اور ایک بیٹی تھی جسکا پسر رشید ہے اس صورت میں زید کا ترکہ ان آٹھوں وارثوں پر کیونکر تقسیم ہوگا بینوا توجروا

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون ووصایا ترکہ زید کا نوسو پینتالیس ۹۴۵ سہام پر منقسم ہو کر اس حساب سے تقسیم پائیگا۔

مسئلہ ۳ ر ۹۴۵ — زید

شاخ	سلسلہ	وارث	سہام
ابن عمرو	ابن ← بنت	ابن سعید	۲۸۰
ابن عمرو	ابن ← بنت	بنت جمیلہ	۱۴۰
ابن عمرو	بنت ← ابن	ابن ولید	۱۴۰
ابن بکر	بنت ← ابن	بنت لیلیٰ	۷۰
بنت ہندہ	ابن ← بنت	ابن رشید	۴۵
بنت ہندہ	ابن ← ابن	بنت حسینہ	۵۲
بنت ہندہ	ابن ← ابن	ابن حمید	۱۰۸
بنت سعاد	ابن ← ابن	ابن خالد	۱۰۸

وذلك لان القسمة علی اول بطن اختلف بالذکورة والانوثة وهو ههنا البطن الاول ویعتبر
عدد الفروع فی الاصول ففیه ابن ٢ بابنین وابن آخر وبنت بنتین وبنت اخری فاذ تساوی عدد
الطائفتین فلطائفة الذکور ضعف بالطائفة الاناث فکانت المسئلة من ثلثة اثنان لطائفة
البنین وواحد لطائفة البنات ثم فی طائفة البنین فی بطن الثانی ابن کابنین وبنتان فینقسم لهما
اعنی ٢ علی ستة فیحتاج الی ضرب المسئلة فی ثلثة تصیر من تسعة[٩] لطائفة البنین منها ستة ومن
هذه الستة فی البطن اثنان للبنتین واربعة للابن الکائن کالبنین فنجعلهما طائفتین ثم لا اختلاف
تحت احد منهما فی البطن الثالث وفی الرابع تحت کل ابن وبنت فینقسم ما لکل من هاتین الطائفتین
اعنی اربعة واثنین علی ثلثة فلاجل التباین یحتاج اخری الی ضرب المبلغ فی ثلثة وتصح علی
طائفة بنی زید من سبعة وعشرین[٢٧] لسعید ثمانیة ولحمیلة اربعة وکذا للولید ولیلی اثنان
جئنا الی طائفة بناته لها واحد من اصل المسئلة ولا اختلاف فی البطن الثانی بل فی الثالث بنت و
ثلثة ابناء فینقسم علی سبعة ویحتاج الی ضرب اصل المسئلة اعنی ثلثة فی سبعة تصیر من احد و
عشرین[٢١] ههنا لطائفة بنات زید سبعة تستقیم علی البطن الثالث ثم یجعل البطن الثالث طائفتین
فالواحد الذی اصاب البنت یعطی ابنها رشید ویجمع بالطائفة الابناء وهی ستة وتحتهم
بنت وابنان فهم کخمسة ولا تستقیم علیه الستة فیضرب اصل المسئلة فی خمسة تکن من
مائة وخمسة[١٠٥] منها لطائفة بنات زید خمسة وثلثون[٣٥] منقسمة فی البطن الثالث علی سبعة
للبنت اعنی لابنها رشید خمسة ولطائفة الذکور ثلثون تنقسم علی خمسة للبنت وهی حسینة
ستة ولکل ابنی اثنی عشر فاذا کان تصحیح المسئلة علی طائفة ابناء زید من ٢٧ وعلی طائفة
بناته من ١٠٥ وبینهما توافق بالثلث ضربنا احدهما فی ثلث الاخر صارت تسعمائة وخمسة
واربعین وذلك مبلغ التصحیح ولمعرفة السهام اضرب ما کان لاولاد الابناء من التصحیح الاول
٢٧ فی وفق التصحیح الثانی ١٠٥ وهو ٣٥ وما کان لاولاد البنات من التصحیح الثانی فی وفق
التصحیح الاول وهو یحصل ما ذکرنا وان شئت عملت من الراس تمرنا فقلت التصحیح من ٩٤٥
لطائفة ابناء زید منها ستمائة وثلثون[٦٣٠] ینقسم فی البطن الثانی علی ستة سدساه اعنی
مائتین وعشرة[٢١٠] للبنتین واربعة اسداسه اعنی اربعمائة وعشرین[٤٢٠] للابن الکائن کالبنین ثم ما
للبنتین منقسم فی البطن الرابع علی ثلثة ثلثاه اعنی مائة واربعین[١٤٠] للولید وثلثه اعنی سبعین[٧٠]
للیلی وکذلك ما للابنین ینقسم فیه اثلاثا ثلثاه اعنی مائتین وثمانین[٢٨٠] لسعید وثلثه

ای مائۃ واربعین لجمیلۃ ولطائفۃ بنات زید منہا ثلثمائۃ وخمسۃ عشر منقسمۃ فی البطن الثالث اسباعا سبعہا اعنی خمسۃ واربعین للبنت ای لابنہا رشید والباقی مائتان وسبعون لطائفۃ الذکور مقسومۃ فی البطن الرابع اخماسا خمسۃ اربعۃ وخمسون لحسینۃ وخمساہ مائۃ وثمٰنیۃ حمید ومثلہ لخالد وقد فرغ التقسیم اتقن ھٰذا الطریق الانیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ طیب الامعان فی تعداد الجہات والابدان

مسئلہ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بھائی تھے عمرو وبکر اور دو بہنیں ہندہ وعمرہ عمرو کے دختر لیلٰے کے ایک پسر خالد ہوا اور عمرو کے پسر ولید کے ایک دختر سلمٰی ہوئی خالد وسلمٰی سے ایک دختر سعاد اور ایک پسر سعید پیدا ہوئے بکر کی پوتی جمیلہ بنت حمید بن بکر کا نکاح رشید بن فرید بن ہندہ خواہر زید سے ہوا جن کی ایک دختر حسینہ ہے رشید کا دوسرا نکاح اس کے چچا مجید بن ہندہ کی دختر حسن آرا سے ہوا ان دونوں کے ایک دختر گلچہرہ پیدا ہوئی حسن آرا نے انتقال رشید کے بعد اپنی پھپی محبوبہ بنت ہندہ کے پسر محبوب بن مطلوب بن عمرہ خواہر زید سے نکاح کیا جس سے ایک پسر گلفام پیدا ہوا محبوبہ ومطلوب کی ایک دختر حبیبہ تھی جس کی دختر شہناز ہے اب زید نے انتقال کیا اور صرف ایک زوجہ چمن آرا اور یہی سعاد وسعید وحسینہ وگلچہرہ وگلفام وشہناز اس کے وارث ہوئے اس صورت میں ترکہ زید کا شرعًا کس طرح منقسم ہوگا بینوا توجروا ۔

الجواب

تصویر صورت سوال اور بر تقدیر اجتماع شرائط معلومہ توریث تقسیم حال اس حال ومنوال پر ہے

مسئلہ ۴ × ۳ /۱۲ /۲۰۳۲

زید

مسئلہ ۴ × ۳ / ۱۲ ب ۳۲ ۴۰

زید

زوجہ	اخ عمرو		اخ بکر	اخت ہندہ			اخت عمر
	بنت لیلٰی	ابن ولید	ابن حمید	ابن فرید	ابن مجید	بنت محبوبہ	ابن مطلوب
	ابن خالد	بنت سلمٰی	بنت جمیلہ	ابن رشید	بنت حسن آرا	ابن محبوب	بنت حبیبہ
چمن آرا	بنت سعاد	ابن سعید	بنت حسینہ	بنت گلچہرہ		ابن گلفام	بنت شہناز
۱۰۰۸	۴۵۵	۹۱۰	۵۷۰	۲۸۸		۷۰۴	۱۶۰

اب اول یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان میں پانچ ورثہ کو زید سے دو دو رشتے ہیں اور گلفام کو تین۔ سعاد بنت ابن بنت لاخ بھی ہے اور بنت بنت ابن الاخ بھی یعنی بھتیجی کی پوتی اور بھتیجے کی نواسی۔ یونہی سعید بھی یہی دو رشتے رکھتا اور بھتیجی کا پوتا بھتیجے کا نواسا ہے۔ حسینہ بنت بنت ابن الاخ اور بنت ابن ابن الاخت ہے یعنی بھتیجے کی نواسی اور بھانجے کی پوتی۔ گلچہرہ بنت ابن ابن الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے کی پوتی دوسرے کی نواسی۔ شہناز بنت بنت بنت الاخت اور بنت بنت ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجی اور ایک بھانجے دونوں کی نواسی۔ گلفام ابن بنت ابن الاخت اور ابن ابن بنت الاخت اور ابن ابن ابن الاخت ہے یعنی ایک بھانجے اور ایک بھانجی دونوں کا پوتا اور ایک بھانجے کا نواسا اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ متعدد قرابتوں والا اپنی ہر قرابت کی رو سے حصّہ پائے گا مگر امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی تعدد جہات کا خود فروع یعنی بطن زندہ میں اعتبار فرماتے ہیں تو انکے نزدیک گویا گلفام تین وارث ہے اور باقی دو دو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی تعدد جہات فروع کو اون کے اصول میں ملحوظ فرماتے ہیں اس کی صورتیں دو ہیں ایک یہ کہ فرع متعدد الجہات اصول متعددہ کی فرع ہو جیسے حسینہ کے اس کے دو رشتے بکر وہندہ دو اصول مختلفہ سے ہیں یا شہناز کہ ہندہ وعمرہ دونوں کی طرف سے قرابت دار ہے جب تو اصول میں اعتبار جہات یوں حاصل کہ جب وہ ہر اصل اس فرع کے لحاظ سے تقسیم میں ملحوظ رہی ہر جہت قرابت لحاظ میں آگئی اور ہر جہت کا حصّہ اس وارث نے جمع کرلیا کتب متداولہ جو اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں ان میں اعتبار تعدد جہات فی الاصول کی زیادہ تشریح نہیں اور مثال جس نے دی اسی صورت خاصہ کی دی، صورت دوم یہ کہ اس فرع کو ایک ہی اصل کے ذریعہ سے میت کے ساتھ دو رشتے ہوں جیسے سعاد وسعید کہ ان کے دونوں علاقے بذریعہ شخص واحد اعنی عمرو کے ہیں یونہیں گلچہرہ وگلفام کو بذریعہ ہندہ اگرچہ گلفام کو ایک رشتہ اصل

دیگر عمرہ کی طرف سے بھی ہے اس صورت کی تصریح مثال اس وقت نظر میں نہیں۔ **واناا قول** وباللہ التوفیق ما نحن فیہ میں اعتبار تعدد جہات فی الاصول کا مطلب یہ ہے کہ ایسی فرع کی اصل کو اصول متعددہ بعدد جہات حاصلہ بذریعۂ فرع مذکور سمجھا جائے مثلاً صورت مذکورہ میں عمرو بلحاظ سعادکہ ذات جہتین ہے دو بھائی ہے نیز بلحاظ سعید بھی ایسا ہی ہے تو لحاظ جہات لحاظ ابدان کا اجتماع عمرو کو چار بھائی کردے گا اور ہندہ بلحاظ جہات گلچہرہ دو بہن ہے اور اسی طرح بلحاظ جہات گلفام اور بلحاظ بدن حسینہ وشہناز ایک ایک بہن تو وہ مجموع چھ بہن ہے اور عمرہ میں صرف تعدد ابدان گلفام وشہناز ہے تعدد جہات نہیں کہ یہ دونوں اگرچہ جہات عدیدہ رکھتے ہیں مگر نہ بذریعہ تنہا عمرہ تو وہ صرف دو بہن ہے اور بکر جس کی فرع میں نہ تعدد بدن ہے نہ اسی کے ذریعے سے تعدد جہت تنہا ایک بھائی ہے تو بطن اوّل میں زوجہ اور پانچ بھائی اور آٹھ بہنیں ہیں۔ والدلیل علیہ علی مایظھر للعبد الضعیف واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ان تعدد الجھات یوجب تعدد الاشخاص ولو حکمًا الاترٰی ان ابایوسف لما اعتبر تعدد الجھات فی الفروع جعل کل فرع ذی جھتین کفرعین کما نصوا علیہ قاطبۃ وکذلك محمد رحمہ اللہ تعالٰی لما اعتبر تعدد الجھات فی الجدات جعل الجدۃ جدتین وجدات کما فی السراجیۃ وغیرھا عامۃ الکتب وبالجملۃ لامعنی لتعدد الجھۃ الا تعدد الشخص ولو فی اللحاظ فمحمد اذا اعتبرہ ھھنا فی الاصول فان کانوا متعددین فقد حصل **التعدد حقیقۃً** باخذھم منفرزین فی القسمۃ ثم ایصال ماوصل الیھم جمیعًا الی للفرع الواحد المنتھی بھم کما ذکرنا اما اذا کان الاصل واحدًا وقد اخذ[1] فی القسمۃ فلایظھر اعتبار تعدد الجھۃ فیہ الا باعتبارہ اصولًا متعددۃ و یوضح لك ھذا اما **اقول** لیکن ابن ابن بنت ھو ابن بنت بنت تلك البنت ایضًا ومعہ ابن بنت بنت ابن ھکذا ــــــ فلو لم تجعل البنت تعدد الجھۃ فی فرعھا بنتین لکانت المسئلۃ من ثلثۃ ثلثاھا للفرع الاوّل وثلثۃ لفرع البنت لانك اذا قسمتہ

بنت
ابن ( ) بنت
ابن) بنت
ابن

ابن
) بنت
ابنت
ابن

[1] احترازا عما اذا وقع فی بطن متفق بالذکورۃ والانوثۃ فانہ لایقسم علی من فیہ اصلا سواء کان لفرعہ جھۃ او جھات کما لایلاحظ من فیہ ابدًا سواء کان فی فرعہ بدن او ابدان ولیس ھذا لان الجھات او الابدان لا تعتبر ھھنا بل لان مایصیبھم یجمع جمیعًا ویقسم علی ما تحتھم فلا فائدۃ فی التفریق بالتقسیم ثم جمع ذلك المتفرق کما لایخفی ۱۲ منہ

المال علی البطن الاول لاختلافہ ذکورۃ وانوثۃ اثلاثا ثلثا ثاب فرع الابن اثنان نصیب
ابیہما وکان للبنت العلیا واحد وتحتہا فی البطنین وان کان اختلاف ذکورۃ وانوثۃ لکن
لاحاجۃ الی اعتبارہ والضرب فی المسئلۃ لانکسارہ لان کل مایصیب طائفۃ الذکر
والانثی تحتہا انما یحوزہ فرعہا الاخیر فیکون لہ واحد ولصاحبہ اثنان ولو لم یکن الاول
ذا قرابتین کأن کان ابن ابن ابن بنت فقط وابن بنت بنت بنت فحسب لکان
التقسیم ایضاً ھکذا لہ واحد ولصاحبہ اثنان فلم یصل الیہ من تعدد جہات قرابتہ
الا ماکان یصل لذی قرابۃ واحدۃ ھف بخلاف ما اذا جعلنا البنت بنتین فان المسئلۃ
تکون حینئذ من اثنین لان الابن یساوی البنتین فیکون المال بین الفرعین نصفین وما ھو
الا لکون فرع البنت ذا قرابتین والا لاصاب ھو واحداً وفرع الابن اثنین وھذا
بعون اللہ تعالی ولوجہہ الحمد دلیل قاطع ویوضح ایضاً **اقول** لیعلم اولا ان
ذا جہتین مساوٍ لاثنین ذوی جہتیہ مثلا ابن ابن ابن بنت وابن بنت بنت بنت اخر
واخر بجمع النسبین فھذا یساوی الاولین ھکذا قسمنا علی البطن الثانی لانہ اول بطن

مسئلہ ۶ — وقع فیہ الاختلاف وفیہ ابنان وبنتان فا

بنت	بنت	بنت
ابن — بنت	ابن	بنت
ابن — بنت	ابن	بنت
ابن	ابن	ابن
۲ و ۱	۲	۱
۳		

المسئلۃ من ستۃ اربعۃ لطائفۃ الذکور واثنان
لطائفۃ الاناث ثم لااختلاف تحت شیئ من
الطائفتین فی بطن ما فنصیب الابن الاول
من ابیہ اثنین وکذلک الابن الثانی والابن
الاول من امہ واحد وکذلک الابن الثالث

فیکون للاول ثلثۃ مثل ما لمجموع الباقیین وھکذا کان ینبغی لانہ جامع لقرابتیہما جمیعا و
لیعلم ثانیا ان ھاتین الجہتین المذکورین مثلا فی جانب البنات مجموعہما مساوٍ لجہۃ
واحدۃ فی جانب الابن اذ لم یکن صاحبہا وارثا ولا ولد وارث کولد ولد بنت
ابن ھکذا وانما عبرنا فیہما بالولد لیعم الذکر والانثی فان الحکم لایختلف المسئلۃ

مسئلہ ۲×۳=۶ — من اثنین لان ابنا کبنتین فنصیب الابن لفرع

بنت	بنت	ابن

الاخیر ونصیب طائفۃ البنات یقسم فی البطن

ابن	بنت	بنت
ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ولد
۲	۱	۱/۳

الثانی اثلاثا فضرب المسئلة فی ثلثة وتصح من ستة ثلثة منها لفرع الابن واثنان الابن الکائن فی البطن الثانی من طائفة البنات وواحد للبنت التی فیه ثم ینتقلان الی فرعیهما فیکون ما لفرعی البنتین مساویا لما کان لفرع الابن وبعد تمهید هٰذا نقول اذا اجتمعوا اعنی صاحبی الجهتین وجامعهما من جانب البنات وفرع کذا الی من جهة الابناء بحکم المقدمتین المذکورتین ان یکون المال بینهم اثلاثا ثلثه للصاحبین واٰخر للجامع واٰخر للابنی کتساویهم جمیعًا کما عرفت وهٰذا انما یتأتی اذا اعتبر اصل الفرع الجامع اصلین هٰکذا

مسئلہ ۳ × ۳ ر ۹

اعتبرنا البنت الاولی بنتین فکان فی البطن الاول ابن واربع بنات کابنین وعلی الاختصار ثلثة وابناء فالمسئلة من ثلثة واحد منها لفرع الابن واثنان لطائفة البنات وتحتهن فی البطن الثانی ابنان وبنتان ای کثلثة ابناء ولا یستقیم اثنان

بنت	بنت	بنت	ابن
ابن / بنت	ابن	بنت	بنت
ابن / بنت	ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ابن	ولد
۲ ف ۱ (۳)	۲	۱	۱/۳

علیهم فضرب المسئلة فی ثلثة تکن من تسعة وبها تصح لفرع الابن منها ثلثة ولطائفة البنات ستة تنقسم فی البطن الثانی اثلاثا للبنتین اثنان منتقلان الی فرعیهما لعدم الاختلاف وللابنین اربعة منتقلة کذالک الی فرعیهما فیصیب الابن الجامع ثلثة اثنان من ابیه وواحد من امه ولصاحبی القرابتین اثنان وواحد مجموعهما ثلثة وللفرع الابن ایضًا ثلثة کما کان حکم المقدمتین المذکورتین بخلاف ما اذا لم یعتبر الاصل اصلین فانه یزید حینئذٍ سهم الابنی علی السهمین الباقین هٰکذا

مسئلہ ۵ × ۲ ر ۱۰

بنت	بنت	بنت	ابن
ابن / بنت	ابن	بنت	بنت
ابن / بنت	ابن	بنت	ولد
ابن	ابن	ابن	ولد
۲ ف ۱ (۳)	۲	۱	۲/۳

والبیان ظاهر ھف[2] فظهر ان اعتبار تعدد الجهات فی الاصول انما یکون بحصول التعدد فی الذوات فان کان حقیقة فذاک کما فی الامثلة التی ذکروها فی الکتب والاوجب اعتباره حکما وعد اصل اصلین فی القسمة ویظهر هٰذا لمن تأمل فیما صوروه ایضًا من کون

الجہۃ من اصلین کما اذا ترک بنتی بنت ابن بنت ھما ایضًا بنتا ابن ابن بنت اخری وابن بنت بنت ابن بہذہ الصورۃ مسئلہ ۳ المسئلۃ من ثلثۃ لان کل بنت فی البطن الاول کبنتین ای کابن فکانھم ثلثۃ بنین ومنھا تصح واحد لفرع الابن واثنان للبنتین والتقسیم فی البطن الثالث وان کان علی ثلثۃ لان فیہ بنتا کابن وابنا کابنین

بنت	بنت	ابن
ابن	ابن	بنت
بنت	ابن	بنت
		ابن
بنتی ۲	—	۱

وابن لا استقامۃ علٰی ثلثۃ لاثنین لکن لما کان الانقسام فی البطن الاخیر علی بنتین فحسب یصل کلا منھما ثلثان من قبل الاب وثلث من قبل الام فکان لکل واحدۃ کملا ولاحاجۃ الی الضرب فجعل بنتین فی الاصول کاربع بنات انما اتی من جہۃ ان تعدد الجہۃ فی الفروع اورث التعدد فی الاصول ولیس ھذا من قبل ابدان الفروع فحسب فانما ھما اثنتان لاغیر کما ان الاصل بنتان لاغیر فالتربیع لم یأت الا لاجل الجہات **فان قلت** لما کانت الفرعان فرعی کل من الاصلین کانتا کاربعۃ فروع کانھا بنتان من قبل الاب وبنتان من قبل الام فلم تتعدد الاصول الا بتعدد الفروع **قلت** تعدد الجہات فی فرع لایورث تکثرفی بدنہ فزید لایصیر زیدین لکونہ ابن ابیہ وابن امہ فالتربیع فی الفرعین ماجاء الا من جہۃ الجہات وجعلتموہ مستلزما لتربیع الاصلین فکان ذالک قولًا منکم بقولنا من حیث لاتشعرون وبالجملۃ اذا صدقت المقدمات القائلتان کلما تعددت الجہات تعددت الفروع وکلما تعددت الفروع تعددت الاصول کما اعترفتم وجب صدق النتیجۃ القائلۃ کلما تعدد الجہات تعددت الاصول وھو المقصود ھذا ما ظہر للعبد الفقیر بعون الملک القدیر عز جلالہ وارجوان یکون صوابا انشاء اللہ تعالٰی فعلیک بہ فلعلک لاتجدہ فی غیر ھذہ السطور واللہ تعالٰی اعلم بحقائق الامور۔

اب تقسیم مسئلہ کی طرف چلئے اصل مسئلہ بوجہ زوجہ چار سے ہے اس کا فرض دیکر تین بچے جس کے مستحق پانچ بھائی اور آٹھ بہنیں برابر چار بھائیوں کے گویا نو بھائی ہیں تین نو کو تبایُن بار فا کرتا ہے لہذا مسئلے میں تین کی ضرب ہو کر بارہ ۱۲ ہوئے جس سے تین ۳ زوجہ کے اور پانچ طائفہ مردان اور چار طائفہ زنان

کے۔ اب طائفہ مردان کے نیچے بطن دوم میں لیلٰی دو بنت ہے اور ولید دو ابن اور حمید ایک۔ مجموع تین ابن دو بنت گویا چار ابن ہیں بوجہ تبائن مسئلے میں چار کی ضرب ہو کر ۴۸ اڑتالیس ہوئے بارہ چمن آرا کے اور ۲۰ بیس طائفہ مردان اور ۱۶ سولہ طائفہ زنان کے یہ ۲۰ بیس یوں تقسیم ہوئے کہ لیلٰی کو پانچ اور طائفہ ذکور اعنی ولید و حمید کے پندرہ یہ طائفہ پھر جدا جدا کر دیئے طائفہ ذکور کے بعد بطن ثالث میں اختلاف نہیں لہٰذا ربع میں ایک ابن سعید اور دو بنت سعاد و حسینہ گویا چار بنت ہیں پندرہ ان پر مستقیم نہیں اور لیلٰی کو بھی سعاد و سعید ابن و بنت ہیں اور پانچ بنتین پر مستقیم نہیں لہٰذا بوجہ تبائن سہام و رؤس فریقین دونوں رؤس اعنی چار اور تین بعینہ معتبر ہوئے متبائن ہیں تو باہم ضرب دیکر اصل مسئلہ میں بارہ ۱۲ کی ضرب سے پانسو چھہتر ۵۷۶ ہوئے

مسئلہ ۴ × ۳ = ۱۲ × ۴ = ۴۸ × ۱۲ = ۵۷۶ اور یہ ہی

چمن آرا کے ایک سو چوالیس ۱۴۴ طائفہ زنان کے ایک سو بانوے ۱۹۲ طائفہ مردان کے دو سو چالیس ۲۴۰ جن میں سے لیلٰی کو ساٹھ ۶۰ پہنچے کہ سعید کو چالیس ۴۰ سعاد کو بیس ۲۰ ہو کر بٹ گئے اور ولید و حمید کے ایک سو اسّی ۱۸۰ یوں بٹے کہ سعید کو نوّے ۹۰ اور سعاد و حسینہ کو پینتالیس ۴۵ پینتالیس ۴۵ بالجملہ سعید کے مجموع ایک سو تیس ۱۳۰ ہوئے

زوجہ	طائفہ مردان		طائفہ زنان
اخ عمرو	اخ بکر		
$\frac{1}{3}$ / ۱۲ / ۱۴۴	$\frac{5}{20}$ / ۲۴۰		$\frac{4}{16}$ / ۱۹۲
بنت لیلٰی	ابن ولید $\frac{15}{180}$	ابن حمید	
ابن خالد $\frac{5}{60}$	بنت اسلمی	بنت جمیلہ	
بنت سعاد	ابن سعید	بنت حسینہ	
۴۵ ، ۲۰	۹۰ ، ۴۰	۴۵	
۶۵	۱۳۰		

اور سعاد کے پینسٹھ ۶۵ اور حسینہ کے پینتالیس ۴۵ یہ تصحیح طائفہ مردان کا مقتضی ہے اب طائفہ زنان لیجئے اصل مسئلے سے اس طائفہ کے چار ۴ تھے اس کے بطن ثانی میں تین ابن ایک بنت ہے ہر ایک مثل دو کے گویا سات ابن ہیں تو مسئلہ چوراسی ۸۴ سے ہوا طائفہ زنان کے اٹھائیس ۲۸ ان میں چار ۴ محبوبہ کے ہیں بطن ثالث میں اوسکے ابن و بنت محبوب و حبیبہ یعنی تین پر مستقیم نہیں

مسئلہ ۴ × ۳ = ۱۲ × ۷ = ۸۴ × ۳ = ۲۵۲

طائفہ زنان

زوجہ	طائفہ مردان		
$\frac{1}{3}$ / ۲۱ / ۶۳	$\frac{5}{35}$ / ۱۰۵	$\frac{4}{28}$ / ۸۴	
		اخت ہندہ	اخت عمرہ
ابن فرید	ابن مجید	بنت محبوبہ	ابن مطلوب
ابن رشید	بنت چمن آرا	ابن محبوب	بنت حبیبہ
بنت حسینہ	بنت کلثوم	ابن گلفام	بنت شہناز
۱۲	۶ ، ۱۲	۱۲ ، ۲۴ ، ۶	۶ ، ۴
	۲۸	۴۲	۱۰

اور چوبیس ۲۴ طائفہ ذکور فرید ومجید ومطلوب کے ہیں بطن ثالث میں فرید کا ابن رشید دو ابن ہے اور مجید کی بنت حسن آرا دو بنت اور مطلوب کی اولاد محبوب وحبیبہ ایک ایک ابن وبنت تو مجموع تین ابن تین بنت یعنی نو ۹ بنت ہیں چوبیس ۲۴ اور نو ۹ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس طائفہ انثی اعنی محبوبہ بھی تین ہوئے اور رؤس طائفہ ذکور بھی باعتبار وفق تین ۳ ہی رہے انھیں تماثل ہے صرف تین کی ضرب ہوکر مسئلہ دوسو باون ۲۵۲ سے ہوا جس سے طائفہ علیائے اناث کے چوراسی ۸۴ ان سے بطن ثانی میں محبوبہ کے بارہ ۱۲ کہ محبوب کو آٹھ ۸ حبیبہ کو چار ۴ ہوکر بٹے اور وہ آٹھ ۸ گلفام اور یہ چار ۴ شہناز کو پہنچ گئے اور طائفہ ذکور کے بہتر ۷۲ کہ بطن ثالث میں رشید وحسن آرا محبوب وحبیبہ پر اثلاثاً بٹے یعنی اس ثانہ طائفہ ذکور رشید ومحبوب کے اڑتالیس ۴۸ اور نئے طائفہ اناث حسن آرا وحبیبہ کے چوبیس ۲۴ اب یہ طائفے بھی جدا کردیئے طائفہ ذکور کے نیچے ایک ابن دو بنت ہیں تو گلفام نے چوبیس ۲۴ حسینہ وگلچہرہ نے بارہ بارہ ۱۲ ۱۲ پائے اور طائفہ اناث کے نیچے بھی ایک ابن دو بنت ہیں تو گلفام کو بارہ گلچہرہ وشہناز کو چھ چھ ۶ ۶ ملے یہ تصحیح باعتبار طائفہ اناث ہوئی تصحیحین میں توافق بسدس السدس یا ربع التسع یعنی بجزء من ستۃ وثلثین ۳۶ جزء ہے اول کا وفق سولہ ۱۶ ہے اور ثانی کا سات ۷ تو ان میں جس کو دوسرے کی وفق سے ضرب دی مبلغ تصحیح چار ہزار بتیس ۴۰۳۲ ہوئے تصحیح اول میں جس نے جو پایا تھا اُسے سات میں ضرب دی۔

سعاد	سعید	حسینہ	اور تصحیح ثانی کے سہام کو سولہ ۱۶ میں	حسینہ	گلچہرہ	گلفام	شہناز
۶۵	۱۳۰	۴۵		۱۲	۱۸	۴۴	۱۰
۴۵۵	۹۱۰	۳۱۵		۱۹۲	۲۸۸	۷۰۴	۱۶۰

تو حسینہ کے مجموع ۵۰۷ پانسو سات ہیں اور حسن آرا کے ہر طرح ایک ہزار آٹھ ۱۰۰۸ اور یہی وہ تقسیم ہے کہ مذکور ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

۲۷ / جمادی الاخرہ ۱۳۱۸ھ

مسئلہ ۳۶ × ۱۶ ۵۷۶

محمد یار

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت
حافظاجان	نیاز علی	محمد علی	کلن	محمد حسین	احمدی	بی جان	امیر علی	نبی جان	حسن
			۱۵ / ۲۴۰	۱۰	۵				

کان لم یکونا (حافظاجان، نیاز علی) — کان لم یکونوا (بی جان، امیر علی، نبی جان، حسن)

توضیحش آنکہ اولاً حافظ جان مُرد وہمین ابناء ونبات ورثہ گزاشت بازنیاز علی گزشت وبقیۂ اخوۃ و اخوات وارث داشت پس این ہر دو کان لم یکن شدند ومسئلہ بہ ۱۲ تقسیم یافت چار پسر را ہشت وہر چار دختر را چہار بازامیر علی بعد محمد علی مُرد وباقی دو برادر دو خواہران گزاشت باز حبن بازنبی جان مردند وہمین اخوین واخوات ورثہ گزاشتند پس چار سہم کہ بایں سہ می رسید در دو برادر اعنی کلن ومحمد حسین ودو خواہر اعنی احمدی وبی جان منحصر گردید وایں چار کسان را بجائے شش ۶ دہ ۱۰ رسید وحاصل مسئلہ بآن گرائید کہ از ترکہ یک سدس بہ محمد علی وبقیۂ پنج اسداس بریں چہار اشخاص للذکر مثل حظ الانثیین برشش سہم منقسم۔ اول عددیکہ سدس او برآوردہ باقی را بر ۶ قسمت، توانیم سی وشش ست ازہمین مسئلہ کردیم ۶ بہ محمد علی رسید وہریک از کلن ومحمد حسین دہ ۱۰ وہریک از احمدی وبی جان پنج ۵ فامابعد اینہاں بی جان مردہ وہمین کلن برادرش وارث گزاشتہ پس اورا نیز برآوردیم وسہم کلن پانزدہ ۱۵ کردیم فائدۂ این تصرفات عجیبہ تخفیف عظیمی ست کہ در تقسیم مسئلہ راہ یافت چنانکہ بر سالک طریق معہود بموازنۂ این طرز محمود روشن شود۔

مسئلہ ۶ محمد علی عــــــ ۶

زوجہ محبوبن	ابن وزیر علی	ابن احمد علی
کان لم یکونا		$\frac{1}{6}$ / ۹۶

زیراکہ محبوبن راہمین دو پسر وارث شدند بازوزیر علی راہمین یک برادر

مسئلہ ۱ احمدی مــــــ ۵

زوج	ابن	بنت محمدی
کان لم یکونا		$\frac{1}{5}$ / ۸۰

لمثل ما مر فی محمد علی

مسئلہ ۳۲ محمد حسین توافق بالنصف ســــ ۱۰

زوجہ ثانیہ آسودہ	ابن من الثانیہ علی حسین	بنت من الاولٰی بنی	بنت من الاولٰی بتولن
$\frac{4}{20}$	$\frac{14}{70}$	$\frac{7}{35}$	$\frac{7}{35}$

مسئلہ ۳۰ کلن فاستقامت مــــــ ۲۴۰

زوجہ مونگا	ابن آیار	ابن حامدیار	بنت بسم اللہ
۵/۳۰	۱/۸۴	۱۲/۸۴	۷/۴۲

المبلغ ۵۷۶

الاحیاء

احمد علی	آسودہ ـ علی حسین	بنی	بتولن	مونگا	واحدیار	حامدیار	بسم اللہ	محمدی
۹۹	۲۰ ـ ۷۰	۳۵	۳۵	۳۰	۸۴	۸۴	۴۲	۸۰

آسودہ کے بعد انتقال محمد حسین حسب بیان سائل محمد حسین کا زر نقد و اثاث البیت اپنے حصّے سے زائد لے کر مع اپنے دو سالہ بچے علی حسین کے چلی گئی اور بارہ[12] سال سے مفقود الخبر ہے علی حسین کے ستر سہام اس کی ۷۰ برس عمر ہونے تک امانت رہیں اگر وہ زندہ معلوم ہو اسے دیئے جائیں یا مر گیا ہو تو اس کے ورثہ کو پہنچائے جائیں اور اگر اس مدت تک پتہ نہ چلے تو اس وقت جو اس کے وارث شرعی ہوں وہ پائیں آسودہ جو کچھ اپنے حصّے سے زائد لے گئی اگر اس کا مہر واجب الادا تھا اور وہ مال کہ لے گئی مقدار مہر واجب الادا سے زائد نہ تھا تو اس کا حصہ بھی بدستور اس کی ۷۰ برس عمر ہونے تک امانت رہے اور اگر زائد تھا تو اس کا الزام علی حسین نابالغ پر نہیں صرف آسودہ کے حصّے سے بنی و بتولن اپنے حصّے کا نقصان وصول کرسکتی ہیں۔ وھو مسألۃ الظفر بخلاف جنس الحق المفتی بہ الآن علی جواز الاخذ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از صوبہ پنجاب علاقہ گوالیار مرسلہ مولوی مبارک حسین صاحب ۲۵ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک بیوہ عورت نے وفات پائی اور اس نے جو ترکہ چھوڑا اس میں کچھ تو اس کا ذاتی ہی مال ہے اور کچھ ایسا ہے جو اس کے شوہر نے اپنی حیات میں　　دیدیا تھا متوفیہ کا کوئی رشتہ دار قریب و بعید نہیں ہے نہ ذوی الفروض میں نہ عصبات میں نہ ذوی الارحام میں۔ غرضیکہ کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، متوفیہ کے شوہر کا ایک لڑکا پہلی عورت سے ہے اور وہ متوفیہ کے ترکہ کا دعوٰی کرتا ہے آیا ترکہ ذاتی متوفیہ اور اس کے شوہر کا دیا ہوا اس لڑکے کو ملنا چاہیئے یا نہیں۔ اور اگر ملنا چاہیئے تو متوفیہ کا ذاتی و شوہری دونوں یا ایک اور اگر نہ ملنا چاہیئے تو وہ ترکہ کس کو ملنا چاہیئے۔ عملداری ہنود ہونے کی وجہ سے بیت المال بھی نہیں ہے جو اس میں جائے بصیغۂ لاوارثی سرکار میں جانا چاہیئے یا متوفیہ کے شوہر کا لڑکا وارث ہونا چاہیئے بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــــــ

صورت مستفسرہ میں متوفیہ کا کل متروکہ خواہ اس کا ذاتی مال ہو خواہ شوہر کا دیا ہوا بعد ادائے دیون و انفاذ وصایا تمام و کمال فقرائے مسلمین کا حق ہے جو کسب سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو فی رد المحتار ترکۃ لاوارث لہا مصرفۃ اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لہم فیعطی منہ نفقتہم وادویتہم وکفنہم وعقل جنایتہم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون الفقراء اھ ملتقطا شوہر کا بیٹا اگر فقیر عاجز ہے تو وہ بھی اور فقرائے عاجزین کے مثل مستحق ہے ورنہ اس کا اصلا استحقاق نہیں نہ متوفیہ کے ذاتی مال میں نہ شوہر کے دیئے میں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳ شعبان المعظم ۱۸ ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسمی حسین بخش کی دختر کا نکاح ہوا اور اس نے اپنے شوہر کے یہاں کل ایک گھنٹہ قیام کیا اور بعد اپنے والد کے یہاں چلی آئی اور دو ماہ بارہ یوم تک بعد نکاح کے زندہ رہی اور اس درمیان میں اپنے شوہر کے یہاں نہ گئی اور اپنے والدین کے یہاں مر گئی اس کے پاس زیور والدین کا تھا اور کچھ زیور اس کے شوہر نے چڑھایا تھا اب اس کا شوہر کل زیور کا دعوٰی کرتا ہے اور اسکی تجہیز وتکفین اس کے والدین نے کی اس صورت میں از روئے شرع شریف اس کا شوہر زیور پانے کا مستحق ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

زیور برتن کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب ملک دختر ہے اس میں سے بعد ادائے دین اگر ذمۂ دختر ہو نیز اجرائے وصیت اگر دختر نے کی ہو ہر چیز کا نصف شوہر کا حصّہ ہے اور نصف ماں باپ کا اور جو زیور شوہر نے چڑھایا تھا اس میں ان لوگوں کے رسم ورواج کو دیکھنا لازم ہے اگر وہ چڑھاوا صرف اس نیت سے دیتے ہیں کہ دلہن پہنے مگر دولہن کی ملک نہیں کر دیتے بلکہ اپنی ہی ملک رکھتے ہیں جب تو چڑھاوا شوہر یا شوہر کے ماں باپ کا ہے جس نے چڑھایا ہو اور اگر دولہن ہی کو اس کا مالک کر دیتے ہیں تو وہ بھی مثل جہیز ترکۂ دختر ہے اسی حساب نصفا نصف پر تقسیم ہوگا۔ اور جس طرح شوہر آدھے ترکہ کا مستحق ہے یوں ہی دختر کے والدین شوہر سے آدھا مہر لینے کے مستحق ہیں۔ سائل نے جو بیان کیا کہ عورت صرف گھنٹا بھر کے لئے دن میں مکان شوہر پر گئی تھی اسی دن اس کے بھائی کی شادی تھی جس میں بلالی گئی ایک مکان تنہا میں زن وشوہر نہ رہنے پائے تو اس صورت میں بھی آدھا مہر کامل ہی والدین کو شوہر سے ملے گا کہ قبل خلوت طلاق ہونا باعث سقوط نصف مہر ہوتا ہے۔

موت اگرچہ قبل خلوت ہو کل مہر کو لازم کر دیتی ہے فی الدر متاکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما الخ تو بعد موت کل مہر لازم شدہ سے نصف حصہ زوج ہوا اور نصف والدین کو پہنچیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کانپور بانس منڈی مرسلہ محمد علیم الدین صاحب محرم الحرام ۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد یٰسین نے انتقال کیا اپنے وارثوں سے ایک ابن کریم بخش وبنت مریم وزوجہ عمرہ ووالدہ اخیافی و پانچ بھائی اور ایک بہن اخیافی چھوڑی ہنوز ورثہ تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اس میں سے زوجہ عمرہ نے انتقال کیا اس نے ایک بھائی اخیافی اور ایک بہن حقیقی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی حقیقی چھوڑی ہنوز ورثہ تقسیم نہیں ہوا تھا ان میں سے ایک لڑکا کریم بخش نے انتقال کیا اس نے اپنے وارثوں میں سے ایک زوجہ مسماۃ آمنہ اور بہن حقیقی اور ایک دادی اور پانچ چچا اخیافی اور ایک پھوپھی اخیافی چھوڑے ازروئے شرع شریف کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عبارت سائل سے ظاہر یہ ہے کہ اس کے نزدیک اخیافی سوتیلی کو کہتے ہیں یعنی جسے باپ کی طرف سے علاقہ ہو اور ماں کی طرف سے جدا ولہذا اس نے اخیافی والدہ لکھا یعنی سوتیلی ماں۔ اگر بہن بھائی اخیافی میں بھی یہی مراد ہے یعنی وہ یٰسین کے سوتیلی بہن بھائی ہیں کہ باپ ایک اور ماں جدا تو اس صورت میں محمد یٰسین کا ترکہ بر تقدیر عدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم دین ووصیت تینتیس سہام پر منقسم ہو کر بیس سہام مریم اور پانچ آمنہ اور ایک ایک یٰسین کے ہر سوتیلے بھائی کو ملے گا صورت مناسخہ یہ ہے مگر اخیافی حقیقۃً ان بھائی بہن کو کہتے ہیں جو ماں میں شریک ہوں اور باپ جدا۔ اگر یہ چھ شخص محمد یٰسین کے ایسے ہی بہن بھائی تھے تو ترکہ بشرائط مذکورہ صرف چھ سہام پر منقسم ہو کر پانچ سہم مریم اور ایک آمینہ کو ملے گا۔ محمد یٰسین کے ان بہن بھائیوں کا کچھ استحقاق نہیں لانھم من ذوی الارحام والرد مقدم علیھم واللہ تعالٰی اعلم۔

تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

۱۳۲۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ادخلنا فی السلم ؛ وعلمنا بالمن والعفو والحلم ؛ وعلمنا من العلم ومن نصف العلم ؛ والصلاۃ والسلام علی الجواد الکریم الفائض علی عبیدہ من علم الفرائض ؛ وعلی اٰلہ وصحبہ واحبابہ وارثی علائہ واٰدابہ ؛ اٰمین۔ **امابعد**۔ یہ بعض مسائل فرائض ہیں جو فقیر کے سامنے پیش ہوئے اور ابنائے زمانہ ان کی فہم میں غلطی کئے۔ مقصود ازالہ اوہام و اغلاط و اراءت سواء الصراط ہے۔ وباللہ التوفیق

فصل اوّل

مسئلہ ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۱ھ

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ الحاضرہ دام ظلکم العالی وقت قدمبوسی خادم نے مسئلہ پوچھا تھا کہ قمر علی نے زوجہ لطیفن بیگم اور حقیقی بہن فاطمہ بیگم اور حقیقی بھتیجا اسد علی اور مکان وزیور واثاث البیت مجموع تین ہزار روپے کا اور اکیس ہزار کے نوٹ چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے مہر معاف کر دیا تھا اور وہ برضائے فاطمہ بیگم و اسد علی اپنے حصہ ترکہ کے عوض مکان وزیور واثاث البیت پر قابض ہیں اور باہم وارثان میں اقرارنامہ لکھ گیا کہ فاطمہ بیگم واسد علی کا ان اشیاء میں اور لطیفن بیگم کا زرنقد مذکور میں کوئی حصہ باقی نہ رہا اب وہ نوٹ فاطمہ بیگم واسد علی میں کس حساب سے تقسیم ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ چودہ ہزار کے نوٹ فاطمہ بیگم اور سات ہزار کے نوٹ اسد علی کو ملیں چنانچہ خادم نے اسی کے مطابق تقسیم کرا دیئے دوسرے روز اسد علی آئے اور کہا میرا حق زیادہ چاہئے مجھے اسمیں ساڑھے تین ہزار روپے کا نقصان ہے اور فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اول مطبع علوی صفحہ ۱۱ پیش کی کہ اسکی رو سے روپیہ مجھ میں اور فاطمہ بیگم میں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہئے اس کا خلاصہ عبارت ملاحظہ اقدس کے لئے حاضر کرتا ہوں۔ چہ میفرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید انتقال کرد ورثہ گذاشت یکے ہمشیرہ عینیہ مسمے بہ رابعہ و سہ برادر زادیان مسمے فاطمہ و زینب و کلثوم و یک برادرزادہ حقیقی مسمے بکر و یک زوجہ مسماۃ خدیجہ کہ جملہ ورثہ مذکورہ صلبی او را حصہ ہشتم داد و راضی کردہ اند پس بقیہ متروکہ زید کہ چگونہ تقسیم باید۔ **ھوالمصوب** بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و رفع موانع بقیہ ترکہ زید تقسیم بر دو سہم شدہ یک سہم ازان ہمشیرہ حقیقی و یک سہم بہ برادرزادہ خواہد شد باقی ورثہ

مجوب خواہند شد۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ ابو الحسنات محمد عبد الحیی عفا عنہ القوی۔

جواب کی پوری عبارت عرض کی ہے یہ صورت بعینہٖ وہی صورت واقعہ ہے حضرت نے اگرچہ حکم زبانی فوراً ارشاد فرمایا تھا مگر کتب کا حوالہ مولوی عبد الحیی صاحب نے بھی نہیں دیا ہے لہذا امیدوار ہوں کہ اس مسئلہ کی مفصل حقیقت نہایت عام فہم ارشاد ہو ظلکم ممدود با دینده محمد احسان الحق عفی عنہ۔

الجواب:

۱۴ محرم شریف ۱۳۲۱ھ

مکرمی اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حق وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا تھا۔ مولوی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کرلیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شے لیکر جدا ہوجائے۔ اس کا حاصل یہ نہیں ہوسکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہوگیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی اس نے تو ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیونکر قرار پاسکتا ہے۔ کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے۔ بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالئے اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے (اتنے اتنے) سہام ہی پر تقسیم ہو۔ جس جس قدر انھیں اصل مسئلہ سے پہونچتے تھے یہاں کے مورث نے ایک زوجہ ایک بہن ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا۔ ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا۔ زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جدا ہوگئی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہولیا باقی تین رہے۔ جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا تو لازم ہے کہ باقی مال یونہی تقسیم ہو۔ بہن کو دو بھتیجے کو ایک نہ کہ دونوں کو نصفا نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوجہ ہوجائیگا یعنی زوجہ کا حصہ نکالکر جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔ قال اللہ تعالٰی ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک لاجرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے۔ زیادہ ایضاح چاہئے با آنکہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے تو یوں سمجھئے کہ یہاں تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہوا اس کے اصل استحقاق سے کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا اور وہ آٹھویں پر راضی ہوگئی۔ دوم اس کے حق سے زیادہ ہو۔ مثلاً صورت مذکورہ میں مکان وزیور واثاث

---

[1] اصل میں ایسا ہی ہے شاید یہاں کچھ چھوٹ گیا ہے اور غالباً عبارت یوں ہے اس۔ اس قدر سہام ہی پر یا اتنے سہام ہی ہے۔ لہذا قوسین میں بنادیا ہے۔ ازہری غفرلہٗ

البیت ۱۲ ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو زوجہ کو بجائے ربع نصف مال پہنچتا۔ سوم اس کے حق کے برابر ہو۔ مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار کے نوٹ۔
صورت ثالثہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے پہونچے گا جو عدم تخارج کی حالت میں پہونچتا۔ تخارج کا اثر صرف اس قدر ہوگا جو اعیان کے تقسیم کا ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم وبیش پاتا ہے حصے کہ ہر شے میں شائع تھے فقط جدا ہو جاتے ہیں۔ صورت اولیٰ میں جبکہ باقی جمیع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحہ کیا اور وہ مال جس میں ہر ایک کا حق تھا تنہا خود لیا اور اپنے حصہ سے کم پر راضی ہوا تو جو کچھ اس کے حصے کا باقی رہا واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہونچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت کا مالک ہو جائے دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم و ناانصافی ہوگا اور یہ پہونچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اس حساب سے بڑھے جو اصل ترکہ میں اس کا حق تھا کہ وہ شئے جو وارث مذکور لے کر جدا ہو گیا ہے اس میں بھی ہر ایک کا حصہ اسی حساب سے تھا۔

صورت ثانیہ میں سب بقیہ ورثا اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے ہیں تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لی جائے نہ یہ کہ سارا بار ایک وارث پر ڈال دیں۔ حالانکہ اس میں سب کے حصے تھے اور سب راضی ہوئے تھے۔ یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں جنہیں ہر عاقل ادنیٰ نظر سے سمجھ سکتا ہے۔ فقیر نے جو حکم گزارش کیا اس میں ہر صورت پر یہ میزان عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی صورت اولیٰ میں جبکہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہو گئی تو باقی تین ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہونچنے واجب ہیں فاطمہ بیگم کا حصہ بارہ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دونا اور اسی حساب سے زیور ومکان و اثاث البیت میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لئے چھوڑا ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اسے ملے اور اسد علی کا ایک تو ضرور ہے کہ معاوضہ کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار کہ ان کے اصل حصوں سے مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ہزار اور اسد علی کے سات ہزار ہو جائیں۔ صورت ثانیہ میں زوجہ نے چھ ہزار اپنے حق سے زائد پائے۔ بہن بھتیجا دونوں اس زیادت پر راضی ہیں تو ہر ایک کے حصہ سے حصہ رسد یہ زیادت نکالنی لازم۔ بہن کے بارہ ہزار سے چار ہزار نکالیں۔ اور بھتیجے کے چھ ہزار سے دو ہزار۔ اب بقیہ بارہ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار بھتیجے کے چار ہزار رہے اور وہی نسبت دو اور ایک کی آگئی صورت ثالثہ تو خود ایسی ظاہر ہے کہ حاجت اظہار نہیں عورت کو چھ ہی ہزار پہونچتے ہیں۔ جو اس کا حق تھے تو بہن بھتیجے کسی کے حق میں ایک حبہ کم نہ ہونا چاہئے نہ زائد لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہرگز عدل کا نام ونشان

نہ رہے گا۔ پہلی صورت میں عورت کے تین ہزار نکل کر اکیس ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی پہ نصف النصف سے دونوں کو ساڑھے دس دس ہزار پہنچے اور چار شناعتیں لازم آئیں۔ (۱) تین ہزار کہ حقِ زوجہ سے چھوڑے تھے دونوں کو ملنے چاہئیں تھے بہن کو ان سے ایک حبہ نہ پہونچا۔ (۲) اگر نہ پہونچا تھا تو اس کا اپنا اصل حصہ کہ بارہ ہزار تھے وہ تو ملتا ڈیڑھ ہزار (۱۲) اس سے بھی کتر گئے یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔ (۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا حالانکہ صرف اس نے پائی (۴) بالفرض اسی کو ملتی تو عورت نے صرف تین ہی ہزار تو چھوڑے تھے بھتیجے کے اصل حصے چھ ہزار میں ملکر نو ہزار ہوتے یہ پندرہ سو اور کس کے گھر سے آئے۔ دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ ہوکر بقیہ بارہ ہزار بالمناصفہ بٹے اور ویسی ہی شناعتیں پیش آئیں بہن بھتیجا دونوں اس نقص حصص پر راضی ہوئے تھے مگر پورا نزلہ بہن پر گرا۔ کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔ زیور مکان وغیرہا متاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا بہن نے متاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک حبہ نہ پایا اس کا حصہ مفت کا تھا۔ الی غیر ذلک مما یخاف ولا یخاف الا الانصاف۔ تیسری صورت سب سے روشن تر ہے کسی وارث نے اپنے حصے سے کچھ نہ چھوڑا عورت کو جو چھ ہزار چاہئیں تھے بے کم و بیش اتنے ہی ملے اب وہ کون سا جرم ہے جس کے سبب فاطمہ بیگم کا حق ایک چہارم کا اڑ گیا اور وہ کون سی خدمت ہے جس کے صلہ میں اسد علی نے اپنے حق سے ڈیوڑھا پالیا۔ اگر نوٹ و متاع کی تبدیلی نہ کرتے تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی و لطیفن چھ چھ ہزار صرف اس تبدیلی نے وہ کایا پلٹ کی کہ لطیفن کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہوگئے۔ اس واضح روشن بدیہی بیان کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی مگر زیادت اطمینان عوام کے لئے اسی کتاب کی صریح تصریح حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کافی ووافی و مکمل اور ہر مدرسے کے مبتدی طلبہ میں بھی مشہور و معروف و متداول ہے یعنی متن امام سراج الدین و شرح علامہ سید شریف قدس سرہما اللطیف فرماتے ہیں۔

(ومن صالح علی شیئ معلوم من الترکۃ فاطرح سہامہ من التصحیح) ای صحح المسئلۃ مع وجود المصالح بین الورثۃ ثم اطرح سہامہ من التصحیح (ثم اقسم باقی الترکۃ) ای ما بقی منہا بعد ما اخذہ المصالح (علی سہام الباقین) من التصحیح (کزوج وام وعم) فالمسئلۃ مع وجود الزوج من ستۃ وھی مستقیمۃ علی الورثۃ للزوج[1] ثلثۃ وللام سہمان[2]

---

[1] فی النسخۃ التی بایدینا وللزوج منہا سہام ثلثۃ　[2] السہمان کذا فی نسختنا

وللعم سہم[1] (فصالح الزوج من نصیبہ الذی ھو النصف) علی ما فی ذمتہ من المھر وخرج من البین فیقسم باقی الترکۃ، وھو ماعدا المھر (بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما) من التصحیح (وحینئذ یکون سہمان) من الباقی (للام وسہم للعم)، کما کان[2] کذلک فی سہامہما من التصحیح فان قلت ھلا جعلت الزوج بعد المصالحۃ واخذہ المھر وخروجہ من البین بمنزلۃ المعدوم وای فائدۃ فی جعلہ داخلا فی تصحیح المسئلۃ مع انہ لایاخذ شیئا وراء ما اخذہ قلت فائدتہ انا لوجعلناہ کان لم یکن وجعلنا الترکۃ ماوراء المھر لانقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث مابقی اذ حینئذ یقسم الباقی بینہما اثلاثا فیکون للام سہم وللعم سہمان وھو خلاف الاجماع اذ حقہا ثلث الاصل واذا ادخلنا الزوج فی اصل المسئلۃ کان للام سہمان من الستۃ للعم سہم واحد فیقسم الباقی بینہما علی ھذا الطریق فتکون مستوفیۃ حقہا من المیراث اھ واللہ تعالٰی اعلم واعلم ان ھھنا طریقۃ اخری اخذ وبہا بعض المشائخ رحمہم اللہ تعالٰی لاتعلق لہا عندی بما نحن فیہ وان فرض فانما یکون علیہا فی الصورۃ المسئول عنہا لفاطمۃ ثلثۃ عشر الفا ومائۃ وخمسۃ وسبعون لم نخترھا لان العمل والفتیا بالراجح لاسیما المذھب وانت تعلم ان ھذہ ایضا لاتوافق ما سلکہ المجیب اللکنوی فھو خلاف الاجماع قطعا وباللہ العظمۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ: از ریاست رامپور مرسلہ مولوی وحید اللہ صاحب نائب پیشکار کچہری دیوانی۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

حضرت مطاع ومحترم مدظلہم العالی تحیہ تسلیم بالوف تکریم مشکلات کا حل آنحضرت کی ذات مجمع الکمالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ناچار گزارش کیا جاتا ہے سراجی وغیرہا تمام کتابہائے فرائض وفقہ جہاں تک حقیر نے دیکھیں، میں اخوات عینیہ وعلاتیہ کو بنات اور فقط بنات الابن کے ساتھ میں عصبہ مع الغیر لکھا ہے وان سفل سے سفلیات کو داخل نہیں کیا گیا ہے جیسا اور مواقع مثلاً تفصیل اب میں ہے وابنۃ الابن کے بعد وان سفلت کو بھی شامل کرلیا اس سے خیال ہوتا ہے سفلیات کی معیت عصوبت اخوات کی علت نہیں ہے چنانچہ شارح بسیط رحمہ اللہ کا یہ قول ہے اقتصر علی بنات الابن ولم یقل وان سفلن

---

[1] وللعم الیک فہو سہم کذا عندنا۔ [2] کما کان الحال کذلک کذا بنسختنا۔

وکذا فی غیرہ من کتب الفرائض فدل ذالک علی ان السفالۃ غیر معتبرۃ فی صیرورتھن عصبۃ انتھی اس خیال کی تائید کرتا ہے اطمینان کی غرض سے حضرت سے رجوع کیا جاتا ہے کہ اس کو صحیح خیال کرکے سوالات میں اس پر عمل درآمد کیا جائے یا کیا۔ امید ہے کہ آنحضرت کے عالمتاب آفتاب فیض سے یہ حقیر ذرہ بھی بہرہ یاب ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

مولانا المکرم اکرم اللہ تعالٰی بعد اہدائے ہدیہ تحفہ سنیہ ملتمس عصوبت اخوات کے لئے معیت بنت ابن الابن وبنت ابن ابن الابن وان سفلن قطعًا کافی ہے۔ اور شرح بسیط کا بیان صریح لغزش بنت الابن حقیقۃً لغۃً یا عرفًا شائعًا بنت ضرور ابن الابن وغیرہا جملہ سفلیات کو متناول ہے۔ تصریح وان سفلت محض ایضاح وتاکید عموم ہے۔ نہ ادخال مالم یدخل تو عدم ذکر ہرگز ذکر عدم نہیں ہوسکتا ولہٰذا احد ہا جگہ علماء نے وہاں کہ عموم یقینًا ہے لفظ سفول ذکر نہ فرمایا۔ کنز الدقائق میں ہے للاب السدس مع الولد اوولد الابن اوسی میں ہے ولد الابن کولدہ عند عدمہ۔ ملتقی الابحر میں ہے ومن النساء سبع الام والجدۃ والبنت وبنت الابن والاخت الخ اوسی میں ہے النصف للبنت وبنت الابن عند عدمہا۔ اوسی میں ہے السدس للام عند وجود الولد اوولد الابن وللاب مع الولد او ولد الابن وبنت الابن وان تعددت مع الواحدۃ من بنات الصلب۔ تنویر الابصار میں ہے للاب والجد السدس مع ولد او ولد ابن۔ درمختار میں ہے والتعصیب مع البنت او بنت الابن اسی میں ہے من فرضہ النصف خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاب والزوج سراجیہ میں ہے بنات الابن کبنات الابن الصلب ولہن احوال ستٌ۔ شریفیہ میں ہے أربع من النسوۃ فرضہن النصف والثلثان الاولٰی البنت والثانیۃ بنت الابن فان حالہا کحال البنت عند عدمہا بلکہ نہیں جگہ صرف ذکر بنت پر اقتصار فرمایا حالانکہ بنات الابن وان سفلن قطعًا سب اوسی حکم میں داخل۔ تنویر میں ہے یصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن والاخوات باختیہن ومع غیرہ الاخوات مع البنات۔ اسی مسئلہ کا کلیہ ارشاد ہوا ہے۔ اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ اور پھر یہی نہیں کہ ان حضرات کو ترک ذکر سفول کا التزام ہو جس سے اون کی عادت پر حمل کرکے سفول مفہوم ہو۔ نہیں بلکہ انھیں کتب میں جابجا سفول مذکور کنز میں ہے للام الثلث ومع الولد اوولد الابن وان سفل السدس وللزوج النصف

ے ہذا النص لملتقط المحفا ۱۲ ازہری غفرلہ

ومع الولد او ولد الابن وان سفل الربع وللزوجۃ الربع ومع الولد او ولد الابن وان سفل الثمن ملتقی میں ہے اقربھم جزء المیت وھو الابن وابنہ وان سفل اسی میں ہے تحجب الاخوۃ بالابن وابنہ وان سفل تنویر میں ہے یقدم الاقرب فالاقرب منھم کالابن ثم ابنہ وان سفل۔ تو ظاہر ہوا کہ علماء کے نزدیک سفول کا ذکر وعدم ذکر یکساں ہے تو اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیہ کے خلاف ہوتا فقط عدم ذکر سفول پر قناعت نہ فرماتے بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات بالتصریح بتاتے تاکہ عرف عام شائع سے خلاف مراد پر محمول نہ ہو تو شرح بسیط کا تمسک صراحۃ بالمخالف ہے اور خود شرع مطہر میں اس کی کہاں نظیر ہے کہ یہاں سفلیات قوی کا حکم عالیات کے خلاف رکھا ہو بلکہ ہمیشہ جس طرح بنات نہ ہوں تو بنات الابن ان کی جگہ ہیں اور بنات ابن الابن کی جگہ وہیں بنات الابن نہ ہوں تو بنات الابن کی جگہ ہیں اور بنات ابن ابن الابن بنات ابن الابن جگہ وھلم جرا ایسا واضح مسئلہ اسی قابل تھا کہ علماء اسے اعتماد فہم سامع پر چھوڑ جاتے مگر جزاھم اللہ عنا احسن جزاء انھوں نے اسے بھی مہمل نہ چھوڑا اور عامہ کتب معتمدہ متداولہ متون وشروح وفتاوٰی مثل سراجیہ وشریفیہ وتبیین الحقائق وتکملۃ البحر للطوری ودرمختار وملتقی الابحر ومجمع الانہر وخزانۃ المفتین وفتاوٰی عالمگیریہ وقلائد المنظوم وغیرہا میں صاف صاف بلا خلاف حکم مذکور عصوبت اخوات مع بنات الابن کا سفلیات کو شمول بھی بتادیا اب ناظر متعجب ہوگا کہ یہ کیونکر۔ ہاں یہ فقیر سے سنیے زید نے دو بنت ابن الابن اور دو اخت چھوڑ کر انتقال کیا بنتین ابن الابن کے لئے تو یہاں یقیناً ثلثین ہے جس میں کسی ادنٰی طالب علم کو بھی محل ریب نہیں اور اخوت کے پانچ حال ہیں ایک کو نصف زائد کو ثلثان بھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین بنات کے ساتھ عصوبت ابن واب وان سفل وعلا کے ساتھ سقوط پہلی اور تیسری اور پانچویں حالت تو صورت مذکورہ میں بداہۃً نہیں اب اگر چوتھی نہ مانو تو دوسری متعین ہوگی اور اختین بھی ثلثین کی مستحق ہونگی۔ یہ اولاً خود باطل ہے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی مسئلے میں دوبار ثلثین جمع نہیں ہوسکتے۔ مجمع الانہر میں ہے لایتصور فی مسئلۃ قط اجتماع ثلثین۔ وثلثین او ثلث وثلثین۔ ثانیاً اس تقدیر پر اصل مسئلہ تین سے ہوکر بوجہ اجتماع دو ثلثین چار کی طرف عول کرنا واجب ہوگا حالانکہ کتب مذہب میں قاطبۃً تصریح ہے کہ تین ان اصول میں ہے جن میں کبھی عول نہیں ہوتا۔ سراجیہ میں ہے اعلم ان مجموع المخارج سبعۃ اربعۃ منھا لاتعول وھی اثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ وشریفیہ ومنح الغفار وردالمحتار وغیرہا میں ہے لاتعول اصلا لان الفروض المتعلقۃ بھذہ المخارج الاربعۃ اما ان یفنی المال بھا او یبقی منہ شیئ زائد علیھا یہ بھی تصریح ہے کہ دو ثلثین جمع نہیں ہوسکتے نیز شریفیہ وغیرہا میں ہے فلا عول فی الثلثۃ لان المخارج منھا اما

ثلث ومابقی کام واخ لاب وام واماثلثان ومابقی کبنتین واخ لاب وام واماثلث۔ ثلثان کاختین لام واختین لاب وام۔ اس حصر میں اور بھی واضح کردیا کہ اختین کو بنتین ابن الابن کے ثلثین کے ساتھ ثلثین دینا محض باطل ہے شرح الکنز للامام الزیلعی میں ہے جملۃ المخارج سبعۃ وانما تعول منھا الستۃ والاثنا عشرۃ والاربعۃ وعشرون والاربعۃ الاخری لاتعول بعینہٖ اسی طرح تکملۂ طوری میں ہے درمختار میں ہے المخارج سبعۃ اربعۃ لاتعول الاثنان وثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے اربعۃ منھا لاتعول الاثنان والثلثۃ الخ خزانۃ المفتین میں پھر ہندیہ میں ہے اعلم ان اصول المسائل سبعۃ اثنان وثلثۃ واربعۃ وستۃ وثمانیۃ و اثنا عشر واربعۃ وعشرون اربعۃ منھا لاتعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ۔ الخ منظومہ علامہ ابن عبدالرزاق میں ہے وسبعۃ مخارج الاصول اربعۃ لیست بذات عول ؛ اثنان والثلثۃ التالیۃ ؛ واربع ضعفھا الثمانیۃ تو واجب ہوا کہ صورت مذکورہ میں حالت چہارم ہی [illegible] جائے اور سفلیات کے ساتھ بھی بہن کو عصوبت دیجائے شرح بسیط میں ایسی تصریحات جلیلہ سے ذہول اور اس نامفید بلکہ مخالف بات سے تمسک عجب عجب ہے۔ ولکن لکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ فقیر نے یہ طریق استدلال اس غرض سے لیا کہ کلمات علمائے کرام سے اخذ مسائل کا انداز معلوم ہو ورنہ بحمداللہ تعالٰی خاص اس جزئیہ شمول کی تصریحات فقیر کے پاس موجود ہیں۔ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں ہے (والاخت) ولو متعددۃ (مع بنت) الصلب واحدۃ او اثنا فاکثر (و) کذا (مع (بنت الابن) وان سفلت کذلک وکذا مع بنت وبنت ابن (ذات اعتصاب مع غیر) مختصر الفرائض میں اخوات الاب کے احوال میں ہے یصرن عصبۃ مع البنات او بنات الابن وان سفلن ان لم توجد الاخوات لاب وام۔ زبدۃ الفرائض میں ہے عصبہ مع غیرھا دو [illegible] زنان اند یکے اخت اعیانی میت کہ با بنت یا بنت ابن او ہرچند پایان رود عصبہ میگردد۔ دوم اخت علاتی میت کہ باہمیں جنتین مسطورین عصبہ می شود۔ اسی میں اخت عینیہ کے احوال میں ہے۔ چہارم عصبہ مع البنات الصلبیات ومع بنات الابن ہرچند پایان روند۔ انہیں اخت علاتیہ کے حالات میں ہے۔ پنجم عصبہ مع البنات الصلبیات ومع بنات الابن ہرچند پایان روند وقتے کہ عینی نباشد۔ علامہ ابن نور اللہ القروی نے حل المشکلات میں خوب طریقہ اختیار فرمایا کہ کہیں وان سفلت وان نزلن نہ کہیں اور ہر جگہ بے کہے مذکور ہو یعنی ابتدا میں اپنی کتاب سے

ے لعل الصواب او بنات الابن صح ۱۲ ازہری غفرلہٗ۔ بل ھو المتعین کما یظہر فیما مضی ومایاتی

مسئلہ نکالنے کا طریق ارشاد فرمایا کہ جس مسئلہ میں فلاں وارث ہوا سے فلاں باب میں، دیکھو مسائل بنات الابن کے لئے فرمایا ان کان فیھا بنت ابن المیت وان سفلت مع غیرھا من اصحاب الفرائض فھی فی الباب الثانی عشر پھر ختم مقدمہ کے بعد فہرس ابواب دی اس میں بھی فرمایا الباب الثانی عشر منھا فی بنت الابن وان سفلت مع غیرھا من اصحاب الفرائض۔ اسی طرح اور ابواب کی نسبت بھی فرمایا اب ان بابوں میں جہاں مثلاً بنت الابن ہو خواہی نخواہی بحکم تعلیمات سابقہ بنت الابن وان سفلت مراد ہے اسی باب دوازدہم میں ہے من مات وترك بنت ابن　　واختا لابوین فالمسئلۃ من اثنین لان فیھا نصفا ومابقی فالنصف لبنت الابن والباقی للاخت بالعصوبۃ غرض حکم مسئلہ واضح ہے وللہ الحمد واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

فصل سوم

مسئلہ از احمد آباد گجرات محلہ جکلہ کالوپور متصل پل گلیان مدرسہ طیبہ۔ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک چچازاد بھائی کے سوا کوئی وارث شرعی نہیں اور دو بھتیجے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں زید نے اپنے مرض الموت میں بھائی کو ایک سو چالیس روپیہ دے کر اپنے متروکہ سے اس کا حق میراث معاف کرالیا بھائی نے معاف کردیا زید نے اس صلح کے بعد چھ سو باسٹھ روپے کے پانچ مکان خرید کر بنام مدرسہ عربیہ دینیہ وقف کیے اور جو مال باقی رہا اس میں یہ وصیت کی کہ اس سے اولاً حج کرایا جائے اور حج سے جو بچے اس کا مکان خرید کر وقف کردیا جائے بعدہٗ زید نے انتقال کیا۔ اس صورت میں یہ وقف و وصیت نافذ ہوئے یا نہیں اور صلح جو وارث سے مورث اپنی حیات میں کرلے شرعاً معتبر ہے یا نہیں　　اگر صلح مذکور معتبر ٹھہرے تو میراث میں بدین جہت کہ بھائی کا حق بوجہ صلح ساقط ہوگیا اب بھتیجوں کا حق ثابت ہوگا یا نہیں۔　　بینوا توجروا

الجواب

وارث سے اس کے حصہ میراث کے بابت جو صلح حیات مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے کہ باطل و بے اثر ہے اس سے وارث کا حق ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر بعد موت مورث اس صلح پر رضامندی رہے تو اب صحیح ہوجائے گی۔ **اقول** وباللہ التوفیق تفصیل المقام ان الروایات فی ھذہ المسئلۃ توجد علی ثلثۃ انحاء الاول البطلان وھو واضح البرھان غنی عن البیان فان الارث لاثبوت لہ فی حیاتہ فکان اعتیاضا عن معدوم وھو

باطل وبهذا هو نص محرر المذهب رضی الله تعالٰی عنه قال فی جامع الفصولین ذکر مرة فی سلك (ای محمد رحمه الله تعالٰی فی السیر الکبیر الذی هو من کتب الاصول الستة) ان المریض لو اعطی من اعیان ماله بعض ورثته لیکون له بحقه من المیراث بطل اه الثانی الجواز ولایظهر له وجه قال فیه عقیبه برمز جف لجامع الفتاوٰی جعل لاحد ابنیه دارا بنصیبه علی ان لایکون له بعد الموت الاب میراث قیل جاز وبه افتی بعضهم وقیل لا اه ذکره فی اواخر الفصل ۳۴ وقال فی فرائض الاشباه والنظائر قال الشیخ عبدالقادر فی الطبقات فی باب الهمزة فی احمد قال الجرجانی فی الخزانة قال ابوالعباس الناطفی رأیت بخط بعض مشائخنا رحمهم الله تعالٰی فی رجل جعل لاحد بنیه دارا بنصیبه علی ان لا یکون له بعد موت الاب میراث جاز وافتی به الفقیه ابوجعفر بن الیمانی احد اصحاب محمد بن الشجاع البلخی وحکی ذلك اصحاب احمد بن ابی الحارث وابوعمرو الطبری انتهی اھ قال فی غمز العیون یتأمل فی وجه صحة ذلك فانه خفی اھ والثالث الجواز اذا رضی به الوارث بعد ما ورث قال فی جامع الرموز اعلم ان الناطفی ذکر عن بعض اشیاخه ان المریض اذا عین لواحد من الورثة شیئا کالدار علی ان لایکون له فی سائر الترکة حق یجوز وقیل هذا اذا رضی ذلك الوارث به بعد موته فحینئذ یکون تعیین المیت کتعیین باقی الورثة معه کما فی الجواهر اھ ونقله فی اوائل وصایا ردالمحتار وزاد ان حکی القولین فی جامع الفصولین فقال قیل جاز وبه افتی بعضهم وقیل لا اھ اھ۔

ولم یجنح لحکایة ماقدمه فی جامع الفصولین عن السیر الکبیر مع انه کان هو العمدة فی الباب فان ماذکر من الجواز وافتاء البعض لو لم یکن مستنده کما علمت الی خط بعض المشائخ مع ما فی الخط من شبهة تنزله عن مرتبة الاشارة فضلا من العبارة فعندی فیما ذکر الحموی فی الغمز من احکام الکتابة یجوز الاعتماد علی خط المفتی

اخذا من قولهم یجوز الاعتماد علی اشارته فالکتابة اولٰی اھ نظر فی الاخذ وان قلنا بجوازالاخذ به عند حصول الامن ورکون القلب ولذا اجمعوا علی جواز النقل من الکتب المعتمدة المعروفة المتداولة کما افاده فی الفتح فمع قطع النظر من کل ذلك لم یکن له بجنب نص محمد فی ظاهر الروایة قیام علی ساق مع ما فیه من عدم التأمه بقواعد المذهب علی الاطلاق نعم ما ذکر فی الجواهر محمل حسن وبه یدنو من التحقیق ویزول القلق ویحصل التوفیق بیدان الواجب عندی رضی الورثة جمیعا بعد موت المورث لا رضی المصالح وحده

فان التخارج مبادلۃ بینھم فلابد من رضاھم جمیعا لاسیما اذا کان الذی عُیّن لہ ازید من حقہ وکانہ لحظ الی ان التعیین لواحد علی ان لایکون لہ فی سائر الترکۃ شیئ انما یکون غالبا باقل من حقہ اوما یساویہ ولیس فیہ مایقتضی عدم رضی سائر الورثۃ فاقتصر علی ذکر اشتراط رضاہ وحدہ واللہ تعالٰی اعلم فان قلت لم لایجوز ان یحمل کلام محمد محرر المذھب رحمہ اللہ تعالٰی علی بطلان الحق قلت کلا فان الارث جبری لایسقط باسقاط وکیف یسوغ ابطال ما اثبتہ اللہ تعالٰی۔ فی کتابہ والتخارج مبادلۃ لااسقاط والمبادلۃ تقرر الحق وتبثتہ لاتبطلہ فلو صح ما فعل المریض لقیل صح ما فعل والحق حصل لاان بطل ھذا عندی والعلم بالحق عند ربی۔

یہ نفس مسئلہ صلح وارث بحیات مورث کی تحقیق تھی جس سے سائل نے علی وجہ الاطلاق سوال کیا۔ رہی یہ صورت خاصہ کہ یہاں واقع ہوئی اسے مسئلہ صلح وتخارج سے علاقہ ہی نہیں یہاں صلح ایک سو چالیس روپے پر واقع ہوئی اور ترکہ میں روپے زائد تھے اور روپے کے حق سے کم روپوں پر تخارج قطعًا باطل ہے۔ اگرچہ بعد موت مورث۔ فی الدرالمختار فی اخراجہ عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لایصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربا۔ تو یہ تخارج ہوتا تو یقینًا باطل ہوتا۔ مگر یہاں دوسرا وارث کوئی ہے ہی نہیں نہ کوئی موصی لہ تھا جس سے مبادلہ ٹھہرے تو یہاں صلح وتخارج ومبادلہ کو دخل ہی نہیں اوس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ "میراث سے میں نے اتنے روپے لے لئے باقی ترکہ سے مجھے تعلق نہیں" یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ ایک مہمل وعدہ سے زائد کچھ معنے رکھتا ہے تمام ترکہ میں بدستور اس کا حق باقی ہے تصرفات مذکورہ زید بے اوس کی اجازت کے ثلث سے زائد میں نافذ نہیں ہوسکتے بلکہ اون میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت تو بحال حیات موصی مفید ہی نہیں۔ اگرچہ وارث نے صراحۃً اس وقت کہدیا ہو کہ میں نے ان وصیتوں کو نافذ کیا جائز رکھا نہ اسے اون تصرفات زید کی اجازت معتبرہ ٹھہرا سکتے ہیں جو اس گفتگو کے بعد زید سے واقع ہوئے کہ ان میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت کا تو حیات موصی میں کوئی محل ہی نہیں فی الدرالمختار لاتعتبر اجازتھم حال حیاتہ اصلا بل بعد وفاتہ اھ فی ردالمحتار ای لانھا قبل ثبوت الحق لھم لان ثبوتہ عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف الاجازۃ بعد الموت لانہ بعد ثبوت الحق وتمامہ فی المنح۔ البتہ وہ وقف کہ اس نے اپنے مرض میں فی الحال کردیا اگر وارث سے حیات مورث ہی میں اس کی اجازت پائی گئی جب بھی نافذ وتمام ہوگیا۔ فی ردالمحتار من البزازیۃ تعتبر الاجازۃ بعد الموت لاقبلہ ھذا فی الوصیۃ امافی التصرفات المفیدۃ لاحکامھا کالاعتاق وغیرہ اذا صدر فی مرض الموت واجازہ

الوارث قبل الموت لا روایۃ فیہ عن اصحابنا قال الامام علاؤ الدین السمرقندی عتق المریض عبدہ ورضی بہ الورثۃ قبل الموت لایسعی العبد فی شیئ وقد اضوا علی ان وارث المجروح اذا عفا عن الجارح یصح ولا یملك المطالبۃ بعد موت المجروح اھ اور نہیں سے واضح ہوا کہ صورت کچھ واقع ہوئی ہو بھتیجوں کو اصلا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اگر وارث یعنی بھائی نے اس وقف کو بحال حیات مورث خواہ بعد وفات مورث اور وصا کو خاص بعد وفات جائز کیا جب تو اس ایکسو ۱۴۰ چالیس روپے کے سوا باقی مال حسب تصرفات مورث وقف ووصیت میں آگیا اور اگر ناجائز کیا تو ثلث وقف و وصیت کے لئے رہا دو ثلث بھائی کا حق ہوا بھتیجے کسی مال میں حصہ نہیں پا سکتے وھذا ظاھر جدا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

فصل چہارم

مسئلہ۔ از شکر گوالیار ڈاک دربار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب۔ ۲۶ شوال ۱۳۱۴ھ

مخدوم ومطاع نیازمندان دام مجدکم بسپاز اظہار نیاز گزارش کہ ان دنوں بوجہ ضرورت ملازمان ریاست واہل وکلا ایک رسالہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں فرائض وصیت ہبہ وقف نکاح مہر طلاق وغیرہا کا بیان ہے اور وہ رسالہ چھپ رہا ہے ایک شبہ یہ پیدا ہوا ہے کہ آیا سوائے مادر حقیقی دیگر زوجات اب اور سوائے جدہ حقیقی دیگر زوجات جد میراث پاتی ہیں یا نہیں اگر نہیں پاتیں تو درمختار اور فرائض شریفی وغیرہا میں جدہ کے آگے فصاعدا اور او اکثر سے کیا مراد ہے اور تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام اور ۳۔۴۔۶ یہاں تک کہ پندرہ جدات کس بنا پر درج ہیں بالتفصیل اس کا جواب مطلوب ہے بمجرد ملاحظہ نیاز نامہ مرحمت ہو۔ نور الدین احمد عفی عنہ

الجواب

مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آدمی کی ام وجدہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف یہ منتسب ہو وہ اس کی اصل یہ ان کی فرع ہو باقی زوجات اب وجد ام وجد نہیں نہ ان کے لئے میراث سے کوئی حصہ تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام عامہ کتب میں ایک دوسرے کی طرف مضاف مراد ہیں کہ دوسرے تیسرے درجہ کی جدہ امیہ ہوئیں یعنی ام الام نانی یا ام ام الام نانی کی ماں نہ یہ کہ میت کی اپنی دو تین ماں۔ ہاں علمائے کرام نے تعدد ام واب کی صورت بحالت تنازع قائم فرمائی ہے مثلاً چند عورتیں ایک بچہ کی نسبت مدعی ہوں ہر ایک کہے یہ میرا بیٹا ہے میرے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کا حال معلوم نہ ہوا اور وہ سب مدعیات اپنے

اپنے دعوے پر شہادت شرعیہ قائم کردیں اور کسی کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہ ہو تو قاضی مجبور اُسے ان سب کی طرف اوسے منتسب کرے گا۔ اور جب وہ مرے اور یہ عورتیں باقی رہیں تو بحکم تنازع وعدم ترجیح سب ایک سدس یا ثلث میں کہ سہم مادر ہے شریک ہو جائیں گی اسی طرح ایک شخص کے چند پدر اور ان کے تعدد کی ایک صورت ولدِ جاریہ شرکاء ہے جبکہ سب شرکاء دعوی کریں۔ غمز العیون کتاب الاقرار میں ہے لایستحیل شرعا ان یکون للواحد ابوان او ثلثة الی خمسة کما فی الجاریة المشترکة اذا ادعاہ الشرکاء بل قد یثبت نسب الواحد الحر الاصیل من الطرفین کما فی اللقیط اذا ادعاہ رجلان حران کل واحد منہما من امراۃ حرۃ کما فی التاتارخانیۃ۔ خانیہ کتاب الدعوے فصل فیما یتعلق بالنکاح میں ہے۔ جاریة بین رجلین او ثلثة او اکثر ولدت ولدا فادعوہ جمیعا ثبت النسب من الکل فی قول ابی حنیفة وزفر والحسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالی وعن ابی حنیفة فی روایة یثبت من الخمسة لامن الزیادة الخ **اقول** فافادان التحدید المذکور فی الغمز مبنی علی روایة نادرة والمذہب الاطلاق۔ ہندیہ کتاب الدعوی میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے قال ابوحنیفة رضی اللہ تعالی عنہ خارجان اقام کل واحد منہما البینة انہ ابنہ ولد علی فراشہ من امراتہ ہذہ جعل ابن الرجلین والمرأتین الخ اور جدّہ واقعی متعدد ہوتی ہیں کہ آدمی کی جدہ ہر وہ عورت ہے جو اس کی اصل کی اصل ہو اصل دو ہیں اب و ام اور ان میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں تو یہ پہلا درجہ اصل الاصل کا ہے جس میں چار اصلیں پائی گئیں دو مرد اور دو عورتیں یہ دونوں عورتیں جدہ ہیں ایک امیہ یعنی ماں کی طرف سے کہ ام الام یعنی نانی ہے اور دوسری ابویہ باپ کی طرف سے کہ ام الاب یعنی دادی ہے یہ دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔ پھر چاروں اصلوں میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں تو دوسرے درجہ میں آٹھ اصول ہوں گے۔ چار مرد چار عورتیں یہ چاروں عورات جدہ ہیں دو امیہ ام اب الام اور ام ام الام دو ابویہ ام اب الاب ام ام الاب یہ دونوں صحیحہ ہیں اور امیہ کی پہلی فاسدہ دوسری صحیحہ یوہیں ہر درجہ میں جدات کا عدد دونا ہوتا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں آٹھ چوتھے میں سولہ پانچویں میں بتیس وعلی ہذا القیاس تضاعیف بیوت شطرنج کی طرح یہاں تک کہ بیسویں درجہ میں دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچ سو چھہتر جدہ ایک درجہ کی ہونگی نصف ابویہ نصف امیہ اور ان میں صحیحہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ امیات میں تو کسی درجہ میں ایک سے زائد جدہ صحیحہ نہ ہوگی کہ جدۂ امیہ وہی صحیحہ ہے جس تک میت کے سلسلے میں سوا ام کے اب اصلا نہ واقع ہوا اور ابویات ہر درجہ میں بشمار اس درجہ کے صحیحہ ہونگی باقی ساقطہ مثلاً پانچویں درجہ میں پانچ ابویہ ثابتہ ہیں گیارہ فاسدہ اور دسویں میں دس صحیحہ پانچسو دو ساقطہ۔ وعلی ہذا القیاس کہ جدہ ابویہ میں جب تک جانب نزول صرف لفظ اب اور جانب

صعود صرف لفظ ام ہے جدۂ صحیحہ ہے اور جہاں دو اُم کے بیچ میں لفظ اب آیا وہیں فاسدہ ہو جائے گی پس جسقدر درجوں کی جدات صحیحہ لینی ہوں اتنی ہی بار لفظ اب برابر برابر لکھا جائے اور اس کے اوپر اُم لکھ دیجئے یہ سطر اول ہوئی جس کے شروع میں لفظ ام باقی اب ہے۔ سطر دوم میں ام کے قریب جو پہلا اب ہے اسے بھی ام سے بدل دیجئے کہ دو ام ہوں اور باقی اب اسی طرح سطر" سوم میں تین ام چار میں چار یہاں تک کہ اخیر میں سب ام ہو جائیں۔ یہ سب جدات صحیحات ہونگی یا اخیر کی امیہ اور اور پر کی سب ابویہ اور طریق اس کا اخصر ہونا ظاہر ہے کہ طریق اول میں جتنی جدہ بتانی ہوں بقدر ان کے مجذور کے لفظ اب وام لکھنے ہوں گے اور یہاں ان کی ضعف سے بھی ایک کم مثلاً سو جدہ دکھانے کو اُس طریق میں دس ہزار لفظ درکار ہوں گے اور اس میں صرف ایک سو ننانوے اخصر یہ ہے کہ جتنے درجہ کی جدہ لینی ہوں اتنی ہی بار زیر و بالا لفظ اب اور اسی قدر ان کے محاذی لفظ ام لکھکر اخیر میں دونوں کے وسط پر ام لکھد یجئے آبا رو امہات کو دو خط مستقیم عمودی سے ملا دیجئے اور ام اخیرہ سے اس کے قریب کے اب وام دونوں اور باقی ہر ام سے اوسکے ایک درجہ اوپر کے اب تک خطوط منحرفہ کھینچد یجئے خط عمودی امہات مع ام اخیرہ جدیہ امیہ کو بنائے گا اور باقی خطوط ابویات صحیحہ کو یہ سب بیانات ان چار نقشوں سے کالعیان ہو جائیں گے دو نقشہ اول میں جہاں لفظ ام بخط نسخ ہے وہ جدہ صحیحہ ہے باقی ساقطہ۔

نقشہ امیات

الام

درجہ ۱: ام اب

۲: ام اب ام اب

۳: ام اب ام اب ام اب ام اب

نقشہ ابویات

الاب

درجہ ۱: ام اب

۲: ام اب ام اب

۳: ام اب ام اب ام اب ام اب

نقشہ جدات ثابتہ ابویات وامیہ درجہ پنجم

۱	ام	اب	اب	اب	اب	اب
۲	ام	ام	اب	اب	اب	اب
۳	ام	ام	ام	اب	اب	اب
۴	ام	ام	ام	ام	اب	اب
۵	ام	ام	ام	ام	ام	اب
۶	ام	ام	ام	ام	ام	ام

نقشہ پانزدہ[۱۵] جدہ صحیحہ یکے امیہ چاردہ[۱۴] ابویہ بطریق اخصر کہ در درجہ چہارم حاصل میشوند

الاب — الام

اب اب اب اب اب اب اب اب اب اب اب اب اب

ام ام ام ام ام ام ام ام ام ام ام ام ام

ام

اس تقریر سے قصاعداً اور اواکثر اور ایک درجہ میں پندرہ جدہ صحیحہ سب کے معنی منکشف ہوگئے اور ظاہر ہوا کہ کچھ پندرہ پر حصر نہیں جسقدر چاہیں حاصل کرسکتے ہیں مثلاً پچیس جدہ صحیحہ ہیں درجہ بیست وچہارم میں ملیں گی اس درجہ کی کل جدات ایک کروڑ سرسٹھ لاکھ ستتر ہزار دوسو سولہ (۱۶۷۷۷۲۱۶) میں سب ساقط مگر پچیس ایک امیہ اور چوبیس ابویہ کہ صحیحہ ہیں۔ یہ تمام بیان منیر فقیر حقیر نے عین وقت تحریر میں اپنے ذہن سے استخراج کیا پھر دیکھا تو ہندیہ میں اختیار شرح مختار سے طریق اول نقل فرمایا۔ وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم

فصل پنجم

مسئلہ ۔ از کلکتہ مولوی امداد علی لین نمبر (۱)
مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب بنگالی منتہی طالب علم مدرسہ عالیہ کلکتہ　　۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ شخصی بحضور یک زوجہ وسہ بنت وسہ بنت الابن ودو ابن ابن الاخ اموال گذاشتہ پیک اجل رالبیک گفت پس ترکہ اش درمیان ورثۂ مذکورین چگونہ منقسم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۵۰۴

زید

زوجہ	بنت	بنت	بنت	بنت الابن	بنت الابن	بنت الابن	ابن ابن الاخ
۶۳	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	۱۵	۱۵	۱۵	۶۰

جناب من حمد ادب پس از سلام سنت خیر الانام عرض بخدام برتر مقام میگزارم کہ برصورت مرقومہ بالا دریں صوبہ بنگلہ اختلافات شتی رو دادہ کہ بنت الابن یا ابن ابن الاخ عصبہ تواند شد یا چہ از دلائل ردالمحتار وشریفیہ معلوم شد کہ بنات الابن چنانچہ با برادر عینی خود عصبہ شوند ہمچنان نسق با ابن عم خود ہم عصبہ شوند وایشاں ہم بنی عم این زمان اندپس مستحق باقی مال زید تواند شد یا نہ برہر دو تقدیر از کتب معتبرہ استدلال نمود وجواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت فرمایند بمفوائے آیہ کریمہ وتعاونوا علی البر والتقوٰی ۵ ولاتکتموا الحق زیادہ والسلام مع التعظیم والاکرام۔ عرض پرداز فدوی محمد عبدالعزیز عفی عنہ ساکن حال کلکتہ۔ ۹ جمادی الاولٰی ۱۴ھ

الجواب

بکر باالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ درصورت مستفسرہ تصحیح از یکصد وچہل وچار ست وبنات الابن محجوبات بہ بنات وتقسیم چناں

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۱۴۴ زید

زوجہ	بنت	بنت	بنت	ابن ابن الاخ	ابن ابن الاخ	بنت الابن
۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۱۵	۱۵	م
				بنت الابن	بنت الابن	
				م	م	

اگر دلائل بکار ست **فاقول** وباللہ التوفیق **اولاً** بنات الابن را عصبہ تواں کرد مگر ابن الابن وان سفل پس چوں با دو یا بیش صلبیات باشند چیزے نیابند مطلقاً مگر صورتے واحدہ کہ با ایشاں با فروتر ازیشان مردی از اولاد پسر میت باشد۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تاشی۔ در تنویر الابصار متن الدر المختار فرمود اذا استکمل البنات فرضھن سقط بنات الابن الا بتعصیب ابن ابن موازاو نازل۔ علامہ ابراہیم حلبی در ملتقی الابحر کہ از متون معتمدہ فی المذہب ست فرماید اذا استکمل بنات الصلب الثلثین سقط بنات الابن الا ان یکون بحذائھن او اسفل منھن ابن ابن فیعصب من بحذائہ ومن فوقہ من لیست بذات سھم وتسقط من دونہ۔ علامہ محمد بن حسین بن علی خوری در تکملہ بحر الرائق فرماید۔ ان کان للمیت ابنتان فلا شیئ لبنت الابن الا ان یکون فی درجتھا او اسفل منھا ابن ابن فتصیر عصبۃ بہ۔ پیداست کہ ابن ابن الاخ ابن الابن نیست پس از صورت استثنا خارج باشد **ثانیاً** نص ہمیں در تعصیب بنات بہ ابناء واخوات بہ اخوۃ آمدہ است وپس بنات وابنائے ابن در بنات وابنائے میت داخل اند بالاجماع پس تعصیب بنات ابن بہ ابنائے اخ بے دلیل شرعی ست علامہ شیخی زادہ رومی در مجمع الانہر فرماید۔ ان النص الوارد فی صیرورۃ الاناث بالذکور عصبۃ انما ھو فی موضعین البنات بالبنین والاخوات بالاخوۃ۔ **ثالثاً** علما جائیکہ عصبات بغیرہن را شمارند بنت الابن را بقید تعصیب ابن الابن آرند در ہندیہ از حاوی القدسی آورد۔ عصبۃ بغیرہ وھی کل انثی تصیر عصبۃ بذکر یوازیھا وھی اربعۃ البنت بالابن وبنت الابن بابن الابن والاخت لاب وام باخیھا والاخت لاب باخیھا درمتن تنویر وشرح او در مختار ست تصیر عصبۃ بغیرہ البنات بابن وبنات الابن بابن الابن) وان سفلوا۔ امام حسین محمد بن سمعانی در خزانۃ المفتیین فرماید الثانی وھو العصبۃ بغیرہ وھو اربع من النساء یصرن عصبۃ باخوتھن فالبنات یصرن عصبۃ بالابن وبنات الابن بابن الابن والاخوات لاب وام باخیھن والاخوات لاب باخیھن۔ **رابعاً** غیر ابن وابن الابن وان سفل واخ عینی یا علاتی ہیچ ذکر را قوت تعصیب نیست تا آنکہ ابن الاخ یا عم وابن العم ہم خواہر عینیہ خودش را عصبہ تواں نمود۔ علامہ محمد بن علی دمشقی در ہمیں در مختار

فرمود قال فی الرحبیۃ ؎ ولیس ابن الاخ بالمعصب ٭ من مثلہ او فوقہ فی النسب

بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب من مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سھم ویسقط من دونہ۔ امام سمعانی در خزانۃ المفتیین متصل بہ عبارت مذکورہ بالا فرماید والباقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکورھم دون اخواتھم وھم اربعۃ ایضا العم وابن العم وابن الاخ وابن المعتق۔ **خامسًا** اگر مراد بوقوع غلام بمحاذات بنات یا بالا یا فرود وقوع او درہمیں سلسلہ نسب ست کہ نوعیت انتساب متبدل نگردد۔ کما ھو الحق المبین بجزم ویقین پس آنگاہ ابناء اخ را خود مساغی نیست کہ اینجا سخن در جزء میت ست واو جزء پدر میت واگر مراد اعم گیرند تا ابن ابن الاخ کہ بمحاذات درجہ بنت الابن ست اورا عصبہ کند واجب باشد کہ ابن الاخ کہ بالاتر از دست بنت الابن را از میراث افگند اگرچہ در انجا صلبیہ ہیچ نبود کہ سقوط سفلیات بغلام عالی عام ومطلق ست از در مختار شنیدی ویسقط من دونہ وخود در مسئلہ تشبیب کہ لاشیئ للسفلیات گفتہ اند فرض مسئلہ بے صلبیات ست وخود پیدا ست کہ چون کار تعصیب کشد اقرب حاجب ابعد بود حالانکہ این معنی مخالف اجماع است حجب بنات الابن ہمیں بہ ابن ودو صلبیہ نوشتہ اند نہ بابن الاخ وعلامہ القروی در حل المشکلات کہ خود او تاریخ تالیفش قد حل المشکلات فرمودہ است (۹۶۴) می نگارد اذامات رجل وترک ابن اخ وزوجۃ وبنت ابن فالمسئلۃ من ثمانیۃ لان فیھا ثمنا ونصفا وما بقی فالثمن للزوجۃ والنصف لبنت الابن ومابقی لابن الاخ الخ وفیہ مسائل اخر من ھذا النوع **سادسًا۔** اگر ابن الاخ حاجب بود اخ کہ اقرب از دست اولی باد دست دنیھم باطل ست باجماع وفی حل المشکلات رجل وترک اخا وبنت ابن فالمسئلۃ من اثنین لان فیھا نصفا وما بقی فالنصف لبنت الابن ومابقی للاخ **سابعًا۔** این تعصیب اگر بودے نبودے وشیئ چون وجود او مستلزم عدم او باشد محال بود بیان ملازمت آنکہ در عصبات اصل مطرد آنست کہ جزء میت مقدم بر جزء پدر اوست پس ابن ابن الاخ اگر بنت الابن را عصبہ نمودی بنت الابن اورا محجوب فرمودے وچون محجوب میشد تعصیب کہ میکرد۔ فھذا شیئ لوکان لم یکن وای محال ابعد منہ **ثامنًا** تعصیب محاذیہ مختص بوجود دو صلبیہ نیست بلکہ بایک صلبیہ وبے صلبیہ نیز حکم ہمیں ست فی ردالمحتار للبنات ستۃ احوال ثلثۃ تتحقق فی بنات الصلب وبنات الابن وھی النصف للواحدۃ والثلثان للاکثر واذا کان معھن ذکر عصبھن در سراجیہ شریفیہ فرماید العصبۃ بغیرہ اربع من النسوۃ البنت وبنت الابن والاخت لاب وام والاخت لاب یصرن عصبۃ باخوتھن اھ مختصرا۔ پس بر تقدیر تعصیب لازم آید کہ در مسئلہ زوج وبنت وبنت الابن وابن ابن الاخ

مسئلہ از دوازدہ باشد سہ بشوہر و شش بدختر و سہ باقی در عصبتین للذکر مثل حظ الانثیین کما ھو مصرح بہ فی جمیع الکتب فی مسئلۃ تعصیب بنت الابن بغلام معھا او اسفل منھا۔ پس بنت الابن رایک باشد و ابن ابن الاخ بلکہ ابن ابن ابن الاخ ہر چہ فروتر روندہ را دو لاکن دریں مسئلہ اگر بجاے او اخ عینی گیرند برعکس میشود بنت الابن را دو باشد برادر حقیقی رایک۔ فی حل المشکلات اذ مات امراءۃ و ترکت اخا و زوجا و بنت صلب و بنت ابن فالمسئلۃ من اثنی عشر لان فیھا سدسا و ربعا و نصفا و ما بقی فالسدس لبنت الابن والربع للزوج والنصف لبنت الصلب وما بقی للاخ۔ پس استحقاق اخ کمتر از استحقاق ابن ابن ابن ابن خودش اگرچہ بصد درجہ پایان تر از دست ایں خود شبیہ بالمحال ست۔ **تاسعا۔** بلکہ لازم آید کہ اخ عینی محروم باشد و اینکہ بصد واسطہ دور تر از دست ارث یابد مسئلہ زوج و ام و بنت و بنت الابن و ابن ابن ابن ابن الاخ از دوازدہ شدہ بسی و شش تصحیح پذیرد نہ بشوہر و شش بمادر و ہیجدہ[18] بدختر و دو با بن پسر برادر و یک بدخت پسر و اگر جاے او خود برادر آید مسئلہ بسیزدہ[13] عول کند و برادر عینی تہی دست رود۔ اذ لاشئ بعصبۃ مع العول۔ اگر زاعمی زعم فرماید کہ اخ نیز تعصیب بنت الابن نماید خود نصوص صریحۂ اسقاط اعلٰی لسفلے را خلاف کردہ باشد۔ **عاشرا۔** اگر ازیں ہمہ قطع نظر را کار فرمائیم تا بر تقدیر تعمیم غلام بایں ابنائے اعمام دلیلے کہ بر مسئلہ آوردہ اند زینہار منطبق نباید و سخن بہ تناقض و تہافت گراید کلام سید قدس سرہٗ شنیدن دار دکہ میفرماید ان بنات الابن اذا کان بحذائھن غلام سواء کان اخاھن او ابن عمھن فانہ یعصبھن کما ان الابن الصلبی یعصب البنات الصلبیۃ وذلک لان الذکر من اولاد الابن یعصب الاناث اللاتی فی درجتہ اذ لو لم یکن للمیت ولد صلبی بالاتفاق فی استحقاق جمیع المال فکذا یعصبھا فی استحقاق الباقی من الثلثین مع الصلبیتین و الیہ ذھب عامۃ الصحابۃ وعلیہ جمھور العلماء وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لا یعصبھن بل الباقی کلہ لابن الابن ولا شئ لبناتہ اذ الانثی انما تصیر عصبۃ بالذکر اذا کانت ذات فرض عند الانفراد عنہ کالبنات والاخوات واما اذا لم تکن کذلک فلا تصیر بہ عصبۃ کبنات الاخوۃ والاعمام مع بنیھم واجیب بان بنت الابن صاحبۃ فرض عند الانفراد عن ابن الابن لکنھا محجوبۃ بالصلبیتین ھھنا الا تری انھا تاخذ النصف عند عدم الصلبیات بخلاف بنات الاخ والعم اذ لا فرض لھا عند انفرادھا عن ابنیھما فلا تصیر عصبۃ بہ۔ ایں کلام سراپا شاہد عدل است کہ مراد بغلام ہمان ذکرے از اولاد ابن ست کلام درہمان ست و دلیل ہم بر آن و خلاف ابن مسعود ہم دراں ورنہ ہیچکس قائل نیست کہ ابن ابن الاخ حاجب

بنات ابن است وہم در نفس سخن تصریح ست کہ ابن عم مر بنت عم خودش را تعصیب نتواں کرد۔ لاجرم مراد بہ تعمیم سواء کان اخاھن او ابن عمھن ہمیں قدرست کہ خواہ آں پسر پسر ہموں پسر باشد کہ ایں دختر دختر اوست یا پسر پسر دیگر کہ عم ایں دختر بود نہ از بنی اعمام ایں زناں باشد معصب اینان بود اگرچہ از سلسلۂ جزئیت میت بیروں بود ھذا مما لا یقول بہ احد بایں تقدیر بحمداللہ حکم مسئلہ نیز نقش بکرسی نشست وہم بوضوح پیوست کہ کلام درمختار و شریفیہ صراحۃً ہم زعم زاعم ست نہ آنکہ بوفاقش حاکم ست **باز** اگر بایں ہمہ بتسلی نشوند تا تصریح صریح از عالم تنقیح بشنوند علامہ شامی قدس سرہ السامی در عقود الدریہ فرماید **سئل** فی امرأۃ ماتت عن بنتین و ابن اخ شقیق و عن بنتی ابن و خلفت ترکۃ کیف تقسم الجواب للبنتین الثلثان والباقی لابن الاخ الشقیق وابن الاخ لا یعصب اختہ ولا من ھی اعلی منہ او اسفل فضلا عن کونہ یعصب بنتی الابن ؎

ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب

نعم ابن الابن یعصب بنت الابن اھ ملخصا۔ مسئلہ بکمال وضوحش از ایضاح بے نیاز بود ایں ما بہ اطناب چہ شایست اما چہ تواں کرد کہ بعد عروض وہم ازالہ اش ناگزیر می بایست۔ ولما بلغنا الی الدلیل الخامس وقفنا علی زلۃ ھھنا صدرت من قلم العلامۃ حامد آفندی فاکد ذلک عزمنا علی الاکثار۔ لینجلی الحق انجلاء الاھلۃ اذا امیط عنھا کل غیم و علۃ و بربنا نختم الحمد کلہ والصلاۃ والسلام علی صاحب الملۃ محمد و الہ وصحبہ والجلۃ اٰمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فصل ششم

مسئلہ۔ از کلکتہ تال تلا کمیدان باغ نمبر ۴۱ مسجد مانک دفتری۔
مرسلہ محمد عبدالکریم صاحب۔ ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ۔

پس از پیشکشی قدم بوسی و نیاز صحیحہ فرسائی دست بستہ معروض میدارد کہ از روئے کرم فرمائی و مرحمت گستری دریں مسئلہ مرسلہ بہ تحقیق خود حکم فرمایند اگر حکم موافق مسطور دست دہد از روئے فیض رسانی بر جملہ جہاں بر قرطاس مرقوم دستخط نمودہ فیض المرام بخشند مسئلہ اینست چہ می فرمایند علماء دین رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ حق ارث بتقادم زمان ساقط شود یا نہ۔ بینوا توجروا۔ **الجواب**

الجواب:

حق ارث بتقادم زمان ساقط نمی شود لمافی الدرالمختار۔ لوامرالسلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ فسمعہا لم ینفذ قلت فلا تسمع الآن بعدھا الا بامرٍ الا فی الوقف والارث ووجود عذرٍ شرعی وبہ افتی المفتی ابوالسعود فلیحفظ۔ وفی ردالمحتار عن الحامدیۃ انہ کتب علی ثلثۃ اسئلۃ انہ تسمع دعوی الارث ولا یمنعہا طول المدۃ وفی ردالمحتار عن الاشباہ وغیرہا ان الحق لایسقط بتقادم الزمان اھ ولکن اقال فی الاشباہ ایضا ویجب علیہ سماعہا اھ ای یجب علی السلطان الذی نہی قضاتہ عن سماع الدعوی بعد ھذہ المدۃ ان یسمعہا بنفسہ اویامر بسماعہا کی لایضیع حق المدعی والظاہر ان ھذا حیث لم یظہر من المدعی امارۃ التزویر مخفی مباد کہ روایات فقہیہ کہ در باب عدم سماع دعوی بعد از مرور پانزدہ سال یا سی سال یا سی وسہ سال یا سی وشش سال وارد مخصوص بصورتے ست کہ دعوی متضمن بر علامت تزویر یا حیلہ باشد چنانچہ از عبارات ردالمحتار وغیرہ مفہوم میشود وہذا حکم الکتاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھدایۃ الحق والصواب۔ اینجا دو مقام ست۔ یکے نفس الامر واحیانت حکمش ہمان ست کہ ہیچ حق ثابت نامقید بوقتے خاص ارث باشد خواہ غیراو مطلقاً اجماعاً از نہار ساقط نشود چنانکہ در جوہرہ واشباہ وغیرہما منصوص شد وخود در ثبوت او آیات واحادیث وعقیدۂ اجماعیۂ مجازات یوم الدین بر مظالم وتبعات بسندہ است اگر عنداللہ بمرور دہور حق ساقط شدی روز جزا جریان مجازات ومطالبۂ تبعات ومبادلۂ حسنات ووضع سیأت بمیان نیامدی کہ بندہ را بر بندہ حقے نماندہ گو از روئی تعدی حدود الٰہیہ ظالم مطالب بحقوق الٰہیہ باشد۔ ھذا باطل اجماعاً بلکہ عنداللہ ہرچند ظالم بر ظلم متمادی رود ظالم تر شود نہ آنکہ تمادی ایام ظلم برخیزد وحق بناحق آمیزد۔ **دوم** سماع دعوی بدارالقضا اینجا نیز نفس مرور زمان فی حد ذاتہ اصلا جمع باثبات منع نیرزد نہ در ارث نہ در غیر آن کائنا ماکان بلکہ منع از دو جہت خیزد یکے سد باب تزویر وقطع اطماع فاسدہ این حکم اجتہادی فقہائے کرام وائمۂ اعلام ست ومتون وشروح وفتاوٰی مذہب باو ناطق وارث وغیر ارث ہمہ دروے یکساں ومتوافق وعند التحقیق متقید نیست بہیچ مدتے معدود وعدتے معدود صورتش آنست کہ مثلا زید را دارے ست کہ شراءً یا ارثاً یا بہیچ وجہ از وجوہ تملک نزد اوست و زمانے دراز تصرفات مالکانہ می کرد وعمرو عاقل وبالغ ہمدراں شہر ساکن وبراں تصرفات آگاہ بود وموانع ارجاع دعوے یکسر مفقود حالا خود او یا وارث او برمی خیزد ونزاع می انگیزد وگردن

۱ قال السید الحموی فی حاشیۃ الاشباہ ان السلاطین الآن یامرون قضاتھم فی جمیع ولایاتھم ان لایسمعوا دعوی بعد مضی خمس عشرۃ سنۃ سوی الوقف والارث اھ ولما فی ردالمحتار

دعوٰی برمی فرازد کہ ایں خانہ (خانۂ) ازاں منست زنہار نشنوند گو دعوی ازجہت ارث باشد زیراکہ سکوت
تامدتے صالحہ باوصف انعدام موانع ووجود مقتضی اعنی اطلاع برتصرفات مالکانۂ زید قرینۂ واضحہ
است برانکہ دار زیدست ودعوٰی عمرو از راہ کید لاجرم آں سکوت رادر رنگ اقرار او بملک زید فرا
گرفتہ مانع دعوی دانند آنچنانکہ اگر صراحۃً مقر نقدے (شدے) کہ دار ازان زیدست و بازبے
توفیق معقول و قابل قبول بدعوی برخاستے تناقض گریبانش گرفتے و دعوی بپیش نہ رفتے کذا ھذا و پیدا ست
کہ دریں باب ادعائے ارث وغیر ارث ہمہ یکساں ست اللھم مگر آنجاکہ زید مقر باشد بآنکہ دار ملک مورث عمرو
بودہ است و من از دست شرا یا ہبۃ گرفتہ ام آنگاہ امر دعوی بازگونہ گردد زید مدعی شود و عمرو مدعا علیہ و تصرفات
زید تا زمانے مدید سودش نکند کہ دعوی را بینہ باید نہ مجرد تصرفات، کما لایخفی علی اہل التصرف۔ **دوم** نہی سلطان
اسلام، این ست آنچہ در ارث وغیر ارث متخالف شود و کار بہ تحدید مدت از پیشگاہ سلطنت قرار گیرد بے
نظر بعدد تصرف واطلاع مدعی و عدم موانع و ظہور تزویر وغیر ذلک سر ایں کار آنست کہ ولایت قضاۃ مستفاد
از جہت سلطان و قضا بزمان و مکان و اشخاص و اشیاء ہرچہ سلطان موقّت بآن تخصیص فرماید تخصیص پزیرد پس
اگر سلطان اسلام اعزاللہ نصرہ قضاۃ خود را بعد مدتے معینہ مثلاً پانزدہ سال یا ماہ یا فرضاً دوسہ روز از
سماع دعوی نہی کند قاضیان بعد آن زمان در حق آن دعاوی معزول باشند سماع نامقبول دریں
اختلاف استثنائے وقف وارث و مال یتیم و غائب وغیر ذلک ہمہ یا بعض یا مطلقاً عدم استثنا از ہمیں جہت
است سلطان ہر زمان آنکہ مطلق داشت علما مطلق گذاشتند وآنکہ استثنا کرد استثنا فرمودند کہ اینجا کار
بر زمان شہریارست و بس و ازیں بیان بوضوح پیوست کہ دریں وادی نیز ارث وغیر او ہمہ متساوی الاقدام ست تا
آنکہ اگر سلطانے قضاۃ خود را بعد یکسال مثلاً خاص از سماع دعوی ارث منع فرماید بالخصوص ہمیں دعوی ارث
نامسموع باشد وغیر او مسموع والعکس بالعکس این ست دریں مقام تحقیق انیق و باللہ التوفیق سخن دریں باب
در کتاب القضاء والدعاوی از فتاوائے خودم قدرے دراز راندہ ام اینجا بر تلخیص عبارات چند قناعت ورزیدن
بہ از راہ اسہاب و اطناب گزیدن در فتاوی علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنف تنویر الابصار
ست۔ سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ
جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذکور بناء وعمارۃ مع اطلاع جارہ
علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ فھل اذا ادعی البیت بعد ماذکر تسمع دعواہ ام لا۔ اجاب لا
تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی۔ در فتاوی علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار است۔
سئل فی رجل اشتری من اخر ستۃ اذرع من ارض بید البائع وبنی وتصرف فیھا ثم بعدہ ادعی
رجل علی البانی المذکور ان لہ ثلثۃ قراریط ونصف قیراط فی المبیع المذکور ارثا عن امہ

والحال ان امہ تنظر بتصرف بالبناء والانتفاع المذکورین ہل لہ ذلک ام لا. اجاب لاتسمع دعواہ لان علماءنا افتوا فی متونہم وشروحہم وفتاواہم ان تصرف المشتری فی المبیع مع اطلاع الخصم ولوکان اجنبیا نحو البناء والغرس والزرع یمنعہ من سماع الدعوی قال صاحب المنظومۃ الفقہیۃ اسانیذ تنا علی انہ لاتسمع دعواہ ویجعل سکوتہ رضا بالبیع قطعا للتزویر والاطماع والحیل والتلبیس وجعل الحضور وترک المنازعۃ اقرارا بانہ ملک للبائع۔ ہمدرانست سئل فیما اذا ادعی زید علی عمرو ومحمد ودا انہ ملکہ ورثہ عن والدہ فاجابہ المدعی علیہ انی اشتریتہ من والدک وعمک وانی ذو ید علیہ مدۃ تزید علی اربعین سنۃ وانت مقیم معی فی بلدۃ ساکت من غیر عذر یمنعک عن الدعوی ہل یکون ذلک من باب الاقرار بالتلقی من مورثہ۔ اجاب نعم دعوی تلقی الملک من المورث اقرار بالملک لہ ودعوی الانتقال منہ الیہ فیحتاج المدعی علیہ الی بینۃ وصار المدعی علیہ مدعیا وکل مدع یحتاج الی بینۃ ینور بہا دعواہ ولا ینفعہ وضع الید المدۃ المذکورۃ مع الاقرار المذکور ولیس من باب ترک الدعوی بل من باب المواخذۃ بالاقرار ومن اقر بشیئ لغیرہ اخذ باقرارہ ولوکان فی یدہ احقابا کثیرۃ لاتعد وہذا مما لا یتوقف فیہ۔ درعقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ است رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل آخر رأی الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ اھ ولم یقید ولا بمدۃ کما تری وما یمنع صحۃ دعوی المورث یمنع صحۃ دعوی الوارث ثم البیع غیر قید بل مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی ولیس مبنیا علی المنع السلطانی لیس بل حکم اجتہادی نص علیہ الفقہاء کما رأیت ہمدرانست سئل فی رجل یرید الدعوی علی زید بمیراث امہ المتوفاۃ من اکثر من خمس عشرۃ سنۃ وزید یجحد ومضت ہذہ المدۃ من بلوغہ رشیدا ولم یدع بذلک ولا منعہ مانع شرعی وہما مقیمان فی بلدۃ واحدۃ فہل تکون دعواہ بذلک غیر مسموعۃ للمنع السلطانی۔ الجواب۔ نعم والقضاء یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض

الخصومات۔ کما فی الخلاصۃ اشباہ وفیما الحق لا یسقط بتقادم الزمان کذا فی الجوہرۃ قال الحموی السلاطین الآن یامرون قضاتہم ان لا یسمعوا دعوی بعد مضی خمس عشرۃ سنۃ سوی الوقف والارث ومقتضی ما افتی بہ الخیر الرملی ان الارث غیر مستثنی وقد کتب احمد آفندی المہمنداری علی ثلثۃ اسئلۃ بانہ تسمع دعوی الارث ولا یمنعہا طول المدۃ وکتب علی سؤال آخر انہا لا تسمع وصرح العلائی قبیل باب التحکیم باستثناء الوقف والارث ونقل المثلا علی عن فتاوی علی آفندی مفتی الروم عدم سماعہا ونقل مثلہ الشائحانی عن فتاوی عبداللہ آفندی فقد اضطرب کلامہم کما تری فی مسألۃ الارث والظاہر انہ تارۃ ورد امر مع استثنائہا وتارۃ بدونہ۔ در رد المحتار ان لیس لہذا (یعنی منع الدعوی للسکوت مع الاطلاع علی التصرف) مدۃ محدودۃ واما عدم سماع الدعوی بعد مضی خمس عشرۃ سنۃ اذا ترکت بلا عذر فذاک فی غیر ہذہ الصورۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر چاٹگام موضع نیاپارہ مرسلہ مولوی قدرت اللہ صاحب آخر ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے وفات یافت یک زوجہ ووالدہ ویک خواہر حقیقی ویک اخت علاتی ویک برادر اخیافی ویک ابن العم گزاشت وجمیع مال وصیت برائے ابن العم کردہ بود پس حکم وصیت چیست وتقسیم ترکہ چسان **بینوا توجروا**

الجواب

بر تقدیر عدم مانع ارث ووارث آخر بعد ادائے مہر زوجہ وغیرہ ہر چہ دین ذمہ متوفی باشد از باقی ماندہ یک ثلث بے اجازت ورثہ وبیشتر ازاں بشرط اجازت وارثان بالغین ناخذ التصرف بابن العم وصیۃً دہند ودو ثلث مابقی یا کم تر ازاں ہر چہ ماند بر پانزدہ بخش قسمت کردہ سہ سہم بزوجہ دو۲ بوالدہ وشش بخواہر عینیہ ودو باخت علاتیہ ودو برادر اخیافی رسانند ایں در صورتیست کہ ہمہ ورثہ اصحاء بالغین زیادت بر ثلث تا حدے معین کم از کل مال روا داشتہ باشند۔ واگر ہیچ وارث اجازت نداد آنگاہ بعد ادائے دیون بیش از ثلث بابن العم ندہند ودو ثلث باقی تمام وکمال بر ہمہ حساب بورثہ بخشش نمایند واگر ہمہ با اجازت وصیت در جمیع مال دادند پس بعد اخراج دیون ہر چہ ماند جملہ بابن العم رسانند واگر بعض اجازت تمام وصیت دادند وبعض نے یا بعض نابالغ باشند آنگاہ حصۂ اجازت دہندگان ہم بابن العم دہند واگر اجازت بعض در زیادہ بر ثلث بہر تمام وصیت نبود مثلاً در دو ثلث تنفیذ نمایند آنگاہ حصہ رسد از سہام مجیزان کم کنند۔ ابن العم اینجا اگرچہ اہل میراث ست ووارث را وصیت بے اجازت دیگر ورثہ روا نبود فاما از انجا اہل فرض چیزے برائے عصبہ نگذاشتند بلکہ مال بر ایشاں نیز تنگ آمد کہ حاجت بعول ابن العم وارث بالفعل نماند ووصیت کہ ممنوع ست برائے وارث بالفعل ست نہ برائے ہر آنکہ مجرد اہلیت ارث دارد کما یرشد الیہ صدر الحدیث ان اللّٰہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ آیا نہ بینی کہ وصیت برائے محجوب بالاجماع رواست حالانکہ محجوب نیز از اہلیت

واستحقاق ارث برگران نیست ہمین تقدم دیگرے بردا ورا محجوب نمودہ است در تبیین الحقائق و ردالمحتار وغیرہما است اوصی لاخیہ وھو وارث ثم ولد لہ ابن صحت الوصیۃ للاخ الخ ودر شریفیہ فرمود الاخوۃ مع الاب لایجعلون کالموتی وان کانوا لایرثون معہ لان اھلیۃ الارث ثابت لھم وانما لم یرثوا فی ھذہ الحالۃ لفقدان الشرط وھو عدم الاب۔ بلکہ حجب عصبہ بجہت آن کہ اصحاب فرائض ہیچ نگذاشتند ودخل در اخراج اواززمرہ ورثہ است بہ نسبت حجب وارث اقرب زیرا کہ آنجا فقد شرط است واینجا فقدان محل کہ عصبہ را محل وراثت نیست مگر مالیکہ از ذوی الفرائض باقی ماند در سراجیہ فرمود العصبۃ کل من یاخذ من الترکۃ ما ابقتہ اصحاب الفرائض الخ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لکھنؤ محلہ باغ قاضی مکان داروغہ منشی مظفر علی مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بریلوی ثم لکھنوی ۷ رجب ۱۳۲۱ھ

بعد آرزوئے قدمبوسی معروض خدمت یہاں دربارہ ترکہ جھگڑا ہے فرنگی محل کے علماء نے ترکہ زوجہ اور ہمشیر اور چچا زاد بھائی کے لڑکوں پر تقسیم کیا ہے اور سگی بھتیجی اور چچا زاد بھائی کی لڑکیوں کو محجوب کیا ہے مقصود صرف اسقدر ہے کہ بھتیجوں کو کسی وجہ سے ترکہ پہنچتا ہے جب کہ متوفی کے روبرو ان کے والد فوت ہوچکے ہیں فقط

الجواب

فی الواقع جب تک دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد باقی ہے اگرچہ کتنے ہی دور کے رشتے کا ہو اسکے سامنے سگی بھتیجیاں کچھ نہیں پاسکتیں حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاولی رجل ذکر رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۵ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک باپ اور دو ماں سے تین بیٹے ہیں پہلی بیوی سے سید محرم علی اور دوسری بیوی سے سید وزیر علی سید منیر علی پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں سید محرم علی صحبت شیعہ میں شیعہ ہوگئے اب ان کا انتقال ہوا موافق وصیت کے تجہیز وتکفین ان کی شیعوں نے کی اسباب ان کا مالیت تخمیناً سو کا ہے یہ اسباب بموجب شرع شریف سید وزیر علی

ومنیر علی اور ہمشیران پانے کے مستحق ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ سید محرم علی کے عقائد مثل عقائد اکثر روافض زمانہ حد کفر تک پہنچنا معلوم نہیں نہ کبھی اون سے کوئی بات ایسی سنی اور سید وزیر علی وسید منیر علی اور دونوں سیدانیاں غنی نہیں پس صورت مذکورہ میں وہ مال انھیں چاروں بہن بھائیوں کو چھ حصے کرکے دیا جائے کہ دو دو حصے ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو کہ اگر محرم علی کے عقائد کفر تک نہ پہونچے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ یہ بہن بھائی وارث ہیں اور اگر پہونچ گئے ہوں تو اس میں سے جتنا مال محرم علی کے زمانۂ اسلام کا کمایا ہوا ہو اس کے بھی وارث یہی بہن بھائی ہیں، فان کسب المرتد فی الاسلام لورثتہ المسلمین کما نص علیہ فی الدر وغیرھا عامۃ الکتب اور جتنا مال زمانۂ کفر کا کمایا ہوا ہو وہ حق فقرائے مسلمین ہے اور یہ بہن بھائی بھی فقراء ہیں اغنیاء نہیں تو ہر حال میں انھیں اس مال کا استحقاق ہے وفی قسمتہ علیھم اثلاثا خروج عن العھدۃ بیقین کما عرفت واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ کہنہ منشی شرافت علی بتاریخ ۲۷ رجمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید قرضدار تھا اور اسی عرصہ میں وہ فوت ہوگیا تو فرمائیے کہ اس کا ترکہ قرضداروں کو ملنا چاہیئے یا کہ بی بی کا مہر ملنا چاہیئے یا عزیزوں کو ملنا چاہیئے اور بعد وفات اپنے شوہر کے بی بی نے کچھ قرضہ اپنا زیور فروخت کرکے قرضداروں کو دیا تھا مگر وارثوں سے قرض ادا کرتے وقت کچھ نہیں کہا تھا۔ تو فرمائیے کہ وقت تقسیم ترکہ کے پہلے قرضداروں کو ملنا چاہیئے یا کہ مہر بی بی کا ملنا چاہیئے یا اور وارثوں کو۔ اور ترکہ اس قدر نہیں ہے جو کہ سب کو کافی ہوسکے اور مہر بی بی کا بھی ویسا ہی قرضہ ہے جیسا کہ دوسرے قرضداروں کا یا نہیں۔ اور مہر کا دعوٰی اگر عورت تین سال یا کچھ زائد تک نہ کرے تو وہ ساقط ہوگیا یا نہیں۔

الجواب

مہر ویسا ہی دین ہے جیسا کہ دیون۔ اور مہر اور تمام دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں جب تک مہر وغیرہ سب دیون ادا نہ ہولیں وارثوں پر تقسیم نہ ہوگی۔ مہر اور دیگر دیون کو جب کہ جائداد کافی نہ ہوگی تو مع مہر سب حصہ رسد ادا ہوں گے۔ مہر کا دعوٰی تین برس تک عائد نہ کرنے سے مہر شرعًا ہرگز ساقط نہیں ہوتا یہ محض جھوٹ ہے۔ شوہر کا جو قرضہ عورت نے بطور خود اپنا زیور بیچ کر ادا کیا ہے وہ اب عورت

کا دین ترکہ پر ہوگیا مہر کے ساتھ اس کا بھی حصّہ اس کے لئے لگایا جائیگا یا اگر اس نے باقی وارثوں سے ترکہ میں واپس لینے کی شرط نہ کرلی ہو ہاں اگر عدم واپسی کی شرط کرلے کہ یہ میں اپنی طرف سے ادا کرتی ہوں اور واپس نہ لوں گی تو البتّہ اس قدر کی واپسی کا استحقاق نہ ہوگا جامع الفصولین میں ہے ولو استغرق فهادین لایملکها بالارث الا اذا ابرأ المیت عنه ایمه او اداه وارثه بشرط الرجوع وقت الاداء اما لو ادی من مال نفسه مطلقا بلاشرط تبرع اور رجوع یجب له دین علی المیت فتصیر الترکة مشغولة بدینه واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بیرم نگر ڈاک خانہ شیر گڑھ ضلع بریلی مرسلہ غلام صدیق صاحب مدرس ۱۰ شوال [۲۲]ھ

زید کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ چار بھانجیاں اور ۴ چچازاد بہنیں چھوڑیں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا

بینوا توجروا

الجواب

مسئلہ [۱۶]

زوجہ ـ ابن الاخت ـ ابن الاخت ـ ابن الاخت (ابن الاخت) بنت العم ـ بنت العم ـ بنت العم ـ بنت العم

۴ ۳ ۳ ۳ ۳ م م م م

برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم مہر ودیگر دیون ووصایا ترکہ زید کا سولہ سہام ہوکر چار [۴] سہم زوجہ اور تین [۳] تین ہر بھانجی کو ملیں گے اور چچازاد بہنیں کچھ نہ پائینگی لان الصنف الثالث جزء ابوی المیت مقدم علی الصنف الرابع جزء جدیه واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از لاہور مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۴ شعبان [۲۲]ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی ایک منکوحہ ہے اور منکوحہ سے جو فوت ہوگئی ہے ایک لڑکا ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ متوفی کی منکوحہ کو آٹھواں حصّہ متوفی کے متروکہ مال سے پہونچے اس شخص متوفی پر دین بھی ہے کہ متوفی کے اس متروکہ سے دلوایا جا سکتا ہے۔ پس اگر منکوحہ مذکورہ اپنے آٹھویں حصہ کو دین کے ادا سے بچالیوے اور یہ چاہے کہ اولاد متوفی کے دین کے بار کے متکفل ہوں اور میرا حصہ خالص رہے پس ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے قاضی شرع دین کا حساب اس آٹھویں میں بخوبی دے گا یا اس پر جبر نہیں کرسکتا بینوا توجروا

الجواب

عورت کا مہر اگر باقی ہے تو وہ بھی مثل سائر دیون ایک دین ہے اس کے ذریعہ سے حصہ
رسد ثمن سدس نصف ثلث کم زائد جو کچھ پڑے اپنے لئے بچا سکتی ہے مگر یہ خواہش کہ ترکہ سے اپنا ثمن حق زوجیت
بذریعہ وراثت جدا کرے اور دیون صرف دیگر ورثہ کے سہام پر ڈالے یہ محض باطل تغییر حکم شرع ہے۔
قال تعالٰی فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از قصبہ چاندپور ضلع بجنور متصل تھانہ مرسلہ مولوی حکیم سید مشتاق حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین وعلمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے ترکہ میں کچھ جائداد موروثی چھوڑی تھی اور نو وارث چھوڑے تھے تین ۳ فرزند چھ ۶ دختران اور ہر کوئی اپنے حصہ کا شرعًا مالک قرار دیا گیا مگر قبضہ اور تصرف فرزندوں کا رہا اور ہنوز ہے لیکن منجملہ دختران کے ایک دختر کے دو فرزندوں میں سے ایک فرزند جو عرصہ دس سال سے مفقود الخبر ہے اس کی زوجہ نے فی الحال انتقال کیا اس عورت کے حصہ کا جو اپنے خاوند مفقود الخبر کے حصہ کی مالک متصور تھی اب کون قرار دیا جائے اور کس کا نام کتاب میں درج ہو آیا مفقود الخبر کا بھائی ہوگا یا اس عورت کا بھائی ہوگا یا حقیقت عودکر کے حصہ داران مذکوران تین فرزندان کو جو اب تک مالک وقابض ہیں پہونچیں گے
بینوا توجروا فقط

الجواب

سائل نے کچھ نہ بتایا کہ یہ مفقود اپنی ماں کے انتقال سے پہلے مفقود ہوا تھا یا بعد اگر زندگی مادر میں مفقود الخبر ہوچکا تھا تو ہنوز اس کا استحقاق حصہ مادر میں ثابت نہیں جتنے ورثہ مادر بحال موت وحیات مفقود الخبر ہر حال میں جس قدر یقینی پائیں گے اتنا ان کو دیکر باقی موقوف رکھا جائے گا یہاں تک کہ مفقود کی موت وحیات کا حال معلوم ہو یا اس کی عمر سے ستر سال گزر جائیں۔ اور کچھ حال نہ کھلے پس اگر وہ زندہ ثابت ہو تو حصہ خود اس کا ہے اس کی زوجہ وغیرہ کے لئے وارث نہیں اور اس مدت تک کچھ حال نہ ظاہر ہو یا ثابت ہو کہ وہ اپنی ماں سے پہلے مرچکا تھا تو خود اس کے لئے وارث نہیں اس کی زوجہ وغیرہ کے لئے وراثت کیسے ثابت ہوگی اور اگر ثابت ہو کہ ماں کے بعد مرا تو اگر موت زوجہ بھی اس کی موت سے پہلے ہے زوجہ کے لئے وراثت نہیں جو حصہ اسے ماں سے پہونچا اسی کے بھائی وغیرہ ان وارثوں کا ہے جو موت مفقود کے بعد زندہ تھے اور اگر معلوم ہو کہ زوجہ سے پہلے مرا تو زوجہ بھی وارثہ ہے اور مفقود کے بھائی بھی وارث ہیں جو حصہ حصہ مفقود میں زوجہ کو پہونچے اسکے

وارث زوجہ کا بھائی ہے یا اور جو وارث زوجہ ہو دیگر وارثان مفقود کا اس میں حق نہیں اور اگر وہ شخص اپنی ماں کے موت کے بعد مفقود الخبر ہوا تو متروکہ مادر میں اس کا حصّہ ثابت ہو لیا اب وہ حصّہ تقسیم نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی موت وحیات ظاہر ہو یا اس کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں [اگر اتنے سال گزر سکیں] اور کچھ حال موت وحیات مفقود معلوم نہ ہو تو زوجہ مفقود اور نیز وہ تمام اشخاص جو اس ستر سال گزرنے سے پہلے مر چکے ہوں گے کچھ نہ پائینگے اس ستر سال گزرنے کے وقت جو وارثان شرعی مفقود کے لئے ہوں وہی مستحق ہوں گے اور اگر عمر کے ستر سال گزرنے سے پہلے ظاہر ہو جائے کہ مفقود زندہ ہے تو مال اس کا ہے زوجہ وغیرہا کوئی وارث نہیں اور اگر ظاہر ہو کہ موت زوجہ کے بعد مرا تو زوجہ وارث نہیں مفقود کے بھائی وغیرہ جو ورثہ موت مفقود پر رہے ہوں وہ پائیں گے اور اگر ظاہر ہو کہ زوجہ سے پہلے مرا تو حصہ زوجہ کو پہونچے اس کے وارث زوجہ کے بھائی وغیرہ ہیں نہ دیگر وارثان مفقود اگر مفقود اپنی ماں کے بعد مفقود ہوا تو اس کے حصہ میں اسی کی مالکیت مندرج رہے یہاں تک کہ حال کھلے یا ستر سال گزریں اور حسب تفصیل بالا ورثہ کی طرف انتقال ہو اور اگر موت مادر سے پہلے مفقود ہوا تو جس قدر موقوف رکھا جائے گا اسمیں ہنوز کسی کا نام درج نہیں ہو سکتا بلکہ حصہ موقوفہ از ترکہ فلاں بانتظار فلاں مفقود تا مدت فلاں لکھا جائے اور یہ مدت اس کی عمر کا حساب کر کے درج ہو مثلاً چالیس سال کی عمر میں مفقود ہوا اور دس سال مفقودی کو گزر چکے ہیں تو ستر سال ہونے تک صرف بیس ہی باقی ہیں بانتظار فلاں تا مدت بست سال ازیں تاریخ حاضر اور پچاس کی عمر میں مفقود ہوا تو بجائے بست سال دہ سال لکھیں وعلٰی ہذا القیاس واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ شہر بریلی محلہ بھوڑ دن نوازی میاں ۵ ار شعبان یوم جمعہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ زید نے ساتھ تعین مہر بدون گواہوں کے ایجاب قبول کرلیا۔ اور زید کا ہندہ کو حمل رہ گیا اور زید مر گیا اب ہندہ دادخواہ ہے کہ ترکہ زید سے اپنے اور اپنے لڑکے کے حصہ کی۔ وارثان زید کہتے ہیں کہ تیرا حصہ نہیں چاہیے ہم تجھ کو نہیں دینگے بینوا توجروا

الجواب

اگر جس وقت زید نے ہندہ سے ایجاب وقبول کیا تھا دو مرد مسلمان یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان

وہاں موجود تھے اوران کا ایجاب وقبول سن رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ نکاح ہورہا ہے جب تو نکاح ہوگیا ہندہ اوراس کا لڑکا دونوں ترکہ زید میں اپنے اپنے حصے کے مستحق ہیں کچھ اس کی ضرورت نہیں کہ خاص کرکے دو شخصوں کو گواہی کے ساتھ نامزد کیا جائے جبھی نکاح ہو اور اگر واقع میں اسوقت زید وہندہ تنہا تھے یا فقط ایک مرد یا صرف چند عورتیں یا کچھ غیر مسلمان کفار موجود تھے اور زید وہندہ نے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح نہ ہوا ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں مگر بیٹا حصہ پائے گا لان النکاح بغیر شہود فاسد لاباطل والصواب التفرقۃ بین فاسد النکاح وباطل کما تشھد بہ فروع جمۃ و ماشاع علی السنۃ من ان النکاح لاینعقد الابشھود فالمراد الصحۃ بقول الدر یجب مھر المثل فی نکاح فاسد ھوالذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود الخ وفی ردالمحتار عن النھر ان النکاح لہ فی قولھم فرق فسخ طلاق وھذا الدر یحکیھا:

تنائن الدار مع نقصان مھر کذا ؛ فساد عقد وفقد الکفوء ینعیھا : الی قولہ تلک الفسخ یحصیھا قال فی ردالمحتار بعد مابدل الشرط الاول الی ماذکرنا لتصحیح الوزن قولہ فساد عقد کان تزوج بغیر شھود اھ ھذا ایضًا نص انہ اذا نکح بغیر شھود تکون الفرقۃ فیہا فسخا ومعلوم ان لافسخ الا بانعقاد ثم المرأۃ لاترث بالنکاح الفاسد بل الولد فی الدر المختار یستحق الارث بنکاح صحیح فلاتوارث بفاسد ولاباطل اجماعا قال الشامی قولہ بفاسد ولاباطل اجماعًا قال الشامی قولہ الفاسد ھومافقد شرط صحۃ کشھود ولاباطل کالمتعۃ اھ وفیہ آخر باب ثبوت النسب انہ نکاح باطل فالوطؤ فیہ زنا لایثبت بہ النسب بخلاف الفاسد فانہ وطء بشبھۃ فیثبت بہ النسب ولذا تکون بالفاسد فراشا لابالباطل رحمتی ہاں دین اپنا مہر بہرحال پائے گی لحصول الوطء کما تقدم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ہدایت علی شہر کہنہ بریلی ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور اس کے دو لڑکیاں تھیں ایک لڑکی جو زید کی حین حیات میں فوت ہوگئی اس کا ایک لڑکا فی الحال موجود ہے اور ایک لڑکی اور تین چچازاد بھائی، عمر، بکر، خالد بعد فوت ہونے اپنے وارث چھوڑے عمر بڑے چچا کا لڑکا اپنی شریف خاندانی منکوحہ ماں سے ہے اور دوسرے چچا کا لڑکا ایک چمارن غیر منکوحہ عورت سے ہے

جس کا فتنہ بھی نہیں ہوا ہے اور تیسرے پچا کا لڑکا ایک رنڈی سے ہے جس کے نکاح کی تصدیق نہیں اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کیا ہے. بینوا توجروا، مکرر یہ ہے کہ زید مذکور کے تین بہنیں تھیں اور دس بسوہ آراضی زید کو اور اس کی تینوں بہنوں کو موروثی باپ کے ترکے سے ملی تھی ایک بہن زید کی لاولد فوت ہوگئی اور دو بہنیں وہ بھی زید کے سامنے فوت ہوگئیں مگر ان دو کے اولاد ہے ایک بہن کے ایک لڑکا دوسری کے تین پسر اور ایک دختر تو اب زید کے ان بھانجی بھانجوں کو ترکہ زید کا جو کہ آراضی تعدادی دس بسوہ ہے اور زید حین حیات میں اپنے بہنوں کے اس جائداد مذکور پر مالک اور قابض رہا اور بعد فوت اپنی تینوں بہنوں کے مالک اور قابض رہا کسی طرح تقسیم ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

سائل نے ظاہر کیا کہ چماری کا نکاح نہ ہوا تھا نہ یہ لڑکا زید کے چچا کا تھا بلکہ چماری کے ساتھ آیا اور اس رنڈی کو پردہ نہ کرایا تھا بلکہ اخیر تک ویسی ہی بے پردہ پھرتی رہی اور اس کے نکاح کا کوئی ثبوت نہیں اگر یہ بیان واقعی ہیں تو زید کا ترکہ حسب شرائط معلومہ دو حصے ہوں کہ نصف دختر موجودہ زید اور نصف بڑے چچا کے لڑکے کو ملے گا جو منکوحہ سے ہے اور باقی دونوں لڑکے اور بھانجے اور بھانجیاں سب محروم ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی ڈیوڑھی کلاں ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفا کہ زید اور بکر دو بھائی حقیقی تھے زید کا لڑکا عمر اور عمر کا لڑکا حامد اور حامد کی لڑکی ہندہ یہ لاولد فوت ہوئے زید کے لڑکے عمر نے حامد کو بایں شرط اس مضمون کی وصیت تحریر کی ہماری موروثی جائداد خاندان دیگر و نسل وغیرہ میں منتقل نہ ہوگی بعد فوت عمر کے حامد قابض جائداد ہوئے حامد نے بھی ایک وصیت سعیدہ یعنی زوجہ خود و نیز دختر ہندہ کو حسب شرائط تحریر کی یعنی زوجہ منکوحہ سعیدہ اپنی حیات تک منتظم و منصرم رہے گی بعد وفات اس کے ہندہ نسلا بعد مالک و وارث کل جائداد کی ہوگی چونکہ ہندہ بموجودگی مسماۃ سعیدہ اپنی والدہ کے فوت ہوئی اور بعد چند سال کے سعیدہ بھی فوت ہوگئی جو کہ خاندان غیر سے تھی اور بکر کے دو دختر یعنی زاہدہ اور عابدہ ۔ زاہدہ منسوب چچازاد بھائی عمر کو کہ جسکا

لڑکا حامد اور حامد کی ہندہ جو لاولد فوت ہوئی بلکہ شاخ بھی ختم ہوگئی باقی رہی عابدہ جو منسوب ہوئی محمود کو جن سے ہوئے خالد اور ان سے ہوئے ولید حی القائم پس بموجب شرع شریف حنفی المذہب کے تقسیم حصص کیا ہے اور وارث جائز کون ہے جب کہ عصبہ وذوی الفروض کوئی نہیں ہے بینوا توجروا شجرۂ مندرجہ ذیل ہے
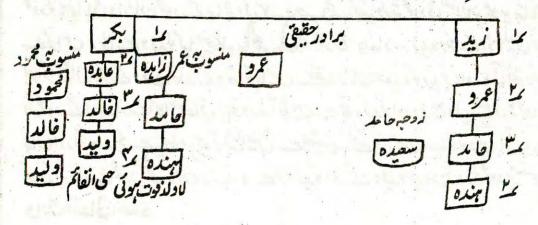
الجواب

یہ سوال مجمل ہے معلوم نہیں کہ بکر کے بعد زید یا عمرو یا حامد کوئی زندہ تھا یا نہیں نہ معلوم کہ عابدہ کا شوہر محمود عابدہ سے پہلے مرا یا بعد اگر بعد کو مرا تو اس کے ماں باپ یا دوسری زوجہ اور اولاد سوائے ولید تھی یا نہیں۔ بہر حال حکم یہ ہے کہ عمرو حامد کی وصایائے مذکورہ باطل و بے اثر ہیں وہ تغییر حکم شرع جس پر کسی کو قدرت نہیں پس صورت مذکورہ میں حسب شرائط فرائض ایک بھائی زید کا جو کچھ متروکہ ہے تمام و کمال وارثان سعیدہ کو پہونچے گا سعیدہ کا جو کوئی وارث وقت موت سعیدہ موجود تھا اس تمام حصہ کا مالک ہے لان مال زید وصل لابنہ حامد ومنہ لعرسہ سعیدۃ و بنتہ ھندۃ ومن ھندۃ لامھا سعیدۃ لان ذوی الارحام لاارث لھم مع اصحاب الفروض فعت سعیدۃ کل مال زید رہا دوسرے بھائی بکر کا حصہ اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انتقال بکر کے وقت زید یا عمرو یا حامد کوئی زندہ تھا اس تقدیر پر حصہ بکر سے دو تہائی وارثان سعیدہ کا ہے لانہ یصیر اثلاثا بین بنتہا والعصبۃ فما کان للعصبۃ یصل سعیدۃ کما قدمنا وما کان لنا اھدۃ تصیر لابنہا حامد ومنہ الٰی سعیدۃ دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی وقت انتقال بکر زندہ نہ تھا اس صورت میں حصہ بکر کا نصف وارثان

سعیدہ کا ہے لانہ ینتصف بین بنتیہ فما کان لنا اھدہ یصل لھم کما تقدم باقی حصہ بکر کا ایک ثلث یا نصف وہ خاص ولید کے لئے ہے اگر محمود عابدہ سے پہلے مرگیا ہو یا بعد کو مرا اور سوا ولید کے محمود کا بھی کوئی وارث مثل مادر یا پدر یا زوجہ ثانیہ یا اولاد ودا زوجہ دیگر نہ تھا ورنہ اس تہائی یا نصف کے تین ربع ولید کے لئے بلا شرکت ہیں اور ایک ربع میں کہ عابدہ سے محمود کو پہنچا باقی وارثان محمود کے ساتھ ولید کا ہے جب تک بقیہ ورثہ محمود کی تعیین نہ ہو یہ بتانا ناممکن ہے کہ اس ربع سے ولید کو کیا پہنچیگا۔ **بالجملہ** مجموع جائداد زید و بکر کے اڑتالیس حصہ کریں پھر اگر انتقال بکر کے وقت حامد زندہ تھا تو چالیس حصے وارثان سعیدہ کو دیدیں اور باقی آٹھ ولید کو اگر محمود کے اور وارث کا استحقاق نہ ہو ورنہ آٹھ میں سے چھ ولید کو اور دو مع ولید جمیع ورثہ محمود پر تقسیم ہوں اور اگر حامد بکر سے پہلے مرا ہو تو اڑتالیس سے چھتیس حصے وارثان سعیدہ کو دیں باقی بارہ ولید کو اور اگر وارث محمود مستحق نہ ہو ورنہ بارہ سے نو ولید کو اور تین ولید وغیرہ دیگر ورثہ محمود پر منقسم ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید نے ایک بیٹا اور ایک پوتا چھوڑا ترکہ زید میں سے پوتے کو حصہ ملے گا یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب

پوتے کو کچھ نہ ملے گا لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلاولی رجل ذکر بیٹے کے ساتھ پوتے کو حصہ دلانا کفار ہند کا مسئلہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ بہو اپنی ایک حمیدہ اور ایک فہمیدہ اور دو دختر ایک جمیلہ اور ایک سعیدہ اور ایک پوتی کلثوم چھوڑکر فوت ہوگئی اور بعد وفات ہندہ اسکی دختر سعیدہ بھی فوت ہوگئی بعد چار یوم کے اور ہندہ کے دونو فرزند اس کی حیات میں اسکی روبرو مرچکے تھے جن کی زوجہ حمیدہ اور فہمیدہ ہیں یعنی ان کے شوہر اور فہمیدہ کے بطن سے کلثوم ہے اور فہمیدہ حاملہ بھی اپنے شوہر سے ہے جو اپنی ماں کے روبرو فوت ہوئی تو ایسی صورت میں جمیلہ اور کلثوم دونوں وراثت ہندہ پائینگی یا صرف جمیلہ دختر ہندہ اور حمل فہمیدہ قابل ہندہ ہوگا یا نہیں،

الجواب

برتقدیر عدم موانع ارث ووارث آخر وصحت ترتیب اموات وتقدیم ماتقدم اگرموت ہندہ کو چھ مہینے ابھی نہ گزرے یا گزر گئے ہیں تو جیلہ کو تسلیم ہے کہ فہیدہ اپنے شوہر سے حاملہ ہے تو ہندہ کا ترکہ اٹھارہ سہام پر تقسیم کرکے نوسہم فی الحال جمیلہ کو دیدیں اور باقی نوسہم موقوف رکھیں اگر فہیدہ کے لڑکا پیدا ہو تو ان میں سے سات سہم اسے اور دو کلثوم کو دیں اور اگر لڑکی ہو یا کچھ نہ ہو تو وہ نو سہم بھی جمیلہ کو دیدیں کلثوم وغیرہ کو کچھ نہ دیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از محلہ بیج ناتھ پاڑا مرزا عادل بیگ شہر رائے پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ مرقومۃ الذیل میں کہ زید کا انتقال ہوا اس کے بعد اس کی بیوی اور دو بھائی ہیں عورت حاملہ ہے پس عندالشرع تقسیم مال کیسے ہوگا

زید
زوجہ اخ اخ

الجواب

عورت کے حمل تک انتظار ہو تو بہتر ہے ورنہ ترکہ خالصہ (یعنی ادائے دیون وہر وصایا کے بعد جو بچے) اس کے بعد سولہ حصہ کرکے دو حصے عورت کو بالفعل دیدیں باقی کسی کو کچھ نہ ملے یہاں تک کہ وضع حمل ہو اگر لڑکا پیدا ہو باقی چودہ ۱۴ حصے سب اس لڑکے کو دیدئے جائیں اور بھائیوں کو کچھ نہ ملے اور اگر لڑکی پیدا ہو تو باقی چودہ ۱۴ میں سے آٹھ حصے اس دختر کو دیں اور تین تین دونوں بھائیوں کو اور اگر بچہ زندہ نہ پیدا ہو یا موت مورث کو دو سال کامل گزر جائیں اور کچھ پیدا نہ ہو تو باقی چودہ ۱۴ میں سے دو حصہ زوجہ کو اور دے دیئے جائیں اور چھ چھ دونوں بھائیوں کو واللہ تعالٰی اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہائے ذیل میں کہ سائل بحوالہ کتب فقہ حنفی جواب چاہتا ہے بینوا توجروا

(۱) عورت نے وقت وفات ایک زوجہ ایک پسر ایک دختر وارث چھوڑے پسر نے بہ نظر ثواب یا بغرض نام آوری نمود بصرف مبلغ دو ہزار سات سو بلا مشورت دیگر ورثا تجہیز و تکفین و فاتحہ چہلم وغیرہ مورث کا کیا ورثا کس قدر ادائے اصرافات کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں۔

الجواب

بقدر سنت غسل وکفن ودفن میں جس قدر صرف ہوتا ہے بقیہ ورثا صرف اسی قدر کے حصہ رسد ذمہ دار ہوسکتے ہیں فاتحہ، وصدقات وسوم وچہلم میں جو صرف ہوا یا قبر کو پختہ کیا یا اور مصارف

قدر سنّت سے زائد کئے وہ سب ذمہ پسر پڑیں گے باقی وارثوں کو اس سے سروکار نہیں طحاوی میں ہے تتمۃ التجھیز لایدخل فیہ السبخ والصمدیۃ والجمع والموائد لان ذلك لیس من الامور اللازمۃ فالفاعل لذلك ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعًا وکذا ان کان اجنبیا الخ واللہ تعالٰی اعلم

سوال نمبر ۲ صرف تجہیز و تکفین و فاتحہ و سوم و چہلم و عرس وغیرہ شرعًا کس قدر تبلیغ وراثت پر مقدم رکھا گیا ہے۔

الجواب

اس کا جواب جواب سوال اوّل میں ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

سوال نمبر ۳ شرعًا زمانہ حال میں اہل اللہ کے تجہیز و تکفین و فاتحہ و عرس وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ کافی ہوسکتا ہے

الجواب

تجہیز و تکفین میں اسی قدر جو عام مسلمانوں کے لئے صرف ہوسکتا ہے فاتحہ و عرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

سوال نمبر ۴ شرعًا لباس قیمتی اہل اللہ کا مریدان و معتقدان کو تبرکا و مساکین کو تو آیا ایک وارث بلا استرضاء دیگر ورثا تقسیم کرسکتا ہے۔

الجواب

قیمتی ہو یا کم قیمت بلا وصیت مورث و بلا رضائے دیگر ورثا نہیں دے سکتا جو کچھ دیگا وہ خاص دینے والے کے حصہ میں محسوب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

سوال نمبر ۵ شرعًا صاحب سجادہ کس کو کہتے ہیں اور دیگر ورثا پر سجادہ نشین مذکور کیا کیا حق فائق رکھتا ہے۔

الجواب

سجادہ نشین وہ صاحب ہدایت ہے[1] کہ پہلے صاحب ہدایت کی وصیت یا مسلمانان ذی رائے کی تجویز سے اس کا جانشین بغرض ہدایت ہوا ہو دربارہ وراثت اس کو کسی وارث پر کوئی حق فائق نہیں یہ محض بے اصل ہے واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] اقول شرط اجازت ضروری ہے آجکل بہت لوگ سجادہ بطور وراثت بنادیئے جاتے ہیں اور وہ بیعت کرنے لگتے ہیں یہ حرام ہے ۱۲

سوال ۶ شرعاً عرس سالانہ مورث و نذر و نیاز شہدائے کربلا و عرس بزرگان جن کو مورث نے اپنی حیات میں جاری رکھا تھا بعد وفات مورث کے ورثا بھی اس کے اجرار رکھنے پر مجبور ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

یہ امور بطور شرع شریف ہوں تو صرف مستحبات ہیں اور مستحب پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر مورث کوئی جائداد کسی مصرف خیر کے لئے وقف کر دیتا تو اس کا اتباع ہوتا واللہ تعالٰی علم

سوال ۷ شرعاً خانقاہ کس کو کہتے ہیں۔

الجواب

یہ کوئی اصطلاح شرعاً مطہر نہیں عرف میں مکان مسندا فائدہ اولیا کو خانقاہ کہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۸ جس مکان میں اہل اللہ قیام پذیر ہوں یا جس مکان میں لوگ مرید ہوا کرتے ہوں یا جس مکان میں اہل اللہ ذکر الٰہی کیا کرتے ہوں یا تعلیم ذکر الٰہی ہوتی ہو یا عرس یا جلسہ سماع ہوتا ہو یا اس مکان میں پائخانہ یا باورچی خانہ خانقاہ ہو یا آئیندگان عرس اس میں قیام کرتے ہوں وہ ترکہ مورث ہے یا نہیں اور قابل تقسیم ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ مکانات مملوکہ مورث تھے تو ضرور تقسیم کئے جائیں گے جب تک کہ مورث نے ان میں کسی کو وقف صحیح شرعی نہ کر دیا ہو واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۹ جس مکان کے گوشہ صحن میں قبور اہل اللہ یا قبور مورث واقع ہوں وہ مکان مع صحن بعد مستثنٰی کرنے آراضی قبور کے شرعاً قابل تقسیم ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں جبکہ وقف نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۱۰ جس مکان میں مورث کی ہمیشہ نشست گاہ رہی ہو اور اس نے اس کی اصلاح و مرمت اپنے اصراف سے کی ہو اور بلا شرکت غیرے اپنا قبضہ خالص اپنی حیات تک رکھا ہے

بلکہ اپنی ضرورت میں اس مکان کو مکفول کرکے قبضہ بھی مورث نے لیا ہے وہ مکان بعد وفات مورث بوجہ اصراف کثیر تعمیرات مقبرہ وغیرہ تقسیم باہم شرکا سے محفوظ رہ سکتا ہے یا نہیں۔ اور ایسا مکان وقف قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

جب کہ مورث نے اپنی ضروریات میں اس مکان کو مکفول کرچکا تھا تو اس کے فعل سے صراحۃً اس کا وقف نہ ہونا ثابت ہے اور جب وہ مملوک مورث ہے تو تقسیم بر ورثا سے محفوظی کی کوئی وجہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۱۱ فرش و شیشہ آلات و دیگر اسباب منقولہ جو عرس میں اہل اللہ کے کار آمد ہوتا ہے قابل تبلیغ وراثت ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ مال اگر ملک خاص مورث ہے تقسیم ہوگا اور اگر وقف ہے یا مریدوں نے اس کام کیلئے لاکر دیا اور مورث کو مالک نہ کردیا تھا تو تقسیم نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۱۲ جس مکان کو متعلق خانقاہ مہمان خانہ یا لنگر خانہ موسوم کیا جاوے یا جس مکان میں سجادہ نشین رہتے چلے آئے ہوں یا جس مکان میں مہمان عرس کے شریک ہونے والے یا تعلیم ذکر الٰہی پانیوالے قیام پذیر ہوا کرتے ہوں وہ مکان شرعاً قابل تقسیم ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر ملک مورث ہے تقسیم ہوگا اور اگر اس کا وقف ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہو تو منقسم نہ ہو سکے گا صرف اتنی بات کہ اس کا نام مہمان خانہ یا لنگر خانہ ہے یا اس میں سجادہ نشین رہتے یا اشخاص مذکورین قیام کرتے تھے وقف ہونا ثابت نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال ۱۳ اگر کسی مکان کو خانقاہ کے نام سے موسوم کیا ہو تو وہ شرعاً اس بنا پر وقف ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

نہ، واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۱۴۔ قرآن و حدیث جس سے استخراج فتاوٰی کا ہوتا ہے اس میں کوئی تفصیل ایسی پائی

جاتی ہے کہ احکام طریقت اور احکام شریعت میں اختلاف یا کچھ تفاوت ہو۔

الجواب

یہ محض جھوٹ ہے اور بددینوں کا مذہب ہے اہل اسلام کے نزدیک جو طریقت شریعت کے خلاف ہو مردود ہے، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ اکابر اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھی زندقۃ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ بے دینی و دہریت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۱۵ ورثا کی ناقابلیت ان کو کسی ترکہ مورث سے محروم رکھ سکتی ہے۔

الجواب

وراثت سے محرومی کے صرف چار سبب ہیں کہ وارث غلام ہو یا مورث کا قاتل یا کافر ہو یا دارالحرب میں رہتا ہو باقی کوئی ناقابلیت اُسے اس کے حق شرعی سے محروم نہ کرے گی واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۱۶۔ کیا عورت بوجہ ناقابلیت کے فطرتی کسی ترکہ مورث سے محروم رہ سکتی ہے،

الجواب

دربارہ حرمان وراثت مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے عورت فطرتی طور پر صرف اس وجہ سے کہ عورت ہے ہرگز قابل محرومی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ ایک عورت کا خاص اس کا روپیہ تھا اس کے سوا کسی کا ایک حبہ نہیں تھا اس کے خاوند نے اس روپیہ سے ایک مکان اپنے نام خرید کیا اور وہ فوت ہو گیا اور اس کا گور و کفن اسی کی بیوی نے سب اپنے پاس سے کیا اور مبلغ ۵۰ روپیہ اس کے خاوند نے مکان پر قرض لئے تھے وہ قرض ادا نہیں ہوئے وہ کس کو ادا کرنا چاہیئے اور اسکے خاوند نے اپنی بیوی کو چھوڑا ہے اور دو بیٹی ہیں اور ایک ہمشیرہ اور پانچ بھتیجے ہیں اب کس کس کو پہونچتا ہے،

الجواب

شوہر نے جو قرض لیا تھا وہ زید کے مال سے ادا ہوگا اُس کے بعد وارثوں پر تقسیم ہوگا اور مکان کہ زید نے اپنی بیوی کے روپے سے اپنے لئے خریدا اس کا مالک زید ہوا پھر اگر وہ روپیہ بے اجازت عورت سے لے کر دیا تھا یا عورت نے قرضًا دیا تھا تو اتنا روپیہ عورت کا ذمہ شوہر قرض رہا اور اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ عورت نے وہ روپیہ شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو ہبہ ہو گیا اس کا مطالبہ

نہیں اور اگر گور و کفن جو بیوی نے بقدر سنّت کیا اُس قدر ترکہ میں سے مجرا پائے گی اس سے زائد جو فاتحہ و درود وغیرہ میں اٹھایا وہ کسی سے مجرا نہ ملے گا بالجملہ جو کچھ اس مکان وغیرہ تمام ترکہ شوہر پر دین ثابت ہو مثلاً عورت کا مہر اور وہ پچاس روپیہ اور بقدر سنّت گور و کفن کا صرف اور مکان کی قیمت کا روپیہ جب کہ عورت کا شوہر کو ہبہ کر دینا نہ ہوا اور ان کے سوا اور جو کچھ شوہر پر دین ہو سب ترکہ سے ادا کرکے اگر کچھ باقی بچے تو باقی کے تہائی میں شوہر نے اگر کوئی وصیت کی ہو نافذ کریں جو باقی بچے اس کے چوبیس ۲۴ حصہ حسب شرائط فرائض ہو کر تین حصے زوجہ اور آٹھ آٹھ ہر بیٹی اور ایک ایک ہر بہن کو پہنچیں گے اور بھتیجے کچھ نہ پاویں گے واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ ۲۹ / ذیقعدہ ۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نیاز احمد کے دو زوجہ زینب، ننھی، دونوں کا مہر ۵۰۰-۵۰۰ / زید کی جائداد ۲۰۰ / روپئے کی۔ پہلی بیوی شوہر سے پہلے مری جس کے وارث زوج نیاز احمد باپ جیون بخش چار دختر آمنہ، فضلو، نورالنساء، بیگما ان میں بیگما نے انتقال کیا زوج عبدالرزاق باپ نیاز احمد دختر شہر بانو وارث چھوڑے عبدالرزاق کے وارث یہی دختر رہی۔ نیاز احمد نے وفات پائی تو زوجہ ثانیہ اور اس کے بطن سے ایک پسر ننھو ایک دختر متین اور تین دختر زوجہ اولیٰ سے وارث رہے۔ ورثہ سب بالغ ہیں اور مہروں میں مکان دینے پر راضی ہیں اور ان مہروں کے سوا نیاز احمد پر کوئی قرض نہیں اس صورت میں ہر وارث کتنا پائیگا **بینوا توجروا**

الجواب

صورت مستفسرہ میں مکان کے پینتالیس ۴۵ حصے کئے جائیں از اں جملہ چھبیس ۲۶ حصہ زوجہ ثانیہ ننھی کو اسکے مہر میں دیدیں اور انیس ۱۹ حصوں سے چار چار ۴ جیون بخش آمنہ، فضلو، نورالنسا کو اور تین شہر بانو کو، اس لئے کہ جب دونوں مہر مساوی تھے اور ان کی مقدار ترکہ نیاز احمد سے زائد اور ان کے سوا اور دین نہیں تو دونوں زوجہ کو مکان نصف نصف ملنا چاہئے تھا مگر زوجہ اولیٰ کا انتقال شوہر سے پہلے ہوا تو اس کے مہر سے $\frac{3}{12}$ خود نیاز احمد کو پہونچے یعنی اس پر سے ساقط ہوگئے اور $\frac{2}{12}$ جیون بخش اور ہر چہار دختر زینب کو ملے ان میں سے بیگما مر گئی اور اسے جو پہونچتا تھا اس کا چہارم پھر نیاز احمد کو پہنچا یعنی اس پر سے ساقط ہوگیا تو حاصل یہ ہوا کہ مہر زینب سے $\frac{7}{26}$ نیاز احمد سے ساقط ہوگیا $\frac{19}{26}$ باقی رہا اور مہر ننھی پورا باقی ہے بوجہ مساوات سابقہ اسے بھی ۲۶ / سہم فرض کیجئے تو مکان دونوں

زوجہ پر اسی ۲۶/ و ۱۹/ ہی کی نسبت سے بٹنا چاہیے کہ دیون جب ترکہ سے زائد ہوں تو دائنوں کو حصہ رسد دیا جاتا ہے لہذا مکان کے ۴۵/ حصہ کر کے ۲۶/ حصے ننھی کو دیئے جائیں اور ۱۹/ بحساب مذکور وارثان زینب پر تقسیم ہوں۔ فی القنیۃ قال استاذنا سئلت عمن ماتت عن زوج وبنتین واخ لاب وامہ ولا مال لہا سوی مہر علی زوجہا مائۃ دینار ثم مات الزوج ولم یترک الخمسین دینارا فقلت یقسم بین البنتین والاخ اتساعا بقدر سہامہم لانہ ذکر فی کتاب العین والدین اذا کان علی بعض الورثۃ دین من جنس الترکۃ یحسب ما علیہ من الدین کانہ عین وبقی الخمسون دینارا فی نصیب البنتین والاخ فتکون بینہم علی سہامہم من اصل المسئلۃ وقد افتی کثیر من مفتی زماننا انہ یقسم الخمسون بینہم اثلاثا وانہ غلط فاحش اھ **اقول** ونظیرہ الغلط الواقع فی مسئلۃ زوج وام وعم وقد تخارج الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر فقسموا البقیۃ اثلاثا للام سہم وللعم سہمان والصواب العکس للعم سہم وللام سہمان کما حررہ فی الدر المختار واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

قیمت مکان ۲۰۰ ما

ننھی	شہربانو	جیون بخش	آمنہ	فضلو	نورنسا
ماعہ	عہ	معہ	معہ	معہ	معہ
۸/ ۱⅔ پائی	۵/ ۱ پائی	۱۲/ ۲⅓ پائی	۱۲/ ۲⅓ پائی	۱۲/ ۲⅓ پائی	۱۲/ ۲⅓ پائی

مسئلہ از دیورہ ڈاکخانہ مئو ضلع گیا مرسلہ شیخ ولایت حسین صاحب ۲۰ رجادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے ورثا کو محروم الارث کر کے اپنی جائداد موروثی ومتروکی ومحصولی کو اپنے بعض ورثا کو دیدینا چاہتا ہے۔ آیا بموجب حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ زید کا یہ فعل ظلم ہوگا اور وہ شخص ظالم اور گنہ گار ہوگا یا نہیں اور حق تلفی اس شخص نے بعض ورثا کے مقابل میں کیا یا نہیں۔ بینوا توجروا بالکتاب والسنہ

الجواب

جس وارث کو محروم کرنا چاہتا ہے اگر وہ فاسق معاذ اللہ بدمذہب ہے تو اسے محروم کرنا ہی بہتر وافضل

ہے خلاصہ ولسان الحکام وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ۔ بدمذہب بدترین فساق ہے فاسق میں یہ خوف تھا کہ مال اعمال بد میں خرچ کریگا بدمذہب میں یہ اندیشہ کہ اعانت گمراہی وضلالت میں اٹھائے گا یہ اس سے لاکھ درجے بدتر ہے غنیہ میں ہے الفسق من حیث العقیدۃ اشد من الفسق من حیث العمل اور اگر ایسا نہیں تو بعض ورثا کو محروم کرنا ضرور ظلم ہے جس کے لئے حدیث صحیح نعمن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما لاتشہدنی علی جور کافی ہیں ابن ماجہ کی حدیث انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من فرمن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی روز قیامت جنت سے اسکی میراث قطع فرمادے وھو عند الدیلمی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ من زوی میراثا عن وارثہ زوی اللہ عنہ میراثہ من الجنۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ عبدالحق برادر حاجی عبدالرزاق از دہلی بھیت محلہ عنایت گنج ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

زید نے بعد وفات تین بیٹے عبدالقدیر، عبدالحفیظ، عبدالبصیر اور والدہ مسماۃ فاطمہ بی کو وارث چھوڑا زید اپنی حیات میں شراکت عمرو تجارت کرتا تھا زید نے بحالت مرض الموت اپنی وفات سے ایک یا دو روز قبل اپنے شریک عمرو سے کہا تینوں پسر اپنے تمہارے سپرد کرتا ہوں اور زید نے اپنی حیات میں بڑے بیٹے کی شادی کردی تھی عمرو نے بعد وفات زید کے تجارت کو بجنسہ جاری رکھا اس خیال سے کہ پسران زید خوزدو سال کی پرورش وشادی تجارت سے ہوجائیگی جو بچے گا وہ کام آئے گا، چنانچہ بڑے لڑکے کو بجائے زید دوکان پر بٹھالا ہر سہ پسران کو تجارت مشترکہ تنخواہ ماہانہ دیتا رہا وفات زید کے تخمیناً چھ سات سال بعد متروکہ زید سے عمرو باقی دو پسران کی شادی کردی ایک ہزار کے قریب صرف ہوا اور تیرہ سو کے قریب مصارف خورد ونوش میں صرف ہوا پھر اکیس سو روپیہ کے قریب اور چار قطعہ مکانات تخمیناً اکیس سو روپئے کے جملہ چار ہزار دو سو روپئے کی مالیت بچی جس کو ہر سہ پسران زید نے باہم متساوی تقسیم کرلیا اور مسماۃ فاطمہ بی کو ترکہ زید سے کچھ نہ دیا پسران زید متروکہ سے تجارت کرتے رہے بعد تقسیم متروکہ تین چار سال بعد مسماۃ فاطمہ بی فوت ہوئی اس نے دو وارث ایک لڑکا عبداللہ ایک دختر سعیدن کو چھوڑا آج تک زید کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً بارہ چودہ سال گزرا ہوگا پسران زید وقت تقسیم کرلینے متروکہ سے اس وقت تک علیحدہ علیحدہ تجارت کرتے رہے ہیں اور اس وقت ہر سہ

پسران زید کے پاس تخمیناً بیس ہزار روپے ہوگا اب سوال یہ ہے کہ ورثاء فاطمہ بی، عبداللہ وسعیدہ متروکہ زید سے جوکہ ذمہ پسران زید واجب الادا ہے پانے کے مستحق ہے یا نہیں آیا اس وقت جس قدر تعداد مالیت نزد پسران زید جو قریب بیس ہزار کے ہے اس جملہ مالیت سے کیونکہ ترکہ فاطمہ بی کا جو کچھ تھا کچھ نہ دیا گیا تو متروکہ فاطمہ بی بھی اس وقت تک شامل ہے ہر سہ پسران کے حصول میں اور ترقی پا رہا ہے یا اس تعداد میں جو بیالیس سو روپئے کی مالیت بعد پرورش وشادی بچی اور باہم پسران زید نے تقسیم کیا ہے اس میں سے پانے کے مستحق ہوگی یا ایک ہزار مصارف شادی اور تیرہ سو مصارف خورد نوش جملہ بیالیس سو تقسیم شدہ شامل کرکے کل چھ ہزار پانچ سو روپئے ہوئے اس سے پانے کی مستحق ہے۔ جواب مع عبارات چاہئے۔

الجواب

اگر پسران زید مقر ہوں کہ یہ تجارت مملوکہ زید تھی اور وقت وفات زید اس کی والدہ فاطمہ زندہ تھی اور اس کو حصہ نہ دیا گیا تو وارثان فاطمہ پسران زید سے اس کل مال کا چھٹا حصہ حسب شرائط فرائض پانے کے مستحق ہیں جو وقت وفات زید موجود تھا خواہ مکانات ہوں یا مال تجارت یا زر نقد یا اسباب وغیرہ۔ خورد نوش پسران میں جو صرف ہوا وہ انھیں کے حصول پر پڑے گا حصہ فاطمہ کو اس سے تعلق نہیں، دو پسران کی شادی میں جو اٹھا وہ انھیں دو پر پڑیگا حصہ فاطمہ سے مجرا نہ ہوگا بعد زید تا زمان تقسیم وبعد تقسیم تا حال جو کچھ مال میں تجارت کے ترقیاں ہوئیں ان میں بھی فاطمہ کی ملک نہیں جبکہ وہ تجارت عمرو وصی زید وپسران زید بطور خود کرتے رہے اور فاطمہ اس میں شریک نہ ہوئی ہاں جبکہ حصہ فاطمہ اس میں شامل تھا تو اس کے حصہ سے جو ترقی ہوئی پسران زید کے لئے ملک خبیث ہے ان کو حلال نہیں کہ وہ اسے اپنے تصرف میں لائیں بلکہ واجب ہے کہ اس قدر مال تصدق کردیں یا وارثان فاطمہ کو دیدیں اور یہی بہتر وافضل ہے جو مکان متروکہ زید نہ تھا بلکہ مال تجارت سے وصی زید یا پسران زید نے خود خریدا اس مکان میں حصہ فاطمہ نہیں بلکہ اس کا حصہ صرف اسقدر کا چھٹا حصہ ہے جو وقت وفات زید متروکہ زید تھا والمسائل مبنیۃ فی الفتاوی العلمگیریۃ والفتاوی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرہا وقد اوضحناہا فی فتاوانا غیر مرۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر مسئولہ جناب سلطان احمد خانصاحب زید مجدہ ۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ آفتاب بیگم کا انتقال ہوا

اس کے وارثوں میں ایک حقیقی چچازاد بہن مسماۃ عمدہ بیگم کا پوتا وصی احمد اور ایک علاتی خالہ بنو بیگم اور چار اخیافی بھتیجے جن کے باپ کا انتقال آفتاب بیگم کے سامنے ہوگیا موجود ہیں۔ وصی احمد نے تجہیز وتکفین اپنے صرف سے کی اور اس وصی احمد کو متوفیہ نے اس شرط سے اپنا وصی بھی کیا کہ بعد اخراجات تجہیز وتکفین وفاتحہ ودرود کے بعد جس قدر روپیہ بچے وہ سب تیرا ہے اب تقسیم ترکہ ان وارثوں کے مقابلہ میں کیونکر ہوگا اور اخراجات تجہیز وتکفین متروکہ سے نکلے گا یا نہیں۔ شجرہ ذیل میں درج ہے

آفتاب بیگم
مسئلہ

سہم ۱ حقیقی چچازاد بہن عمدہ بیگم موجود ہے	سہم ۳ علاتی خالہ بنو بیگم موجود ہے	بھائی اخیافی جسکا انتقال متوفیہ کے سامنے ہوا
سہم ۲ وصی احمد پوتا عمدہ بیگم وصی جائداد	سہم ۴ اسم نامعلوم	لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا
		۴ لڑکے موجود ہیں

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون ووصایا آفتاب بیگم کا ترکہ چار سہم ہوکر ہر اخیافی بھتیجے کو ایک ایک ملے گا اور چچازاد اور خالہ کچھ نہ پائیں گی آفتاب بیگم کی تجہیز وتکفین کہ وصی احمد غیر وارث نے اپنے مال سے کی وہ بطور احسان وسلوک نیک واقع ہوئی اس کا معاوضہ نہ پائے گا کہ وہ نہ وارث ہے نہ وصی ہے اس کہنے سے کہ بعد ان مصارف کے جو بچے وہ تیرا ہے وہ موصٰی لہ ہوا نہ کہ وصی ہاں اگر آفتاب بیگم نے یوں کہا ہو کہ میرے بعد میرے مصارف سے یہ صرف کرنا اور جو بچے تیرا ہے تو اس صورت میں وہ وصی بھی ہوجائیگا اور اب جو تجہیز وتکفین میں اپنے مال سے صرف کیا مجرا پائیگا جس قدر کہ اس کے کفن وجہاز مثل بقدر سنت میں اٹھایا ہو اس سے زیادہ کو بھی مجرانہ ملے گا درمختار میں ہے الوصی کفنہ من مال نفسہ او کفن الوارث المیت من مال نفسہ فانہ یرجع ولایکونا متطوعا ردالمحتار میں ہے ای کفن المثل بلکہ اگر کفن مثل پر قیمت میں زیادت فاحشہ کی مثلاً ۸ گز کا کپڑا اس کا کفن مثل تھا اس نے بلاوصیت میت روپے گز کا لگایا تو کچھ مجرانہ پائے گا درمختار میں ہے۔ لوزاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ ردالمحتار میں ہے ضمن الزیادۃ الا اذا اوصی بھا وکانت تخرج من الثلث ط قولہ وقع الشراء لانہ متعد

فی الزیادۃ وھی غیر متمیزۃ فیکون متبرعًا بتکفین المیت بہ ۱؎ حمتی رہی وصیت وہ بعد ادائے دیون بلااجازت ورثہ تہائی مال میں سے نافذ ہوگی اس ثلث سے جسقدر فاتحہ ودرود بطور جائز ومحمود معروف ومعہود میں صرف ہو وہ چاہیں ابھی مساکین پر خرچ کردیا جائے سال بھر کا انتظار ضرور نہیں پھر کچھ باقی بچے تو وہ وصی احمد کا ہے ورنہ کچھ نہیں ہندیہ میں ہے فی النوازل اوصی بان یتصدق فی عشرۃ ایام فتصدق فی یوم جاز کذا فی الخلاصۃ اوسی میں ہے فی الجامع قال اوصیت بان یتصدق من ثلثی بعد سنۃ مائۃ درھم لوصی یتصدق بجمیع الثلث فی السنۃ الاولی ولا یوضع کذا فی فتاوی خانیۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از آرہ محلہ ترپی مطب حکیم عبدالوہاب صاحب مسؤلہ مولوی ظفرالدین صاحب زید مجدہم مدرس اول مدرسہ حنفیہ ۱۶ ربیع الاولی ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پرنور متع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بدعائے دوام الخیر رطب اللسان خواہان عافیت سرکار کے جملہ خدام ہوں ایک بات دریافت طلب ہے وہ یہ کہ سراجی بیان مناسخہ میں تصحیح مسئلہ اور مافی الید کہ چار نسبتوں میں تین کو بیان کیا اور تداخل کو بالکل چھوڑ دیا اگرچہ اس کی وجہ اس کی اظہریت معلوم ہوتی ہے اور صورت اس کی یہی ہوگی کہ اس کی دو صورتیں ہیں یا تصحیح زائد ہو اور مافی الید کم یا برعکس اگر اولٰی ہے تو جزء تداخل کو اوپر کی تصحیح میں ضرب دیں اور ورثائے پیشین کے حصوں کو اسی حساب سے زیادہ کردیں اس میت کے ورثاء کے انصباء زیادتی کی ضرورت نہیں اور اگر تصحیح کم اور مافی الید زائد تو جزء تداخل کے انصباء وارثین اس میت کو ضرب دیں اوپر والوں کے حصوں میں زیادتی نہ ہوگی یا اس کی اور کوئی صورت ہے فرضًا اس کی تقدیر عربی زبان میں تحریر فرمائی جائے تو بعید شان بندہ نوازی سے نہیں۔

الجواب

اعلم ان التداخل لیس الاقسما من التوافق وانما یجعل قسما عند التفصیل بل التحقیق ان لیس ھٰھنا الا قسمان ولھما حکمان وذالک لان العددین ان عدھما ثالث ای عدد ولو مثلا لھما اولاحدھما والواحد لیس بعدد فتوافقان اولا فتباینان ویسمی ذالک الثالث مابہ التوافق وحاصل قسمۃ کل من المتوافقین علیہ وفقہ فمن صور التوافق اربعۃ اربعۃ یعدھما اربعۃ ووفق کل واحد۔ وھذا یخص باسم التماثل ومنہا اربعۃ وثمانیۃ یعدھما

اربعۃ وفق الاول واحد والثانی اثنان ویخص باسم التداخل ومنہا اربعۃ وستۃ یعدھما اثنان وفق الاول اثنان والثانی ثلثۃ وھو التوافق بالمعنی الاخص وحیث ان الوفق فی التماثل لیس الا واحدا ولا اثر لضرب شیئ فی واحد فاذا کان فی التصحیح وما فی الید تماثل لایحتاج الی الضرب اصلا ولما کان فی التداخل وفق الاصغر واحدا لانہ حاصل قسمۃ الشیئ علی نفسہ ابدا فان کان التصحیح اصغر لم یحتج فی التصحیح العالی والانصباء السابقۃ الی الضرب وضرب فی انصباء ھذا البطن بوفق ما فی الید الاکبر وان کان ما فی الید اصغر انعکس الحکم وفی صورۃ التوافق الاخص لما کان لکل من المتوافقین وفق فوق الواحد احتیج الی ضربین وھذا ھو التحقیق لان الاقسام انما تعتبر للاحکام وما ثم الاحکمان الضرب بکل العدد فی التبائن وبوفقہ فی التوافق وان استغنی عنہ عند کون الوفق واحدا کما فی التماثل فی الجانبین وفی التداخل فی جھۃ الاصغر وان شئت تثلث فقلت العددان ان تساویا فتماثل وان اختلف فان عدھما ثالث فتوافق او لا فتبائن وحکم الاول ان لاضرب والثانی الضرب بالوفق والثالث بالکل۔ وان شئت ربعت وقلت العددان ان تساویا فتماثل والا فان عد الاصغر الاکبر فتداخل والا فان عدھما ثالث فتوافق والا فتبائن و حکم الاول ان لاضرب اصلا والثانی عدم الضرب فی جھۃ الاصغر والضرب بالوفق فی جھۃ الاکبر والثالث الضرب بالوفق فی الجھتین والرابع الضرب بالکل فیھما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از محل مذکور مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب سلخ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور پرنور آقائے نعمت دریائے رحمت متع اللہ المسکین بطول بقائکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خادم بارگاہ مع الخیر بکر خواہان عوافی مزاج اقدس ہیں مع متعلقین کرام ہے تقریر پرتنویر شرف ورود فرماکر معزز ومشرف فرمایا قول مبارک بل التحقیق ان لیس ھناک الا قسمان پر ایک بات سمجھ میں آئی گزارش کرتا ہوں قولہ مدظلہ: بل التحقیق ان لیس ھناک الا قسمان اقول بل فی ظنی ان لا تعدد ھنا اصلا لا فی التقسیم ولا فی الحکم بل شیئ واحد لہ حکم واحد لان العددین لابد ان یعدھما ثالث والواحد عدد لانہ نصف مجموع حاشیتیہ فان اعلاہ

اثنین وفی تحتہ صفر مجموعہما اثنان فقط اذلا اثر لحظ الصفر من عدد ولزیادتہ فیہ ونصفہما واحد فاما ان یعدہما واحد فہما متبائنان اوعدد مثلہما فتماثلان اومثل الاصغر فمتداخلان اولامثل احد فتوافقان ویسمی ذالک العادما بہ التوافق والحکم فی الکل الضرب فی الوفق لکن لما کان وفق المتباینین ہما العددان بانفسہما فانہما حاصل قسمتہما علی ما بہ التوافق ای الواحد لان کل عدد یقسم علی واحد یحصل ذالک العدد بعینہ یضرب کل التصحیح فی کل التصحیح وکل مافی الید فی کل السہم لکل من الورثۃ ولان الوفق فی التماثل من الجانبین فی التداخل من الاصغر لیس الاواحدا او لایظہر اثر الضرب فی واحد لان کل عدد اذا ضرب فی واحد یحصل ذالک العدد بنفسہ اشتہر عند الناس انہ لایضرب فی التماثل وفی جانب الاصغر من التداخل وفی المتوافقین وجہۃ الاکبر من التداخل الضرب بالوفق کما ہو المشہور والعلم بالحق عند العلیم الغفور اور یہیں سے صورت تربیع کی ایک اور تقریر بھی ظاہر ہوئی لان العددین ان عدہما واحد فتبائن اوعدد مثلہما فتماثل اومثل الاصغر فتداخل والا فتوافق واللہ تعالٰی اعلم اس کی صحت وسقم سے مطلع فرمایا جائے والسلام بالوف التعظیم والاکرام

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا ولدی حفظک اللہ الی یوم الدین وادام بک ظفر الدین اتیت التدقیق واعلمتہ وابیت التحقیق واہملتہ **اما اولا** فلان الواحد لیس بعدد عند المحققین ومافرع اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی فی طالق کم شئت کما فی الفتح وغیرہ فمبنی علی العرف **اقول** الدلیل القاطع علیہ ان العدد کم والکم عرض یقبل القسمۃ لذاتہ والواحد یستحیل ان یفرض فیہ شیئ دون شیئ والالتعدد فلم یکن واحدا وبعبارۃ اخری انما التحلیل الی مامنہ الترکیب فلوانقسم لکان شیئا بین لا واحدا وبعبارۃ اظہر وادفع للمقال لاانقسام ہنا الا الی الوحدات والوحدۃ یستحیل ان تصیر وحدتین والالم تکن وحدۃ بل کثرۃ فیلزم الانقلاب فان صارت فما کانت الاوحدتین احرزتا واحدۃ بالاعتبار فکان اثنین لاواحدا وبعبارۃ اخصر ماثم الاوحدات محضۃ فالواحد وحدۃ والاثنان وحدتان وھکذا ولایعقل للوحدۃ

بعض اصلا اما الکسور فلیس معنی $\frac{1}{2}$ مثلا جزء من جزئ واحد حقیقی بل اعتباری ای واحد من اثنین فرض واحدا کما حققناہ فی رسالۃ الانماطیقی **واما ثانیا** فلان الصفر لایمکن ان یکون حاشیۃ عدد فانہ محض سلب اذ ھو عبارۃ عن خلو المرتبۃ فلیس معناہ ان ھناک شیئا یسمی صفرا بل معناہ ان لاشیئ ھناک اصلا ولھذا الا اثر لحطہ من عدد ولا ضمہ الیہ کما ذکرت ولو کان شیئا لاستحال ان یکون شیئ دون شیئ او شیئ مع شیئ مساویا للشیئ نفسہ فیتساوی الکل والجزء بل کل الکل وجزء الجزء کما لایخفی وبہ تبین **وجہ ثالث** وھو ان الصفر مع اثنین مثلا لیس مجموع شیئاین بل الشیئ وحدہ ومعنی جمع الصفر مع عدد ان لم یجمع معہ شیئ فلیس الواحد نصف مجموع حاشیتیہ بل نصف حاشیۃ واحدۃ **واما رابعا** فلانہ لوسوغ کون العدم حاشیۃ لکان العدم المضاف الی شیئ معین مثل ۱ـ و ـ۲ وغیرھما اولی بذالک فکان الصفر ایضا عددا لان احدی حاشیتیہ واحد والاخری ـ اومجموعھما صفر نصفہ صفر وکونہ مثل المجموع لاینفی کونہ نصفہ لانہ معتبر فی الحساب قطعا الاتری ان نصف ۲۰ = ۱۰ ویکفی لصدق الحد ودصدق الحد وان صدق علیہ ماسواہ ایضا وعددیۃ الصفر باطلۃ ببداھۃ العقل لان العدد شیئ والصفر لاشیئ **واما خامسا** تنزلنا عن ھذا کلہ سلمنا ان الصفر ایضا عدد لعاد التدقیق علی مقصودہ بالنقض فان المراد نفی القسمۃ وارجاع الکل الی التوافق والآن یستحیل ذالک لان الصفر کلما قیس مع واحد او شیئ من الاعداد لم یمکن ان یعدھما ثالث فان الصفر لایعدہ الا الصفر والصفر لایعد الا الصفر فالصفر وکل عدد سواہ متباینان وکل باقیین فیما بینھما متوافقان فوجب التقسیم وذھب الانکار ولزم الوقوع فیما عنہ الفرار ھذا وقولک اما ان یعدھما واحد فمتبائنان وعدد مثلھما فمتماثلان ما تقول فی واحد مع واحد اھما متبائنان ومتماثلان معا بل قل ان عدھما مثلھما فمتماثل او مثل احدھما فمتداخل اولا ولا فان کان العاد فوق الواحد فمتوافق او واحد فمتبائن وھذا ھو معنی التربیع الذی ذکرت سابقا واما ما ذکرت انت قبل ھذا فی کتاب منک وسألت عن صحتہ ان العددین ان کان احدھما ھو الآخر بعینہ

فتماثل والا فینقص الاصغر من الاکبر مرۃ اومرارا من جانب او جانبین فان انتہی
الی التماثل فتداخل اوالی واحد فتباین والا فتوافق ففیہ ان النھایۃ فی التداخل
الی النفاد لا الی بقاء مثل الاصغر فلیس ان اربعۃ تسقط من عشرین اربع مرات
فتبقی اربعۃ مماثلۃ للاصغر بل تسقط خمس مرات فلا یبقی شیئ وذالك لانہ یتعرف بالتقسیم
واذا قسمنا عشرین علی اربعۃ حصل خمسۃ وما بقی شیئ لانہ یحصل اربعۃ وتبقی اربعۃ
بل النھایۃ فی الکل الی النفاد الاتری انك ذکرت فی الکل العد وما العد الا الانفاد
فنسقط ثلثۃ من خمسۃ یبقی اثنان فنسقطھما من ثلثۃ یبقی واحد نسقطہ من اثنین لا
یبقی شیئ وھنالك یتحقق العد وان ترك العمل بعد خروج الواحد للعلم بانہ یعد
کل شیئ بل قل ان تساویا فتماثل والا فینقص الاصغر من الاکبر فان افناہ فتداخل
والا یسقط الباقی من الاصغر فان بقی فالباقی من الباقی وھکذا الی ان یحصل لنفاد
فان کان بواحد فتباین او بعدد فتوافق بہ ثم لیس حاصلہ الا ما قدمت فی
التربیع اما ذکر الاسقاطات فطریق استخراج النسبۃ الصق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸/ جمادی الاخرہ ۱۳۳۰ھ

جب زید کی بی بی کا انتقال ہوا تو اس کے زیور یعنی جہیز میں سے اس کی تجہیز تکفین کی اس واسطے کہ زید خود دست نگر دوسرے کا ہے صرفہ میت اور فاتحہ وغیرہ کا اس کے جہیز سے کیا گیا اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس کے جہیز واپس کرنے میں یہ صرفہ مجرا ہو یا نہیں۔

الجواب

فاتحہ کا صرف اصلا مجرا نہ ہوگا وہ ایک ثواب کی بات ہے جو کرے گا اس کے ذمہ ہوگا اور عورت کا کفن دفن شوہر پر واجب ہے اسے عورت کے ترکہ سے نہیں کرسکتا درمختار میں ہے۔ الفتوی علی وجوب کفنھا علیہ وان ترکت مالا ردالمحتار میں ہے الواجب علیہ تکفینھا وتجھیزھا الشرعیان من کفن السنۃ اوالکفایۃ وحنوط واجرۃ غسل وحمل ودفن الخ تو یہ جس قدر شوہر نے صرف کیا ہے سب شوہر پر پڑے گا نصف جہیز تمام وکمال اسے واپس

دینا ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰ ربیع محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں زید نے عمر کے پاس انتقال کیا اور عمر ہی زید کا کھانا یا زید کو کھلاتا رہا اب زید نے انتقال کیا تو زید کے مال کو زید کے وارث پاویں گے یا عمر کو دلایا جاوے گا۔

الجواب

عمرو کے پاس رہنے یا انتقال کرنے یا زید کا کھانے یا زید کو کھلانے سے نہ عمرو زید کا وارث ہوگیا نہ زید کے وارث اس کے مال سے محروم ہوگئے ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ ہاں اگر زید عمرو کا کھایا کرتا ہو اور حسب قرارداد وہ کھانا اسے بطور قرض دیتا ہو تو زید اس مقدار میں عمرو کا مدیون ہوگا اور ادائے دین تقسیم ترکہ پر مقدم ہے پہلے وہ ادا ہو اور دین ہوا دا کرکے باقی میں میراث جاری ہوگی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرو بلاوجہ شرعی زید کی جائداد پر قابض ہوجائے اسے اپنے دین کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر واقع میں دین ہو اور اگر عمرو اس کے پاس یا بطور مہمان بغرض قرضا کھلانے کا قرارداد نہ تھا تو عمرو ایک حبہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا اور جائداد سے وارثان شرعی کو محروم کرنا ظلم وغصب ہے والظلمات یوم القیمۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کانپور چوک صرافہ بر دوکان محمد عمر محمد قمر سوداگر مسؤلہ عبدالکریم صاحب ۱۹ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاندان طوائف میں جو لڑکے نکاح پر ہوی اس کو اس کی والدہ اور والد اور ماموں وغیرہ کا حق متروکہ میں ملے گا یا خالہ کی لڑکی کے لڑکے کو بوجہ کمائی پیشہ طوائفی کے حق ملے گا خلاصہ یہ کہ خاندان طوائف میں نکاح کرنے سے حق زائل ہوجاتا ہے یا شرع شریف کے مطابق حق ملتا ہے بینوا توجروا

الجواب

نکاح کرنے سے حق زائل نہیں ہوتا ہے خصوصاً اس فرقہ کا نکاح کہ وہ تو گناہ عظیم سے توبہ ہے مگر طوائف کے لئے نکاحی اولاد صرف اپنی ماں اور مادری رشتہ والوں کا حصہ پائے گی شرعاً اس کے لئے کوئی باپ نہیں کہ اس سے یا پدری رشتہ والوں سے حصہ پائیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: از احمد آباد گجرات مرسلہ مولوی علاؤالدین صاحب زید مجدہ ۵ ربیع الآخر

اس ملک گجرات میں ایک قوم ہے جو مین و بورے کرکے مشہور ہیں ان میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ اپنے مال متروکہ سے اپنی لڑکی کو محروم رکھتے ہیں اور جس قدر مال واسباب ہوتا ہے وہ کل لڑکوں کا حصہ مقرر کرکے جاتے ہیں بلکہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ اور سرکاری دفتروں میں دستخط کرچکے ہیں کہ ہم ہنود لوگوں کے طریق میراث تقسیم کرنے میں راضی ہیں اسلام وشریعت کے موافق راضی نہیں ہیں وہ لوگ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے ہیں کل مال لڑکے کو دیتے ہیں، اور وہ لوگ مسلمان ہیں۔ حج وزکوٰۃ ونماز وروزہ ودیگر کل احکام کو حق جانتے ہیں اور مانتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

الجواب

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے قال اللہ تعالٰی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر عن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ جو اپنے وارث کو میراث پہونچنے سے بھاگے گا اللہ تعالٰی جنت سے اس کی میراث قطع فرما دے گا اور جنھوں نے یہ لفظ کہے یا لکھے ہیں کہ وہ رسم ہنود پر راضی ہیں اور حکم شریعت پر راضی نہیں وہ نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح کریں غمز العیون والبصائر میں ہے من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ محمد عبدالحلیم خانصاحب مدرس ومہتمم مدرسہ انجمن ظفر الاسلام ضلع بھنڈارہ ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان حنفی نے اپنی دختر کا نکاح معہ کل لوازمات شادی کے کرادیا۔ بعد چند عرصہ کے داماد شخص مذکور کا فوت ہوگیا دختر نے اپنا نکاح ثانی کا ارادہ غیر کفو سے کرنے کا کیا باپ نے دختر مذکور کو کہا کہ میں تمہارا نکاح ثانی کسی عمدہ جگہ کفو میں کرادیتا ہوں مگر دختر مذکور نے نہیں سنا اور نکاح ثانی غیر کفو میں کرلیا۔ باپ نے ناراض ہوکر لڑکی کو عاق کردیا اور کہا کہ اب تجھ سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ کیوں کہ تم نے غیر کفو

میں اپنا نکاح بغیر میری اجازت کے کیا اور تحریر کردیا کہ بعد میرے مرنے کے لڑکی کو میرے مال سے کوئی حق نہ دیا جائے اس کا جو حق تھا وہ میں نے شادی کرکے ادا کردیا ہوں اب بعد مرنے کے شخص مذکور کی دختر مذکور کو مع دیگر ورثاء کے حق ملے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اولاد کا عاق ہونا یہ ہے کہ ماں باپ کی ناحق نافرمانی کریں یا انہیں ایذا دیں ماں باپ کے عاق کرنے سے کوئی اثر نہیں پیدا ہوتا عوام کے خیال میں یہ ہے کہ جس طرح عورت کو طلاق دینے سے نکاح سے نکل جاتی ہے یونہیں اولاد عاق کئے سے اولاد ہونے سے خارج ہوجاتی ہے یہ محض غلط ہے نہ اس کے سبب اولاد ترکہ سے محروم ہوسکے ہاں لڑکی نے باپ کی نافرمانی کی اس سے وہ گنہگار ہوئی پھر اگر غیر کفو کے معنی یہ ہیں کہ جس سے نکاح ہوا وہ مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے باپ کے لئے باعث ننگ و عار ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں محض باطل ہے اگر قربت ہوگی زنا ہوگی ان دونوں مرد و عورت پر فورًا جدا ہوجانا لازم ہے بایں ہمہ لڑکی ترکہ سے محروم نہ ہوگی قال اللہ تعالٰی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵ / ربیع الاول شریف ۳۲ھ مسئولہ حکیم ضمیر احمد صاحب از شاہجہان پور محلہ متانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور کچھ جائداد چھوڑی زید کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، زید نے اپنی زوجہ کا مہر بھی نہیں ادا کیا اور نہ اس بارہ میں کوئی وصیت کی بعد انتقال زید کے اس کی زوجہ ۳۶ سال سے اس کی ملکیت پر قابض ہے تو اب یہ اس ملک میں بیع وہبہ وغیرہ کا پورا تصرف اپنی مرضی کے موافق کرسکتی ہے یا نہیں اور بعد انتقال اس زوجہ زید کے اس کی ملکیت کے وارث اور مالک زید کے رشتہ دار ہوں گے یا زوجہ کے بینوا توجروا۔

الجواب

مسئلہ بہت کثیر الشقوق والمباحث ہے بقیہ ورثہ کی رضا سے کل متروکہ پر بعوض مہر قابض ہوئی اور وہ سب عاقل بالغ تھے جب تو بالاتفاق وہ کل متروکہ کی مالک ہوگئی اور اگر بے ان کی اجازت کے ہے تو اب یہ دیکھنا ہوگا کہ مہر مقدار جائداد سے کم ہے یا نہیں اگر کم ہے تو بے ان کی رضا کے

زرِ مہر کے عوض جائداد بطور خود لے لینا اصل مذہب میں جائز نہ ہوگا کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں ہوتا اور اگر ان میں بعض نابالغ ہیں تو ان کی اجازت بھی کافی نہ ہوگی اور اگر مہر برابر یا زائد ہے تو اگرچہ ورثہ کے لئے جائداد میں ملک نہیں مگر ان کو حق استخلاص حاصل ہے کما نص علیہ فی جامع الفصولین والاصباح وغیرھا اور اب وہ مسئلہ وارد ہوگا کہ غیر جنس سے استیفائے حق مثلاً روپے کے عوض اور مال کہ اس سے زائد حیثیت کا نہ ہو لے لینا جائز ہے یا نہیں ہمارا مذہب عدم جواز ہے اور اب بوجہ فساد زمان متأخرین نے جواز پر فتوٰی دیا کما ذکرہ فی ردالمحتار پھر یہ بحث پیش آئے گی کہ جائداد سے استیفائے مہر عورت کو مطلقاً جائز ہے اگرچہ وہ میت کی وصی نہ ہو کما فی الخلاصۃ یا صرف اس حالت میں کہ وصی ہو کما فی الخانیۃ مگر ان سب مباحث سے قطع نظر کرکے جب چھتیس سال گزر گئے اور کوئی مدعی نہ ہوا اور وہ تصرفات مالکانہ رکھتی ہے اور ورثا دیکھا کئے اور متعرض نہ ہوئے تو اسی پر حمل کیا جائے گا کہ عورت بروجہ صحیح مالک کل جائداد ہے کما بینہ فی مواضع کثیرۃ من عقود الدریۃ و فصلناہ فی فتاونا لہٰذا بعد زن صرف ورثہ زن کو پہنچے گی نہ ورثہ زید کو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ احمد خانصاحب صابری قادری از تلونڈی رائے ڈاکخانہ خاص ضلع لدھیانہ ملک پنجاب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک شخص ایک متوفی کو چھٹی پشت پر ملتا ہے اور متوفی اولاد نرینہ نہیں رکھتا ہے صرف اولاد دختری ہے اور وہ شخص جو کہ متوفی کو چھٹی پشت پر ملتا ہے اپنے حق کو حق دختری پر فائق بیان کرتا ہے آیا وہ شخص غاصب ہے یا کہ نہیں اور امامت کے لائق ہے دوسرے اس کے گھر کا خورد ونوش کیسا ہے یہ شخص رشید احمد گنگوہی کا مرید اور ہمارے گاؤں میں گروہ وہابیہ کذابیہ کا سرغنہ ہے یوں تو نام کو مولوی کہلاتا ہے لیکن مولوی تو درکنار اس میں جاہلوں سے بھی بڑھ کر برے اوصاف ظہور میں آتے ہیں جو کہ ایک کافر و فاسق سے بھی نہیں پائے جاتے۔

الجواب

جو صرف اولاد دختری رکھتا ہو۔ اس کے بعد اس کی اولاد ذکور رہیں۔ جو مرد کتنے ہی فاصلہ پر جاکے ملتا ہو اس کا عصبہ ہے کہ اصحاب فرائض سے جو باقی بچے اس کا مستحق ہے جب کہ اس سے قریب تر دوسرا عصبہ موجود نہ ہو تو یہ شخص کہ مورث سے چھٹی پشت میں ملتا ہے ضرور اس کا وارث اور باقی بعد الفروض کا مستحق ہوتا ہے جب کہ صالح وراثت ہوتا اور اس سے اقرب اور عصبہ نہ ہوتا اس حالت

ہیں اس کا دعویٰ استحقاق باطل نہ ہوتا اگرچہ اپنا حق حق بنات پر فائق کہنا بہرحال غلط تھا کہ عصبہ کا حق اہل فرائض کے برابر بھی نہیں بلکہ متاخر ہے لانہ لیس لہ الا ما ابقتہ اصحاب الفرائض حتی لو لم یبق الفرائض شیئ لم یکن لہ شیئ یہ غلطی ایسی نہ تھی جس کے سبب وہ قابل امامت نہ رہتا یا غاصب ٹھہرتا یا اس کے گھر کا خورد و نوش ممنوع ہوتا لیکن یہ سب اس صورت میں تھا کہ وہ مسلمان ہوتا طائفہ گنگوہیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین کا فتویٰ ہے کہ وہ کفار مرتدین ہیں اور اسی میں شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ من شك فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو شخص گنگوہی اور اس کے امثال کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے نہ کہ جو اس کا مرید اور اس کے گروہ کا سرغنہ ہو ایسے مرید کے نیچے کے نقطے ضرور اوپر ہوجائیں گے اور مرتد کسی کا وارث نہیں ہوسکتا اور اس کی امامت کے کیا معنی جو اس کی اس حالت پر آگاہ ہوکر اسے قابل امامت جانیگا اس کی نماز درکنار ایمان بھی نہ رہے گا لان من شك فی عذابہ و کفرہ فقد کفر اور ایسے سے میل جول اور اختلاط بلاشبہ حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وقال تعالیٰ واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے سامنے سب بہن بھائی بالکل محروم ہیں اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سگے سوتیلے بہن بھائیوں کو دادا کے ساتھ ترکہ دلاتے ہیں شریفیہ میں فرمایا مفتی کو اختیار ہے جیسا موقع دیکھے فتویٰ دے اس موقع کی کیا صورت ہے بینوا توجروا

الجواب

مفتی بہ امام ہی کا قول ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتی اسی پر فتویٰ دے متون نے قول امام ہی اخذ کیا اور عامہ ائمہ فتویٰ نے اسی پر فتویٰ دیا صرف مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے قول صاحبین پر فتویٰ منقول ہوا اور زاہدی نے مجتبیٰ میں کہ تصنیف و مصنّف دونوں نامعتبر ہیں اور مصنّف سراجیہ نے اپنی شرح میں اس کا اتباع کیا تو فتویٰ احق و اقوی قول امام ہی پر ہے صاحب شریفیہ نے بیان لحاظ موقع نہ لکھا اور کسی معتمد کے کلام سے یہاں ایسا خیال میں ہے کہ مفتی جیسا موقع دیکھے

فتویٰ دے بلکہ صاحب شریفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صرف اس پر بنائے کار کی ہے کہ جب امام ایک طرف اور صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے جس طرف چاہے فتویٰ دے مگر تحقیق یہ کہ یہ صرف اس مفتی کے لئے ہے کہ منصب اجتہاد رکھتا ہو مفتی مقلد پر لازم ہے کہ ہمیشہ قول امام پر فتویٰ دے مگر یہ کہ ائمہ فتویٰ نے اس کے خلاف پر اتفاق کیا ہو کما فی البحر الرائق وتنویر الابصار والفتاوی الخیریۃ والدر المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار تو یہاں موقع کی بحث ہی فضول ہے نہ یہاں اختلاف موقع کی کوئی وجہ چنداں معقول ہے ہاں کہہ سکتے ہیں **اولاً** اگر دادا مفلس اور بھائی غنی ہو تو قول امام پر فتویٰ اولیٰ ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ **ثانیا** بھائیوں میں کوئی فاسق ومسرف ہو کہ اسے مال دینا فسق پر اعانت کرنا ہے اور دادا صالح تو قول امام پر فتویٰ اولیٰ ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ **ثالثاً** اگر دادا اپنا حصہ لے کر امور خیر واشاعت علم دین میں وقف کر دینا چاہتا ہے اور بھائی تو قول امام پر فتویٰ اولیٰ ہے کہ نفع دین ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ۔ **رابعاً** جد جواد وسخی ہے اور اس کا مال اکثر امور خیر میں صرف ہوتا ہے اور بھائی ایسے نہیں تو قول امام پر فتویٰ اولیٰ ہے کہ نفع مساکین مسلمین ہے اور عکس ہو تو مقاسمہ مگر ان میں کوئی وجہ ایسی نہیں کہ مذہب مفتی بہ سے عدول چاہے عمل ہمیشہ اسی پر ہے جو مذہب مفتی بہ ہو وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰/ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

کسی وارث کے کان لم یکن کرنے کی مثالیں ارشاد ہوں جن سے اس کے مواقع پر روشنی پڑے بینوا توجروا

الجواب: **پہلی مثال** ۔ زید تین بھائی حقیقی یا تینوں علاتی چھوڑ کر مر گیا پھر ان میں ایک بھائی نے قبل تقسیم ترکہ یہی دو بھائی اپنے وارث چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اس میت دوم کو کان لم یکن کرکے مسئلہ صرف دو سے تقسیم کر دیں گے اس شکل پر

مسئلہ ۲ زید

اخ	اخ	اخ
خالد	بکر	عمرو
۱	۱	کان لم یکن

دوسری مثال ۔ ایک شخص مرا اور ماں اور زوجہ اور بیٹا چھوڑے اور تقسیم ترکہ سے پہلے زوجہ

مرجائے پھر اُس کا وارث یہی بیٹا رہے تو زوجہ کو کان لم تکن کر دیں گے اس طرح

مسئلہ ۶

ابن	ام	زوجہ (کان لم تکن)
۵		

تیسری مثال ۔ اسی صورت میں اگر ماں قبل تقسیم ترکہ مرجائے تو وہ کان لم تکن ہوگی اسطرح

مسئلہ ۸

ابن	ام (کان لم تکن)	زوجہ
۷		۱

چوتھی مثال مسئلہ ۴

اخ متوفی (کان لم یکن)	ام	زوجہ
	۳	۱

اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک زوجہ اور ماں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر انتقال کیا پھر قبل تقسیم ترکہ اس بھائی نے انتقال کیا اور اس کے وارث یہی ماں رہی تو از انجا کہ اس کی موت وحیات سے صورت تقسیم نہیں بدلتی کہ جا مان کر دو سرا بطن قائم کریں جب بھی حاصل وہی ہوگا کہ زوجہ کو ربع اور باقی ماں کو سدس پہلی میت سے اور باقی دوسری میت سے اور دوسرے سے کان لم یکن مانیں جب بھی حاصل یہی ہوگا اس لئے کہ زوجہ اہل رد سے نہیں اُس کا حصہ ربع سے نہ بڑھے گا اور باقی ماں ہی کو ملے گا لہذا کان لم یکن ہی کرنا اولی ہوا۔

پانچویں مثال مسئلہ ۲ ہندہ

اخت	اخت	اخ	ام	زوج
سعاد	سلمی	عمرو	لیلی	زید
کلھم کان لم یکونوا			۱	۱

اسکی صورت یہ ہے کہ اول ہندہ نے شوہر زید اور ماں لیلے اور ایک بھائی حقیقی عمرو اور دو بہنیں حقیقی سلمی، سعاد چھوڑ کر وفات پائی پھر عمرو مرا اور اُس کے ورثہ یہی ماں اور دونوں بہنیں رہیں پھر سلمی مری اور اُس کے وارث یہی ماں اور بہن ہوئی پھر سعاد مری اور اُس کی وارث صرف ماں رہی اب اگر اس طریقہ پر مناسخہ کرنے جو لوگوں میں رائج ہے تو اس کی صورت یہ ہوتی ۔

(۱) مسئلہ ۶ × ۱۲ × ۵ × ۶۰ × ۵ × ۳۰۰ ہندہ (۲) مسئلہ ۶ تروالی ۵ عمرو تباین مف ۲

اخت	اخت	اخت	اخت	اخ	ام	زوج
				عمرو	لیلے	زید

(۳) مسئلہ ۶ تروالی ۵ سلمٰی بتان مصـ ۹ (۴) مسئلہ سعاد مصـ ۷۲

ام لیلٰی ۲/۱۸ — اخت سعاد ۳/۲۷ — ام لیلٰی ۱/۷۲ ۳۰۰

مبلغ الاحیاء

زید ۱۵۰ لیلٰی ۱۵۰

اس میں کس قدر تطویل ہوتی اور مآل وہی ہوا کہ نصف زوج نصف ماں کا لہذا اول ہی سے بھائی بہنوں تینوں کو کان لم یکن کردینا چاہیئے ہمارے اس بیان سے واضح ہوا کہ عام کتابوں میں جو کان لم یکن کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ جو وارث مرا اُس کے سب مادراس کے وارث ہوں یہ قید ہرگز لازم نہیں اور بعض کتابوں میں جو یہ شرط کی کہ وہ ورثہ سب ایک جنس کے ہوں یہ بھی غلط ہے اس کی بھی حاجت نہیں صرف دو باتیں درکار ہیں ایک یہ کہ وارث کا وارث وارثان مورث کے سوا اور نہ ہو دوسرے یہ کہ تقسیم بدلے نہیں، بلکہ حقیقۃً صرف یہی شرط ہے پہلی شرط بھی ہر جگہ لازم نہیں مثلاً مثال ثالث میں ام مری اور اپنی ایک بنت اور وارث چھوڑے کہ وہ ورثہ مورث اول کے سوا ہے لیکن پھر یہ بنت مری اور ابن الاخ مذکور کے سوا وارث نہ چھوڑا تو حاصل وہی ہوا کہ ثمن زوجہ کے بعد باقی سب ابن کا، مناسخہ یوں ہوگا۔

مسئلہ ۲۴ زید — مسئلہ ۲ حمیدہ مصـ ۴

زوجہ سعیدہ ۳ — ام حمیدہ ۴ — ابن عمرو ۱۷ — بنت رشیدہ ۱/۲ — ابن الابن عمرو ۱/۲

مسئلہ رشیدہ مصـ ۲

ابن الاخ عمرو ۱/۲

مبلغ ۲۴ الاحیاء

سعیدہ ۳ — عمرو ۲۱

مبلغ الاختصار

سعیدہ ۱ — عمرو ۷

مآل وہی رہا یہاں ام کو کان لم یکن یوں لکھا جائے گا

مسئلہ ۸　　زید

زوجہ سعیدہ	ام حمیدہ	ابن عمر
۱	کان لم تکن لانہا خلفت ابن ابنہا عمرا و بنتا ماتت فلم تختلف الا ابن ابنہا عمرا	۷

یہ تمام بیان ہمارے فتاویٰ میں مشرح ہے اور اس میں صورہ کان لم یکن میں عجیب عجیب تصرفات بدیعہ ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملینگے ازاں جملہ ایک صورت تشحید اذہان فرائض دانان کے لئے لکھتے ہیں ۲۷، جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ کو سوال آیا تھا کہ محمد یار نے ایک زوجہ حافظ جان اور پانچ بیٹے نیاز علی، محمد علی کلن، محمد حسین، امیر علی اور چار بیٹیاں احمدی، بی جان، نبی جان، حسینی وارث چھوڑے پھر حافظ جان مری اور یہی بیٹے بیٹیاں وارث رہے پھر نیاز علی مرا اور یہی بہن بھائی وارث ہوئے پھر محمد علی نے ایک زوجہ محبوبن اور دو بیٹے وزیر علی احمد علی چھوڑ کر انتقال کیا جن میں محبوبہ مری اور یہی دو بیٹے چھوڑے پھر وزیر علی مرا اور یہی بھائی وارث رہا پھر امیر علی مرا اور باقی دو بھائی اور چاروں بہنیں وارث ہوئیں پھر حسینی پھر نبی جان نے انتقال کیا اور یہی بقیہ بہن بھائی وارث چھوڑے پھر احمدی نے شوہر و پسر و دختر محمدی چھوڑ کر انتقال کیا پھر شوہر کے وارث یہی بیٹا بیٹی ہوئے پھر پسر کے وارثہ یہی ہمشیر محمدی رہی پھر محمد حسین ایک زوجہ آسودہ اور بیٹا علی حسین اور بیٹیاں بنی بتولا چھوڑ کر مر گیا پھر بی جان مری اور صرف کلن اس کا وارث ہوا پھر کلن نے زوجہ موزنگا اور دو ابن داحدیار و عابدیار اور ایک بنت بسم اللہ چھوڑ کر وفات پائی اس مسئلہ کو جس میں پندرہ میت ہیں صرف پانچ بطن سے تقسیم کیا ہے تصحیح اخیر ۶،۵ ہے اور بطن اول یوں بانٹتا ہے

مسئلہ ۳۶　　محمد یار

ابن محمد علی ۶ / بنت احمدی ۵	ابن کلن	ابن محمد حسین
	۱۵	۱۰

باقی سب کان لم یکن فرائض دان حضرات اس پر غور فرما کر بتائیں ورنہ فتاوائے فقیر کی طرف رجوع فرمائیں کہ اس میں اس کی توضیح کردی ہے۔

مسئلہ ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

فرائض میں قوانین وہ رکھے گئے ہیں کہ تقسیم چھوٹے سے چھوٹے عدد ممکن سے ہو ہر جگہ اس کا لحاظ رکھا

جاتا ہے کیا باوصف اس کے تصحیح اخیر مناسخہ کبھی پھر قابل اختصار ہوجاتی ہے اگر ہوجاتی ہے تو وہاں علاحدہ عمل کہ آخر مناسخہ میں لکھا جاتا ہے کس طرح تحریر کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہاں بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ بطون میں تقسیم مسائل جس طرح کی گئی اُن سے کمی ناممکن تھی مگر جب زیر مداحیا ہر ایک کے سہام مقبوضہ جمع کرکے لکھے تو اُن میں باہم توافق ہوگیا کہ ہر ایک کو ایک عدد کاٹ سکتا ہے اُس عدد کو مابہ التوافق کہتے ہیں اور فرائض میں حتی الامکان عدد اقل ہی لیا جاتا ہے و لہذا ہر نسبت میں مقدم علیہ اعظم اور ہر تصحیح میں ذواضعاف اقل کا لحاظ رہتا ہے تو ہر بطن میں کم از کم دو وارثوں کے سہم میں بتاین ضرار ہے جس کے سبب اختصار ناممکن مگر تباین متباین مل کر کبھی متوافق ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں مداحیا کے بعد ایک مد اختصار کھینچے اور اسمائے ورثہ ثبت کرکے ہر ایک کے سہم مکتوب مداحیا اس مابہ التوافق مشترک پر تقسیم کرکے درج کرے یوہیں مبلغ کو اوپر تقسیم کرکے یہ مبلغ دوم بالائے مد اختصار لکھے اور آخر کی معمولی عبارت جو لکھی جاتی ہے کہ جب شرائط فرائض ترکہ فلاں اتنے سہام پر منقسم ہوکر ہر وارث کو اسقدر سہم کی بمد احیا اُس کے نام لکھے ہیں ملیں گے اسمیں بجائے سہام مخرج بالا سہام مبلغ دوم تحریر کرے اور مداحیا کے عوض مد اختصار کا نام لے اُس کی مختصر مثال دو ہی بطن میں اختصار کی ضرورت ہو یہ ہے

(۱) مسئلہ ۲۴ × ۴ ۹۶ زید — (۲) مسئلہ ۶ تروالی ۴ نسرین بتاین مد ۵

زوجہ	ام	بنت	اخت عینیہ	ام	بنت
حسنے	اسماء	شیرین	نسرین	اسما	یاسمین
۳ / ۱۲	۴ / ۱۶	۱۲ / ۴۸	۵	۱ / ۵	۳ / ۱۵

المبلغ ۹۶

الاحیاء

حسنے	اسما	شیرین	یاسمین
۱۲	۲۱	۴۸	۱۵

ان کو دیکھا تو تمام اعداد توافق بالثلث رکھتے ہیں لہذا مبلغ وسہام سب کو تین پر تقسیم کرکے مد اختصار یوں لکھا۔

۳۲ ا ا ب ـــلغ

الاختصـــــار

جنتے	اسما	شیرین	یاسین
۴	۷	۱۶	۵

حسب شرائط فرائض ترکہ زید کا بتیس ۳۲ سہام ہوکر ہر وارث کو اُس قدر سہم کہ بعد اختصار اس کے نام لکھے ہیں ملیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حسب شرائط فرائض ایک مجمل لفظ ہے تفصیل یوں لکھتے ہیں برتقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وصحت ترتیب اموات وتقدیم امور مقدمہ علی المیراث مثل ادائے مہر ودیگر دیون وانفاذ وصایا من ثلث الباقی بعد الدین ترکہ زید کا الخ اور اُس کا یہ ہے برتقدیر عدم مانع ارث ووارث آخر وصحت ترتیب اموات وتقدیم مہر ودیون ووصایا ترکہ الخ ذکر تجہیز وتکفین کی اس لئے حاجت نہیں کہ سوال غالباً بعد تجہیز وتکفین ہوتا ہے تو اس کی تقدیم خود ہولی اور اگر وہ ترکہ پر قرض لے کر کی گئی ہے تو دیون میں آگئی مہر کا ذکر اس وقت چاہئے جب اصل مورث خواہ مناسخہ میں کسی میت نے زوجہ یا زوجات چھوڑی ہوں جیسا کہ صحت ترتیب کی قید صرف مناسخہ میں ہے نہ بطن واحد میں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از قصبہ بڑاودہ علاقہ ریاست مالوہ جاورہ مسئولہ محمد یٰسین خاں صاحب

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ہندو تھا اس کے مادر اور ایک زوجہ دو دختران دو پسران تھے عرصہ چار سال کا ہوا کہ زید مذہب ہندو میں بقضائے الٰہی فوت ہوگیا اور اُس کی مادر وزوجہ ودو دختران ودو پسران بقید حیات رہے زید کی زوجہ مسلمان ہو گئی اور دو پسران بھی کہ جن کی عمر ۸/ ۴ رسال کی ہے اُن کو بھی مسلمان کیا اور دو دختران مادر زید نے اسلام نا قبول کرکے زوجہ زید سے علیحدگی اختیار کی بعد انتقال زید کے زوجہ مال منقولہ وغیر منقولہ پر قابض ومتصرف رہی اور اب بھی قابض ہے مادر زید نے زوجہ زید کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے عدالت مجاز میں دعویٰ کیا ہے کہ مال منقولہ وغیر منقولہ اور دونوں پسر میرے سپرد کئے جائیں کیوں کہ زوجہ زید مسلمان ہو چکی جب کہ زوجہ زید ودونوں پسران مسلمان ہوکر اسلام قبول کر چکے ہیں تو ایسی حالت

میں کیا زوجہ زید شوہر کی جائداد سے محروم ہوسکتی ہے اور دونوں پسران جو اسلام لاچکے ہیں وہ سپرد زید کی مادر جو ہندو ہے ہوسکتے ہیں اور ان پسران کی پرورش کا اب اہل اسلام کو حق ہے یا اہل ہنود کو اور کیا مسلمان ہونیکے بعد ہندو پسران کے حقدار ہوسکتے ہیں **بینوا توجروا**

الجواب

تقریر سوال سے صراحۃً ظاہر ہے کہ عورت بعد مرگ زید مسلمان ہوئی ہے اس لئے وہ اور اس کی اولاد ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی اگرچہ اُس کے بعد مسلمان ہوگئے درمختار میں ہے الکافر یرث بالنسب والسبب کا المسلم رد المحتار میں ہے معلوم انہ حین موت مورث لم یکن مسلما فلم یوجد المانع حین استحقاقہ الارث وانما وجد بعدہ فکان کمن اسلم بعد موت مورث الکافر فلم یکن فی الحقیقۃ ارث مسلم من کافر بل ھو ارث کافر من کافر۔ ماں کے مسلمان ہونے سے دونوں نابالغ بچے مسلمان ہوگئے ہدایہ و درمختار وغیرہما میں ہے الولد یتبع خیر الابوین دینا زید کی ماں یا کسی ہندو کا اُن میں کچھ حق نہیں قرآن عظیم میں ہے لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ مولوی قاری محمد نور صاحب معرفت مولوی فضل حسن صاحب نائب ایڈیٹر دبدبہ سکندری ۲۹ رجادی الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ نے وفات کی وارثان دو پسر ایک دختر ایک مادر چھوڑی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ سے ہندہ کے پسر خورد نے وفات کی اُس نے اپنے وارثان میں مہر بیں زید مذکور اور نانی اور ایک بھائی ایک بہن چھوڑی بعد گزرنے عرصہ آٹھ سال ہندہ متوفیہ سے ہندہ کی مادر اور ہندہ کے پسر متوفی کی نانی ہوتی تھی وفات پائی اُس نے اپنا وارث ایک پسر یعنی عمرو چھوڑا بعد گزرنے دو سال ہندہ متوفیہ کے زید نے اپنا عقد نکاح ثانی بدین مہر پچیس ہزار روپیہ زبیدہ سے کیا اور اسی قدر مہر زوجۂ اولٰی ہندۂ متوفیہ تھا عرصہ سہ ماہ کا ہوا کہ زید نے وفات کی زوجہ ثانیہ زبیدہ اور دو پسر جو زبیدہ سے ہوئے ہیں چھوڑے آیا شرعاً ترکہ زید مکان واثاثہ تقریباً آٹھ سو روپے کی مالیت کا ہے وارثان ہندہ متوفیہ وپسر ہندہ متوفی ہر ایک کو حصہ کس قدر پہنچے گا اور زید کے زوجۂ ثانی یعنی زبیدہ مع ہر دو پسران کو متروکۂ زید دین مہر میں کس قدر پہنچے گا تشریحاً وتفصیلاً ارشاد فرمائے۔

بینوا توجروا فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں کہ مہر متروکہ سے زائد اور دونوں مہروں کی مقدار مساوی ہے اگر زید پر کوئی اور دین نہ ہو تو کل متروکہ زید دو سو اسی ۲۸۰ سہم ہو کر حسب شرائط فرائض یوں تقسیم ہو۔

زید ۲۸۰ ر دو سو اسی

زوجہ ثانیہ	براد رہندہ زوجہ اولٰی	پسر زندہ ہندہ	دختر ہندہ
زبیدہ	عمرو	بکر	لیلٰی
۱۸۰	۳۷	۴۲	۲۱

۱۳۸۸۸

اور اگر زید پر اور دین بھی ہو تو دین مہر زبیدہ پچیس ۲۵ ہزار۔ اور دین مہر ہندہ تیرہ ہزار آٹھ سو اٹھاسی روپیہ چودہ آنے ۲ ۲/۳ پائی اور دین دیگر جو کچھ ہو ان سب پر متروکہ زید کو حصہ رسد تقسیم کریں پھر جو حصہ مہر ہندہ ہو وارثان ہندہ پر اسی طرح سو حصے ہو کر بٹے ۳۷ ر برادر اور ۴۲ ر پسر ۲۱ ر دختر کو۔ اور بہر حال پسران زبیدہ کہ وارثان ہندہ نہیں اور زبیدہ خود زندہ ہے کچھ نہ پائیں گے۔ یہ مسئلہ وہاں اکثر علمائے زمان کی سمجھ میں سہل آنے کا نہیں اگرچہ ہمارے یہاں سے طریقہ مسلوکہ واضح ہے ذرا غور کو کام فرمائیں جلدی نہ کریں حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من استعجل اخطاء جو جلدی کرتا ہے خطا میں پڑتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو فتاوائے فقیر میں اس کا ایضاح ہے اس کی طرف رجوع لائیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم توضیح اس کی یہ ہے کہ جب ہندہ نے انتقال کیا اس کے وارث شوہر زید اور ماں سلمٰی اور دو پسر بکر و خالد اور ایک دختر لیلٰی ہوئے ربع کہ حق زید تھا اوپر سے ساقط ہو گیا تو بقیہ کی تقسیم یوں رہی۔

بقیہ ۴۵ ہندہ

ام	ابن	ابن	بنت
سلمٰی	بکر	خالد	لیلٰی
۱۰	۱۴	۱۴	۷

پھر خالد کا انتقال ہوا اس کا سدس ام الام نے پایا اور باقی زید نے تو سہم خالد کے پانچ سدس زید پر سے اور ساقط ہو گئے ۱۴ ر کو ۶ ر سے توافق بثلث تھا لہذا بقیہ کا مسئلہ یوں ہوا۔

بقیہ ۱۳۵ ہندہ

سلمٰی	بکر	خالد	لیلٰی
۳۰	۴۲	۴۲	۲۱

خالد کے ۴۲ ر سے ۳۵ بحق زید ساقط ہوئے اور سات سلمٰی کو گئے جو اس کی موت پر اس کے بیٹے عمرو کو ملے ۱۔ رحاصل یہ ہوا تو مسئلہ ہندہ کہ ۱۸۰

مسئلہ ہندہ

عمرو	بکر	لیلٰی
۳۷	۴۲	۲۱

سے ہو تو ۱۰۰/ سے رہ گیا ۸۰/۱۸۰ یعنی چار تسع بحق زید ساقط ہوئے تو پچیس ہزار سے تیرہ ہزار آٹھ سو اٹھاسی دو آنے ۲ پائی کا مطالبہ رہا قنیہ میں ہے قال استاذنا سئلت عمن ماتت عن زوج وبنتین واخ الاب وام ولا مال لہا سوی مھر علی زوجھا مائۃ دینار ثم مات الزوج ولم یترک الاخمسین دینارا فقلت یقسم بین البنتین والاخ اتساعا بقدر سہامھم لانہ ذکر فی کتاب العین والدین اذا کان علی بعض الورثۃ دین من جنس عین الترکۃ یحسب ماعلیہ من الدین کانہ عینا ویترک حصتہ علیہ وتترک العین لانصباء غیرہ من الورثۃ فحسبنا علی الزوج من المھر خمسۃ وعشرین دینارا کانہ عین وبقی الخمسون دینارا فی نصیب البنتین والاخ فتکون بینھم علی سہامھم من اصل المسئلۃ وقد افتی بہ کثیر من مفتی زماننا انہ یقسم الخمسون بینھما اثلاثا وانہ غلط فاحش اھ **اقول** معنی حسبان ماعلیہ عینا وترک حصتہ علیہ انہ یجعل کانہ وجد ھذا السہم فیخرج من البین علی رسم استخراج التخارج فتصح المسئلۃ معہ ثم یسقط سہمہ ویقسم الباقی علی الباقی بقدر سہامھم من اصل التصحیح لا ان یجعل کأن لم یکن وتصح المسئلۃ بدانہ کما فعل اولئک وکما غلط مثلہ بعض الکبراء فی مسئلۃ التخارج کما ذکرہ فی الدر المختار وبہ ظھر ان ما سقط منہ لایورث عنہ لان الساقط غیر مملوک ولا متروک فلا موروث الا تری ان لو ورث الربع من الزوج لکانت المسئلۃ من ۲۲ لکل بنت ۱۱/ وللاخ ۲ ولیس ھکذا بل ھو من ۹ لکل بنت ۴/ وللاخ واحد فھذا ھو الفقہ فی المسئلۃ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ بہار ضلع بھنڈ ریاست گوالیار مرسلہ قاضی یعقوب علی ۷/ رجب ۱۳۳۲ھ

سوال اوّل - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کہ ترکہ سسر میں بموجودگی دیگر ورثار بلاواسطہ براہ مستقیم داماد کا کیا حق ہے یا نہیں ہے **بینوا توجروا**

امید کہ جواب سے بغور ملاحظہ بصیغہ بیرنگ مشرف فرمائے والسلام

الجواب

داماد یا خسر ہونا اصلاً کوئی حق وراثت ثابت نہیں کرسکتا خواہ دیگر ورثار موجود ہوں یا نہ ہوں ہاں اگر اور رشتہ ہے تو اس کے ذریعہ سے وراثت ممکن ہے مثلاً داماد بھتیجا ہے خسر چچا ہے تو اس وجہ

سے باہم وراثت ممکن ہے ایک شخص مرے اور دو وارث چھوڑے ایک دختر اور ایک بھتیجا کہ وہی اس کا داماد ہے تو داماد بوجہ برادرزادگی نصف مال پائے گا اور اگر اجنبی ہے تو کل مال دختر کو ملے گا داماد کا کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم۔ **مسئلہ** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

متبنّٰی کرنا اور وارث بنانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب

متبنی کرنا اسلام میں کچھ اصل نہیں رکھتا نہ وہ وارث ہوسکے قال اللہ تعالٰی ادعوھم لاٰبائھم ھوا اقسط عند اللہ فان لم تعلموا آبائھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم وارث بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقۃً وہ یہ کہ مثلاً کوئی نومسلم عاقل بالغ جس کا کوئی وارث نسبی نہیں اپنے مسلمان کرنے والے خواہ دوسرے شخص سے کہے کہ تو میرا مولٰی ہے میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہو اور میں جرم کروں تو تو میری طرف سے جرمانہ دے اور وہ قبول کرلے تو یہ قبول کرنے والا اس کا شرعاً وارث ہوجاتا ہے کہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو یہ اس کا ترکہ پاتا ہے دوم حکماً وہ یہ کہ زید کسی کی نسبت اپنے ایسے رشتہ کا اقرار کرے جس سے وہ اس مقر کے کسی عزیز کی اولاد قرار پاتا ہو خود اپنی اولاد نہ بنائے مثلاً کہے میرا بھائی ہے یا بھتیجا ہے یا چچا ہے یا چچا کا بیٹا ہے اور جس سے اس کا نسب قرار دیا ہے اس سے نسب ثابت نہ ہوجائے مثلاً بھائی کہا اور باپ نے تسلیم کیا کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے تو وہ حقیقی بھائی ہوگیا اور یہ مقر اپنے اوس اقرار سے کبھی پھرے نہیں تو اس صورت میں یہ شخص اس مقر کا ترکہ پائیگا جبکہ اس کا نہ کوئی رشتہ دار ہو نہ پہلی صورت کا حقیقی وارث بنایا ہوا بس یہ دو صورتیں وارث بنانے کی ہیں اور کوئی نہیں والمسائل مصرح بھا فی الکتاب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسماۃ عائشہ بیگم بنت نامدار خاں (زوجہ نواب غلام احمد خاں ساکن بریلی محلہ قلعہ) نے بسبب لاولد ہونے کے اپنے حقیقی بھائی وزیر خاں ولد نامدار خاں ساکن بدایوں کے بیٹے مولوی یعقوب علی خاں کو بحالت شیرخواری بطور اپنے بیٹے کے پرورش کرکے تعلیم وتربیت میں کما حقہٗ کوشش کی اور شادی بیاہ وغیرہ کے تمام رسومات مثل اولاد خود انجام دیئے مولوی یعقوب علی خاں کے زوجہ اولٰی سے علی مظفر خاں پیدا ہوئے علی مظفر خاں کی ماں کا انتقال ہوگیا جبکہ مولوی یعقوب علی خاں نے دوسری شادی کا قصد کیا تو اُن کی پھوپھی

مسماۃ عائشہ بیگم نے بنظر دور اندیشی اپنی نصف جائداد بنام مولوی یعقوب علی خاں (بلفظ مولوی یعقوب علی خاں خلف غلام احمد خاں) اور نصف جائداد بنام علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں منتقل کردی بموجب اسکے سرکاری کاغذات میں عمل درآمد ہوکر اس جائداد پر قبضہ مالکانہ مولوی یعقوب علی خاں اور علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کا ہوگیا مولوی یعقوب علی خاں پسر محمد وزیر خاں اپنے پھوپھا نواب غلام احمد خاں کو بطور اپنے باپ کے مانتے تھے اور اپنے نام کو مولوی یعقوب علی خاں خلف نواب غلام احمد خاں جیسا کہ ان کی پھوپھی نے کہلایا تھا تحریر کرتے تھے مولوی یعقوب علی خاں کی وفات کے بعد ان کی دو بیوی مسماۃ الطاف بیگم اور مسماۃ نادر النساء اور ایک لڑکے علی مظفر خاں باقی تھے علی مظفر خاں اپنی اور اپنے باپ مولوی یعقوب علی خاں کی تمام جائداد کے مالک وقابض ہوگئے مولوی یعقوب علی خاں کی ایک بیوی مسماۃ الطاف بیگم کا انتقال ہوگیا دوسری بیوی مسماۃ نادر النساء موجود ہیں علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی علی مظفر خاں نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی مسماۃ حسینی بیگم کا دین مہر ادا کردیا۔ اب علی مظفر خاں کا انتقال ہوگیا مسماۃ حسینی بیگم بیوہ علی مظفر خاں کی موجود ہے۔ مسماۃ حسینی بیگم بیوہ علی مظفر خاں نے بحق زوجیت اور نواب عبدالقادر خاں نے بدعوی اس کے نواب غلام احمد خاں میرے دادا کے بھائی تھے جائداد متروکہ علی مظفر خاں کو نصف نصف کرکے آپس میں تقسیم کرلیا اور اپنے اپنے حصوں پر قابض ہوگئے۔

سوال اول۔ اس صورت میں مولوی یعقوب علی خاں پسر وزیر خاں منصور ہوں گے یا نواب غلام احمد خاں کے اور (الف) لفظ خلف سے کیا مراد ہے۔

الجواب۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو مولوی یعقوب علی خانصاحب وزیر خاں کے پسر ہیں نواب غلام احمد خاں سے کوئی تعلق نہیں متبنی بنانے کا مسئلہ ہنود کے یہاں ہے شریعت مطہرہ نے اسے باطل فرمادیا ہے قال اللہ تعالٰی ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم وقال اللہ تعالٰی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال تعالٰی لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم ط خلف بمعنی جانشین ہے اور بیٹے کو بھی کہتے ہیں جب کہ اپنے باپ کے بعد رہے واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا باپ کہے تو وہ ہی شخص اس کا اصلی باپ سمجھا جائے گا یا نہیں۔

الجواب ۔ ہرگز نہیں مگر اُس صورت میں کہ یہ شخص مجہول النسب ہو اور بلحاظ عمر اس کا بیٹا ہوسکتا ہو اور اسے اپنا باپ بتائے اور وہ قبول کرے کہ واقعی یہ میرے نطفہ سے ہے تو وہ اُس کا اصلی باپ سمجھا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال سوم ۔ متروکہ علی مظفر خاں کے وارث شرعی خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں کے سمجھے جائینگے یا خاندان نواب غلام احمد خاں ساکن بریلی کے ۔

الجواب ۔ جب کہ علی مظفر خاں لاولد تھے اور کوئی بھائی بھتیجا بھی نہ تھا تو ان کے وارث وزیر خاں کے بیٹے پوتے ہوں گے نہ خاندان نواب غلام احمد خاں قال اللہ تعالیٰ واولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ حدیث میں ہے ما ابقتہ اصحاب الفرائض فلاولی رجل ذکر واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہارم ۔ اگر علی مظفر خاں پسر مولوی یعقوب علی خاں کے وارث شرعی خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں سے متصور ہوں تو جائداد متروکہ علی مظفر خاں حسب تفصیل مندرجہ شجرہ آپسمیں کس طرح تقسیم ہوگی امید کے جواب باصواب بآیات قرآن واحادیث مرفوعہ وقع مذہب حنفیہ معہ عبارت وحوالہ کتاب صحیح صحیح طور پر صاف صاف لفظوں میں بمصداق آیۃ کریمہ فلا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون مرحمت فرمایا جاوے ۔ **بینوا توجروا**

الجواب ۔ سائل نے نہ لکھا کہ علی مظفر خاں کے بعد اُنکے پانچوں چچامیں کوئی زندہ تھا یا نہیں۔ علی مظفر خاں کے ترکہ سے حسب شرائط فرائض چہارم حسینی بیگم کا ہے باقی حسین علی خاں کا ہے اگر وہ زندہ رہا تو سوتیلے چاروں چچامیں ایک یا زائد جتنے علی مظفر خاں کے بعد زندہ رہے ہوں وہ باقی ان سب کا بحصہ مساوی ہے اور اگر کوئی زندہ نہ تھا تو باقی اُن دسوں چچازاد بھائیوں کا ہے ولایتی بیگم و اولاد افراد بیگم کا بہر حال کچھ نہیں اسی طرح باقی آٹھوں دختران اعمام علاتی کچھ نہ پائینگی یہ سب جواب اُس تقدیر پر ہے کہ سائل نے پوری صحیح بات لکھی ہو حق نہ چھپایا ہو نہ سچ میں جھوٹ ملایا ہو ورنہ وبال اُس پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

شجرہ خاندان وزیر خاں ساکن بدایوں

نادار خاں افغان قوم مہمند سکنہ قدیم ٹرامبیر علاقہ پشاور

الف خاں لاولد

وزیر خاں ساکن بدایوں محلہ تلگوان

مسماۃ عمدہ بیگم زوجہ اولیٰ

مسماۃ مصری بیگم زوجہ ثانیہ

مولوی یعقوب علیخاں پسر — مسماۃ افراد بیگم دختر — حسین علیخاں پسر — احمد علیخاں پسر — سعادت علی خاں پسر — عباس علی خاں پسر — اصغر علی خاں پسر

زوجہ مسماۃ الطاف بیگم — زوجہ مسماۃ نادر النساء بیوہ

علی مظفر خاں پسر

مسماۃ حسینی بیگم زوجہ لاولد

محمد حسین خاں پسر — محمد اکبر خاں پسر

مسماۃ ولایتی بیگم دختر

والی علی خاں، یوسف علی خاں، مہدی علی خاں پسر ... دختر

جعفر علی خاں، وارث علی خاں، ہندی علی خاں پسر ... دختر

قاسم علی خاں، سردار علی خاں، محمود علی خاں پسر، فاطمہ بیگم دختر

باقر علی خاں، اکبر علی خاں پسر، مسماۃ صغری بیگم دختر

جناب مولوی یعقوب علی خاں صاحب کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی سے علی مظفر خاں تھے علی مظفر خاں کی ماں کا انتقال ہوگیا اس لئے مولوی صاحب موصوف نے دوسری شادی بمقام چھاؤنی اشرف خاں بانکے میں مسماۃ الطاف بیگم بنت زور باز خاں کے ساتھ کی ان سے اولاد نہیں ہوئی اس لئے تیسری شادی مولوی یعقوب علی خاں نے شہر بریلی میں مسماۃ نادر النساء کے ساتھ کی ان سے اولاد ہوئی مگر زندہ نہیں رہی مولوی یعقوب علی خاں کی وفات کے بعد مسماۃ الطاف بیگم کا انتقال ہوگیا۔ تیسری بیوی مسماۃ نادر النساء ہنوز موجود ہیں۔

مسئلہ

۱۸/ شعبان ۱۳۳۲ھ

ہندہ نے انتقال کیا اور ایک زوج (جو کہ متوفیہ کا ابن الخال بھی ہے) ایک بنت العمہ ایک بنت الخال کو چھوڑا اس صورت مسئولہ میں ترکہ متوفیہ کا از روئے فقہ احناف کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ صورت مذکورہ میں ترکہ ہندہ حسب شرائط فرائض اٹھارہ سہام ہوکر گیارہ سہم زوج کو تسعۃ للنوجیۃ واثنان للرحم اور ایک بنت الخال اور چھ بنت العمہ کو ملیں گے واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ از انولہ کھیرانو خاں مرسلہ حاجی اللہ بخش صاحب ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے انتقال کیا اسقدر وارث چھوڑے شوہر ماں دو بہنیں ایک لڑکا ایک لڑکی اور جو مال کہ ہندہ کے پاس تھا اس میں بعض مال تو ایسا تھا کہ اس کو جہیز میں ملا تھا اور بعض مال اس کو بوقت شادی شوہر کی جانب سے بطور چڑھاوے کے ملا تھا اور بعض مال بعد شادی کے شوہر نے اس کو پہنادیا تھا اور بعض مال انتظام خانگی سے پس انداز کرکے اس نے جمع کیا تھا اب ان اموال مذکورہ سے کون سا مال ہندہ کی ملکیت میں شرعًا متحقق ہے اور کون سا ہندہ کی ملکیت سے خارج ہے اور در صورت ہندہ کے مالکہ نہ ہونے کے اس مال کا کون مالک ہے اور ہندہ کی قوم میں رواج ایسا بھی ہے کہ بعد انتقال کے لڑکی والے جہیز اپنا دیا ہوا جو کہ اس وقت موجود ہوتا ہے واپس کرلیتے ہیں اور لڑکے والے اپنا چڑھاوا موجود لے لیتے ہیں بعد معافی دین مہر کے اور دین مہر شوہر پر اگر باقی ہے وہ کس کو ملنا چاہئے اور جس مال کی ہندہ شرعًا مالکہ ہے اس کی تقسیم وارثوں مذکورہ بالا پر کتنے سہام کے منقسم ہونا چاہئے اور نابالغوں کا ورثہ باپ کے پاس رہنا چاہئے یا نانی کے پاس اولٰی مستحق کون ہے اور بچوں کی پرورش و خدمت کا حق کس کے ذمہ ہے اور میت کی قضا نمازوں اور روزوں کا کفارہ کس کے ذمہ ہونا چاہئے **بینوا توجروا**

الجواب ۔ جہیز میں عام عرف یہ ہے کہ عورت اس کی مالک ہوتی ہے ردالمحتار باب النفقہ میں ہے کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ فانہ اذا طلقہا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث منہا ہندہ کی قوم میں بھی اگر یہی عرف ہے اور بعد موت جہیز موجود کا واپس لینا اس گمان پر ہے کہ لڑکی کو تاحین حیات اس کا مالک کرتے ہیں بعد موت جو باقی رہا اپنی ملک سمجھ کر واپس لیتے ہیں تو یہ سخت غلطی ہے جو چیز تاحین حیات کسی کی ملک کرکے اس کے قبضہ میں دے دی گئی وہ اس کا مالک مستقل ہوجاتا ہے بعد موت اس کا واپس لینا ناممکن و حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العمری میراث لاھلھا رواہ مسلم عن جابر دوسری روایت میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العمری لمن وھبت لہ رواہ عن ہو وابوداؤد والنسائی درمختار میں ہے

جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان شرطہا اگر قوم ہندہ میں یہ رواج ہے کہ جہیز عاریۃً دیا جاتا ہے عورت کو اس کا مالک نہیں سمجھا جاتا تو بیشک وہ ملک ہندہ نہ ہوگا اور جس نے دیا تھا اُسکو واپس ملے گا فان العاریۃ مردودۃ وعلی الید ما اخذت حتی تردھا یوں ہی چڑھاوے میں اگر اُس قوم کا عرف دولہن کو مالک کردینا ہے اگرچہ تا حین حیات تو چڑھاوا بھی ہندہ کی ملک ہے ورنہ جسنے چڑھایا تھا اس کا ہے فان العادۃ محکمۃ بعد شادی جو زیور شوہر نے پہنایا وہ شوہر کی ملک ہے مگر یہ کہ صراحتہً یا عرفاً ہندہ کو مالک کردینا مفہوم ہوا ہو فی احکام الصغار والھندیۃ عن الملتقط وفی ردالمحتار عن العلامۃ بیری عن خزانۃ الفتاوی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک جو مال ہندہ نے خرچ خانگی سے پس انداز کرکے جمع کیا اُس کی دو صورتیں ہیں اگر شوہر انتظامات خانگی کے لئے اُسے روپیہ دیتا ہے جس سے سارے گھر کا خورد ونوش ہوتا ہے جس میں خود شوہر بھی داخل اُس میں نوکروں کی تنخواہیں وغیرہ بھی شامل جیسا کہ غالب رواج یہی ہے جب تو اس مال کا مالک شوہر ہے اور عورتیں جو اس میں سے خفیہ بچا کر جمع کرلیتی ہیں یہ جائز نہیں اور اگر شوہر نے نفقۂ زن میں کوئی مقدار مثلاً دس بیس یا سو دو سو روپے ماہوار مقرر کردی ہے کہ وہ خاص عورت کو دی جاتی ہے اُس میں سے عورت نے پس انداز کیا تو وہ عورت کی ملک ہے درمختار میں ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری طحاوی میں ہے ویتفرع علیہ ما لو فرض لہا کل یوم مثلا قدرا معینا من النفقۃ فامرتہ باتفاق البعض اذا ادت ان تمسک الباقی فیقضی التملیک ان لہا ذالک وقدمناہ پس ان سب باتوں سے حسب تفصیل بالا جو مال ملک ہندہ سمجھا جاتے مع مہر ہندہ حسب شرائط فرائض سب کے چھتیس ۳۶ سہام ہوکر نو ۹ سہم شوہر اور چھ ۶ سہم مادر اور چودہ ۱۴ پسر اور سات ۷ دختر کو ملینگے بہنوں کا کچھ نہیں نابالغوں کا حصہ اُن کے باپ کے قبضہ میں رہے گا نانی سے کچھ تعلق نہیں لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک نانی کے پاس رہینگے پھر باپ لے لیگا۔ نماز روزوں کے کفارہ کی اگر ہندہ نے وصیت کی ہے تو وہ قبل تقسیم ترکہ بعد ادائے دین اگر ذمہ ہندہ تھا تہائی مال تک وجوباً جاری کی جائے گی اور اگر وصیت نہ کی تو وہ کسی وارث پر واجب نہیں جو اپنی طرف سے کرے گا ثواب پائیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ — مسئولہ محمد حسین از جودھ پور ملک مارواڑ امام مسجد محلہ نائکان متصل

جونی بال زیر قلعہ بروز چہارشنبہ بتاریخ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ از راہ عنایت مندرجہ ذیل کے استفتاء کا جواب مدلل تحریر فرماکر مشکور کریں چونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے لہذا بہت ممنون فرمائیں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ کو اپنی زندگی میں کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ہبہ کرکے اس کا قبضہ کردیا جواب تک قابض ہے کیوں کہ سوائے ہندہ کے اور کوئی اولاد زید کے نہیں ہے زید کا انتقال ہوئے قریباً آٹھ دس برس کا عرصہ گزرچکا ہے اب زید کے ایک چچا اور چچیرے بھائیوں نے اس کی اور دختر ہندہ پر مکان سکنی کے بابت عدالت میں دعوے کیا ہے اور محض اپنے فائدے کے واسطے خلاف واقعہ اپنے بیان میں یہ لکھایا ہے کہ یہ خاندان ہندو دھرم شاشتری ہے اسی حق بازگشت کا پابند ہے جو مسلمان اپنے فائدہ کی غرض سے شرع شریف کے احکامات سے انحراف کرکے ہندو شاشتر کا پابند بنے تو اسکے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے مع حوالہ کتب کے جواب دیں۔

الجواب۔ اپنے دنیوی فائدے مال حرام خلاف شرع ملنے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکام قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا معاذ اللہ اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے اور اپنے سارے خاندان کی طرف اسے نسبت کرنا سارے خاندان کو کافر بنانا ہے ایسے لوگوں کو تجدید اسلام کا حکم ہے پھر از سر نو اپنی عورتوں سے نکاح کریں قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۲ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے شرع متین کا اس مسئلہ میں۔ زید نے انتقال کیا ایک زوجہ ایک دادی حقیقی کا بھائی ایک والد کی سوتیلی ہمشیرہ کا لڑکا یعنی حقیقی دادا کا حقیقی نواسہ اور دو والد کے پھوپھیرے بھائی یعنی دادا کے بہن کے لڑکے۔ ترکہ زید کا اس صورت میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ مذکورین کے سوا کوئی غیر وارث نہیں ہے۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر وغیرہ ترکہ چار حصے ہوگا ایک حصہ زوجہ اور تین زید کی سوتیلی پھوپھی کے پسر کو ملیں گے باپ کا ماموں اور باپ کے پھوپھی زاد بھائی اس کے آگے محجوب ہیں کہ وہ خود زید کی پھوپھی کا بیٹا ہے تو پدر زید کے ماموں پھوپھی اور انکی اولاد پر مقدم ہے درمختار میں ہے ثم جزء جدیہ او جدیتہ وھم اخوال والخالات عمات الاباء

والامہات واخوالھم وخالاتھم واولادھم اھ۔ ردالمحتار میں ہے حاصلہ انہ اذا لم یوجد عمومۃ المیت خوالتہ واولادھم انتقل حکمھم الی موالٰی ثم اولادھم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حاجی لعل خانصاحب یکم صفر ۱۳۳۴ھ بروز پنجشنبہ

تنقیح سوالات حسب بیان مسماۃ جلیبن بی بی وصحیبن بی بی دختران شیخ امیربخش صاحب مرحوم

سوال ۱ جناب والدصاحب مرحوم نے (یعنی شیخ امیرحسن صاحب مرحوم نے) جو مال ومتاع منقولہ یا غیرمنقولہ چھوڑکر قضا کر گئے ان میں حصہ نثار حسین کا ہوتا ہے یا نہیں کیا ہمارے بھائیوں کو شرعًا جائز ہے کہ ہم بہنوں کا حصہ شرعی ہضم کرکے نثار حسین کو مساوی یا اپنے سے کم وبیش حصہ دیدیں کاش وہ لوگ غلطی سے اگر ایسی کارروائی کر گزرے ہوں تو کیا یہ غلط تقسیم خلاف شرع اور قابل استرداد نہیں ہے اور کیا اس غلط کارروائی سے شرعًا ہم لوگوں کا شرعی حصہ سوخت ہوسکتا ہے۔

الجواب باپ کے مال میں بیٹوں کا حق بنص قطعی قرآن ہے جسے کوئی رد نہیں کرسکتا بیٹوں نے اگر بیٹیوں کو حصہ نہ دیا کل آپ لے لیا یا بعض کسی غیروارث کو دیدیا تو یہ ضرور ظلم ہے اور وہ تقسیم واجب الرد نثار حسین اس مسئلہ میں محجوب الارث ہے واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۲ شیخ امیربخش مرحوم نے جس وقت اپنے فرزند اصغر حسین کو جدا کیا تجارتی مال میں پانچواں حصہ دیا اس عملی کارروائی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب مرحوم کو اپنے فرزندزادہ یعنی نثار حسین کو باوجود محجوب ہونے کے حصہ دینا منظور تھا ورنہ اصغر حسین کو پانچواں حصہ نہ دیتے بلکہ چوتھائی حصہ دیتے کیونکہ لڑکے چارہی موجود تھے ونیز بعد وفات امیربخش صاحب کے جب نثار حسین کے چچا لوگوں نے ترکہ تقسیم کیا تو نثار حسین کا بھی ایک حصہ اپنے برابر دیدیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ امیربخش مرحوم کے ارادہ کو اُن کے لڑکوں نے باوجود خود مختار ہونے کے قبول اور منظور کرلیا پس اس صورت میں جو حصہ نثار حسین کے قبضہ میں آگیا وہ اُس کے شرعًا مالک ہوگئے یا نہیں۔

الجواب وراثت میں نہ نیت وارادہ مورث کو دخل ہے نہ بعض ورثہ کے عمل کو ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ بہنوں کے حصہ کا نثار حسین بے اُن کی اجازت کے کسی طرح مالک نہیں ہوسکتا اور بھائیوں کے حصہ کی تفصیل وہ ہے جو ابھی گزری واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ضلع کانپور ڈاکخانہ موسٰی نگر موضع چاندپور مسئولہ عبدالحق کاشت کار موروثی بتاریخ ۱۷ ربیع المظفر ۱۳۳۴ھ

بعد مرجانے عورت کے مہر کا روپیہ کس کو دینا چاہیئے کس کا حق ہوتا ہے اور اگر حق تحریر کیا جاوے تو افضل کون شخص ہوتا ہے جس کو مہر ادا کیا جاوے۔

الجواب ۔ مہر میراث ہے اور میراث میں افضل وغیر افضل نہیں دیکھے جاتے جس جس کا جتنا حق حضرت حق عزوجلالہ نے مقرر فرمادیا وہ اُسے دینا لازم ہے اور وہ خود اُس کے لینے پر مجبور ہے الارث جبری لایسقط بالاسقاط وھو تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۳۴ء مرزا بیگ مسئولہ محمد نمی موضع چاندیانہ ضلع بلند شہر روز یکشنبہ بتاریخ ۲۵ رصفر المظفر

ایک مسلمان بد مذہب حنفی قتل ہوا اور قاتل ایک مرد اور دوسری اس کی زوجہ قرار دیئے مرد کے ذمہ قتل کرنا اور عورت کے ذمہ قتل کرانے کا الزام عائد ہو کر قاتل کو حکم موت اور عورت کو بعبور دریائے شور کے سزا دی گئی چونکہ عورت حاملہ تھی، متروکہ مقتول پر شمول پسران متوفی کے زوج کے نام بھی حصہ شرعی درج کاغذات ہوا کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زوج مقتول کو محض شبہہ میں بلا شہادت عینی کے عدالت سے سزا ہوئی تو کیا ترکہ مقتول میں حصہ شرعی (مہر یابی) کے مستحق ہے یا نہیں۔ دوم قتل کے واسطے شہادت چشم دید یا شبہہ کے حالات میں شرعاً گواہی واجب ہے کیا۔ سوم بعد مقتول جو لڑکا زوجہ کے پیدا ہوا وہ بھی مستحق ترکہ مقتول سے حصہ یابی کا ہے یا نہیں فقط۔

الجواب ۔ بچہ اگر موت پدر سے دو برس کے اندر پیدا ہوا وارث ہوگا یہ تو یا پنچ ہی مہینے کے اندر پیدا ہوا ضرور وارث ہے اور عورت اگر قتل بھی کرتی مہر نہ ساقط ہوتا لانہ دین واجب لایسقط بالقتل ہاں اگر خود قتل کرتی تو میراث نہ پاتی رہا اس کے ثبوت کو یا عورت کا اقرار ہوتا یا دوسرے ثقہ عادل کی شہادت معائنہ بغیر اُس کے ثبوت قتل نہ ہوتا یہاں تو اسے سزا بھی قتل کرنے کے جرم میں نہ ہوئی بلکہ قتل کرانے کے اگر واقع میں اُس نے قتل کرایا بھی ہو تو قتل کرنا میراث سے محروم کرتا ہے عالمگیریہ میں ہے التسبب الی القتل لایحرم المیراث بہر حال بچہ بھی وارث ہے اور عورت بھی مہر پائیگی اور بعد مہر و دیگر دیون ترکہ سے آٹھواں حصہ میراث بھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ عبد اللہ از بریلی محلہ گلاب نگر ۱۹ ربیع الاول شریف ۳۴ھ بروز سہ شنبہ

کیا حکم فرماتے ہیں حضرات علمائے عظام دین اسلام ادام اللہ برکاتہم مسئلہ ذیل میں کہ مسماۃ زبیدہ مطلقہ نے اپنا عقد ثالث ساتھ مسمی عبد اللہ کے مہر شرعی جس کی تعداد چار سو درہم چاندی وقت عقد وکیل نے قائم کردی تھی کیا ۔ مسمی عبد اللہ مبلغ پانچ سو روپیہ کا پہلے سے قرضدار تھا جب مسماۃ زبیدہ

کو حال مقروضی شوہر معلوم ہوا تو اپنا مہر بخشنے پر از خود آمادہ ہوئی شوہر نے آئندہ وقت پر ملتوی رکھا مسماۃ ساڑھے تین ماہ عبداللہ کے گھر زندہ رہی جب بیمار ہوئی عبداللہ کو روپیہ قرض لے کر علاج کرانے سے منع کرتی تھی علاج ہوا مگر مر گئی متوفیہ کے وارث ایک شوہر ایک بیٹی جوان جو دوسرے شوہر سے پیدا تھی اور ایک بہن دو بھائی حقیقی ہیں۔ قبل وفات اپنے شوہر سے چھ روزہ کا کفارہ دے دینے کو کہا اور باوجود دریافت اپنے مہر کی بابت کچھ وصیت نہ کی اور اپنی بیٹی اپنی بہن کے سپرد کی اُس کا باپ اسی شہر میں موجود تھا وقت وفات اُس کے ایک بہن ایک بیوی موجود تھی بعد وفات اُنھوں نے کہا کہ گور و کفن فاتحہ خیرات اچھی طرح ہونا چاہیئے عبداللہ نے کہا کہ میں مقروض ہوں مگر مہر اُس کا میرے ذمہ ضرور چاہیئے بمقدار مہر تم چاہو تو میں روپیہ قرض لے کر گور و کفن اور فاتحہ خیرات حسب مرضی تمہاری کردوں تو انھوں نے رضامندی اپنی ظاہر کی تو عبداللہ نے روپیہ قرض لے کر گور و کفن و کفارہ و خیرات بروز دفن عہ اور فاتحہ سوم عہ اور فاتحہ چہلم میں عہ اور سہ ماہی اور شش ماہی نوماہی میں عہ صرف کرکے کھانا پکا کر فقیروں یتیموں اور مساکین کو دیا گیا اور دو جوڑے پارچہ جدید تیار کرکے دیئے گئے جملہ عہ فاتحہ و خیرات میں بہ نیت ادائے دین مہر صرف کیا عہ منجملہ ایک سو بارہ روپیئے آٹھ آنہ دین مہر باقی ہیں اور متوفیہ نے قبل وفات یہ کہا تھا کہ میری بیٹی کا خیال رکھنا چنانچہ عہ کا پارچہ پوشیدنی جو وقت ولیمہ نکاح متوفیہ کی قرض لے کر بنایا تھا اور کچھ پارچہ اور جو اس کو دیا تھا جملہ عہ بمشاء متوفیہ اس کی بیٹی کو دیدیا اور دیگر پارچہ محتاجان کو دیئے گئے متوفیہ کا ترکہ صرف چار سو درہم چاندی جس کے عہ ہوتے ہیں تھا اور کچھ زیور و نقد نہ تھا فتوٰی یہ طلب ہے کہ مہر کے ترکہ میں ورثا کا کتنا کتنا حصہ شرعی تھا اور صرفہ گور و کفن و فاتحہ و خیرات میں جو شوہر نے بمرضی بہن و بیٹی متوفیہ قرض لے کر مبلغ عہ صرف کیا اس قدر ذمہ شوہر سے دین مہر کا ادا ہوا یا نہیں اس کے وارثان نے ایک پیسہ فاتحہ خیرات میں صرف نہیں کیا بلکہ اپنا خرچ بھی عبداللہ پر ڈالا تھا فقط۔

الجواب ۔ اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بیٹی اور بہن نے اُس پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ مہر میں سے یہ مصارف کردو اور اُن کی اجازت سے یہ صرف ہوئے تو یہ مصارف شوہر اور بیٹی اور بہن کے حصص مہر پر پڑیں گے بھائی کی اس اجازت سے الگ ہیں ان کے حصہ پر نہ پڑیں گے اور عہ کا کپڑا جو زبیدہ کی دختر کو دیا وہ صرف عبداللہ کے حصہ پر ہیں چار سو درم چاندی یہاں کے سکہ سے پورے ایک سو بارہ ماعہ روپے بھر ہے آٹھ آنہ بھر زائد نہیں سائل نے دین مہر حساب میں گور و کفن و خیرات برقبر و توشہ کفارہ

۶ رروزہ رمضان المبارک میں ~~عہ~~ بتایا اس میں سے قبر کی خیرات اور توشہ منہا کیا جائے گا باقی ضروری تھا کہ وارثوں پر تقسیم سے پہلے لازم تھا اُس کے بعد جو کچھ بچا اس کے بیس حصہ ہونگے پانچ شوہر کے دس دختر کے دو دو ہر بھائی کے ایک بہن کا اب جو توشہ وخیرات وسوم وچہلم وغیرہ میں صرف ہوا وہ جب کہ بیٹی اور بہن کی اجازت سے ہوا توان کے اور شوہر کے حصوں پر پڑیگا دونوں بھائیوں کو ان کا حصہ پورا پورا دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازگونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن بروز چہار شنبہ ۱۳۳۴ھ تاریخ ۱۲ / رجب المرجب

مسلمان سنی المذہب ورثہ لیتے وقت بجائے قانون شریعت مطہرہ کے ہندو یعنی مطابق احکام مذہب ہنود کے جس سے بہت حقوق شرعی باطل ہوتے ہیں ورثہ لے یا دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب ۔ قال اللہ عزوجل الم ترالی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلا بعید ۱ ؂ کیا تم نے انھیں نہیں دیکھتے جن کا زبانی دعوٰی تو یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اُس پر جو تمہاری طرف اُتارا گیا اور جو تم سے پہلے اُتارا گیا پھر فیصلہ چاہتے ہیں کفر کا اور اُنھیں حکم تو یہ تھا کہ اُس سے انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ اُنھیں گمراہ کرکے دور پھینکدے جو لوگ شریعت مطہرہ کے خلاف میراث مانگیں یا لیں یا بخوشی دیں یا اُس میں سعی کریں سب گمراہ ہیں اور عذاب شدید کے سزاوار اور اگر اسے پسند کریں تو کھلے کفار بہرحال وہ مال اُن کے لئے حرام وقطعہ نار ا ور جو مجبور ہو کر دے وہ مظلوم ومعذور واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازکوہ شملہ کفایت حسین یکشنبہ ۱۶ / ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک پھوپھی کا ترکہ دو بھتیجوں کو برابر ملا جس میں سے ایک بھتیجے نے پھوپھی کی بیماری کا خرچ اور تجہیز وتکفین کا خرچ مع برسی تک کا خرچ اپنے پاس سے کیا قریب ایک سو روپیہ کے اب نصف روپیہ دوسرے بھتیجے کو ادا کرنا واجب ہے یا نہیں فقط۔

الجواب ۔ یہ اُس نے اپنی خوشی سے اُٹھایا دوسرے بھتیجے پر اُس کا نصف یا کوئی جز دینا لازم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازبمبئی پوسٹ مانڈوی مکان چھناجی راجو بھائی پان والا ۲۶ ۔ ۱۳۲ ناگدیوی اسٹریٹ رسلہ مانک بھائی یا پو بھائی ۱۳ / شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص چھناجی دکھنی مسلمان فوت ہوگیا اُس نے ایک عورت ایک لڑکا حسین میاں ایک لڑکی لالی بائی

یہ تین وارث چھوڑے پھر عورت بھی گزر گئی اور کچھ عرصہ کے بعد لڑکا بھی مرگیا حسین میاں مرحوم کے مرنے پر
اُس کی بی بی شرعی طور پر اپنا حصّہ لیکر الگ ہوگئی اُس کے علاوہ اور جو حقدار نکلے سب کو اُن کے حق کے مطابق
ورثہ ملا لال بائی جو چمنا جی کی بیٹی تھی وہ بھی اپنا حصہ لے کر الگ ہوگئی پہلے لال بائی کا شوہر مرگیا پھر وہ مرگئی
اُس نے اپنا وارث ایک لڑکا ابراہیم چھوڑا ابراہیم بھی دو سال بعد مرگیا ابراہیم کے دو بی بیاں ہیں ایک بسم اللہ
ایک مریم نیز چمنا جی کا سالا ڈھونڈھی بھائی لال بائی کے مرحوم مرد کا ماموں قاسم ہاشم بایہ دونوں دعویٰ کرتے
ہوئے مرگئے اب ان دونوں کے دو لڑکے دعویٰ کرنا چاہتے ہیں لہذا اس مسئلہ میں کیا حکم شرع ہے آخر وارث
ابراہیم ہوا اُس نے کوئی اولاد یا بھائی بہن وغیرہ نہ چھوڑا صرف دو بی بی ہیں لہذا کس طرح حق ہوتا ہے اور فی
ہزار کیا ہر حقدار کا نکلے گا **بینوا توجروا**۔

الجواب۔ سوال میں رشتے بہت بعید الفاظ مجمل محتمل سے لکھے ہیں ڈھونڈھی بھائی کو چمنا جی کا سالا
لکھا ممکن کہ وہ لال بائی کا ماموں ہو اور ممکن کہ چمنا جی کی کسی اور عورت کا بھائی ہو جسے لال بائی سے کوئی
علاقہ نہیں یونہیں قاسم حاشہ کو لال بی کے شوہر کا ماموں لکھا۔ محتمل کہ وہ ابراہیم کے باپ کا ماموں ہو
یا کسی دوسرے شوہر کا مگر سوال میں نہ چمنا جی کی کوئی اور عورت لکھی ہے نہ لال بائی کا دوسرا نکاح بتایا
جس سے ظاہر یہی ہے کہ ڈھونڈھے بھائی ابراہیم کے ماں کا ماموں ہے اور قاسم حاشہ ابراہیم کے باپ کا
ماموں اگر واقع اسی طرح ہے اور ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں تو بعد تقدیم حقوق مقدمہ مثل مہر
ہر دو زوجہ وغیرہ ابراہیم کا ترکہ آٹھ سہم ہو کر ایک ایک سہم ہر زوجہ اور چار سہم قاسم حاشہ اور دو سہم ڈھونڈھے
بھائی کو ملینگے یعنی دونوں عورتوں کا مہر جس قدر ذمہ ابراہیم لازم رہا اور اس کے سوا اور جو دین ابراہیم
پر ہو اولی ادا کریں۔ پھر جو بچے اُس کے تہائی سے ابراہیم نے اگر کوئی جائز وصیت کی ہو نافذ کریں
باقی مال میں فی ہزار ایک سو پچیس روپے ایک بی بی کو ایک سو پچیس روپے دوسری بی بی کو اور پانچ سو
روپے قاسم حاشہ کو ڈھائی سو ڈھونڈھے بھائی کو دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے ثم عمات الاباء والامهات واخوالهم وخالاتهم اذا استووا فی درجة وا
لجهة اختلفت فلقرابة الاب الثلثان ولقرابة الام الثلث واللہ تعالٰی اعلم وعلمه
جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از علی گڑھ۔ محلہ سرائے بی بی مرسلہ حافظ عبداللطیف صاحب مورخہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان حنفی المذہب

اپنے لڑکے مسلمان حافظ قرآن پابند صوم وصلوٰۃ کو کسی وجہ سے عاق کردے تو یہ حافظ قرآن عاق ہو جائے گا یا نہیں اور اپنے والد کا ترکہ پائیگا یا نہیں اور بہ تقدیر پانے اور نہ پانے کے اُس کا ثبوت قرآن وحدیث سے بیان فرمائیے بینوا توجروا

الجواب ـ عاق ہونا نہ ہونا اولاد کے فعل پر ہے جو بلاوجہ شرعی ماں یا باپ کو ایذا دے وہ عاق ہے اگرچہ ماں باپ اُس سے راضی ہوں ورنہ نہیں اگرچہ ماں باپ بلاوجہ اس سے ناراض ہوں ماں یا باپ کا عاق کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا عوام کے خیال میں یہ ہے کہ اولاد کو عاق کرنا ایسا ہے جیسا عورت کو طلاق دینا طلاق دینے سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے یونہیں ماں باپ کے عاق کرنے سے اولاد اولاد ہونے سے خارج اور ترکہ سے محروم ہوجاتی ہے یہ محض باطل ہے اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی سوا کفر کے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور کسی طرح ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی سوا موانع خمسہ معلومہ کے کہ دین مختلف ہو یا دار مختلف یا مملوک ہو یا معاذ اللہ مورث کو قتل کرے یا دونوں کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہو ان میں پہلے کون مرا ان کے سوا وہی عام حکم ہے کہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ از قصبہ سانگود سوائے مادھوپور مدرسۂ انجمن اسلامیہ ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم انجمن ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ایک شخص متوفیہ کی جائداد قیمتی ؎۳ روپئے ایک شخص کے پاس ایک ؎ روپئے میں رہن ہے اور متوفی کا کوئی اصلی وارث نہیں ہے تو کاروائی بیع کی کس کے ساتھ کی جائیگی ۔

الجواب ـ بحکم حاکم شرع فقراء کے ساتھ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مرسلہ مولوی محمد ظہور حسین صاحب فاروقی رامپوری ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں ـ

(۱) زید نے اپنی زندگی کے وقت دو نکاح کئے زوجہ اولیٰ کا انتقال زید کے سامنے ہوا بعد عقد ثانی زید نے انتقال کیا اور ایک مکان قیمتی تین چار سو روپئے کا چھوڑا ـ زوجہ اولیٰ کا دین مہر ڈھائی ہزار روپئے کا تھا اور زوجہ ثانیہ کا نو سو روپئے کا زوجہ ثانیہ تو موجود ہے اور زوجہ اولیٰ کے ورثہ میں تین بھائی ایک بہن دو بھتیجیں ایک زوج یعنی زید مرحوم کا کہ جس کے وارث اس وقت زوجہ ثانیہ ہے ایسی صورت میں کیا مکان مذکور کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اولاً دونوں دین مہروں میں مکان نصف

نصف ہو جائیگا من بعد نصف ثانی جو زوجہ اولیٰ کا حصہ ہے اس میں سے بحق زوجیت زید کو نصف ملے گا اور
یہ نصف زوجہ ثانیہ کی طرف منتقل ہو جائیگا باقی ایک ربع جو رہیگا وہ زوجہ اولیٰ کے ورثہ میں تقسیم ہو جائیگا
(۲) ایسی حالت میں کہ مکان متروکہ زید دونوں دین مہر سے قیمتاً کم ہے کل مکان دونوں دین مہروں میں
مستغرق ہو کر نصف نصف ہوگا یا جس زوجہ کا دین مہر نو سو کا ہے اُس کو مکان مذکور میں سے ایک حصہ اور جسکا
دین مہر ڈھائی ہزار کا ہے اُس کے ورثہ کو باقی مکان ملے گا تقسیم ورثہ کی اس وقت کیا صورت ہوگی۔
(۳) یہ کہ زید کی تجہیز و تکفین اور زوجہ ثانیہ کے عدت و چار ماہ تک فاتحہ وغیرہ کا خرچ جو مجموعہ تین سو روپیہ
کا ہوا وہ اسی مکان سے لیا جائیگا یا نہیں۔
(۴) زید نے اپنے حین حیات جو کچھ خرچ اور روپیہ زوجہ ثانیہ کے ہاتھ میں دیا وہ اُس کے واسطے ہبہ تھا یا
نہیں اور اس روپئے سے جو اسباب زوجہ ثانیہ اپنے استعمال کا جیسے کپڑا، زیور وغیرہ جو خاص عورتوں کے
استعمال کا ہے کیا اس کی بھی تقسیم ہوگی۔
(۵) زید کی زوجہ اولیٰ کا اسباب اس قسم کا تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ زوجہ اولیٰ جو جہیز لائی وہ اس کا متروکہ ہے حسب شرائط فرائض اُس میں سے نصف شوہر
کا ہے جو کچھ روپیہ زید نے زوجہ اولیٰ یا ثانیہ کو دیا اگر تملیکاً دیا اُس کے مالک زوجات ہیں اور اس سے جو
اسباب خریدا انہیں کا ہے اور اگر تملیکاً نہ دیا گھر کے خرچ کے لئے دیا اور عورات کو حسب دستور اسباب خانگی
خریدنے کی اجازت دی تو وہ اسباب اور جتنا روپیہ بچا ہو سب ملک زید ہے۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ
تجہیز و تکفین میں صرف پندرہ روپئے خرچ ہوئے باقی فاتحہ و خرچ عدت ہے خرچ عدت تو زوجہ کسی سے مجرا
نہیں لے سکتی کہ معتدہ وفات کے لئے نفقہ نہیں یوں ہی جو کچھ فاتحہ میں اٹھایا تبرع ہے اُس کا بھی معاوضہ
نہیں پا سکتی ہاں وہ پندرہ کہ تجہیز و تکفین میں اُٹھے از آنجا کہ زوجہ وارثہ ہے اور وارث کی تجہیز و تکفین کرے
مجرا پاتا ہے یہ پندرہ پائیگی مگر اس وجہ سے کہ تجہیز و تکفین جو ہر حق پر مقدم تھی ہو چکی زوجہ کا مطالبہ باقی رہا
تو یہ پندرہ بھی دین میں آگئے اور اس کا دین نو سو پندرہ روپئے ہوئے اور زوجہ اولیٰ کا نصف مہر بحق شوہر
ساقط ہو کر اُس کا دین ساڑھے بارہ سو روپئے ہوئے مجموع دین اکیس سو پینسٹھ روپے ہیں متروکہ زید کہ
تین چار سو کا مکان ہے اگر اُس زر و اسباب وغیرہ سے ملکر جو اُسے ترکۂ زوجہ اولیٰ سے ملا یا دونوں زوجہ کے
پاس اُس کی اپنی ملک تھا اگر اس مجموع کے برابر ہو اور زید پر اور کوئی دین نہ ہو تو ۱۲۵۰ زوجۂ اولیٰ کے
ورثہ کو دین اور ۹۱۵ زوجہ ثانیہ کو۔ اور اگر اس سے زائد ہے تو دونوں دین پورے ادا کر کے جو بچے اُسکے

ثلث سے وصیت اگر زید نے کی ہو نافذ کرکے باقی سے ایک ربع زوجہ ثانیہ کو دیں اور تین ربع اور جو کوئی وارث زید عصبات یا ذوی الارحام سے ہو اُسے دیں اور کوئی نہ ہو اور کسی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت کی ہو اُس کی وصیت کی تکمیل کریں اگرچہ یہ تین ربع کل اس وصیت میں چلے جائیں اور اگر موصی کہ بھی کوئی نہ ہو تو یہ تینوں ربع اور اگر ہو اور اُس کی وصیت پوری کرنے کے بعد بھی کچھ بچے تو وہ باقی سب زوجہ ثانیہ کو دیدیں فان الازواج ویرد علیھا عند عدم انتظام بیت المال اور اگر کل متروکۂ زید اس مجموع دین ۲۱۶۵ سے کم ہے اور زید پر اور دین نہیں تو اس کا کل متروکہ چار سو تینتیس ۴۳۳ سہام کرکے دو سو پچاس سہم وارثان زوجہ اولی کو دیں اور ایک سو تراسی ۱۸۳ سہم زوجہ ثانیہ کو۔ اور اس صورت میں اگر یہ چاہیں کہ ورثہ زوجہ اولی پر بھی ساتھ ہی تقسیم ہو جائے تو کل متروکۂ زید تین ہزار اکتیس سہم کرکے زوجہ اولی کے ہر بھائی کو پانچ سو سہم بہن کو دو سو پچاس زوجہ ثانیہ کو بارہ سو اکیاسی دیں واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از احمد آباد محلہ مرزا پور مرسلہ شاہ محمد مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۳۶ھ

جناب مخدوم مناد مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب السلام علیکم واضح رائے عالی ہو کہ شہر احمد آباد میں جماعت گاؤ قصابوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی اور بہن کو ورثہ مال متروکہ میت سے کبھی کچھ نہیں دیا کرتے اور اُنکا مقولہ یہ ہے کہ لڑکی اور بہن کا ورثہ میت کے مال میں سے کسی چیز میں نہیں پہونچتا لہذا آپ پر فرض ہے کہ فتوی لکھ کر روانہ کریں تاکہ وارث اس شخص کی اپنا پورا حق عدالت سے لڑکر وصول کریں لہذا ٹکٹ ۲ر کی اس رجسٹری لفافہ میں ملفوف ہیں مولانا صاحب تخمیناً پندرہ سال کا عرصہ ہوا کہ ایک رجسٹری سوال سود کے بارہ میں حضور کے یہاں روانہ کیا تھا مگر بالکل جواب سے آپ نے مجھے محروم رکھا تھا شاید کہ آپ سے وہ استفتاء گم ہو گیا ہو واللہ تعالی اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہائے متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گزر گیا اس نے ایک لڑکی اور دو بہنیں حقیقی اور چار بھتیجے اور ایک زوجہ چھوڑے اب ان میں کون کون سے وارث کو حق پہونچتا ہے اور کون سے وارث محروم رہتے ہیں ھو الحکم الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض ترکہ اس شخص کا سولہ سہام ہو کر دو سہم اُس کی زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین سہم ہر بہن کو ملینگے اور بھتیجے کچھ نہ پائیں گے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد اور فرماتا ہے وان کانت واحدۃ فلھا النصف حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے قرآن مجید کے خلاف ہیں اور جن کا یہ قول ہو کہ ان کو میت کے مال سے کچھ نہیں پہونچتا جس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ ان کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا یہ صریح کلمہ کفر ہے ایسوں پر توبہ فرض ہے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کراچی جھونہ مارکیٹ مرسلہ سید کریم شاہ صاحب ۴ ربیع الآخر ۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس جماعت کے بارے میں جو کچھ عرصہ سے مسلمان ہوئے ہیں اور تمام احکام شریعت کو وہ تسلیم کرتے ہیں مگر قانون شریعت [illegible]ثت کے بالکل منکر ہیں اور اپنے آبار قدیم ہنود کے قانون کو صراحتًہ اپنا قانون بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آبار ہنود کے اس قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے اور کچہری میں بیان کیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں مگر شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحو راثت کے بارے میں نہیں تسلیم کرتے بلکہ ہندو لایعنی قانون وراثت اہل ہنود کو اپنا قانون تسلیم کرتے ہیں اور کچہری سے خواہش کرتے ہیں کہ ہمارے احکام وراثت ہندو قانون پر ہونا چاہیئے۔

اس جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے یہ لوگ منکر نص قرآن ہیں یا نہیں اور جو نص قرآن کو جان بوجھ کر نہ مانے وہ دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے یا نہیں ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکفرون

سوال دوم ـ وہ لوگ جن کا سوال اول میں ذکر ہے مسلمانوں کے اوقاف یا مسجد دونوں کے متولی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب ـ یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں اگر مسلمان ہوئے بھی تھے تو دربارہ وراثت احکام شرعیہ ماننے سے انکار کر کے مرتد ہو گئے وہ نہ مسجد کے متولی کئے جا سکتے ہیں نہ اوقات مسلمین کے قال اللہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ترگہ گوری ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ ملا نذیر احمد صاحب مورخہ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ایک بیوی کی اسکے ساتھ ایک لڑکی آئی اور لڑکی ایک اسی بیوی سے زید کی ایک لڑکی پیدا ہوئی بعد چند روز کے زید کا انتقال ہو گیا اب یہ دو لڑکیں ایک تو زید کی ہے اور ایک جو بیوی اگلے خاوند کی ساتھ لائی تھی بعد وفات زید

کے زید کے بھتیجے نے یعنی حقیقی تایا کے بیٹے نے اپنا حق معاف کردیا اور بیوی نے بھی معاف کرکے وہ جائداد دونوں لڑکیوں پر تقسیم کردی اب زید کی بیوی اپنا مہر لینا چاہتی ہے اب یہ تقسیم جائز ہے یا نہیں شرع شریف سے آگاہی بخشی جاوے۔

الجواب ۔ مہر معاف کرنے سے معاف ہوگیا اب دوبارہ نہیں لے سکتی مگر ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا اگر وارث یہی ہیں تو حسب شرائط فرائض زید کا ترکہ آٹھ حصہ ہوکر ایک حصہ بی بی کو اور چار حصے زید کی لڑکی کو اور تین بھتیجے کو ملیں گے اور اگلے شوہر کی بیٹی کچھ نہ پائیگی بھتیجہ اگر نہ لینا چاہے تو بیکر تقسیم کراکر پھر زید کی دختر کو ہبہ کرکے قبضہ دیدے یا یوں ہی بلا تقسیم اپنا حصہ اس کے ہاتھ بیچ کر قیمت اسے معاف کردے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گوندیا ضلع بھنڈارا ملک متوسط ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک سماۃ نے اپنی کچھ رقم مالی کے لئے اپنے حین حیات میں وصیت کی کہ بعد وفات میرے ایک فرزند میرا جو نابالغ ہے یہ رقم اس کو دی جائے اگر فرزند میرا قضا کرجائے تو یہ رقم مالی مکہ مدینہ کے کسی کار خیر میں بھیج دی جائے بعد وفاۃ سماۃ اس کا فرزند بالغ ہوکر فوت ہوا تو اب اس کی وہ رقم کس کو دی جائے چوں کہ اس کا ایک چچا زندہ ہے مگر لڑکے کی پرورش بعد اس کی والدہ کے ماموں نے کی اور ایک اس کی مدد میں شریک رہا اس کا چچا مالدار ہے اس کے کسی امر میں مونس بھی نہیں ہوا بجز ماموں کے لہٰذا ہم اس لڑکے کی رقم کو اس کے ماموں کو دینا چاہتے ہیں چوں کہ اس کا ماموں بہت غریب مفلس معذور شخص ہے محض اس کے عزیز واقارب اس کی اعانت کیا کرتے ہیں لہٰذا یہ رقم ہم اس کے ماموں کو دینا پسند کرتے ہیں چوں کہ شرعًا بھی مفلس عزیز کو مدد دینا لازم ہے۔

الجواب ۔ فرزند کے لئے وصیت تو بیکار تھی وہ خود ہی مالک ہوا جب کہ عورت کا اس کے سوا اور کوئی وارث نہ تھا جیسا کہ ظاہر سوال ہے اب اس کے انتقال کے بعد اس کے جو وارث ہیں ان کو پہنچے گی اگر صرف یہی چچا مورث ہے تو یہی پائیگا وارث ہونے کے لئے کچھ یہ شرط نہیں کہ وہ اس کے کسی امر میں شریک ہوا ہو ماموں کتنا ہی محتاج ہو نہ بہن کے ترکہ میں اس کا کچھ حق ہے کہ بیٹا موجود تھا نہ بھانجے کے ترکہ میں کہ اس کا چچا موجود ہے قریب غریب کی اعانت کا بیشک حکم ہے مگر اپنے مال سے نہ کہ پرائے مال سے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از چھترہ ڈاکخانہ اماپور پرگنہ سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۲۶ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

زید سے وقت مناکحت مہر معجل قرار پایا اور بعد از مدت دراز و ولادت طفل یازدہ سالہ مرحوم حیات طفل
مرحوم میں زید نے بواسطہ کچہری وہ مہر ادا کر دیا بعدہ زید کا انتقال ہوگیا اب زوجہ اپنے حق ربع کی مدعیہ
ہے مقدمہ کچہری میں زیر بحث ہے کوئی تحریری تقریری ثبوت طلاق نہیں ہے نہ قبل از ادائے مہر
نہ مابعد آں پس حکم شرع شریف سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ـ مہر معجل کا ادا کرنا پیش رخصت ضرور ہوتا ہے اور اگر عورت قبل رخصت نہ مانگے تو جب
طلب کرے اُس کا ادا کرنا کسی طرح طلاق دینے کی دلیل کیا شبہہ بھی نہیں ہوسکتا اور بے ثبوت شرعی
طلاق ہرگز نہیں مانی جاسکتی عورت ضرور مستحق میراث ہے قال اللہ تعالٰی ولھن الربع مما ترکتم
ان لم یکن لکم ولد وان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون
بھا او دین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لکھنؤ بلوچ دروازہ مسجد متصل اکھاڑہ مرسلہ مولوی محمد عثمان طالب علم ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ
بعد تحیۃ سلام گزارش ہے کہ یہاں علماء مسائل ذوالارحام میں مختلف ہیں بعض امام ابو یوسف کے قول
کے موافق جواب دیتے ہیں بعض امام محمد کے قول کے موافق جناب کی رائے میں کس قول کے موافق
عمل درآمد ہونا چاہیئے اور جناب کا معمول کیا ہے۔

الجواب ـ اصل فتوٰی قول امام محمد علیہ الرحمہ پر ہے فقیر کا اسی پر عمل ہے مگر اس کے استخراج میں
قدرے دشواری ہوتی ہے لہذا بعض مشائخ نے بغرض آسانی قول امام ثانی علیہ الرحمہ پر فتوٰی دیا واللہ
تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اُس نے ایک دادی اور ایک نانی اور باپ
اور بہن وارث چھوڑے تو از روئے شرع شریف ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

الجواب ـ صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض ترکہ چھ سہم ہو ایک سہم نانی اور پانچ باپ کو
پہونچینگے اور دادی اور بہن کو کچھ نہیں۔ ھذا ھو قضیۃ النظر الفقھی وان کانت الروایۃ فیہ
مختلفہ اختیار شرح مختار پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لو ترک ابا وام اب وام ام فام الاب محجوبۃ
بالاب واختلفوا ما ذا للام الام قیل لھا السدس وقیل لھا نصف السدس اھ **اقول** ما
منزع القول الاخر الا القیاس علی مسئلۃ اب وام واخوین فانھما محجوبان بالاب ویحجبانھا

من الثلث الی السدس کذالک ام الاب محجوبہ بالاب وتحجب الامیۃ من السدس الی نصفہ وھذا لیس بشئ اما اولا فلان حجب النقصان یکون من فرض الی فرض دونہ ولا فرض للجدۃ الا السدس وما کان التنصیف لان فرضها اذ ذاک نصف السدس بل لیس فرضها الا السدس وکانت کل منهما تدعیہ لنفسها کملا فجعلناہ بینهما نصفین اعلی سبیل المنازعۃ لعدم المرجح کما اذا اقام کل من الخارجین علی ان الارض لہ فانها تنصف بینهما کذالک ھهنا فاذا سقطت مزاحمۃ الابویۃ بحجب الاب ایاھا بقیت دعوالامیۃ بلا معارض فکان لها السدس کملا کما اذا کان للدار شفیعان متساویان وادعی کل منهما جمیع الدار المشفوعۃ ثم عرض لاحدھما ما یسقط حقہ کانت الدار کلها للثانی لزوال المزاحمۃ واما ثانیا فلان اللہ سبحانہ وتعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا یجوز ان ینقل من فرض احد شئ الی غیرہ وقد اجمعنا ان فرض الجدۃ السدس فات نصفہ ھهنا ولا حق للابویۃ یرجع النصف لامحالۃ الی الاب فیشارک الجدۃ فی فرضها ولا نظیر لہ فی الشرع فتبین ان الاول ھو المرجح وکانها لهذا اقدمہ فی الاختیار واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مفصلہ ذیل ہیں

ناصر علی

اکبر علی مرحوم — برہان علی

اکبر علی مرحوم
یار علی مرحوم
تفضل حسین مرحوم
چراغ علی مرحوم

برہان علی
جعفر علی ومسماۃ نجیرن زوجہ میر سلطان علی مرحوم والدہ مولوی مہدی حسن مرحوم
ارشد علی ونجم النسار زوجہ مولوی مہدی حسن مرحوم و نیز والدہ مولوی عبدالعلیم عرف شہرو

اور چراغ علی مرحوم کے محمد مسیح اپنے خلیرے بھائی اور مسماۃ فاطمہ زہرا اپنی خلیری بہن بھی ہیں۔ اب چراغ علی مرحوم کا متروکہ کس کو ملے گا عبدالعلیم عرف شہرو کو ملے گا یا خلیرے بھائی و بہن کو ملے گا بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورۃ مذکورہ میں حسب شرائط فرائض چراغ علی کا کل ترکہ تین حصہ ہو کر دو حصے اُس کے خالہ زاد بھائی کو اور ایک حصہ اُس کی خالہ زاد بہن کو ملے گا عبدالعلیم کچھ نہ پائے گا کہ وہ بہت

دو ور رشتہ دار ہے ایک رشتہ پر ابن بنت ابن عم الجد ہے یعنی چراغ علی کے پردادا کے باپ ناصر علی کے پوتے کا نواسہ ہے اور دوسرے رشتہ پر ابن ابن بنت عم الجد ہے یعنی چراغ علی کے باپ کے پردادا کے پوتی کا پوتہ ہے بہرحال ذوی الارحام سے ہے خود عصبہ وارث نہیں اور اولاد خالہ سے درجے میں بعید ہے لہذا اُن کے سامنے اُسے کچھ نہ ملے گا تنویر الابصار و درمختار میں ہے یقدم الاقرب فی کل صنف واذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بہٹ ضلع سہارنپور مرسلہ مشتاق حسین ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے بعد معاف کرنے مہر شرعی جن کے شاہد اُس کی ماں اور بہن نیز ماموں حقیقی ہیں انتقال کیا ایک لڑکی سہ سالہ اور خاوند چھوڑے اسباب جہیزی میں سے کچھ زیور اور کپڑا اُس کے شوہر کے یہاں سے اُس کی ماں اور بہن لے گئے باقی کی ایک فہرست اُس کے شوہر کو دی اور کہا کہ اس کو بیچ کر ایصال ثواب اور فاتحہ میں خرچ کریں پس کیا حکم شرعی ہے اس بارے میں پسماندہ اسباب کا کون مالک اور مصرف ہے اور ماں باپ کو اُس کی واپسی کا کیا حق ہے۔

الجواب۔ جہیز وغیرہ جو کچھ عورت کی ملک تھا صورت مذکورہ میں حسب شرائط فرائض اگر وارث صرف یہی ہیں ہر ہر چیز کے بارہ حصہ ہوں گے تین حصہ شوہر کے دو ماں کے چھ بیٹی کے ایک بہن کا ماں بہن جو کچھ لے گئیں واپس لاکر سب ملا کر بارہ حصہ کرکے اپنے تین حصے لیکر اُن کو فاتحہ وغیرہ جس میں چاہیں صرف کریں شوہر کے تین حصّوں کا اختیار شوہر کو ہے اور دختر کے چھ تو کوئی بھی فاتحہ وغیرہ میں صرف نہیں کر سکتا وہ اُس کے باپ کے قبضے میں رہ کر خود اُس کے خورد و نوش میں صرف ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ نعمت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو اب وہ بھائی کافر اُس کا اُس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیسا آیا اُس کا حق ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ اگر مثلاً باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہوگیا تو وہ اپنے حصے کا مالک ہے مسلمان ہو جانے سے ملک زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد اُن کافروں

ہیں جو مرا اُس کا ترکہ اُسے نہ ملے گا لاختلاف الدین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از دربھنگہ قلعہ گھاٹ مرسلہ غلام اکبر ۱۲ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو مرا اور اُس کی بی بی مرنے کے بعد اُسکے کل جائداد پر قابض ودخیل ہوئی اور اپنا اندراج نام بھی دفاتر گورنمنٹ میں کرایا۔ چند سال کے بعد وہ مسلمان ہوگئی تو اب جائداد مذکورہ بعد تبدیل مذہب زن نو مسلمہ کو شرعًا ملے گی یا نہیں۔

الجواب۔ جو چیز اُس وقت اُس کی ملک سمجھی جاتی تھی وہ بعد اسلام بھی اس کی ملک رہے گی۔ اسلام قاطع ملک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جبہ کلاں ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور براستہ چھانگا مانگا سب آفس بلوکی مرسلہ عبدالرحمن صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بھائی عمرو خورد کو بصد محنت تعلیم کتب دینیہ کی دیکر اچھا خاصہ اہل علم بنا دیا اور دیگر حقوق خورد ہونے کے بھی ادا کیے مگر عمرو اس جوہر کا نکلا کہ جملہ حقوق پر خاک ڈالکر بے مروتی پر کمر باندھ لی اور اپنے بڑے بھائی واستاد وہمسایہ کی ایذا رسانی پر کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا حتی کہ فی الحال بلا اولاد زید کے عمرو زید کی موت کا ملتجی ہے اور زید نے ان حرکات ناشائستہ سے تخمینًا عرصہ سات برس تک صبر کیا مگر جب طاقت بشری تحمل کی نہ رہی تو مجبورًا زید کو عمرو کا عاق کرنا پڑا کیا یہ عمرو عاق کرنے کے لائق ہے یا نہیں اور عاق ہونے کے بعد وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ صورت مذکورہ میں عمرو ضرور عاق وفاسق ومستحق عذاب النار ہے مگر عقوق مانع ارث نہیں ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ نہ عاق کردینا شرع میں کوئی اصل رکھتا ہے نہ اُس سے میراث ساقط ہو ہاں اگر زید چاہے تو اپنی جائداد وقف اہلی کردے اور اُس میں عمرو کے لئے شرط لگادے کہ اگر وہ اپنے حال کی اصلاح کرے اور ان ان باتوں کا پابند ہو تو اس قدر پائے ورنہ نہ پائے یوں مقصود زید حاصل ہو سکتا ہے اور اگر امید اصلاح نہ ہو اور بالکل محروم کردے جب بھی حرج نہیں کہ فاسق کو میراث سے محروم کردینے کی اجازت ہے یہ تو وقف ہے فتاوٰی خلاصہ ولسان الحکام وفتاوٰی ہندیہ میں ہے لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر سیالکوٹ بازار پینج پورہ زیر قلعہ مرسلہ امام الدین صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید تین لڑکے چھوڑ کر مرگیا دو بڑے عمرو بکر شادی شدہ تھے اور تیسرا خالد کم سن ناشادی شدہ تھا عمرو بکر نے جو قرضہ والد کا تھا وہ اپنے ذمہ لے لیا اور مکان کا تیسرا حصّہ اور مبلغ دو صد روپیہ شادی کے واسطے اس چھوٹے بھائی خالد کو دیدیئے اور قرضہ اور جائداد دونوں بڑے بھائیوں نے نصف نصف کرلیا اس کے بعد بڑا بھائی عمرو فوت ہوگیا اور اُس کی عورت کو چھوٹے بھائی خالد نے اپنے ساتھ نکاح کرلیا عمرو کی دو لڑکیاں تھیں چونکہ وہ کم سن ناشادی ہیں اس واسطے وہ بھی اپنے والدہ کی ہمراہ خالد اپنے چچا کے پاس آئیں۔ اس نے اپنی مرضی سے بڑی لڑکی کا نکاح کردیا اس کے بعد دونوں لڑکیاں فوت ہوگئیں۔ اب اس کے پاس عمرو کی سب جائداد معہ عورت موجود ہے اور دوسرے بھائی بکر کو کچھ نہیں دیتا اور جو رقم مبلغ دو صد روپیہ کی اس کو قبل تقسیم اُس کی شادی کے واسطے دیئے گئے تھے وہ بھی اس کے پاس ہے کیونکہ اس کی شادی پر وہ خرچ نہیں ہوئے کیونکہ رانڈ بھاوج سے نکاح کرلیا ہے اب کس طرح اس جائداد کو تقسیم کیا جاوے نیز ان تینوں بھائیوں کو نانی حقیقی کو اُن کے والد مرحوم زید نے کچھ حصّہ مکان کا بیع کردیا ہوا تھا وہ بھی مرگئی وہ بھی اسی خالد کے قبضے میں ہے اس میں سے بھی عمرو بکر کو حصہ آیا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ سوال میں کچھ نہ بتایا کہ مکان کے علاوہ زید کی باقی جائداد منقولہ و غیر منقولہ و نقد و جنس ترکہ کس قدر تھا اور اُس پر قرض کتنا نہ یہ کہ دونوں لڑکیوں میں پہلے کون مری اور جس کی شادی ہوگئی تھی اُسکے بعد اُس کا شوہر یا کوئی بچہ رہا یا نہیں اور دوسری کی شادی ہوئی تھی یا نہیں نیز تو اس کے وارث کون کون رہے اُنکی ماں اُن کی نانی سے پہلے مری یا بعد اس کے کون کون ورثہ رہے تقسیم جائداد کا جواب بے تفصیل کامل ورثہ و ترتیب اموات نہیں ہوسکتا اتنا اجمالاً کہا جاسکتا ہے کہ اگر بعد ادائے قرضہ زید اُس کا متروکہ چھ سو روپے سے زیادہ کا تھا اور خالد کو صرف دو سو پہونچے تو عمرو بکر کے پاس خالد کا حق رہا اور جائداد باہم بانٹ لینا اور خالد نابالغ کو روپیہ دینا یہ بھی ناجائز تھا پھر خالد کا جتنا حق عمرو کے پاس رہا وہ تو خالد کے قبضے میں آہی گیا جتنا بکر کو گیا تھا اگر وہ اُن حصوں کے برابر ہے جو بکر کو دختران عمرو اور اپنی نانی کے مال سے پہنچتے ہیں تو برابر ہوگئے ورنہ بکر یا خالد جس کے پاس زیادہ پہونچا ہوا ہے وہ دوسرے کو دے کہ حق العباد سے پاک ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۶ رمضان ۱۳۳۷ھ

مسئلہ از

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں اور لڑکے کی ولایت

ثابت ہوچکی ہے لڑکا بدچلن اور بدوضع ہے اور اپنی ہمشیرگان وپدر کو نہایت تکلیف دہ ہے زید اسے عاق کرنا چاہتا ہے کہ وہ آئندہ میری لڑکیوں کے اور میرے متروکہ میں اگر کچھ میرے پاس باقی بچے تو وہ اس حق سے جو مجھ سے پہونچے اور لڑکیوں کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے عاق کرنا کس حد تک جائز ہے،

الجواب ۔ عاق کرنا شرع میں کوئی چیز نہیں نہ وہ اس کے سبب ترکہ سے محروم ہوسکے ہاں اگر وہ واقعی فاسق وآوارہ ہے تو یہ جائز ہے کہ اپنا سب مال بذریعہ وقف علی الاولاد یا بذریعہ بیعنامہ یا جدا جدا تقسیم کرکے قبضہ دیکر بذریعہ ہبہ نامہ اپنی بیٹیوں کے نام کردے یوں بیٹے کو آپ ہی کچھ نہ پہونچے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ حافظ محمد جان صاحب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے انتقال کیا اُس نے دو لڑکے چھوڑے ایک لڑکے کو اپنی زندگی میں جو کچھ اُس کے پاس چیز تھی وہ دیدی اور اُس پر اُس کو قابض کرگئی لڑکے نے والدہ کی زندگی میں اُس میں سے صرف بھی کیا اپنے اختیار سے اور جو کچھ باقی رہا وہ اس کے قبضہ میں ہے پس اس صورت میں شریعت مطہرہ دوسرے لڑکے کو کچھ دلاسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ اگر مرض الموت سے پہلے دیکر قبضہ تامہ دے گئی تھی تو دوسرے لڑکے کا اس میں کچھ حق نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شاہجہان پور مرسلہ شیخ علی حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہ کوئی وراثت کا نہیں حق رکھتا اور شرعاً ترکہ کا بوجہ من الوجوہ ذی استحقاق نہیں ہوسکتا اب بحالت مول لینے جائداد ترکے کے ترکہ دین مہر پانے کا جو حق بیچنے والوں وارثوں کا ہے کیا یہ خریدنے والا دعویٰ کرسکتا ہے کہ جائداد ترکہ لینے سے مجھکو ترکہ دین مہر پانے کا حق حاصل ہے اور دعویٰ اس کا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ ہرگز خریدار ترکہ کو کوئی استحقاق دعوی مہر کا نہیں مہر کی مالک عورت ہے نہ کہ مشتری متروکہ بلکہ اگر قبل ادائے دین مہر ودیگر دیون (اگر ہوں) ورثہ غیر زوجہ نے جائداد بیع کردی اور مہر تنہا یا مع دیگر دیون جائداد متروکہ کو محیط یعنی اس کے مساوی یا زائد ہے تو زوجہ ودیگر دائنان کو اختیار ہے کہ یہ بیع رد کردیں اور اپنے مہر ودیون اس سے وصول کریں فان الترکۃ المستغرقۃ بالدیون لاتصیر ملکا للورثۃ کما فی الاشباہ وغیرھا اور اگر متروکہ کے ساتھ عورت سے اُس کا مہر بھی مشتری نے خرید

لیا ہے جب بھی اُس کا دعویٰ باطل ہے کہ دین غیر مدیون کے ہاتھ بیع نہیں ہو سکتا اشباہ و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ بیع الدین ممن لیس علیہ باطل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ہلدوانی ضلع نینی تال مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج زوجہ کا انتقال ہو گیا بعد انتقال کے روپیہ نقد اور زیور چھوڑا روپیہ اور زیور کو برادری نے جمع کر لیا شخص مرنے والے کی ایک بھتیجی حقیقی یعنی حقیقی بھائی کی لڑکی بیوہ اور یتیم بچے ہمراہ اور برادری یہ بات کہتی ہے کہ یہ روپیہ اور زیور مسجد کو دیدینا چاہیے اور بھتیجی کو نہ دینا آیا اس صورت میں بھتیجی بیوہ کا حق نکلتا ہے یا نہیں یا کہ مسجد کو دیدیں اس صورت میں مسجد کو دینا جائز ہے یا ناجائز زوجہ مرنے والی کے بھائی کے بھانجے ہیں وہ بھی اس روپیہ زیور میں سے حصّہ کے دعویدار ہیں یا نہیں مگر یہ بھائی بھانجے حقیقی نہیں ہیں دور رشتہ کے ہیں ان کا بھی حق روپیہ زیور میں سے نکلتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ برادری کا کہنا قابل سماعت نہیں وہ مال وارثوں کا ہے زوج یا زوجہ جس کا مال ہے اُس کے جو وارث ہوں اگرچہ کتنے ہی دور کے رشتہ کے بھائی یعنی دادا پردادا کی اولاد کے بھائی اُن میں جو قریب تر ہے وہ وارث ہو گا اُس کے ہوتے بھتیجی بھی وارث نہیں نہ بے اجازت وارث ایک حبہ اس میں سے مسجد میں لگانا جائز واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از چتور گڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی قوم میں تقسیم ترکہ کا رواج نہیں تو ایسے مال سے کہ جس میں بالغ اور نابالغ وارث ہیں کھانا لینا دینا خیرات کا ہونا جائز ہے یا ناجائز جب کہ بالغ بھی وارث مال ہیں اور وہ کریں جیسے کا کو کریم بخش کی صورت کہ تقسیم ترکہ ہوتا ہی نہیں اناث تو متروک الارث سمجھے جاتے ہوں اور ذکور ہی صرف وارث بنے جاتے ہیں ہمارے یہاں تو بالغین کا صرف کرنا کیسا

الجواب۔ اناث کو محروم کرنا حرام قطعی ہے ہنود کا اتباع اور شریعت مطہرہ سے منھ پھیرنا ہے جبکہ اسمیں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا قال اللہ تعالیٰ انّ الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرا ط وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دفتر صدر اول بزم حنفیہ لاہور خواجگان منزل مرسلہ مولوی حکیم عبد الحمید صاحب صدر اول
۲۶ / جمادی الاولی ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل اسلام مفتیان حنفیہ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نہایت متشرع فوت ہوا زید عمرو بکر خالد اور زبیدہ وہندہ یہ چھ اولادیں چھوڑیں نمبر ۱ و ۲ و ۴ نے اُس کے ترکہ کو بقوانین شرع تقسیم پر صاف انکار کیا ۳ کی طرف سے اُس پر ڈیڑھ سال تک اعتراض اور انکار ہوتا رہا بالآخر انھوں نے جو ثالث کیا اُس نے بھی فیصلہ بحق ہر سہ بالا بخلاف شریعت کر دیا۔ اس فیصلہ میں نمبر ۳ کا بہت سا حق زائل کر لیا گیا زبیدہ بھی خلاف شرع حصہ پا چکی ہے مگر ہندہ جو بعد متوفی فوت ہو گئی۔ اب فریق نمبر ۳ اپنے قلیل حصہ سے بھی جو اُس کو وراثتہً ملا ہے اپنی ہمشیرہ مرحومہ کے شرعی حصہ سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے مرحومہ کی سسرال اور بالخصوص خاوند فاسق فاجر عقائد میں صلح کل جس کا پسر الولد سر لابیہ ہے پس فریق ۳ حیرت میں ہے کہ مرحومہ کا ورثہ کس کو ادا کیا جائے اُس کا ارادہ ہے کہ یہ حصہ بنام بزم حنفیہ کر دیا جائے اور وہ بتدریج اشاعت مذہب حنفیہ وحمایت کلام مجید میں صرف کرے اب استفسار ہے کہ کیا اس صورت میں جب کہ لڑکا بھی فاسق فاجر کے قبضہ میں ہے اگر یہ روپیہ اُس کو دیدیا جائے تو فسق و فجور اور بد مذہبی میں صرف ہوگا تو کیا اُس ترکہ کو (جو یک صد روپے کے اندر اندر ہوگا) بزم حنفیہ حمایت کلام مجید اور اشاعت مذہب اہلسنت میں صرف کر سکتی ہے یا نہیں۔ نیاز مند صدر اول بزم حنفیہ لاہور

الجواب ۔ سوال زائد باتوں سے بہت مفصل اور ضروری باتوں سے نہایت مجمل ہے کیسی تقسیم خلاف شرع ہوئی اگر اُس شیطانی مسئلہ پر عمل ہوا جو آجکل شیاطین الانس میں ہے کہ بنات کو ترکہ نہیں دیتے تو زبیدہ کو کیسے ملا اور پسر سوم کا حق کیسے زائل ہوا اور اگر یہ ہے کہ تین بیٹوں اور ایک بیٹی نے باہم لے لیا ایک دختر کو کچھ نہ دیا اور پسر سوم کو اُس کے حصہ سے بہت کم دیا اس صورت میں اُس دختر کے حصہ کا اس پسر پر کیا بار ہے اس نے اس کا کیا دبایا ہے جس سے سبکدوشی چاہتا ہے ترکہ کیا چیز ہے اور تقسیم کس طرح صاف تحریر فرمائیں کہ جواب دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کانپور نئی سڑک دوکان حاجی رحیم بخش و حاجی فہیم بخش مرسلہ کاظم حسین صاحب
۲۶ / جمادی الاولی ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید فوت ہو گیا اور اپنی بیوی اور ایک نابالغہ لڑکی چھوڑی عمرو جو زید کا باپ ہے اس وجہ سے کہ اُس نے ایک غیر کفو کی عورت سے بعد وفات والدہ زید نکاح کر لیا تھا ہمیشہ زید سے علیحدہ رہا اب بعد وفات زید زید کی جائداد پر ناجائز صورت سے

قابض ہوگیا ہے اور اتلاف جائداد کی نیت سے لڑکی نابالغہ کا ولی بننا چاہتا ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے اول زید کی متروکہ جائداد زید کی لڑکی و بیوی پر تقسیم ہونے کی کیا صورت ہے دوم زید کے متروکہ میں عمرو کا اور زید کے علاتی بھائی خالد کا کوئی حق ہے یا نہیں ہے تو کتنا سوم ایسی حالت میں جبکہ عمرو کی ولایت سے جائداد کے تلف ہو جانے کا احتمال ہے تو نابالغہ کی ماں ولیہ نابالغہ ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ بعد ادائے مہر و دیگر دیون حسب شرائط فرائض متروکہ زید کے آٹھ حصوں سے ایک حصہ اُس کی زوجہ اور چار سہم دختر اور تین سہم عمرو کو ملینگے فرضاً و عصوبۃً اور علاتی بھائی کا کوئی حق نہیں شریعت مطہرہ نے پدر و وصی پدر کے بعد نابالغ کے مال کا ولی اُس کے دادا کو بنایا ہے ماں کسی طرح ولی مال نہیں نہ کہ دادا پر اُس کو ترجیح ہو درمختار میں ہے ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ حافظ جان محمد صاحب ساکن گندہ نالہ شہر بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور ایک مکان واسطے ادائیگی مہر اپنی بیوی کی چھوڑا ایک لڑکا پانچ لڑکیاں اولاد چھوڑی ایک لڑکی (کی) شادی والد نے خود کردی ۴ لڑکیاں رہیں ان لڑکیوں کی والدہ نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی کمائی سے ان کے عقد نکاح کا انتظام کردو اس مکان کا تم کو مالک کیا چنانچہ لڑکے نے حسب فرمان اپنی والدہ کے چاروں کا عقد نکاح کردیا بعد کو والدہ نے انتقال کیا اُس کے بعد دو لڑکیاں انتقال کرگئیں بعد اُس کے اُس لڑکے نے بھی انتقال کیا اُس نے تین ہمشیرہ اور اپنی بیوی اور دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں بعد کو ایک ہمشیرہ اور انتقال کرگئی لیکن ان سب کی اولاد موجود ہیں کچھ ان میں سے ایسے ہیں کہ اپنا حصہ طلب کرتے ہیں اور ایک وہ ہمشیر جس کی شادی خود والد نے کی زندگی میں نہ کسی نے مکان پر قبضہ کیا نہ طلب کیا اور اس لڑکی کے ذمہ قرضہ دینا ہے جتنے کا مکان کا حصہ ہے اُتنا قرضہ بھی ہے بس اس صورت میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے آیا لڑکی یا اُن کی اولاد کو حصہ مل سکتا ہے یا نہیں اور لڑکے کی بیوی کو اور اولاد کو حق پہونچیگا یا قرض ادا کیا جائیگا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب۔ ماں نے جو لفظ لڑکے سے کہے تھے کہ ان کا نکاح کردو تمہیں مکان کا مالک کیا اس سے ہبہ خواہ بیع ٹھہرائیں جبکہ ماں بلکہ لڑکا بھی قبل قبضہ مکان انتقال کرگئے لڑکا کسی طرح اس مکان کا مالک نہ ہوا ہبہ میں تو ظاہر کہ قبل قبضہ اُن میں ایک کی موت سے باطل ہوتا ہے اور بیع میں یوں کہ یہ بیع بوجہ جہالت ثمن باطل تھی اور بیع فاسد میں قبل قبضہ مشتری مالک نہیں ہوتا درمختار میں ہے اذا قبض المشتری

المبیع ۲؎ رضا بائعہ فی البیع الفاسد لم یملکہ ملکہ تو مکان کہ ماں کے مہر میں تھا اُسی کی ملک رہا اُسکے لڑکے اور پانچوں لڑکیوں سب کا اُس میں حصہ ہوا جو موجود ہیں اُن کو اور جنکا انتقال ہوگیا اُن کی اولاد وورثہ کو حصّہ پہونچے گا جو حصہ اس بسر کا ہوگا اُس سے جو قرضہ اس پر ہے ادا کیا جائے گا اگر کچھ بچا تو اُسکی زوجہ اور بیٹے بیٹیاں پائینگے ورنہ کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پولیس لین ضلع سیتاپور مرسلہ عرفان خاں کانسٹبل محرر ۲ر شعبان ۱۳۳۸ھ

اصغری بیگم کا خاوند مرگیا، اصغری بیگم کے ایک لڑکا بالغ عرفان خاں اور ایک نابالغہ لڑکی مظہری بیگم ہے مسماۃ بیوہ نے مظہری کا عقد بکر کے ساتھ کرنا چاہا اور عرفان خاں کو خط لکھا کہ میں تمہاری بہن مظہری کا عقد بکر کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں تمہاری کیا رائے ہے۔ عرفان خاں نے اپنی ماں کو جواب دیا کہ بکر بدچلن اور خلاف شرع شخص ہے مجھے اپنی بہن کا عقد اس سے منظور نہیں باوجود ممانعت عرفان خاں ماں نے بولایت خود خلاف مرضی عرفان خاں بکر کے ساتھ مظہری کا عقد کردیا اور پندرہ دن بعد بذریعہ خط عرفان خاں کو عقد مذکور کی اطلاع دی عرفان خاں نے جواب دیا کہ تم نے میری بلا اجازت اور خلاف مرضی جو نکاح مظہری کا بکر کے ساتھ کردیا ہے میں اُس کو ہرگز نہ مانونگا اور مظہری کی رخصت بکر کے ساتھ نہ کروں گا نکاح کو ڈھائی سال ہوئے مظہری اب بالغہ ہے اور اس نکاح سے اپنی نارضامندی ظاہر کرتی ہے اور فسخ کرانا چاہتی ہے کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو عرفان خاں نے جس وقت بعد نکاح اطلاع پانے پر اُس نکاح کے ماننے سے انکار کیا اسی وقت وہ نکاح رد ہوگیا اور مظہری کو بکر سے کچھ علاقہ نہ رہا فسخ کی کیا حاجت کہ وہ سرے سے نہ رہا مظہری کو اختیار ہے جس مناسب جگہ چاہے نکاح کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مدرسہ عین العلوم پوسٹ برتلہ ۲۴ ر پرگنہ مرسلہ محمد سراج الدین صاحب ۱۲ر رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے انتقال کیا اور زوجہ و اب وام و ایک اخت عینی وارث چھوڑے ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا اگر اس صورت میں ام کو ثلث مابقی ملے تو سراجی کی عبارت ذیل کا کیا مطلب ہوگا وثلث ما بقی بعد فرض احد الزوجین وذالک فی مسألتین زوج وابوین وزوجۃ وابوین بینوا توجروا۔

الجواب۔ ہاں اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملے گا اور یہ عبارت سراجیہ کے مخالف نہیں وہی صورت زوجہ وابوین کی ہے کہ اخت عینیہ کا وجود وعدم یکساں ہے کہ خود محجوب بالاب ہے اور ام کو حاجب عن الثلث نہیں ہاں دو عینیہ ہوتیں تو ام کو سدس ملتا زوجہ کو ربع باقی اب کو عصوبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ لکھنؤ محلہ رکاب گنج گڈھیا متصل احاطہ کمال خاں ۲۳مکان مرسلہ مہدی حسن خاں صاحب مورخہ ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر اولی سے دو پسر زید وبکر اور ہندہ کے شوہر ثانی سے ایک پسر خالد ہے اور ہندہ کے شوہر ثانی کی زوجہ اولی سے ایک پسر ولید ہے۔ خالد فوت ہوا اس نے ورثہ ذیل چھوڑے ایک بیوہ لاولد اور زید وبکر برادران اخیافی اور برادر علاتی ولید جو کہ رافضی المذہب ہے۔ تو ایسی صورت میں تقسیم ترکہ کن کن ورثہ پر ہوگا دیگر یہ کہ متوفی نے جو جائداد چھوڑی ہے وہ متوفی کی خاص قوت بازو سے حاصل کی ہوئی ہے کسی مورث قدیم کا کچھ ترکہ اس میں شامل نہیں ہے اور بیوہ لاولد متوفی کی کسی ورثان استحقاق شدہ کو کچھ حصہ نہیں دیتی ہے بلکہ آمادہ جنگ وجدال ہے تو اس صورت میں نزدیک شرع شریف کے عنداللہ گنہ گار ہوگی یا نہیں فقط **بینوا توجروا**

الجواب ۔ بیوہ کا مہر واجب الادا اگر قدر متروکہ سے زائد یا برابر ہے اور وہ اس دعوی سے کسی وارث کو کچھ دینا نہیں چاہتی تو گنہگار نہیں وارث اگر مہر میں جائداد دینا نہ چاہیں مہر ادا کردیں اُس کے بعد جائداد میں حصہ لیں اور اگر مہر نہیں یا قدر متروکہ سے کم ہے تو بیوہ کا کل جائداد پر قبضہ کرنا اور وارثوں کو نہ دینا ظلم ہے اور وہ گنہگار۔ خالد کا ترکہ حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر ودیگر دیون وانفاذ وصایا وانحصار ورثہ فی المذکورین آٹھ سہم ہوکر دو سہم زوجہ اور تین تین سہم دونوں اخیافی بھائیوں کو ملینگے اور ولید برادر علاتی کو بوجہ اختلاف دین کچھ نہ ملے گا فتاوی عالمگیریہ میں فتاوی ظہیریہ سے دربارۂ روافض ہے احکامھم احکام المرتدین اور اسی میں ہے واختلاف الدین یمنع الارث واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از سنبھل ضلع مرادآباد محلہ کوٹ عزبی متولیان مسئولہ سید محمد علی صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص سنی المذہب کا انتقال ہوا اور اُس نے اپنی دو بہنیں سنی المذہب اور ایک بیٹی شیعی المذہب چھوڑیں شرعًا اس صورت میں ترکہ متوفی کس طرح تقسیم کیا جائیگا **بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب**۔

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں حسب شرائط فرائض متوفی کا ترکہ نصف نصف دونوں بہنوں کو پہونچیگا اور بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔ عالمگیریہ میں ہے احکامھم احکام المرتدین کذا فی الفتاوی الظھیریۃ اسی میں ہے المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از شہر بہار چوک بازار پٹنہ دوکان پارچہ حاجی ناصر علی محمد ابراہیم ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ
زید نے انتقال کیا تین لڑکے چھ لڑکیاں چھوڑیں جن میں ۴ لڑکیاں شادی شدہ تھیں اور دو نابالغہ اور ایک لڑکا نابالغ اور احد و محمود دو لڑکے بالغ یہ پانچوں اور اُن کی والدہ ایک ساتھ رہے اور کل متروکہ انھیں کے قبضہ میں رہا وہ چار لڑکیاں شادی شدہ تھیں وقت انتقال زید حق پدر کی طالب نہ ہوئیں متروکۂ پدری سے احد و محمود نے تجارتیں کیں کچھ ایسے ہی اور کچھ میں مضاربہ بن کر جس سے عظیم کاروبار ہوگیا وہ چاروں دختر اب پدری حق چاہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جو کچھ تجارتوں میں زیادتی ہوئی ہے وہ بھی ہمارے ہی باپ کا مال ہے اُس میں بھی ہمارا حق ہونا چاہیئے اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔ اور اگر نفع میں بھی انکو حصہ دیا جائے تو کیا اس نفع سے بھی ملے گا جس میں احد و محمود مضارب ہوئے تھے۔

الجواب۔ جبکہ اُن لڑکیوں نے اپنا حصہ مانگا نہ لڑکوں نے دیا اور بطور خود اس میں تجارت کرتے رہے تو وہ چاروں لڑکیاں اصل متروکہ میں اپنا حصہ طلب کرسکتی ہیں تجارت سے جو نفع ہوا وہ لڑکیاں اُس کی مالک نہیں ہاں اون کے حصہ پر جو نفع ہوا لڑکوں کے لئے ملک خبیث ہے لڑکوں کو جائز نہیں کہ اسے اپنے تصرف میں لائیں ان پر واجب ہے کہ یا تو وہ نفع فقراء مسلمین پر تصدق کریں یا چاروں لڑکیوں کو دیدیں اور یہی بوجوہ افضل واولی ہے اور ان لڑکیوں کے لئے حلال طیب ہے کہ انھیں کی ملک کا نفع ہے جب لڑکوں پر شرعاً حرام ہے کہ ان لڑکیوں کے حصہ کا نفع اپنے صرف میں لائیں تو لڑکیوں ہی کو کیوں نہ دیں کہ ان کی دلجوئی ہو صلۂ رحم ہو صاحب حق کی ملک کا نفع اسی کو پہونچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور اس میں برابر ہے وہ نفع کہ ان متروکہ کی تجارت پر ملا اور وہ جس میں احد و محمود مضارب بنے کہ ان چار لڑکیوں نے نہ حصہ طلب کیا نہ ان کو مضارب کیا بطور خود مضارب بن جانا مہمل محض ہے اور اگر ماں نے مضارب کیا تو اُن چار لڑکیوں کے حصوں پر اُسے بھی کوئی اختیار نہ تھا بہرحال اُن کا حصہ اُنکے ہاتھ میں بطور غصب رہا اور اس پر نفع جس طرح بھی حاصل ہوا خبیث ہوا اور اس کا وہی حکم ہے جو گزرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مسئولہ محمد عثمان صاحب سنی حنفی قادری ۷ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک نادار شخص ہے جس کی ایک اہلیہ اور ایک دختر تین سال کی ہے قرض لیکر اپنی زوجہ و دختر کو زیور بنا دیا اور اب بھی مقروض ہے اُس کی خوش دامن بغیر اجازت زید اپنی لڑکی اور نواسی کو اپنے مکان پر لے گئی اور آنے نہ دیا اس درمیان میں زوجۂ زید بیمار ہوگئی اور حالت بیماری

ہیں اپنے شوہر کو دو آدمیوں کے روبرو بلوا کر مہر معاف کر دیا زید نے قرض لے کر تجہیز و تکفین کر دی اب خسر زید زیور اور نواسی کو دینے سے انکار کرتا ہے کہ تمہارا اب کوئی حق نہیں اور نہ تمہاری ہمشیرہ کو لڑکی کے پرورش کرنے کا کوئی حق ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زیور اور نواسی کو نہ دینا کیا حکم شرع رکھتا ہے بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب۔ اگر زوجہ و دختر کو زیور کا مالک نہ کر دیا تھا نہ وہاں کے عرف ورواج سے مالک کر دینا مفہوم ہوتا ہو تو اس زیور کا مالک خود زید ہے عورت کے ماں باپ کو اس کے رکھ لینے کا کوئی حق نہیں اور اگر مالک کر دیا تھا جب بھی لڑکی کا زیور وہ نہیں رکھ سکتے کہ نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے نہ کہ نانا نانی۔ رہا عورت کا زیور اس کے تیرہ حصوں میں سے چار حصے اس کے ماں باپ کے اور تین حصے شوہر اور چھ حصے لڑکی کے عورت کے والدین اپنے چار حصے لے سکتے ہیں باقی نو حصے لینے اور رکھنے کا مستحق اس کا شوہر ہے یوں ہی مہر کے تیرہ حصوں میں سے تین حصے بحق شوہر ساقط ہو گئے اور چھ حصے کہ حق دختر ہیں نانا نانی ان کا مطالبہ نہیں کر سکتے اپنے چار حصے مانگ سکتے ہیں اگر عورت کا معاف کرنا کہ مرض الموت میں تھا منظور نہ رکھیں اور اگر بعد مرگ زن اس معافی کو منظور کر چکے ہوں تو ان کا مہر میں کوئی حق نہ رہا لڑکی نو برس کی عمر ہونے تک نانی کے پاس رہے گی پھر باپ لے لیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از چھچہ شریف ریاست بہاولپور مرسلہ جناب احمد بخش صاحب چشتی سجادہ نشین ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجب روایت متون سراجی وہدایہ وکنز وملتقی البحر عند اختلاف الجہت ترجیح بقوۃ قرابت وبکون الاصل وارثا معتبر نہیں یعنی بنت العم وابن الخال میں سے کسی کو ترجیح نہیں بلکہ بنت العم کو دو حصہ ابن الخال کو ایک حصہ دیا جاوے گا اور اسی روایت کو صاحب فتاویٰ حامدیہ نے مفتی بہ قرار دیا ہے بقولہ المعتبر مافی المتون لانہا موضوعۃ لنقل المذہب اور صاحب فتاویٰ خیریہ نے روایت شمس الائمہ سرخسی کو بہت نقول کے ساتھ موید کرکے مفتی بہ قرار دیا یعنی عند اختلاف الجہۃ ولدعصبہ کو ترجیح ہے علامہ شامی نے بھی اسی روایت کی بڑی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب تنقیح حامدیہ میں مفتی بہ قرار دیا مگر عند اختلاف الجہۃ ترجیح بقوۃ القرابت میں اضطراب کرکے امر بمراجعۃ کتب کیا ہے بقولہ بقی ما اذا اختلف الجہۃ فہل یرجح بقوۃ القرابۃ ام لا اما علی روایۃ انہ لا ترجیح لولد العصبۃ علی ولد الرحم فقد صرحوا بانہ لا ترجیح ایضا بقوۃ القرابۃ فلا یرجح ولد العمۃ لابوین علی ولد الخال او الخالۃ لاب قالوا وانما یعتبر ذلک فی کل فریق بخصوصہ فالمدلون بقرابۃ الاب یعتبر فیما بینہم قوۃ القرابۃ ثم ولد العصبۃ ای فیقدم ولد العمۃ لابوین علی ولد العمۃ او العم لاب وکذا المدلون بقرابۃ الام فیعتبر فیہم قوۃ القرابۃ ولا تتصور عصوبۃ فی قرابۃ الام فولد الخالۃ لابوین مقدم علی ولد الخال لاب واما علی روایۃ ترجیح ولد العصبۃ عند اختلاف الجہۃ فلم ار من ذکر انہ یرجح بقوۃ القرابۃ بل ظاہر اطلاق ھذہ الروایۃ ترجیح بنت العم الاب علی ابن الخال لابوین وان کان ابن الخال اقوی منہا ومقتضی ما مر عن السید من التعلیل بان ترجیح شخص بمعنی فیہ اقوی من الترجیح بمعنی فی غیرہ یقتضی ترجیح ابن الخال فی المثال المذکور ویؤیدہ ان الترجیح بقوۃ القرابۃ اقوی من الترجیح بکون الاصل وارثا فمن قال یرجح ولد العصبۃ علی ولد ذی الرحم یلزمہ ان یرجح بقوۃ القرابۃ ایضا لانہا اقوی فتامل وراجع اھ الغرض آپ کے نزدیک روایت شمس الائمہ مفتی بہ ہے یا متون اگر روایت شمس الائمہ مفتی بہ ہے تو ترجیح قوت قرابت بھی کی جائے گی کما ھو رای الشامی بقولہ ویؤیدہ الخ یا نہ کما ھو الظاہر من اطلاق روایت السرخسی پس بموجب متون قاعدہ اولاد صنف رابع اس طرح ہے۔ یرجحون بقرب الدرجۃ ثم یعطی لفریق الاب الثلثان ولفریق الام الثلث ثم یعتبر فی کل فریق علیحدۃ الترجیح بقوۃ القرابۃ ثم بولد العصبۃ اور بموجب ظاہر اطلاق سرخسی قاعدہ یہ ہے یرجحون بقرب الدرجۃ ثم بکون الاصل وارثا ثم یعطی لفریق الاب الثلثان ولفریق الام الثلث ثم یعتبر فی کل فریق الترجیح بقوۃ القرابۃ ثم بکون الاصل وارثا اور بموجب مذاق شامی قاعدہ یہ ہے یرجحون

بقرب الدرجۃ ثم بقوۃ القرابۃ ثم بکون الاصل وارثا اتحدت الجھۃ او اختلفت ثم یعطی لفریق الاب الثلثان ولفریق الام الثلث پس ان میں سے کس قاعدہ کو معمول بہ کیا جائے بینوا توجروا۔

بخدمت حضرت مولانا صاحب علامہ الدہر مولوی احمد رضا خاں سلمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چونکہ یہ خاکسار اس وقت ایک ایسے رسالہ علم میراث کی تصنیف میں لگا ہوا ہے جو نہایت سہل مختصر اور منضبط قواعد پر مشتمل ہو تقلید قواعد قدیمہ کی بالکل ترک کرکے جدید قواعد ایسے ایجاد ہو چکے ہیں جو ایک ہی عمل کے ذریعہ سے مناسخہ تک مسئلہ بن جاتا ہے کہ دوسرے عمل رد۔ عول تصحیح۔ وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی علی ہذہ القیاس ذوی الارحام اور اس کے مناسخہ کی تسہیل بھی پورے درجہ تک کی گئی ہے امید کہ تعبد تکمیل وہی رسالہ بنا بر تقریظ حضور کی خدمت میں بھی ارسال کیا جائے گا چونکہ اولاد صنف رابع کے قاعدہ تحریمی میں سخت اختلاف ہے لہذا حل ہونا اس مشکل کا بغیر امداد آں حل المشکلات صاحب کمال کے سخت مشکل ہے اور کوئی دوسرا اہل فن باکمال میری رائے میں موجود نہیں کہ حل کرسکے پس بہر حال دوسرے شغل کو بالفعل بند فرماکر مکمل قاعدہ مفتی بہ مع نقل عبارات فقہیہ لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ بعینہ آپ کے فتوی کو درج رسالہ کیا جائے گا میرے پاس کوئی اور کتاب بجز شامی و درفتاوی تنقیح الحامدیہ کے نہیں ہے تاکہ صریح جزئی کی مسئلہ حاصل کرسکوں جوابی لفافہ مرسل خدمت ہے جب تک جواب آپ کا نہیں آئیگا میں سخت انتظار میں مضطرب رہوں گا اور رسالہ بھی ناقص رہے گا۔ ختم ۲۸ مارچ ۱۹۱۸ء راقم خادم الشرع سراج احمد مدرس علوم عربیہ ججہ ریاست بہاولپور از طرف فقیر احمد بخش چشتی سجادہ نشین ججہ شریف تاکید مزید بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بخدمت جناب ابوالعلا امجد علی صاحب سلمہ المذہب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مسئلہ قاعدہ تحریم صنف رابع ذوی الارحام مندرجہ لفافہ ہمارے علمار گرد نواح کا مختلف فیہ واقعہ ہوا ہے کوئی متون کو ترجیح دیتے ہیں دیوبندیوں کا فتوی بھی یہی ہے حتی کہ کتاب مفید الوارثین میں بالتصریح مذکور ہے اور کوئی فتاوی خیریہ کو مقدم سمجھتے جس کی شامی نے بھی تائید کی۔ اب مسئلہ معرکۃ الآرا بن گیا ہے ایک اس استفتار کا مولوی عبدالغفور ہمایونی کو بھیجا گیا ہے مگر افسوس ہے وہ فوت ہوگئے ہیں باقی دیوبندی علمار غیر مقلد ہیں اون کے فتوے پر اعتبار نہیں آتا۔ آج کل فقہ حنفی کا عالم متبحر بغیر مولوی صاحب مولوی احمد رضا خانصاحب کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا ایک خط پہلے دربارۂ استفتائے مذکور مولوی احمد رضا خانصاحب کے پاس بھیجا گیا سب علمار اس جگہ والے منتظر جواب ہیں اس لئے آج دوسرا استفتائے مذکور کا نقل آپ کی وساطت سے بجناب مولوی صاحب بھیجا جاتا ہے براہ نماتت واعانت دین آپ بنفس نفیس یہ استفتار مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کرکے جواب لکھوا کر واپس فرمائیں اللہ تعالٰی جل شانہ آپ کو اس تکلیف کا نعم البدل عطا فرمائے گا مگر جواب صرف نعم اور لا میں نہ ہو بلکہ بہ نقول وحوالہ کتب فقہ حنفی مستدل ومبرہن لکھوادیں ایسے اختلاف عظیم کا مٹانا اور حق دریافت کرنا جس میں علامہ شامی جیسا محقق بھی عاجز ہو کر دوسروں کو فیصلہ پر از مراجعہ کتب فرمایا ہے بجز مولوی صاحب

جیسے علامہ متبحر کے سوا اور کوئی قادر نہ ہوسکے گا۔ آج مولوی صاحب جیسی شمع روشن ہے کل کو خدا نخواستہ کوئی شخص اس کو حل نہ کرسکے گا۔ مولوی صاحب کے ذخیرہ کتب موجود ہے امید ہے کہ کسی عالم مصر یا شام نے اپنے فتاوی میں ذکر اس جزئی کا کیا ہو وہ ضرور نقل فرمائیں فقط ۱۱ اگست ۱۹۱۸ء راقم فقیر احمد بخش سجادہ نشین شہر جھجہ ریاست بہاولپور۔

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اوّل بحالت اختلاف حیز بھی ولد الوارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر ہے تو قوت قرابت بھی مرجح ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولی کو علامہ خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ لنفع البریہ پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں صاف فرما دیا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور ترجیح متون التزامی ہے اور جانب اثبات صریح تصحیحات تو معتمد یہی ہے کہ ولد وارث مرجح ہے اگرچہ حیز مختلف ہو۔ عقود الدریہ سائل فاضل سلمہ اللہ تعالی کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیریہ سے مقابلہ کیا اس کی عبارات بتمامہا عقود میں منقول ہے ان دونوں عبارتوں سے مستفاد کہ قول اول یعنی عدم ترجیح کو کوکب مضیئہ میں ظاہر الروایۃ کہا اور سراجی وصاحب ہدایہ ومتن کنز وملتقی واکثر شروح کنز وہدایہ نے اس پر مشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے علامہ حامد آفندی عالم متاخر نے اسے اختیار کیا۔

اقول اسی پر فاضل شجاع بن نور اللہ القروی مدرس ادرنہ نے اپنی کتاب "حل المشکلات" تصنیف ۹۶۴ھ میں مشی کی۔ حیث قال بنت عم لابوین وبنت خال لام یقسم اثلاثا لان قوۃ القرابۃ وولد العصبۃ غیر معتبرۃ بین فریق الاب وفریق الام اھ بالتلخیص۔ بعد کے بہت متاخر رسائل مثل مختصر الفرائض مولوی بخلت حسین بن عبدالواحد الصدیقی البریلوی تصنیف ۱۲۴۱ھ وزبدۃ الفرائض مولوی عبدالباسط بن رستم علی بن علی اصغر قنوجی اس طرف جانا ہی چاہیں کہ ان کا ماخذ سراجیہ ہے اول کی عبارت یہ ہے وان کان واسطۃ قرابتھم مختلفۃ فلثا المال لقرابۃ الاب وثلثہ لقرابۃ الام ولا اعتبار بقوۃ القرابۃ وولدیۃ العصبۃ، بینھا کما لو ترک اخت الاب لاب وام واخت الام لاب لیس للاولی ترجیح علی الثانیۃ وان کانت الاولی ولد العصبۃ وایضالھا قوۃ القرابۃ کذا ھذا۔ دوم میں ہے۔ واگر ہم بدرجہ قرابت برابر باشند ودر حیز قرابت مختلف کہ بعض از جانب اب بوند وبعض از جانب ام دریں ہنگام در ظاہر الروایت مر قوت قرابت وولد عصبہ را اعتبار نباشد پس ولد عم اعیانی از ولد خال یا خالہ علاتی یا اخیافی اولی نبود کہ قوت قرابت ولد عم را اعتبار نیست وہم چنیں بنت عم اعیانی از بنت خال یا خالہ اعیانی اولی نباشد کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست بر قیاس آنکہ عمہ اعیانی از خالہ علاتی یا اخیافی اولی نبود باوجود آنکہ عمہ اعیانی ذو قرابتین است۔ وولد وارث از جہتین یعنی از جہت اب وام زیرا کہ پدر او جد صحیح است ام او جدہ صحیحہ

اسے ظاہر الروایہ کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے بعینہ سراجی سے ماخوذ ہے اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا، علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا یوں کہ قول متن واذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث میں واتحدت الجھۃ کی قید بڑھادی اور آگے فرمایا فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث"، علامہ سید احمد مصری طحطاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ ان اختلف حیز القرابۃ فلاعبرۃ بالاقوی ولا لولد العصبۃ"، یوہیں علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نص ملتقی پر تقریر کی۔

یہ ہیں وہ عبارات جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں۔ فاقول ظاہر عبارت خیریہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ وکنز میں ہے اور ان دونوں کے اکثر شراح نے اس پر مشی کی پھر ملتقی وسراجیہ اسی پر ہیں لہٰذا علامہ حامد آفندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا مگر اولاً وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا تکملہ ہے ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہی نہیں حالانکہ اس کے ماخذ ثانی مختصر القدوری میں فرائض ہے ردالمحتار میں ہے۔ ہذا ظاہر الروایۃ کما فی السراجیۃ والفرائض العثمانیۃ لصاحب الھدایۃ۔

ثانیاً شروح ہدایہ سے کفایہ امام کرمانی وعنایہ امام اکمل وبنایہ امام عینی وغایۃ البیان امام اتقانی ونتائج الافکار قاضی زادہ تکملہ فتح القدیر پیش نظر ہیں۔ ان میں مثل ہدایہ کے فرائض نہیں اور معراج الدرایۃ میں قول دوم کی تصحیح نقل کی۔ غالباً یہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح ہنایہ نے اسے تکمیلاً اضافہ کیا اور محقق بابرتی نے اس کی تلخیص میں پھر حذف فرمادیا تو ظاہراً اغالب شروح ہدایہ سبق قلم ہے واللہ تعالٰی اعلم

ثالثاً کنز کی عبارت یہ ہے "و ذو رحم وھو قریب لیس بذی سھم ولا عصبۃ (الی ان قال) وترتیبھم کترتیب العصبات والترجیح بقرب الدرجۃ ثم بکون الاصل وارثا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام" علامہ شامی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اور اسی بناء پر اسے متون وشروح کی طرف نسبت کیا جانا بتاتے ہیں ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ آنفاً ہے وھو ظاہر اطلاق المتون والشروح حیث قالوا وعند اختلاف جھۃ القرابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام فلم یفرقوا بین ولد العصبۃ وغیرہ۔

اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف واحوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے مقید ہے ورنہ اختلاف جہت کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہوا اور وہ بالاجماع باطل ہے۔ وعلی التنزل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف واتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق سے معارض ہے۔

رابعاً مختصر امام اجل قدوری میں صاف فرمایا۔ ذوی الارحام کے اقسام بیان کرکے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں واذا استوی وارثان فی درجۃ واحدۃ فاولٰھم من ادلٰی بوارث واقربھم اولٰی من ابعدھم۔

خامساً اسی طرح متن تنویر میں تمام اصناف ذکر کرکے فرمایا واذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث واذا اختلفت الاصول اعتبر عدد من الاصول وقسم علیھم اثلاثا الخ اس نے بھی صاف کردیا کہ بعد استواء درجہ تقدم ولد وارث کا حکم عام ہے اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ لائے جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ وانوثۃ یہی نکتہ ہے کہ ان تینوں متون اعنی قدوری، کنز، وتنویر نے یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی کہ منظور افادۂ قواعد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد (حیز) سے خاص ھکذا ینبغی ان یفھم کلام الکرام۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ "واذا استووا فی درجۃ" کے بعد درمختار کا "واتحدت الجھۃ" زائد کرنا قول اول کی طرف خود ان کا میل برخلاف متن ہے۔

سادساً۔ ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح غرر ان متون میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں۔ قدوری، کنز وتنویر کا حال معلوم ہوا سراجیہ اگرچہ ابتدائی کتاب ہو مگر اصطلاح فقہ پر متن نہیں اس کا مرتبہ فتاوی یا غایت درجہ شروح کا ہے جیسے منیہ واشباہ بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبۂ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاوی میں کما بیناہ فی فتاوٰنا متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ حفظ مذہب کے لئے لکھتے جیسے مختصرات طحاوی وکرخی وقدوری۔ سراجیہ میں بکثرت روایات نادرہ بلکہ بعض اقوال مشائخ کے ذکر تک تنزل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ سراجیہ حقیقۃً فرائض امام احمد علاء الملۃ والدین سمرقندی کی شرح ہے ان المصنف لما خرج من فرغانۃ الی بخارا وجد فیھا الفرائض المنسوبۃ الی القاضی الامام علاء الدین السمرقندی فی ورقتین فاستحسنھا فاخذ فی تصنیف ھذا الکتاب شرحا لھا" تو نہ رہی مگر ایک ملتقی اس میں بیشک یہ قول مصرح ہے حیث قال "یرجحون بقرب الدرجۃ ثم بقوۃ القرابۃ ثم بکون الاصل وارثا عند اتحاد الجھۃ" تو اسے مسئلہ متون ٹھہرا کر قول ثانی پر ترجیح دینی صحیح نہیں بلکہ اکثر متون قول ثانی ہی پر ہیں۔

سابعاً۔ شروح ہدایہ کا حال معلوم ہوا اور شروح کنز نے مسئلہ متن کو مقرر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہولیا وللہ الحمد قول دوم کو مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی وفتاوی امام تمرتاشی ومجمع الفتاوی وفتاوی خلاصہ میں ظاہر الروایۃ ومذہب کہا۔ مواریث الملتقط للامام ناصر وتاتارخانیہ میں اسی پر مشی کی۔ ضوء السراج میں ہے علیہ الفتوی جامع المضمرات میں ہے۔ ھو الصحیح، معراج الدرایہ میں ہے ھو الاولی بالاخذ للفتوی۔ علامہ محقق خیر الدین رملی نے اسی پر فتوی دیا۔

اقول بلکہ مبسوط امام سرخسی جلد ثلاثین ص۲ میں ہے۔

"اجمعنا انہ لو کان احدھما ولد عصبۃ او صاحب فرض کان اولی من الآخر" اسی کے صفحہ ۵ میں ہے "من کان منھم ولد عصبۃ او صاحب فرض فانہ یقدم علی من لیس بعصبۃ ولا صاحب فرض" اسی طرح علامہ

سید شریف نے زیر قول مصنف اولاھم بالمیراث اقربھم نقل فرمایا اور مقرر رکھا۔

پھر مبسوط امام سرخسی اس کافی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انھوں نے تمام کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے اس میں انھوں نے صرف اسے ظاہر الروایۃ ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت نادرہ ہونے کی بھی تصریح فرمائی اسی طرح تکملۃ البحر للعلامۃ الطوری میں ہے نیز ہندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے۔

ان کان احدھما ولد عصبۃ او ولد صاحب فرض فعند اتحاد الجھۃ یقدم ولد العصبۃ وصاحب الفرض وعند اختلاف الجھۃ لایقع الترجیح بھذا بل یعتبر المساواۃ فی الاتصال بالمیت بیانہ فیما اذا ترک ابنۃ عم لاب وام اولاب وابنۃ عمۃ فالمال کلہ لابنۃ العم لانھا ولد عصبۃ ولو ترک ابنۃ عم وابنۃ خال او خالۃ فلابنۃ العم الثلثان ولابنۃ الخال او الخالۃ الثلث لان الجھۃ مختلفۃ ھٰھنا ولا فلا یترجح احدھما بکونہ ولد عصبۃ وھذا فی روایۃ ابن ابی عمران عن ابی یوسف فاما فی ظاھر المذھب ولد العصبۃ اولٰی سواء اختلفت الجھۃ او اتحدت لان ولد العصبۃ اقرب اتصالا بوارث المیت فکان اقرب اتصالا بالمیت۔

فان قیل فعلی ھذا ینبغی ان العمۃ تکون احق بجمیع المال من الخالۃ لان العمۃ ولد العصبۃ وھو اب الاب والخالۃ لیست بولد عصبۃ ولا ولد صاحب فرض لانھا ولد اب الام قلنا لاکذٰلک فان الخالۃ ولد ام الام وھی صاحبۃ فرض فمن ھذا الوجہ یتحقق المساواۃ بینھما فی الاتصال بوارث المیت الا ان اتصال الخالۃ بوارث ھو ام فتستحق فریضۃ الام واتصال العمۃ بوارث ھو اب فتستحق نصیب الاب فلھذا کان المال بینھما اثلاثا۔

بعینہٖ یہ مضمون تمام وکمال تکملہ بحر میں ہے اور ہندیہ میں لفظ اتصالا بالمیت تک۔ اس میں امام جلیل نے دلیل قول اول سے جواب کا بھی افادہ فرمایا۔

اقول۔ ولایقدح فی تحقق المساواۃ ان العمۃ اذا کانت لاب وام کانت ولد الوارث من کلا الجھتین ویستحیل ھذا فی الخالۃ لان ھذا قوۃ القرابۃ ولا نظر الیھا عند اختلاف الحیز کما ھو جوابہ قاطبۃً نعم رأیتنی کتبت علٰی ھامش تکملۃ البحر ما نصہ۔

اقول لایقشی اذا کانت الخالۃ اخت الام لاب اھ ای فانھا لاحظ لھا من ولدیۃ وارث اصلا۔ لایقال نصوا انھا اقوی من الخالۃ لام فاذا مات عن خالۃ بالاب واخری لام احرزت الاولی جمیع المال ولاشیئ للاخری والخالۃ لام لاتحجبھا العمۃ لاستوائھا معھا فی ولدیۃ الوارث فاذا لم تحجب الاضعف وجب ان لاتحجب الاقوی لانی اقول انما قوتھا قوۃ

قرابتہا فان الانتماء بالاب اقوی من الانتماء بالام وھذہ قوۃ لانظر الیہا عند اختلاف الجھۃ فتبقی ولدیۃ العمۃ للوارث قوۃ بلا معارض فیلزم ان تحجب الخالۃ لاب وھو باطل فعلم ان ولدیۃ الوارث ایضا لاتلاحظ فی الحیز المختلفۃ کان۔

اقول وباللّٰہ التوفیق توریث الخالۃ مع العمۃ اثلاثا عند الفقہاء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم لاقامۃ العمۃ مقام العم والخالۃ مکان الام قال الامام شمس الائمۃ اعلم بان العمۃ بمنزلۃ العمۃ عندنا والخالۃ بمنزلۃ الام وقال اھل التنزیل العمۃ بمنزلۃ الاب والخالۃ بمنزلۃ الام قالوا اتفقت الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم علی ان للعمۃ الثلثان وللخالۃ الثلث اذا اجتمعتا ولا وجہ لذلک الا بان تجعل العمۃ کالاب باعتبار ان قرابتہا قرابۃ الاب والخالۃ کالام باعتبار ان قرابتہا قرابۃ الام ووجہ قول علمائنا رحمہم اللّٰہ تعالٰی ان الاصل ان الانثی متی اقیمت مقام ذکر فانہا تقوم مقام ذکر فی درجتہا۔ والذکر الذی فی درجۃ العمۃ العم وھو الوارث فتجعل العمۃ بمنزلۃ العم والخالۃ لو اقمناھا مقام ذکو فی درجتہا وھو الخال لم ترث مع العمۃ فلھذہ الضرورۃ اقمناھا مقام الام فالعمۃ ترث الثلثین والخالۃ الثلث بھذا الطریق بمنزلۃ ما لو ترک اما وعما اھ(مختصرًا) فاذا کان الامر علی ھذا اسقط تقدم العمۃ لولدیۃ العصبۃ فانہا قد اقیمت مقام العصبۃ فضلا عن الولدیۃ ولم تحجب الخالۃ لاقامتہا مقام الام والام لاتحجب بالعم وفی ھذہ الخالات کلھن سواء قد رأینا ان مثل الاقامۃ تمنع الحجب بما ھو اقوی اسبابہ وھو قرب درجۃ الا تری ان من خلف بنتا وبنات ابن فلھن السدس تکملۃ للثلثین لاقامتھن مقام بنت فلم یحجبھن بعد درجتھن عن درجۃ البنت وکذلک اذا مات عن بنتین وبنت ابن وبنت ابن ابن وابن ابن ابن لم تحجب بنت ولا بنت ابن ابن{الابن} لانہا اقیمتا فی درجۃ الذکر کی تتعصب بہ فھذا ھو السر وراثۃ الخالۃ لاب مع العمات واللّٰہ تعالٰی اعلم ثم اقول لایذھبن عنک ان ھذہ الاقامۃ تقتصر علی الذوات ولاتتعدی الی الاولاد فالاولاد الخالۃ لایجعلون کاولاد الام الا تری ان ذکورھم لایساوون اناثھم بل للذکر مثل حظ الانثیین وھذا کولدیۃ العصبۃ لاتسری من الولد الی ولد الولد کما فی ردالمحتار وغیرہ عن سکب الانھر وغیرہ فابن بنت العم لایقدم علی ابن بنت ابن العمۃ او الخال او الخالۃ فاحفظ۔

بالجملہ قول دوم یہی اکثر متون ہیں اور اسی کو اکثر نے ظاہر روایت اور مذہب بتایا اور تصحیحات صریحہ صرف اس کے لئے ہیں۔ خصوصا اکد تصحیحات علیہ الفتوٰی تو اسی پر اعتماد واجب ہے اور اس سے عدول ساقط و ذاہب درمختار

وتصحیح علامہ قاسم میں ہے" اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم واللّٰہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ:۔ جبکہ یہاں اختلاف جہت کے وقت مذہب صحیح ومفتی بہ میں ولدیت وارث معتبر ہے۔ آیا قوت قرابت بھی معتبر ہوگی یا نہیں۔ علامہ شامی نے نفی کو مفاد اطلاق روایت بتایا اور خود اثبات کا استظہار کیا کہ قوت قرابت ولدیت وارث سے اقوٰی ہے جب یہ معتبر تو اس کا اعتبار بدرجۂ اولٰی ہے۔ عبارت عقود وسائل فاضل کے پیش نظر ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے نسخۂ عقود پر یہاں یہ حاشیہ لکھا تھا۔

قولہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی یلزم ان یرجح بقوۃ القرابۃ ایضا لانھا اقوی اقول قد اجمعوا فی الروایات الظاھرۃ ان لانظر بقوۃ القرابۃ مع اختلاف الحیز فلا تقدم العمۃ الشقیقۃ علی الخالۃ لام ولا الخالۃ العینیۃ علی العمۃ لام۔ وکون قوۃ القرابۃ اقوی من ولدیۃ الوارث فی حیز واحد لایوجب اعتبارھا مع اختلاف الحیز وھی ساقطۃ الاعتبار فیہ فجریان الاضعف فی محل لکونہ محل جریانہ لایستلزم جریان الاقوی فیہ مع انعدام المحلیۃ لہ۔

والحق ان لامعنی لقوۃ القرابۃ فی حیز الاکون قریب اذا جھتین کالعینی او ذا جھۃ اقوی کالعلاتی مع الاخیافی وظاھر ان اجتماع الجھتین فی حیز لایلغی الحیز الآخر واذا کان نفس احد الحیزین اعنی الابوی اقوی من الآخر اعنی الام ثم لم تورث قوتہ الغاء الحیز الآخر فکیف تورث قوۃ جھۃ فیہ الغاء الآخر وتعلیل الید انما ھو فی الحیز الواحد للتقدیم ذی حیز علی ذی حیز آخر لقوۃ قرابتہ فی حیزہ والا یقدم الحیز الابوی مطلقا علی الامی وایضا لونظر الی قوۃ القوۃ لعاد نقضا علی المقصود فان الاقوی غیر معتبر مع اختلاف الحیز باجماع الروایات الظاھرۃ فکیف تعتبرون فیہ الاضعف ویؤول الامر الی الغاء کلا الترجیحین وھو خلاف ماقررتم انہ صحیح مفتی بہ وانما الجواب ماقدمت ان الاقوی والعصوبۃ لم یعتبر لعدم المحل فلا یلغی الآخر مع حصول المحلیۃ وذلک لان ولدیۃ العصبۃ تبتنی من العصوبۃ تقضی علی غیرھا مطلقا وان کان من غیر حیزھا کالعم یحجب الخال فکذا ولدیۃ العصبۃ وبھذا تنحل الشبھتان معا اعنی وجوب اعتبار الاقوی کما ذھب الیہ العلامۃ الشامی ووجوب اسقاط الاضعف لسقوط الاقوی کما قررنا فی الالزام واللّٰہ تعالٰی ولی الانعام۔

اسی حاشیہ نے بحمدہ تعالٰی کشف شبہہ کردیا اس وقت تک مبسوط شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ میرے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کردیا کہ وہ صرف اطلاق روایت سرخسی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث فقیر بحمداللّٰہ القدیر نص کے موافق آئی وللّٰہ الحمد۔

مبسوط شریف کا نص ملخص یہ ہے۔

فی ظاھر المذھب ولد العصبۃ اولٰی سواء اختلفت الجھۃ او اتحدت فان کان قوم من ھٰؤلاء من قبل الام من بنات الاخوال او الخالات وقوم من قبل الاب من بنات الاعمام اوالعمات فالمال مقسوم بین الفریقین اثلاثا سواء کان من کل جانب ذو قرابتین اومن احد الجانبین ذو قرابۃ واحدۃ۔ ثم ما اتاب کل فریق فیما بینھم یترجح جھتے ذی القرابتین علی ذی قرابۃ واحدۃ۔

یہ نص صریح ہے وللہ الحمد کہ اختلاف جہت کے وقت ولدیت وارث سے ترجیح ہے اور قوت قرابت سے نہیں تو اولاد صنف رابع کا قانون صحیح ومعتمد یہ ہے۔

یقدم الاقرب مطلقا ثم ان اختلف الحیز فولد الوارث وان اتفق فالاقوی قرابۃ ثم ولد الوارث وبعد ھذہ الشرائط ان استحق الفریقان فلفریق الاب ثلثان واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ رد الرفضۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ازسیتا پور مرسلہ جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سیدہ سنی المذہب نے انتقال کیا اون کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں وہ عصبہ بنکر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے یہاں عصوبت اصلا نہیں اس صورت میں وہ مستحق ارث ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدنا وکفانا واٰوانا وعن الرفض والخروج وکل بلاء نجانا۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا وملجانا وماونا محمد والہ وصحبہ الاولین ایمانا والاحسنین احسانا والاکملین ایقانا اٰمین۔

صورت مستفسرہ میں یہ رافضی اون مرحومہ سیدہ سنیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں پاسکتے اصلا کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ عصوبت کے منکر نہ بھی ہوتے کہ اونکی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے سراجیہ میں ہے موانع ارث اربعۃ (الی قولہ) واختلاف الدینین

تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ اونمیں ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسیقدر کہ اونہیں امام وخلیفہ برحق نہ مانے کتب معتمدۂ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح وفتوے کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے **درمختار** مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلا یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کی مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا **طحطاوی** حاشیۂ **درّ** مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں ہے وکذا خلافتہ ایسی ہی اونکی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے **فتاوی خلاصہ** قلمی کتاب الصلاۃ فصل ۱۵۔ اور **خزانۃ المفتین** قلمی کتاب الصلاۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لا یصح میں ہے الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر رافضی اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل جانے

تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔ **فتح القدیر** شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۴۸ اور **حاشیہ تبیین** للعلامہ احمد الشلبی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۳۵ میں ہے فی الروافض من فضل علیا علی الثلثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فھو کافر۔ رافضیوں میں جو شخص مولٰی علی کو خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے **وجیز امام کردری** مطبوع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ میں ہے من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الاصح۔ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے یہی صحیح ہے اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے یہی صحیح تر ہے **تبیین الحقائق** شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۳۴ میں ہے قال المرغینانی تجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القرآن حاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والا فلا **امام مرغینانی** نے فرمایا بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائیگی اور رافضی وغیرہ کے پیچھے ہوگی ہی نہیں اور اس کا حاصل یہ کہ اگر اوس بدمذہبی کے باعث وہ کافر نہ ہو تو نماز اوسکے پیچھے کراہت کے ساتھ ہو جائیگی ورنہ نہیں۔ **فتاوی علمگیریہ** مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع ایسا ہی تبیین الحقائق وخلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے اوسیکی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور اشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبع مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوی القرویہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۵ اور واقعات المفتین مطبع مصر صفحہ ۳۳ سب میں فتاوی خلاصہ سے ہے الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ تعالٰی فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجھہ علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لایکون کافرا الا انہ مبتدع رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ برا کہے کافر ہے اور اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔ اوسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ ج ۴ صفحہ ۲۱۲ میں فتاوی ظہیریہ سے ہے من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر وکذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی اصح الاقوال امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے اور بعض نے کہا بدمذہب ہے کافر نہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی صحیح تر قول میں کافر ہے وہیں فتاوی بزازیہ سے

ہے ویجب اکفارھم باکفار عثمٰن وعلی وطلحۃ وزبیر وعائشۃ رضی اللہ عنھم رافضیوں اور ناصبیوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمٰن و مولٰی علی و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔ **بحر الرائق** مطبوع مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ میں ہے یکفر بانکارہ امامۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح کانکارہ خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح اصح یہ ہے کہ ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔ **مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر** مطبوع قسطنطنیہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ میں ہے الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بد مذہب ہے اور اگر خلافت صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔ اسی کے صفحہ ۶۳۱ میں ہے۔ یکفر بانکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح جو شخص ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے یونہی جو اونکے امام برحق ہونے کا انکار کرے مذہب اصح میں کافر ہے یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قول اصح پر کفر ہے **غنیہ** شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۵۱۴ میں ہے المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ امالوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذلک مما ھو کفر وکذا من یقذف الصدیقۃ اوینکر صحبۃ الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین بد مذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات میں اہلسنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو اور اوسکی اقتدا کراہت کے ساتھ اوسی حال میں جائز ہے جب اوسکا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچتا ہو اگر کفر تک پہنچائے تو اصلا جائز نہیں جیسے غالی رافضی کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خدا کہتے ہیں یا یہ کہ نبوت اون کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو معاذ اللہ اوس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا کہے۔ **کفایہ شرح ہدایہ** مطبع بمبئی جلد اول صفحہ اور **مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق** مطبع احمدی صفحہ ۳۲ میں ہے ان کان ھواہ یکفر اھلہ کالجھمی القدری الذی قال بخلق القرآن والرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتجوز الصلاۃ خلفہ بد مذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انکار کرے اوس کے پیچھے نماز جائز نہیں **شرح کنز للملا مسکین** مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۸ ہامش **فتح المعین** میں ہے۔ فی

الخلاصۃ یصح الاقتداء باھل الاھواء الا الجھمیۃ والجبریۃ والقدریۃ والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القرآن والمشبھۃ وجملتہ ان کان من اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونہ کافرا تجوز الصلاۃ خلفہ وتکرہ واراد بالرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلاصہ میں ہے بدمذہبوں کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے مگر جہمیہ وجبریہ وقدریہ ورافضی غالی وقائل خلق قرآن ومشبہہ اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بدمذہبی میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اُسے کافر نہ کہا جائے اوس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کا منکر ہو **طحطاوی علی مراقی الفلاح** مطبع مصر صفحہ ۱۹۸ میں ہے ان انکر خلافۃ الصدیق کفر والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی ھذا الحکم والحق فی البرھان عثمٰن بھما ایضا ولا تجوز الصلاۃ خلف منکر المسح علی الخفین او صحبۃ الصدیق ومن یسب الشیخین او یقذف الصدیقۃ ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ لکفرہ ولا یلتفت الی تاویلہ واجتہادہ یعنی خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور **برہان شرح مواہب الرحمٰن** میں فرمایا خلافت عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اوس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا صحابیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت رکھے اور نہ اوسکے پیچھے جو ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اوسکی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا نہ اس جانب کہ اوسنے رائے کی غلطی سے ایسا کہا **نظم الفرائد** منظومۂ علامہ ابن وہبان مطبوعۂ مصر حاشیہ محبیہ صفحہ ۲۰ اور نسخۂ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے ؎

ومن لعن الشیخین او سب کافر	ومن قال فی الایدی الجوارح اکفر
وصحح تکفیر بنکر خلافۃ ال	عتیق وفی الفاروق ذلک الاظھر

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تبرا کہے یا برا کہے کافر ہے اور جو کہے ید اللہ سے ہاتھ مراد ہے وہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے انکار میں مصحح تکفیر ہے اور یہی درباہ انکار خلافت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اظہر ہے **تیسیر المقاصد** شرح وہبانیہ للعلامۃ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے الرافضی اذا سب ابا بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اولعنھما یکون کافرا وان فضل علیھما علیا لا یکفر وھو مبتدع رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا اون پر

تبرا کہے کافر ہوجائے اور اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو اون سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بدمذہب ہے۔ اوسی میں وہیں ہے انکر خلافۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر فی الصحیح وکذا منکر خلافۃ ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاظہر خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے اور ایسا ہی قول اظہر میں خلافت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی فتوائے علامہ نوح افندی پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبداللہ افندی پھر **مغنی المستفتی عن سوال المفتی** پھر **عقود الدریہ** مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ میں ہے۔

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم ینکرون خلافۃ الشیخین ومنھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر اھ ملتقطا رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں از انجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں از انجملہ شیخین کو برا کہتے ہیں اللہ تعالٰی دونوں جہان میں رافضیوں کا مونھ کالا کرے جو انہیں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ اوانھیں میں ہے اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنھما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشھید من سب الشیخین او لعنھما یکفر شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اور امام صدر شہید نے فرمایا جو شیخین کو برا کہے یا تبرا کہے کافر ہے عقود الدریہ میں بعد نقل فتوائے مذکورہ ہے وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولۃ العثمانیۃ لازالت مؤیدۃ بالنصرۃ العلیۃ فی الافتاء فی شان الشیعۃ المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذلک کثیر منھم والفوافیہ الرسائل وممن افتی بنحو ذلک فیھم المحقق المفسر ابو السعود افندی العمادی ونقل عبارتہ العلامۃ الکواکبی الحلبی فی شرحہ علی منظومتہ الفقھیۃ المسماۃ بالفرائد السنیۃ یعنی **علمائے دولت عثمانیہ** کہ ہمیشہ نصرت الٰہی سے مؤید رہے اونسے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انھوں نے شیعہ کے باب میں کثرت سے فتوے دیئے اور بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کیے اور انھیں میں سے جنھوں نے روافض کے کفر وارتداد کا فتوی دیا محقق مفسر **ابو السعود افندی** عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور اونکی عبارت **علامہ کواکبی** حلبی نے اپنے منظومہ فقہیہ مسمی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی اشباہ قلمی فن ثانی باب الردہ اور اتحاف صفحہ ۱۸۷ از انقروی جلد اول صفحہ ۲۵ اور واقعات المفتین صفحہ ۱۳ سب میں مناقب کردری سے ہے یکفر اذا انکر خلافتھما او ابغضھما لمحبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھما جو خلافت شیخین کا انکار کرے یا اون سے بغض رکھے کافر ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جنکی توبہ بھی قبول نہیں۔ **تنویر الابصار** متن **درمختار** مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹ میں ہے کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی او الشیخین او احدھما ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات شیخین یا اون میں ایک

کی شان میں گستاخی سے کافر ہوا۔ **اشباہ والنظائر** قلمی فن ثانی کتاب السیر اور **فتاوے خیریہ** مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵ اور **اتحاف الابصار والبصائر** مطبوع مصر ص ۱۸۶ میں ہے کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاخرۃ الا جماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وسائر الانبیاء وبسب الشیخین او احدھما جو کافر توبہ کرے اوسکی توبہ دنیا و آخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جنکی توبہ مقبول نہیں ایک وہ جو ہمارے نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا دوسرا وہ کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما دونوں یا ایک کو برا کہنے کے باعث کافر ہوا **درمختار** صفحہ ۳۲۰ میں ہے فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابواللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف یعنی **بحر الرائق** میں بحوالہ **جوہرہ نیرہ** شرح مختصر قدوری **امام صدر شہید** سے منقول ہے جو شخص شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہے یا اون پر طعن کرے وہ کافر ہے اور اوسکی توبہ قبول نہیں اور اسی پر **امام دبوسی و امام فقیہ ابواللیث** سمرقندی نے فتوے دیا اور یہی قول فتوے کے لئے مختار ہے اسی پر اشباہ میں جزم کیا اور **علامہ شیخ الاسلام** محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ غزی تمرتاشی نے اوسے برقرار رکھا اور نیز ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا۔ **درمختار** صفحہ ۶۸۳ میں ہے موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفرا الخ ملتقطا۔ یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث ووارث میں اسلام وکفر کا اختلاف۔ **تبیین الحقائق** ج ۶ صفحہ ۲۴۰ اور **عالمگیری** ج ۶ صفحہ ۴۵۴ میں ہے اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر۔ مورث ووارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے اور اوس سے مراد اسلام وکفر کا اختلاف ہے **بلکہ** رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدۂ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمۂ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے **ہدایہ** مطبع مصطفائی جلد اخیر ص ۵۶۳ اور **درمختار** صفحہ ۶۶۸ اور **عالمگیری** ج ۶ صفحہ ۱۳۲ میں ہے صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد۔ بدمذہب اگر عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو مرتد کی جگہ ہے **غرر** متن درر مطبع مصر ج ۲ صفحہ ۳۴۶ میں ہے ذوھوی ان اکفر فکالمرتد بدمذہب اگر تکفیر کیا جائے تو مثل مرتد کے ہے **ملتقی الابحر** اور اوسکی شرح **مجمع الانہر** ج ۲ صفحہ ۶۸۹ میں ہے ان حکم بکفرہ لاجل ما ارتکبہ من الھوی فکالمرتد اگر اوسکی بدمذہبی کے سبب اوسکے کفر کا حکم دیا جائے تو وہ مرتد کی مثل ہے نیز **فتاوی ہندیہ** ج ۲ صفحہ ۲۶۴ اور **طریقہ محمدیہ** اور اوسکی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸ اور **برجندی** شرح نقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام

واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریہ یعنی رافضیوں کو اون کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں انکے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں ایسا ہی **فتاوی ظہیریہ** میں ہے **اور** مرتد اصلا اصلا کسی وراثت نہیں مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتے کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا بھی ترکہ اوسے نہیں پہنچ سکتا۔ **علمگیری** ج ۶ صفحہ ۴۵۵ میں ہے المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط **خزانۃ المفتین** میں ہے المرتد لایرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب لنار الکفار وبہ ناخذ **اور روافض زمانہ** تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقینا قطعا کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو اونھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اون کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں **کفر اوّل** قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں کوئی کہتا ہے اوس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمن غنی ذو النورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہم نے گھٹا دیں کوئی کہتا ہے کچھ آیتیں کم کر دیں کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیئے کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقینا ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اوسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کررہا ہے اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○ بے شک ہم نے اوتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اسکے نگہبان ہیں۔ **بیضاوی شریف** مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۶ میں ہے۔ یحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص **جلالین شریف** میں ہے لحفظون ○ من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص۔ یعنی حق تعالی فرماتا ہے ہم خود اوس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اوسے بدل دے یا اولٹ پلٹ کر دے یا کچھ بڑھا دے یا کچھ گھٹا دے۔ **جمل** مطبوع مصر جلد ۲ صفحہ ۵۶۱ میں ہے بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القرآن فانہ محفوظ عن ذلک لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ او ینقص منہ حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ۔ یعنی بخلاف اور کتب سماوی کے کہ اون میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا اور قرآن اس سے محفوظ ہے تمام مخلوق جن و انس کسی کی مجال نہیں کہ اوس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کر دیں۔ اللہ تعالی سورہ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے وانہ لکتب عزیز لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ○ بیشک یہ قرآن معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلا راہ نہیں نہ سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اوتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔ **تفسیر معالم التنزیل شریف** طبع بمبئی جلد ۴ صفحہ ۲۵ میں ہے

قال قتادة والسدی الباطل ھو الشیطان لایستطیع ان یغیرا و یزید فیہ او ینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیأتیہ الباطل من بین یدیہ او یزاد فیہ فیأتیہ الباطل من خلفہ وعلی ھذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن اون سے محفوظ ہے کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے **کشف الاسرار** امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ و صفحہ ۱۸۹ میں ہے کان نسخ التلاوة والحکم جمیعا جائزا فی حیاة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامابعد وفاتہ فلایجوز قال بعض الرافضة والملحدة ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الی افسادہ ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القرآن کانت اٰیات فی امامة علی وفی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابة فلم تبق بانقراض زمانھم والدلیل علی بطلان ھذا القول قولہ تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ہ کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمة اھ ملتقطا قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں جائز تھا بعد وفات اقدس ممکن نہیں بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لیکر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً اونھیں اسلام کا تباہ کرنا مقصود ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولی علی وفضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اوتارا یہ قرآن اور ہم خود اسکے نگہبان ہیں ایسا ہی امام **شمس الائمہ** کی کتاب اصول الفقہ میں ہے **امام قاضی عیاض** شفا شریف مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں وکذلک من انکر القرآن او حرفا منہ او غیر شیئا منہ او زاد فیہ یعنی اسی طرح وہ بھی قطعًا اجماعًا کافر ہے جو قرآن عظیم یا اوسکے کسی حرف کا انکار کرے یا اوسمیں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجود سے کچھ زیادہ بتائے **فواتح الرحموت** شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ صفحہ ۶۱۷ میں ہے اعلم ان رایت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القراٰن العیاذ باللہ کان زائدا علی ھذا المکتوب قد ذھب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلک التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذًا باللہ اون کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا جو اسکا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے **کفر دوم** انکا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولی

علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوات والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بیدین ہے **شفا شریف** صفحہ ۳۶۵ میں ان قطعی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے وکذلك نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء یعنی اسی طرح ہم بالیقین کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیا سے افضل بتاتے ہیں۔ **امام اجل نووی** کتاب الروضہ پھر **امام ابن حجر مکی** اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں یہ کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں **مولانا علی قاری** شرح شفا مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں ھذا کفر صریح یہ کھلا کفر ہے۔ **منح الروض الازہر** شرح فقہ اکبر مطبع حنفی صفحہ ۱۲۶ میں ہے مانقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلالۃ والحاد وجہالۃ وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر وضلالت وبیدینی وجہالت ہے **شرح مقاصد** مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ اور **طریقہ محمدیہ** علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے واللفظ لہما ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں **حدیقہ ندیہ** شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۱۵ میں ہے التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی کسی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیا سے افضل بتانا ہے **شرح عقائد نسفی** مطبع قدیم صفحہ ۱۱۸ پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ صفحہ ۲۱۵ میں ہے واللفظ لہما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان او لا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق للاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی اھ باختصار ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے **ارشاد الساری** شرح صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۷۵ میں ہے النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ **روافض کے مجتہدان حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے۔** یہ فتوے رسالہ تکملہ رد روافض و رسالہ اظہار الحق مطبوعہ مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے متعلق یہ الفاظ ہیں **فتوے ۱**

چہ میفرمایند مجتہدین دین دریں مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفےٰ علی مرتضےٰ علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ست یا نہ بینوا توجروا۔

جواب — بلے افضل ست۔ واللہ یعلم

میر آغا عفی عنہ

۱۲ ۸۳
ھو العالم

الرقم

فتوی ۲۔ چہ میفرمایند دریں مسئلہ کہ در کلام مجید جمع کردہ عثمٰن تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ السلام وغیرہ واقع شدہ یانہ۔ **جواب**۔ ایں امر بسبیل جزم وقطع ثابت نیست لکن محتمل ست واللہ یعلم

الراقم میر آغا عفی عنہ

۱۲ ۶۳ ہو العالم

فتوی ۳۔ مسئلہ دوم مرتبہ اہلبیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین سیما حضرت علی مرتضی از سائر انبیا افضل ست یانہ **جواب**۔ البتہ مراتب ائمہ ہدے از سائر انبیا بلکہ رسولان اولو العزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ زیادہ بود ورتبہ جناب امیر نیز

۱۲ ۶۳ سید علی محمد

فتوی ۴۔ مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردہ عثمٰن تحریف ونقصان واقع شدہ یانہ **جواب** تحریف جامع القرآن بلکہ محرق ومحرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین وعنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان وہمچنیں نقصان بعضے آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام مدلول قرائن بسیار وآثار بےشمار

۱۲ ۶۳ سید علی محمد

روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیرو ہوتے ہیں اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اوسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجئے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتوے بھی نہ مانے تو لا اقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا بلکہ اونھیں اپنے دین کا عالم وپیشوا ومجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے **شفا شریف** صفحہ ۳۶۲ میں اونھیں اجماعی کفروں کے بیان میں ہے ولہذا انکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل دوقف فیہم اوشک اوصحح مذہبہم وان اظہر مع ذلک الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذہب سواہ فہو کافر باظہارہ ما اظہر من خلاف ذلک ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اوس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا اون کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اونکے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اسکے ساتھ اپنے آپکو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اُس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس کے خلاف اوس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے اوسی کے صفحہ ۳۲۱ اور **فتاوی** بزازیہ ج ۳ صفحہ ۳۲۲۔ اور دررو غرر مطبع مصر جلد اول صفحہ ۳۰۰۔ اور **فتاوی** خیریہ جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵۔ اور درمختار صفحہ ۳۱۹۔ اور **مجمع الانہر** جلد اول صفحہ ۶۱۸ میں ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اوسکے کفر وعذاب میں شک کرے وہ

بالیقین خود کافر ہے علمائے کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی علامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ آفندی وعلامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام وعلامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اول صفحہ ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے باب میں کیا حکم ہے فرماتے ہیں ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم ۱ھ مختصرا یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو انکے کفر میں توقف کرے خود انھیں کی طرح کافر ہے علامۃ الوجود مفتی ابو السعود اپنے فتاوے پھر علامہ کواکبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیہ صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرا تمام زمانوں کے علما کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہوجائے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ جلیل مسلمانوں اصل مدار ایمان ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقا ہر ثبوت سے غنی ہوتی ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص اون پر کوئی نص قطعی اصلا نہو جب بھی اونکا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقینا کافر مثلا عالم بجمیع اجزائہ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی نہایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعًا کافر ہے جسکی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ)" میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اوسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں اعلام امام ابن حجر مکی زاد النووی فی الروضۃ ان الصواب تقلید من جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا۔ یہی سبب ہے کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو بحمد اللہ تعالٰی شرقاً غرباً بالاجماع تا قرناً فقرنا تیرہ سو برس سے آجتک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ومحفوظ ہے باجماع مسلمین بلا کم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور اون کے ہاتھوں میں اون کے ایمان اونکے اعتقاد اون کے اعمال کے لئے چھوڑی اسی کا ہر نقص وزیادت وتغییر وتحریف سے مصون ومحفوظ اور اسی کا وعدہ حقہ صادقہ وانا لہ لحفظون میں مراد ومحفوظ ہونا ہی یقینًا ضروریات دین سے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہاں کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو برس سے آج تک ہے یہ تو نقص وتحریف سے محفوظ نہیں ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ غار سامرا میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے انا لہ لحفظون کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اوسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے۔ اور اوس اصلی جعلی کو ع برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر ٭ کی کھوہ میں چھپائیں گے گویا حافظون کے معنی ہیں کہ قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے انھیں اُسکی پرچھائیں نہ دکھائیں گے بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی ولوح محفوظ میں تو بدستور باقی ہے حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے

نہیں بدل سکتی پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی توریت وانجیل درکنار مہمل سی مہمل ردی سی ردی کوئی تحریر جسمیں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی ولوح محفوظ میں یقینا بدستور باقی ہے ایسی ناپاک تاویلات ضروریات دین کے مقابل نہ مسموع ہوں نہ اون سے کفر وارتداد واصلا دفع ہوں اُنکی حالت وہی ہے جیسے نیچریہ نے آسمان کو بلندی جبریئل وملئکہ کو قوت خیر ابلیس وشیاطین کو قوت بدی حشر ونشر وجنت ونار کو محض روحانی نہ جسدی بنا لیا قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا ایسی تاویلیں سن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعًا درہم برہم ہو جائیں بت پرست لاالٰہ الا اللہ کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلٰی میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دوسرا خدا نہیں وہ سب خداؤں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لافتی الاعلی لاسیف الا ذوالفقار وغیرہ محاورات عرب سے روشن ہے یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیان اسلام کے مکر واوہام سے نجات وشفا ہے۔ وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین ٥

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں اون کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے اونکے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو یہ تو سخت قہر الٰہی ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا اولاد ولدالزنا ہوگی باپ کا ترکہ نہ پائیگی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعًا ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اوس کا اصلا کچھ حق نہیں ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا انکے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بیدین ہے اور اُسکے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو اون کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوے کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔